www.facebook.com/darahlesunnat

واعظ الجمعہ

خطباتِ جمعہ

(۲۰۲۰ء)

تالیف

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

موضوع: وعظ و نصیحت

نام کتاب: واعظ الجمعہ (خطباتِ جمعہ، ۲۰۲۰ء)

تالیف: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالی

معاونین: مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری، مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی حفظہم اللہ تعالی

عدد صفحات: ۹۸۲

سائز: 13×21

ناشر: ادارۂ اہلِ سنّت کراچی

: idarakhutbatejuma@gmail.com

: 00971559421541

: 00923458090612

آن لائن/نشرِ اوّل

۱۴۴۳ھ / ۲۰۲۱ء

شرفِ انتساب

اپنے مُشفِق و مہربان والدین کے نام، جن کی کریمانہ شفقت و محبت، حُسنِ سُلوک، تعلیم و تربیت، اور حوصلہ افزائی کی بدَولت، راقم الحروف اس قابل ہوا کہ آپ احباب کے سامنے اس مجموعہ "خطباتِ جمعہ" کو پیش کر سکے۔

اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں دعا ہے، کہ ان کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، انہیں صحت و تندرستی سے نوازے، انہیں سلامتی وعافیت کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے، اور ہمیں ان کے طفیل ملنے والی برکتوں، رحمتوں اور نعمتوں سے خوب خوب مستفید ہونے کی توفیق مَرحمت فرمائے!۔

اور

میرے اَجدادِ کرام کے نام، جن کے وسیلے سے نسل دَر نسل ہمارے سینوں میں، دینِ اسلام کا جذبہ پروان چڑھا۔ اللہ کریم ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اُن پر اپنی بے شمار رحمتوں کا نزول فرمائے، اور اُن سب کی بخشش و مغفرت فرماکر، ان کے درجات بلند فرمائے، آمین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ!۔

وصلّى الله تعالى على خيرِ خَلقه ونورِ عرشِه، سيِّدنا ومولانا محمدٍ وعلى آله وصحبه أجمعين، والحمد لله ربّ العالمين!.

دعاگو و دعاجو

ڈاکٹر محمد اسلم رضا میمن تحسینی

۱۲ ربیع الانور ۱۴۴۳ھ/ ۱۹ اکتوبر ۲۰۲۱ء

فہرست مضامین

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آله وصحبه أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

نیکی کرنا اور برائی سے بچنے کی تلقین، فرض اور حسبِ استطاعت ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾(۱) "تم بہتر ہو اُن سب اُمّتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

حدیثِ پاک میں اس فریضۂ تبلیغ کو ادا کرنے پر بڑی تاکید فرمائی ہے، حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ!»(۲) "اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ضرور بالضرور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرتے رہو! ورنہ اللہ تعالی تمہیں ایسے عذاب میں مبتلا کرے گا، کہ تم دعا کرو گے تو وہ تمہاری دعا قبول نہیں فرمائے گا"۔

---

(۱) پ٤، آل عمران: ١١٠.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ٢١٦٩، صـ٤٩٨.

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: «بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً»[۳] "میری طرف سے لوگوں کو پہنچادو، چاہے ایک ہی آیت ہو"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "یہاں آیت سے لُغوی معنی مُراد ہیں، یعنی جسے کوئی مسئلہ یا حدیث یا قرآن شریف کی آیت یاد ہو، وہ دوسرے کو پہنچادے"[۴]۔

خطباتِ جمعہ تحریر کرنے کا پسِ منظر

قرآن وحدیث میں وارِد ایسے ہی فرامینِ مبارکہ، اور جذبہ اَمر بالمعروف ونَہی عنِ المنکَر سے سرشار ہوکر، رقم الحروف نے آج سے دس سال قبل ۲۰۱۱ء میں محکمۂ اوقاف متحدہ عرب امارات کے سرکاری فتوی سینٹر سے، "واعظ الجمعه" (خطباتِ جمعہ) لکھنے کا باقاعدہ آغاز کیا، جو کم وبیش آٹھ سال (یعنی ۲۰۱۸ء) تک جاری رہا، یہاں کے لیے سرکاری سطح پر خطباتِ جمعہ عربی زبان میں تیار کیے جاتے ہیں، اس سلسلے میں ہر جمعۃ المبارک کو جو بھی عنوان ہوتا، اُسی عنوان کے تحت ایک خطبہ، ضروری کمی بیشی اور وضاحت وتشریح کے ساتھ، پاک وہند اور دنیا بھر میں پھیلے مسلمانوں کے لیے اردو زبان میں بھی مرتّب کرتا رہا۔

اب ۲۰۱۹ء سے تادمِ تحریر، اہلِ سنّت کے ایک چھوٹے سے تحقیقی واِشاعتی مرکز، ادارۂ اہلِ سنّت کراچی (پاکستان) نے، اس اہم کام کا بیڑہ اٹھارکھا ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ "واعظ الجمعه ۲۰۲۰ء" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، ۲۰۲۰ء میں جو بھی "واعظ

---

(۳) "سنن الترمذي" أبواب العلم، ر: ۲٦٦٩، صـ٦٠٥.

(۴) "مرآۃ المناجیح" علم کی کتاب، پہلی فصل، ۱/۱۶۹۔

الجمعہ "(جمعہ کا خطبہ) یا مضمون جاری کیا گیا، ان سب کو یکجا کر کے کتابی صورت میں آپ حضرات کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، امید ہے ہمارا یہ اِقدام عوام و خوّاص کے لیے علم و عمل اور خوشی کا باعث ہو گا!۔

خطباتِ جمعہ کی تیاری اور ادارۂ اہلِ سنّت

ادارۂ اہلِ سنّت سال بھر کے مختلف مذہبی تہواروں، بزرگانِ دِین کے اعراس، اَقوامِ متحدہ کے عالمی ایّام، دَورِ حاضر کے تقاضوں، اور مختلف مُناسبتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، سب سے پہلے ایک سالانہ جَدْول (Annual table) مرتَب کرتا ہے، جس کی تیاری کے لیے ملک بھر میں علماء، خطباء اور بزرگانِ دین سے بذریعہ واٹس اپ (WhatsApp) مُشاوَرت کی جاتی ہے، اور خطباتِ جمعہ کے موضوعات کے سلسلہ میں مختلف عناوِین پیش کرنے کی گزارش کی جاتی ہے۔

بعد اَزاں ادارۂ اہلِ سنّت کے علماء و محققین پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی (Special committee) ملک بھر سے آئے تمام مشوروں اور موضوعات کا جائزہ لیتی ہے، اور عصرِ حاضر کے تقاضوں اور ضرورت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، ان میں سے اہم عناوین کا انتخاب کر کے سالانہ جَدْول (Annual table) مرتَّب کرتی ہے۔

مزید برآں یہ کہ ہر ہفتے خطبۂ جمعہ کی تیاری کے لیے ادارۂ اہلِ سنّت کے محققین، شب و روز انتہائی محنت اور جانفشانی سے کام کرتے ہیں، خوب تحقیق اور چھان بین کے بعد مستند مواد، مکمل ذمّہ داری کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا جاتا ہے۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور علمائے امّت کے اَقوال کو مکمل اور مستند حوالہ جات کے ساتھ پیش کرنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ کوشش ہوتی ہے کہ

کوئی غیر مستند یا سنی سنائی بات یا واقعہ ہرگز ذکر نہ کیا جائے۔ اندازِ تحریر انتہائی آسان، معتدِل، شائستہ اور شُستہ رکھنے کی کوشش ہوتی ہے، فرقہ واریت، تعصُب، غیر اَخلاقی اور غیر مستند مواد ذکر کرنے سے قصداً گریز کیا جاتا ہے؛ کیونکہ درست عقائد و مسائل سے آگاہی، اور اَخلاقی و مُعاشرتی برائیوں کی بیخ کنی ہماری اوّلین ترجیح ہے، نیز لبرل ازم (Liberalism) اور سیکولر ازم (secularism) جیسے فتنوں کی سرکوبی بھی ہمارے مشن (Mission) کا ایک اہم حصہ ہے۔

اسلام مخالف سازشوں کی بیخ کنی میں ادارۂ اہلِ سنّت کا کردار

ادارۂ اہلِ سنّت ملکی و عالمی سطح پر، یہود و نصاری کی اسلام مخالف سازشوں اور ہتھ کھنڈوں پر بھی نگاہ رکھتا ہے، اور ان کی بَروقت بیخ کنی کے لیے امّتِ مسلمہ کو، بروقت شُعور و آگاہی دینے کی بھی کوشش کرتا ہے، اس سلسلے میں ادارہ موقع و محل کی مُناسبت، ضرورت اور تقاضۂ وقت کے مطابق ہنگامی صورتحال میں، سالانہ جدوَل سے ہٹ کر خصوصی مضامین بھی جاری کرتا ہے۔

تعلیماتِ رضا کے فروغ میں ادارۂ اہلِ سنّت کی چند خدمات

ادارۂ اہلِ سنّت فکر و تعلیماتِ رضا کے فروغ کے سلسلے میں بھی اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش رہا ہے۔ لہٰذا اَب تک امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پچاسیوں چھوٹی بڑی، اردو اور عربی تصانیف، مکمل تحقیق و تنقیح کے ساتھ شائع کرکے، دنیا بھر میں عام کرچکے ہیں، جسے ان کتب کی تفصیل جاننی ہو، وہ ہماری کتب کے اخیر میں موجود فہرست ملاحظہ فرمائیں۔

عرب دنیا میں امامِ اہل سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی دینی خدمات کو متعارف کرانے میں ادارۂ اہلِ سنّت کا کردار کسی سے مخفی نہیں۔ امامِ اہلِ سنّت کا فتاوی شامی پر بہترین عربی حاشیہ "جد الممتار علیٰ رد المحتار" کی، ادارۂ اہلِ سنّت اور "دار الفقیہ" (ابوظبی) کے باہمی تعاون سے اِشاعت، اس کی ایک بہترین مثال ہے۔

اسی طرح اردو زبان میں دنیا کے بہترین فقہی شاہکار "فتاوی رضویہ" کی مکمل تحقیق وتنقیح، اور خوبصورت طباعت واِشاعت بھی ادارے کے کارہائے نمایاں میں سے ایک ہے۔

علاوہ ازیں دیگر علمائے اہلِ سنّت کی اہم تصانیف بھی وقتاً فوقتاً شائع کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، مجموعی طور پر اِدارۂ اہلِ سنّت ۱۵ سال کے قلیل عرصہ میں تقریبًا ۴۰ ہزار صفحات پر مشتمل تحقیقی کتب شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے، اور یہ تمام کتب وہ ہیں جن کی مکمل تحقیق وتخریج اور کمپوزنگ واِشاعت کے، تمام مراحل ادارۂ اہلِ سنّت کے ماہر علماء ومحققین کی زیرِ نگرانی انجام پائے ہیں۔

ادارۂ اہلِ سنّت کا مشن

میرے محترم بھائیو اور عزیز دوستو! ادارۂ اہلِ سنّت کی ان تمام تر کاوشوں کے پیچھے صرف یہی سوچ کار فرما ہے، کہ کسی طرح امّتِ مسلمہ کی اصلاح ہو جائے، ہم اچھے سچے اور باعمل مسلمان بن جائیں، اَخلاقی ومُعاشرتی برائیوں سے ہمیں نَجات مل جائے، ہمیں عقائدِ اہلِ سنّت اور صحیح مسائلِ شریعت سے آگاہی حاصل ہو، اَفکار ونظریاتِ رضا عام ہوں، ہماری صفوں میں ظاہری وپوشیدہ ناصبیوں، رافضیوں،

بدعتیوں، اور جعلی پیروں فقیروں کا خاتمہ ہو، نیز عوامِ اہلِ سنّت میں حق و باطل کی پہچان، اور باہمی فرق کا شُعور پیدا ہو!۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے اس نیک مقصد میں کامیابی عطا فرمائے، اِخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے، اور شُہرت و رِیا کاری کے فتنہ و فساد سے محفوظ رکھے، آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!۔

وصلّى اللهُ تعالى على خيرِ خَلقه ونورِ عرشِه سيِّدنا محمدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين، والحمد لله ربّ العالمين!.

دعاگو و دعاجو

ڈاکٹر محمد اسلم رضا میمن تحسینی

۱۲ ربیع الانور ۱۴۴۳ھ/۱۹ اکتوبر ۲۰۲۱ء

خطباتِ جمعہ
(۲۰۲۰ء)

ریاستِ مدینہ کا حقیقی تصوّر

(جمعۃ المبارک ۷ جُمادی الاُولیٰ ۱۴۴۱ھ-۲۰۲۰/۰۱/۰۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

ریاستِ مدینہ

برادرانِ اسلام! ریاستِ مدینہ سے مراد ریاست کا وہ تصوّر ہے، جس میں ایک مملکت اپنے تمام شہریوں کی جان، مال، عزّت وآبرُو کی حفاظت اور فلاح وبہبود کے لیے، نا صرف عملی اِقدام کرتی ہے، بلکہ اس کی مکمل ذمّہ داری بھی اٹھاتی ہے۔ ایک ریاست اپنے تمام شہریوں کے مابین کسی قسم کا لسانی، مذہبی یا اقتصادی ومُعاشرتی امتیاز نہیں کرتی، بلکہ سب کے حقوق کا یکساں خیال رکھتی ہے، اللہ رب العالمین نے مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے، اسلام کی صورت میں ہمیں ایک مکمل اور باعزّت ضابطۂ حیات عطا فرمایا، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ضابطۂ حیات کے ذریعے ذِلّت کی پستیوں میں گری ہوئی انسانیت کو، جس عُروجِ ثُریا تک پہنچایا، کائنات اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے! عدل، انصاف ومُساوات پر مبنی، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے اِقدامات، اور مثالی طرزِ حکمرانی نے، بکھرے ہوئے عربوں کو وَحدت کی لڑی میں پرُویا، جس کے نتیجے میں "ریاستِ مدینہ" کا قیام عمل میں آیا۔ اس عظیم اسلامی وفلاحی ریاست کے قیام کے لیے، رحمتِ عالمیان ﷺ کے فرامین واِقدامات، روحانی ومادّی اعتبار سے، آج بھی ساری دنیا کی رَہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، مگر ضرورت ہے عملی اِقدام کی!!: ؏

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

راہ دِکھلائیں کسے؟ رہروِ منزل ہی نہیں![1]

ریاستی سیکرٹریٹ (Secretariat) کا قیام

عزیزانِ گرامی قدر! نبئ کریم ﷺ نے مدینہ منوّرہ تشریف آوری کے فوری بعد، مسجدِ نبوی شریف کی بنیاد رکھی، اور اس کی تعمیر میں خود بنفسِ نفیس حصہ لیا، یہ مسجد جہاں ایک طرف مسلمانوں کے لیے عبادت گاہ ٹھہری، وہیں ریاستی سیکرٹریٹ کے طور پر، مختلف مُعاملات میں مُشاورت کے لیے مرکز بھی قرار پائی، گورنرز (Governors) اور عمائدینِ حکومت کو، یہیں سے ہدایات جاری کی جاتیں، وقت گزرتا رہا، اور صدائے حق روز بروز بلند ہوتے ہوئے، جب گھر گھر پہنچ گئی، تب کفّار ومشرکین پر ہَیبت طاری ہونے لگی، اور دنیا کے کونے کونے سے مختلف علاقوں اور قبیلوں کے نمائندے، اور وُفودِ صلح ومُعاہدۂ امن کی غرض سے، جُوق در جُوق بارگاہِ رسالت پناہ ﷺ میں حاضر ہونے لگے، مصطفیٰ کریم ﷺ ان سب سے اکثر مسجدِ نبوی شریف ہی میں ملاقات فرمایا کرتے۔

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" "جوابِ شکوہ، حصہ سوم، ۲۲۵۔

شدید مُعاشی مسائل کا ہنگامی حل

حضراتِ محترم! مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینہ منوّرہ تشریف لائے، تب ہجرت کے باعث مکہ مکرّمہ سے مدینہ منوّرہ تشریف لانے والے مسلمان، شدید مُعاشی مسائل کا شکار تھے، صورتحال انتہائی گھمبیر تھی، مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے پاس رہنے سہنے اور کھانے پینے کو کچھ نہیں تھا، سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان ہنگامی حالات کے پیشِ نظر، انصار ومہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے مابین، مُؤاخات (بھائی چارا) قائم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «تَآخَوْا فِيْ الله أَخَوَيْنِ أَخَوَيْنِ!»[1] "اللہ کی خاطر دو دو آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ!"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے، اور اسلام کے فلاحی نظام پر پختہ یقین رکھتے ہوئے، ہر انصاری صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک ایک مہاجر صحابی رضی اللہ تعالی عنہ کو، نا صرف اپنا بھائی تسلیم کیا، بلکہ بخوشی اپنا آدھا آدھا مال بھی انہیں عطا کیا۔

حضرت سیّدُنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ جب حضرت سیّدُنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ مدینہ طیّبہ تشریف لائے، تو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اُن کے اور حضرت سیّدُنا سعد بن ربیع رضی اللہ تعالی عنہ کے درمیان بھائی چارا قائم فرمایا، حضرت سیّدُنا سعد رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: «هَلُمَّ أُقَاسِمُكَ مَالِيْ نِصفَيْنِ»[2] "آؤ میں اپنا مال تقسیم کر کے آدھا تمہیں دے دُوں!" لیکن حضرت عبد الرحمن نے لینے سے انکار کیا، اور انہیں برکت کی دعا دیتے ہوئے فرمایا: «دُلُّونِيْ عَلَى السُّوْقِ»[3] "مجھے بازار کا

(١) "السيرة النبوية" رسول الله يؤاخي بين ...إلخ، الجزء٢، صـ٢٦٩.

(٢) "سنن الترمذي" باب ما جاء في مواساة الأخ، ر: ١٩٣٣، صـ٤٥٠.

(٣) "صحيح البخاري" كتابُ البيوع، ر: ٢٠٤٩، صـ٣٢٩.

راستہ دکھاؤ!"؛ تاکہ میں وہاں جاکر تجارت کروں، اور خود اپنی کمائی سے گزر اَوقات کر سکوں، حضرت سیّدنا سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کو بازار کا راستہ بتادیا، آپ ہر روز وہاں جاتے، اپنا رزقِ حلال کماتے اور اَہل وعِیال کو بھی کِھلاتے۔ لہٰذا ہمیں بھی صحابۂ کرام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دوسروں پر بوجھ بننے کے بجائے، خود رزقِ حلال کمانے اور اَہل وعِیال وغیرہ کی کفالت کے لیے کوشش کرتے رہنا چاہیے!۔

میرے عزیز بھائیو! نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مُؤاخات (بھائی چارے) پر مبنی اس حکمتِ عملی کا، جہاں ایک فائدہ یہ ہوا کہ مہاجرین کو ضروریاتِ زندگی کا سامان میسر آیا، وہیں اس کا دوسرا فائدہ یہ بھی ہوا، کہ اس مُعاشرے میں پائے جانے والے طبقاتی فرق کا خاتمہ ہوگیا۔ رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے درسِ مُؤاخات کے ذریعے رہتی دنیا تک کے حکمرانوں کے لیے مثال قائم کردی، کہ مُعاشرے سے غربت وتنگدستی کا خاتمہ کس طرح ممکن ہے!۔

خود انحصاری پر مبنی مُعاشی پالیسی اور سُودی نظام کا خاتمہ

جانِ برادر! جس دَور میں سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مُؤاخات یعنی باہم بھائی چارا قائم فرمایا، اس وقت کے زمینی حقائق یہ تھے، کہ مدینہ منوّرہ کی تمام تر معیشت کا انحصار، یہود کے سُودی کاروبار پر تھا، اس کے باوُجود مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مہاجرین کو یہ حکم نہیں فرمایا کہ تم یہود سے سُودی قرض لے کر اپنا کاروبار شروع کردو! بلکہ سرورِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انصارِ مدینہ کو حکم دیا، کہ اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد کرو! اور ساتھ ہی ساتھ قرضِ حسنہ کا نظام رائج فرمایا، جب مُعاشرے کے اَفراد بلا سُود قرض پر معیشت قائم کرنے میں لگ گئے، تب رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سُود کو مکمل طور پر

حرام قرار دے کر، اس لعنت کا خاتمہ فرمایا، نیز اسے انتہائی سنگین جرم قرار دیا، بلکہ اس کے خاتمہ کے لیے اپنے خاندان کے اَفراد سے ابتداء فرمائی۔

سُود کی مذمّت بیان کرتے ہوئے نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «دِرْهَمُ رِبا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ، أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زِنْيَةً»[1] "سُود کا ایک درہم جسے آدمی جان بوجھ کر کھائے، چھتیس ۳۶ بار زِنا سے بدتر سنگین جُرم ہے"۔

اسی طرح حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «الرِّبَا سَبْعُونَ حُوباً، أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ»[2] "سُود خوری کے ستر ۷۰ حصے ہیں، ان میں سب سے کم تر یہ ہے، کہ کوئی اپنی ماں سے بدکاری کرے"۔

میثاقِ مدینہ

(سب سے پہلا تحریری مُعاہدہ)

حضراتِ ذی وقار! دو جہاں کے سردار ﷺ نے مُؤاخات (بھائی چارہ) پالیسی کی شکل میں، اہلِ مدینہ کے مُعاشی مسائل کا قابلِ عمل حل نکالنے کے بعد، اسے داخلی وخارجی خطرات اور حملوں سے بچانے کے لیے، غیر مسلموں کے ساتھ دفاعی مُعاہدے کیے، اور مدینہ منوّرہ میں موجود تمام گروہوں سے بلا امتیازِ مذہب، باہم گفت وشنید سے ریاستِ مدینہ کا آئین مرتَّب فرمایا، اور اسے باقاعدہ تحریر بھی کیا، یہ دنیا کا وہ پہلا آئین تھا جو کسی ریاست کے حکمران کی طرف سے مرتَّب کیا گیا، اس تاریخی دستاویز کی صورت میں شہرِ مدینہ کو پہلی بار ایک ریاست تسلیم کیا گیا، اس آئین کی رُو سے ہر شخص کو اپنے اپنے عقیدے

(١) "سنن الدارقُطني" كتاب البيوع، ر: ٢٨١٩، ٣/ ١٩.

(٢) "سنن ابن ماجه" باب التغليظ في الربا، ر: ٢٢٧٤، صـ٣٨١.

کے مطابق مذہبی آزادی حاصل تھی، غیر مسلم قبائل نے بھی مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کو اپنا حاکم تسلیم کیا، اور یہ وعدہ کیا کہ وہ اس دُستور کی پاسداری کرتے ہوئے، مسلمانوں کے مقابلے میں کسی غیر مسلم کا ساتھ نہیں دیں گے، بلکہ غیر جانبدار رہیں گے۔

بلا شک وشبہ یہ دُستور ریاستِ مدینہ کے لیے بنیادی حیثیت کا حامل تھا، اگر اس آئین کی تمام شقّوں کا بغور مطالعہ کیا جائے، تو ہمیں سرورِ کونین ﷺ کی مبارک زندگی کا ایک منفرد رُخ دیکھنے کو ملتا ہے، اور رحمتِ عالم ﷺ ایک بہترین حاکم اور منتظمِ ریاست کے طور پر نظر آتے ہیں۔

عدل ومُساوات کا قانون

عزیزانِ محترم! ریاستِ مدینہ دنیا کی وہ واحد اور اوّلین ریاست تھی، جس میں قانون کا اِطلاق سب کے لیے یکساں تھا، قانون کی نظر میں سب برابر تھے۔ آج دنیا کے تمام ممالک میں ہر چیز کے متعلق قانون تو موجود ہے، لیکن ہر شہری چاہے وہ امیر ہو یا غریب، صدر ہو یا وزیرِ اعظم، اُن پر اِس قانون کا یکساں اِطلاق عملاً کہیں بھی رائج نہیں، آج مسندِ اِقتدار پر براجمان کرپٹ عناصر نے، قانون کی گرفت سے بچنے کے لیے، منتخب اسمبلیوں سے "استثناء" کا قانون منظور کروا رکھا ہے، وہ جس قدر چاہیں قانون شکنی کریں، پولیس انہیں اُس وقت تک گرفتار نہیں کر سکتی، جب تک وہ اقتدار کی کرسی سے علیحدہ نہیں ہو جاتے، دوسری طرف کوئی عام شہری غربت واِفلاس کے سبب، بامرِ مجبوری کوئی غلطی کر بیٹھے، تو اس کے لیے قانون ایسا حرکت میں آتا ہے، کہ جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے، محلّے بھر کے شُرفاء ومعزّزین اور چیئرمین وکونسلرز کی سفارشیں کروانا پڑتی ہیں، اس کے باوُجود اس وقت تک غریب کی گلو خلاصی نہیں

ہوتی، جب تک عام سپاہی سے لے کر بڑے صاحب جی تک، سب کی مٹھیاں گرم نہ کردی جائیں۔ جبکہ دوسری طرف ریاستِ مدینہ ایک ایسی ریاست تھی، جہاں بلا تفریقِ مذہب، عدل وانصاف کے تمام تقاضے پورے کیے جاتے تھے!۔

حضراتِ ذی وقار! اللہ ربّ العزّت نے قرآنِ پاک میں، عدل وانصاف پر قائم رہنے کی بہت تاکید فرمائی ہے، ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ﴾[1] "اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ"۔

ایک بار قبیلۂ بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنتِ اَسوَد نے چوری کی، یہ خاندانِ قریش میں عزّت ووَجاہت کا حامل خاندان تھا، لہذا لوگ چاہتے تھے کہ وہ عورت سزا سے بچ جائے، اور مُعاملہ کسی طرح ختم ہو جائے، حضور نبئ کریم ﷺ سے مُعافی کی درخواست کی گئی، سرورِ کونین ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا: «إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا»[2] "یقیناً تم سے پہلے والے اسی لیے تباہ وبرباد ہوئے، کہ وہ غریبوں پر فوراً حد قائم کرتے، جبکہ اُمراء سے درگزر کیا کرتے، اللہ کی قسم ہے! اس کی جگہ میری بیٹی فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا"۔

ریاستِ مدینہ میں خلفائے راشدین کا طرزِ عمل اور سادگی

محترم بھائیو! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد،

(١) پ٥، النساء: ١٣٥.

(٢) "صحيح البخاري" باب حديث الغار، ر: ٣٤٧٥، صـ٥٨٦.

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ باہمی مُشاورت اور اتفاقِ رائے سے ریاستِ مدینہ کے حاکم چُنے گئے، آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اپنی خلافت کے دوسرے روز ہی کچھ چادریں لے کر بازار جا رہے تھے، کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے دریافت کیا: «أينَ تريدُ؟» "آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟" فرمایا: «إلى السُّوق» "(بغرضِ تجارت) بازار جا رہا ہوں"، حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے عرض کی: «تصنعُ ماذا وقد وُلِّيتَ أمْرَ المسلمين؟!» "آپ یہ کیا کررہے ہیں؟ اب آپ مسلمانوں کے امیر ہیں!"۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے جواب دیا: «فمِنْ أينَ أُطعِم عِيالي؟» "(اگر میں یہ کام چھوڑ دُوں) تو پھر میرے اَہل وعِیال کہاں سے کھائیں گے؟" حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے عرض کی: «انطلقْ، يفرضُ لكَ أبو عبَيدةَ» "آپ واپس چلیے، آپ کے اِخراجات حضرت ابو عبَیدہ طے کریں گے"۔ پھر یہ دونوں حضرات سیّدنا ابو عبَیدہ بن جرّاح رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے پاس تشریف لائے، حضرت سیّدنا ابو عبیدہ نے فرمایا: «أفرضُ لك قُوتَ رجلٍ من المهاجرين، ليس بأفضلِهم ولا أوكَسِهم، وكسوةَ الشِّتاءِ والصَيفِ، إذا أخلقتَ شيئاً رَددتَه وأخذتَ غيرَه» "میں آپ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق اور آپ کے اَہل وعِیال کے لیے، ایک اَوسط درجے کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ کرکے روزینہ، اور موسمِ سرما وگرما کا لباس مقرّر کرتا ہوں، اس طور پر کہ جب وہ قابلِ استعمال نہ رہے، تو واپس دے کر دوسرا لے لیا کریں"۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے لیے آدھی بکری کا گوشت، لباس اور روٹی مقرّر کر دی[1]۔

---

(١) "تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، صـ٦٣ ملخّصاً.

اسی طرح حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے خلیفۂ راشد سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سادگی کا عالم بیان کرتے ہیں: «رأيتُ بين كتفَي عمَرَ أربعَ رِقاعٍ في قميصِه»[1] "میں نے دیکھا کہ حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قمیص مبارک میں، شانوں کے درمیان، چار۴ پیوند لگے ہوئے تھے"۔

حضرت سیّدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «خرجَ عمرُ حاجّاً من المدينةِ إلى مكّةَ إلى أن رجعَ، فما ضربَ فسطاطاً ولا خباءً إلّا كان يُلقي الكساءَ والنطعَ على الشجرةِ، ويستظلّ تحتَها»[2] "سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کی ادائیگی کے لیے مدینۂ طیّبہ سے مکہ مکرّمہ کی طرف روانہ ہوئے، آمد ورفت میں آپ کے لیے کوئی سائبان یا خیمہ نہیں لگایا گیا، جہاں قیام فرماتے، اپنے کپڑے اور بستر کسی درخت پر ڈال کر خود ہی سایہ کر لیا کرتے تھے"۔

برادرانِ اسلام! ان واقعات میں ہمارے حکمراں طبقے کے لیے بہت سی نصیحتیں ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ سادگی اپنائیں، بیت المال میں سے اتنی تنخواہ لیں، جتنی ایک اَوسط درجہ کے مُلازم کی اُجرت ہوتی ہے، یعنی شاہ خرچی سے بچ کر ملک وقَوم کی حقیقی خدمت انجام دیں، تب ان کی رِعایا انہیں خیر وبرکت کی دعاؤں کے ساتھ یاد کرے گی، اس سے ان کی دنیا وآخرت سنوَر جائے گی، اور تب ان کا وطنِ عزیز حقیقی معنی میں ریاستِ مدینہ کی شاہراہ پر گامزن ہوکر، ترقی کی منازِل طے کرنے لگے گا!۔

---

(۱) "تاريخ الخلفاء" الخليفة الثاني: عمر بن الخطاب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، صـ۱۰٤.

(۲) "الرياض النضرة" الفصل ۹، الجزء ۲، صـ۳٦۸.

فلاحی ریاست کی تکمیل اور دَورِ فاروقی

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ریاستِ مدینہ کی تشکیل و تاسیس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے، میرٹ اور کردار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، شُوریٰ کی صورت میں ایک بہترین ٹیم کا انتخاب فرمایا، اور انہیں مختلف ذمّہ داریاں سونپ کر اپنی حیاتِ ظاہری ہی میں ان حضرات کی تربیت بھی فرمائی، یہی وجہ ہے کہ ریاستِ مدینہ کی تاسیس کی صورت میں، جو مشن سرورِ کونین ﷺ کے دَور میں شروع ہوا تھا، اسے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے جاری وساری رکھا، جو بالآخر حضرت سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے دَورِ خلافت میں پایۂ تکمیل تک پہنچا، اور ایک مکمل فلاحی ریاست وُجود میں آسکی، آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے دَورِ خلافت میں ریاستِ مدینہ کا حُدودِ اَربعہ، وسیع ہوکر تقریبًا بائیس ۲۲ لاکھ، اکاون ۵۱ ہزار، تیس ۳۰ مربع میل تک پھیل چکا تھا۔

آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی مہارت، شجاعت اور عسکری صلاحیت سے، صرف دو ۲ سال کے قلیل عرصہ میں، ساسانی (ایرانی) سلطنت کی شہنشاہیت کو نا صرف زیر کیا، بلکہ اپنی حُدودِ سلطنت کا انتظام، رِعایا کی جملہ ضروریات کی نگہداشت، اور دیگر اُمورِ سلطنت کو بھی خوش اُسلوبی اور مہارت سے نبھایا۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے دَورِ خلافت میں، ایک محتاط اندازے کے مطابق ۳۶۰۰ علاقے فتح ہوئے، تقریبًا ۵۰۰۰ مساجد تعمیر ہوئیں، یتامیٰ ومساکین، بیوہ عورتوں اور بزرگ شہریوں کی مالی مدد کے لیے بَیت المال قائم کیا گیا، عدالتیں بنائی گئی، ان میں میرٹ (Merit) پر قاضِی (جج) تعینات کیے گئے۔ دُور دراز

علاقوں میں پانی کی فراہمی کے لیے نہریں کھدوائی گئیں، نئے شہر آباد کروائے گئے، گھوڑوں کی زکات وُصولی کا سسٹم رائج کیا گیا، قَیدیوں کے لیے جیل خانے بنوائے گئے۔

مسافروں کی سہولت کے لیے مسافر خانے، اور لاوارِث بچوں کی پرورش کے لیے وظائف مقرّر کیے گئے۔ دینی تعلیم کے فروغ کے لیے مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا، ان میں تعلیم دینے والے علماء کے مُشاہَرے مقرّر کیے گئے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے فلاحی واِصلاحی اُمور انجام دیے گئے[1]۔

ریاستِ مدینہ کے تقاضے

عزیزانِ محترم! آج ہم وطنِ عزیز پاکستان میں، ریاستِ مدینہ طرز کی حکومت قائم کرنے کے خواہاں ہیں، یقیناً یہ بہت اچھا اور لائقِ صد ستائش امر ہے، لیکن افسوس کہ بسا اوقات ہمارے قول وفعل میں بہت تضاد پایا جاتا ہے، ایک طرف ہم ریاستِ مدینہ جیسا نظام لانے کی بات کرتے ہیں، تو دوسری طرف غیر مسلموں کے نام پر شراب نوشی اور دیگر منشیات کے پرمٹ (اجازت نامے) جاری کر رہے ہیں۔

ایک طرف اسلامی ثقافت کو فروغ دینے کے لیے مُعاہدے کیے جا رہے ہیں، تو دوسری طرف ہولی، دیوالی کو سرکاری سطح پر منانے کا اعلان کر کے، بُت پرستی کی رسموں کو رَواج دیا جا رہا ہے۔

ایک طرف مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی ناموس پر پہرہ دینے والوں کو، قید وبند کی صعوبتیں جھیلنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، انہیں پھانسی کے پھندوں پر لٹکایا جا رہا ہے،

(۱) "فتوح البلدان" صـ۲٤۹- ٤۱٦ ملتقطاً. و"تاريخ الخلفاء" الخليفة الثاني: عمر بن الخطّاب رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، صـ۱۱۰ ملخّصاً.

علماءِ دین کے ساتھ توہین آمیز سُلوک روا رکھا جارہا ہے، عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ پر گولیاں برسا کر انہیں شہید کیا جارہا ہے، تو دوسری طرف دوجہاں کے سردار ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو رات کے اندھیرے میں فرار کرواکر، یہود ونصاریٰ کی خوشیوں کا سامان کیا جارہا ہے۔

ایک طرف کرپشن کے خلاف ایکشن (Action) کی باتیں ہورہی ہیں، تو دوسری طرف کرپٹ عناصر کو سینے سے لگاکر، انہیں مسلسل اپنی ٹیم کا حصہ بنایا جارہا ہے، کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟! کیا ایسی صورتحال میں ریاستِ مدینہ میں رائج قوانین کا پاکستان میں نفاذ ممکن ہے؟! ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!۔

لہٰذا اگر ہم واقعی مخلص ہیں، تو ہمیں اپنی سوچ کے زاویوں کو پرکھنا ہوگا، بدلنا ہوگا، نیز نام نہاد اشرافیہ سمیت تمام اہلِ وطن کو، رسولِ اکرم ﷺ کے اَخلاقی کردار کو اپنا رول ماڈل بناکر، حضور ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا؛ تاکہ ہمارے اندر رحمت، شفقت، برداشت، احسان، اِیثار، عدل، انصاف اور مُساوات جیسی خوبیاں پیدا ہوسکیں؛ کیونکہ انہی خوبیوں کی برکت سے ریاستِ مدینہ امن، محبت اور برداشت کا گہوارہ بنتی ہے، نیز ریاستِ مدینہ کے ہر شہری کو، بلاتفریق انصاف کی فراہمی بھی ممکن ہوتی ہے!!۔

علاوہ ازیں ہمارے حکمرانوں کو صاف ستھرے کردار کی حامل، ایک معیاری ٹیم بھی تشکیل دینا ہوگی، جو اپنی شبانہ روز محنت، خلوص، پُرعزم تعاوُن اور علمائے دین کی مُشاورت سے، وطنِ عزیز پاکستان کو ریاستِ مدینہ کے طرز پر، ایک ماڈل ریاست بنانے کے لیے، ضروری عملی اِقدامات نہایت تندہی اور چستی سے انجام دے!۔

دعا

اے اللہ ! ہمیں ایسے پابندِ شریعت حکمران عطا فرما، جو اس ملک میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ رائج کریں، جو اپنے طرزِ حکمرانی میں تیرے حبیب ﷺ اور ان کے خلفائے راشدین کی اِتّباع کریں، آمین یا ربّ العالمین !۔

خاندانی زندگی (فیملی لائف) کیسے بہتر بنائی جائے؟

(جمعۃ المبارک ۱۴ جُمادی الأولی ۱۴۴۱ھ - ۱۰/۰۱/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں اسلام نے زندگی کے دیگر تمام اُمور کی طرف توجّہ دلائی ہے، وہیں ہماری عائلی زندگی (Family Life) کے لیے بھی بھرپور رَہنمائی فرمائی ہے، اور اتنی صراحت کے ساتھ ہر ہر رُکن کے حقوق اور ذمّہ داریاں بیان کی ہیں، کہ اگر ہم ان پر صحیح معنی میں عمل پیرا ہو جائیں، تو ایک پُرسکون اور خوشگوار خاندان تشکیل پاسکتا ہے، چونکہ مختلف خاندانوں سے مل کر ہی ایک مُعاشرہ تشکیل پاتا ہے، لہذا یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ ایک پُراَمن، پُرسکون اور خوشحال مُعاشرے کی تشکیل، اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک ہم باہمی رشتوں کا لحاظ نہ رکھیں، اُن کے حقوق کی پاسداری نہ کریں، اور اپنی عائلی (یعنی خاندانی) زندگی کو قرآن وسنّت کے مطابق نہ ڈھال لیں۔

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾(۱) "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان (حضرت سیّدنا آدم) سے پیدا کیا، اور اسی میں سے اس کا جوڑا (حضرت حوّا کو) بنایا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلائے، اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو، اور رشتوں کا لحاظ رکھو، یقیناً اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے!"۔

فیملی لائف کی اہمیت

عزیزانِ محترم! عائلی زندگی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک میں اسے اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی، اور زَوجین میں باہمی پیار، محبت اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾(۲) "اس کی نشانیوں میں سے ہے، کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے؛ تاکہ اُن سے آرام پاؤ، اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی، یقیناً اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے!"۔

---

(۱) پ٤، النّسَاء: ۱.

(۲) پ۲۱، الرُوم: ۲۱.

نبیِّ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاندانی زندگی پر ایک طائرانہ نظر

عزیزانِ محترم! اگر ہم ایک کامیاب اور خوشحال فیملی لائف گزارنا چاہتے ہیں، تو اس کے لیے ہمیں تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک عائلی زندگی کے شب وروز کا مطالعہ کرنا ہوگا؛ کیونکہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک زندگی کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے، ایک انتہائی اہم پہلو حضور کی گھریلو زندگی بھی ہے، جو ہم سب کے لیے بہترین اُسوہ (نمونہ) اور رول ماڈل (Role model) کا درجہ رکھتی ہے۔ سرورِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مرد کی خیر وبھلائی کا معیار یہ قرار دیا ہے، کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اَقوال واَفعال کے ذریعے ہمارے لیے خوشگوار خانگی زندگی کی وہ شاہراہ متعیّن فرمادی، جس کا مسافر کبھی ناکام ونامراد نہیں ہوسکتا!۔

یُوں تو سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیّبہ میں ہر ادا ہی نرالی ہے، لیکن بالخصوص آپ کی عائلی زندگی پر نظر دَوڑائی جائے، تو سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنے گھر میں داخل ہونا، اَزواجِ مطہَّرات کو پیار سے مخاطب کرنا، ان سے میٹھی اور نرم گفتگو فرمانا، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناوُل فرمانا، ان کے ساتھ آرام کے کچھ لمحات گزارنا، ان سے مِزاح فرمانا، ان کی دِلجُوئی کرنا، گھر کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹانا، تعاوُن کرنا وغیرہا ایسے اُمور ہیں، جن پر عمل پیرا ہوکر ہم اپنی فیملی لائف کو یقیناً بہتر بناسکتے ہیں، اور اپنی اَزواج کے خاطر خواہ حقوق بھی ادا کرسکتے ہیں۔

عدل ومُساوات کا برتاؤ

حضراتِ گرامی قدر! عائلی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے ایک اہم بات یہ بھی ہے، کہ اپنی اَزواج کے ساتھ عدل ومُساوات کا برتاؤ رکھا جائے، اُن کے شرعی حقوق اور ضروریات کا خیال رکھا جائے، صد افسوس! آج ہم ایک بیوی کے حقوق پورا کرنے میں بھی کوتاہی برتتے ہیں، اس میں قاصر نظر آتے ہیں، لیکن تاجدارِ رسالت ﷺ متعدّد اَزواج میں سب کے ساتھ یکساں سُلوک فرمایا کرتے، کبھی کسی کی حق تلفی نہ فرماتے، نبوّت جیسے جلیل القدر منصب پر فائز، اور دوجہاں کے سردار ہونے کے باوُجود، سرورِ کونین ﷺ اپنی اَزواجِ مطہَّرات کے درمیان عدل ومُساوات کا خوب خیال رکھا کرتے۔

امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ انصاف کے ساتھ اپنی اَزواجِ مطہَّرات کے مابین باریاں تقسیم فرماتے اور کہتے: «اللّٰهُمَّ! هٰذَا قَسْمِيْ فِيمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِيْ فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ!»(۱) "اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جس کا مجھے اختیار ہے، اور مجھے اُس پر ملامت نہ فرمانا جو تیرے اختیار میں ہے، اور میں اس (دل) پر اختیار نہیں رکھتا!"۔

نبئ کریم ﷺ کا اَزواجِ مطہَّرات سے حُسنِ سُلوک

عزیزانِ مَن! میاں بیوی کے درمیان تعلقات کی خوشگواری، اور خوش اَخلاقی کا برتاؤ، اسلامی تعلیمات کا اہم ترین حصہ ہے، جو باہمی پیار، محبت، اُلفت اور کامیاب گھریلو زندگی کا ایک بڑا سبب ہے، ہمارے آقا ومولا جنابِ محمدِ مصطفیٰ ﷺ کی سیرتِ طیّبہ ہمارے سامنے ہے، کہ حضور نے کس طرح اپنی اَزواجِ مطہَّرات سے کمال

---

(۱) "سنن أبي داود" باب في القسم بين النِّساء، ر: ۲۱۳٤، صـ۳۰۸.

درجہ شفقت ومہربانی، اُن سے حسنِ سُلوک اور انتہائی محبت فرماکر، خاندانی زندگی کی ایک بے مثال تاریخ رقم فرمائی! حدیثِ پاک میں ہے: «يَجْلِسُ عِندَ بَعيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ، وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَها عَلىٰ رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ»[1] "نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے اونٹ کے پاس تشریف فرما ہوکر اپنا گھٹنا مبارک رکھتے، اور حضرت سیّدہ صفیّہ رضی اللہ تعالی عنہا نبئ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے گھٹنے مبارک پر اپنا پاؤں رکھ کر اُونٹ پر سوار ہوتیں"۔

مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنی اَزواجِ مطہَّرات کے ساتھ حُسنِ سُلوک کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: «خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي!»[2] "تم میں سے بہتر وہ ہے، جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر ہوں"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرّہٗ اِس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "بڑا خلیق (خوش اَخلاق) وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ خلیق ہو؛ کہ ان سے ہر وقت کام رہتا ہے، اجنبی لوگوں سے خلیق ہونا کمال نہیں؛ کہ ان سے ملاقات کبھی کبھی ہوتی ہے"[3]۔

میرے بھائیو! ہر مسلمان پر شرعاً لازم ہے، کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ نرمی وآسانی کے ساتھ پیش آئے، کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس بات کی خصوصی تلقین فرمائی ہے، حدیثِ پاک میں فرمایا: «اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ؛ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب المَغازي، باب غَزْوَةُ خَيْبَرَ، ر: ٤٢١١، صـ٧١٥.

(٢) "سنن الترمذي" بابُ فضل أزواج النّبي ﷺ، ر: ٣٨٩٥، صـ٨٧٨.

(٣) "مرآۃ المناجیح" بیویوں سے رَفاقت کا بیان اور ہر ایک کے حقوق کیا ہیں؟ ۱۰۸/۵۔

خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُه كَسَرْتَه، وَإِنْ تَرَكْتَه لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ!»[1] "خواتین کے ساتھ اچھا سُلوک کرو؛ کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی کا اوپری حصّہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے جاؤ گے تو توڑ ڈالو گے، اور اگر چھوڑے رہو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی، تو عورتوں کے ساتھ اچھا سُلوک کرتے رہنا!"۔

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک شادی شدہ مسلمان مرد کو چاہیے، کہ اپنی شریکِ حیات کے ساتھ خندہ پیشانی اور نرمی وآسانی کا مُعاملہ رکھے، بے جا سختی سے گریز کرے، اور اس کے ساتھ تُرش رُوِی سے پیش نہ آئے۔

نکاح کے لیے بہترین خاتون کا انتخاب

حضراتِ ذی وقار! کامیاب عائلی زندگی کے لیے، اہم ترین بات یہ ہے کہ نکاح سے قبل ایسی عورت کا انتخاب کیا جائے، جو انتہائی نیک، پرہیزگار اور متقی ہو؛ کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر اچھی چیز کوئی نہیں۔ حضرت سیّدُنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ»[2] "دنیا مال ومتاع کا نام ہے، اور اس میں بہترین چیز نیک عورت ہے"۔

اسی طرح حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: (۱) لِمَالِهَا، (۲) ولِحَسَبِهَا، (۳) ولِجَمَالِهَا، (٤) ولِدِينِهَا، فاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ!»[3]

---

(۱) "صحيح البخاري" باب خلق آدم وذرّيّته، ر: ۳۳۳۱، صـ۵۵۳.
(۲) "صحيح مسلم" كتاب الرضاع، ر: ۳٦٤۹، صـ٦۲۷.
(۳) "صحيح مسلم" باب: استحباب نكاح ذات الدِّين، ر: ۳٦۳۵، صـ٦۲٤.

"عورت سے نکاح چار ۴ باتوں کے باعث کیا جاتا ہے (یعنی نکاح میں ان باتوں کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے): (۱) اس کا مال، (۲) خاندان، (۳) خوبصورتی، (۴) اور اس کا دِین، لہٰذا تم دیندار عورت کو اختیار کرو، ورنہ بھلائی سے محروم رہو گے!" یعنی اگر تم ہمارے اس فرمان پر عمل نہ کرو گے، تو پریشان رہو گے۔

ایک اَور روایت میں ہے، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «خَيْرُ نِسَائِكُمْ: الْوَدُوْدُ الْوَلُودُ الْمُوَاتِيَةُ الْمُوَاسِيَةُ إِذَا اتَّقَيْنَ اللهَ»[۱] "عورتوں میں بہتر وہ ہے جو پیار کرنے والی، بکثرت بچے جننے والی، (شوہر کی) ہمنوا، اللہ سے ڈرتے ہوئے (شوہر کے ساتھ) بھلائی کرنے والی ہو"، یعنی جو اپنے شوہر کی مُوافقت اور اس سے بھلائی کرے۔

اَحکامِ شریعت کی پابندی

عزیزانِ محترم! ایک کامیاب فیملی لائف کے لیے یہ بھی انتہائی ضروری ہے، کہ زَوجَین باہم حُسنِ اَخلاق اور نرمی کا مُعاملہ رکھیں، نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کریں، اللہ ورسول کی نافرمانی والے کاموں سے ایک دوسرے کو بچاتے رہیں، اللہ جَلَّ جَلالُہٗ ارشاد فرماتا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ﴾[۲] "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾[۳]

(۱) "السُننُ الكبرى" للبَيهقي، كتابُ النكاح، ٧/ ٨٢.
(۲) پ۲۸، التحريم: ٦.
(۳) پ۱٦، طه: ١٣٢.

"اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو، اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہو!"۔

شوہر کے حقوق کی پاسداری

عزیزانِ مَن! جہاں شریعتِ مطہّرہ نے مرد کو عورت کے ساتھ عدل ومُساوات، اور اُس کے ساتھ پیار، محبت، نرمی، شفقت اور حُسنِ سُلوک کے ساتھ پیش آنے کا پابند کیا ہے، وہیں عورت کو بھی حکم دیا گیا ہے، کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق کی مکمل پاسداری کرے، اس کی اِطاعت وفرمانبرداری کرے، اور تمام تر اِزدِواجی حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس کا شکریہ بھی بجالائے!۔

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلىٰ امْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا، وَهِيَ لَا تَسْتَغْنِي عَنْهُ»[1] "اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا، جو اپنے شوہر کی ناشکری ہے، حالانکہ وہ اپنے شوہر سے بے پرواہ نہیں ہو سکتی"۔

شوہر کا مقام ومرتبہ کس قدر بلند، اور اس کے حقوق کس قدر زیادہ ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «لَوْ كُنْتُ آمِراً أَحداً أَنْ يَسْجُدَ لأَحَدٍ، لأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا»[2] "اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ اللہ کے سِوا کسی کو سجدہ کرے، تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدۂ تعظیم کرے!"۔

حضراتِ گرامی قدر! شوہر کے حقوق میں سے یہ بھی ہے، کہ اُس کی بیوی

---

(۱) "السُننُ الكبرى" للبَيهقي، كتابُ القسم والنشوز، ۷/ ۲۹٤.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الرضاع، ر: ۱۱۵۹، صـ۲۸۱.

اپنے شوہر کی دِلجُوئی کے لیے زیب وزینت اختیار کرے، جب وہ گھر میں داخل ہو تو خوش دلی سے اُس کا استقبال کرے، اُس کی عدم موجودگی میں اُس کے گھر اور بال بچوں کا خیال رکھے، کسی ایسے شخص کو گھر میں داخل نہ ہونے دے، جس کا آنا شوہر کو ناپسند ہو، اُس کے مال واَسباب کو ضائع نہ کرے، اور حسبِ ضرورت نہایت سلیقے اور کفایت شِعاری سے خرچ کرے۔

میرے عزیز دوستو! اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ان حقوق کی پاسداری کرتی ہے، تو اسے حدیثِ پاک میں بہترین عورت کا درجہ دیا گیا ہے، حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ عورتوں میں بہتر کون ہے؟ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِيمَا يَكْرَهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ»(۱) "جسے دیکھ کر شوہر خوش ہو جائے، اور جب وہ کوئی حکم دے تو اِطاعت کرے، اور اپنے (بناؤ سنگھار کے) بارے میں شَوہر کی مخالفت نہ کرے، اور خاوند کا مال سلیقے سے خرچ کرے"۔

کامیاب خاندانی زندگی کے لیے چند سنہری اُصول

میرے بزرگو ودوستو! اگر آپ ایک کامیاب عائلی زندگی چاہتے ہیں، تو بیویوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کے ساتھ ساتھ، حتَّی المقدور اُن کے حقوق کو پورا کرنے کی کوشش کریں؛ کیونکہ جس طرح عورت پر لازم ہے کہ وہ شوہر کی خدمت گزاری کا حق ادا کرے، اسی طرح شوہر پر بھی لازم ہے کہ وہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی کرے، یعنی ہر ایک اپنے اپنے حقوق ادا کرے۔ اللہ تبارک وتعالی قرآنِ پاک میں ارشاد

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، ر: ۹٦٦٤، ۳/ ٤۳۹.

فرماتا ہے: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[1] "عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا اُن پر ہے، شریعت کے مُوافق" (یعنی اچھائی کے ساتھ)۔

اسی طرح نبئ کریم ﷺ نے خواتین کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ؛ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ ...، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ»[2] "خواتین کے بارے میں اللہ سے ڈرو؛ کہ تم نے انہیں اللہ کی امان میں لیا، اُن کی شرمگاہوں کو اللہ کے حکم سے اپنے لیے حلال کیا...، تم پر ان کا کھانا، پینا اور لباس مہیا کرنا لازم ہے"۔ لہٰذا گھریلو مُعاملات میں شوہر کو چاہیے، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو مثال (Role Model) بنائے۔

حضرت اَسوَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیبّہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا، نبئ اکرم ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا: «كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ -تَعْنِي فِي خِدْمَةِ أَهْلِهِ- فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ»[3] "اپنے اہلِ خانہ کے کام میں رہتے، اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے"۔

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! اپنی شریکِ حیات کے لیے زیبائش اختیار کیجیے، خوشبو کا استعمال کیجیے؛ کیونکہ جس طرح عورت شوہر سے محبت کا حق ادا کرتی ہے، اسی

---

(١) پ٢، البقرة: ٢٢٨.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب الحجّ، باب حَجَّةِ النَّبِيّ ﷺ، ر: ٥٩٧١، صـ١٠٤٥.

(٣) "صَحيحُ البخاري" كتابُ الأذان، ر: ٦٧٦، صـ١١٠.

طرح شوہر کو بھی چاہیے کہ وہ محبت کا حق ادا کرتے ہوئے، اپنی بیوی کے لیے مزیّن وآراستہ ہو۔ جلیل القدر صحابی حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: «إنّي لَأَتزيَّنُ لِامْرَأَتِي كما تتزيَّنُ لي؛ لقوله تعالى: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾»[1] "میں اپنی اہلیہ کے لیے اسی طرح بنتا سَنورتا ہوں جیسے وہ میرے لیے بنتی سنورتی ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمانِ عالیشان ہے: "شریعت کے مطابق خواتین کا حق بھی ایسا ہی ہے، جیسا اُن پر مَردوں کا حق ہے"۔

مزید یہ کہ اپنی شریکِ حیات کو ایسے ناموں سے پکاریں، جو اسے بے حد پسند ہوں، اور ایسے نام یا اَلقاب سے ہرگز نہ پکاریں، جس سے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ مصطفی جانِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انتہائی شفقت ومحبت سے خطاب کرتے ہوئے یُوں فرماتے تھے: «يا عَائِشُ!»[2] اور کبھی فرماتے: «يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ!»[3] "اے صدیق کی بیٹی!"، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ مبارک اندازِ تخاطُب، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے گھر والوں کی عزّت وتکریم، اور ان سے انتہائی محبت وقُربت کے اظہار کے لیے تھا۔

میرے عزیز دوستو! اپنے گھر والوں کی خوبیوں کی قدر کریں، اُن کے ساتھ حسنِ اَخلاق سے پیش آئیں، ان کے ساتھ گالی گلوچ ہرگز نہ کریں، اُن سے ہونے والی غلطیوں کوتاہیوں کو نظر انداز کیا کریں۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

---

(۱) "تفسير القُرطبي" البقرة، تحت الآية: ۲۲۸، الجزء الثالث، صـ۱۱۸.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ۶۲۰۱، صـ۱۰۷۹.

(۳) "سنن الترمذي" [باب] وَمِنْ سُورَةِ المُؤْمِنِينَ، ر: ۳۱۷۵، صـ۷۱۹.

سے، رسول اللہ ﷺ کے اَخلاق کے بارے میں پوچھا گیا، تو ارشاد فرمایا: «لَمْ يَكُنْ فَاحِشاً، وَلَا مُتَفَحِّشاً، وَلَا صَخَّاباً فِي الأَسْوَاقِ، وَلَا يجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ»(۱) "رسول اللہ ﷺ نہ توطبعاً فحش گو تھے، نہ جان بوجھ کر بے حیائی کی بات کرتے، نہ بازاروں میں شور شرابا کرتے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے، بلکہ مُعاف کرتے اور درگزر سے کام لیتے"۔

جانِ برادر! وقتاً فوقتاً اپنی اَزواج سے تحفہ وتحائف کا تبادلہ بھی کرتے رہیں، اور ان کی پسند کا لحاظ رکھتے ہوئے حسبِ توفیق مختلف پھل، کھانے پینے کی اشیاء اور زیورات وغیرہ لاکر بھی ان کی خیر خواہی کرتے رہیں، کہ اپنے اہل وعِیال پر مال خرچ کرنا، ایک بہترین صدقہ اور سب سے زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «دِينَارٌ أَنْفَقْتَه فِي سَبِيلِ الله، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَه فِي رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِه عَلىٰ مِسْكِينٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَه عَلىٰ أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْراً الَّذِي أَنْفَقْتَه عَلىٰ أَهْلِكَ»(۲) "اللہ کی راہ میں، یا غلام آزاد کرانے میں، یا کسی مسکین پر خرچ کرنے، یا اپنے اہل وعِیال پر خرچ کرنے والے مال ومتاع میں، سب سے زیادہ اجر وثواب اُس کا ہے، جو تم اپنے اہل وعِیال پر خرچ کرتے ہو"۔

میرے عزیز دوستو، بزرگو اور بھائیو! گھر کے وہ تمام کام کاج جو آپ کی زَوجہ آپ کے لیے کرتی ہے، ان میں بعض تو وہ ہیں جو اُس پر شرعاً لازم ہی نہیں، لیکن اس کے باوُجود وہ آپ سے پیار ومحبت کے باعث روزانہ بلاناغہ انہیں انجام دیتی ہے، ان کاموں پر

---

(۱) "سنن الترمذي" باب ما جاء في خلق النبي ﷺ، ر: ۲۰۱٦، صـ٤٦٥.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الزكاة، ر: ۲۳۱۱، صـ٤۰۳.

اس کا شکریہ ادا کریں، اور اُس کے احسان مند بھی رہیں۔ اُسے ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کریں، اُس کے آرام کا خیال رکھیں، اور ایسے اُمور سے بچیں جن سے اُسے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، اُس سے ہلکا پھلکا مذاق اور کبھی کبھار خوش طبعی بھی کیا کریں۔

کئی احادیثِ مبارکہ اس بات پر شاہدِ عدل ہیں، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے اپنی اَزواجِ مطہَّرات سے خوش طبعی کرنے کی عملاً تعلیم ارشاد فرمائی، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ وہ ایک سفر میں نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ تھیں، فرمایا کہ میں نے نبیٔ رحمت ﷺ کے ساتھ دَوڑ لگائی تو میں سبقت لے گئی، کچھ عرصہ بعد جب میرا وزن بڑھ گیا اور ہم دونوں نے دَوڑ لگائی، تو نبیٔ اکرم ﷺ مجھ پر سبقت لے گئے اور فرمایا: «هٰذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ»[1] "یہ اُس پہلے والی سبقت کا بدلہ ہوگیا!"۔

میرے دوستو، بزرگو اور بھائیو! ہر مسلمان کو چاہیے، کہ اپنے گھر والوں کے لیے بہتر سے بہتر بننے کی کوشش کرے، اور اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ میں اپنے اہل وعِیال کے لیے دعاگو بھی رہے۔

دعا

اے اللہ! ہماری خاندانی زندگی کو کامیاب بنا، ہمیں اپنے اہل وعِیال کے حقوق ادا کرنے کی توفیق وسعادت عطا فرما، ہمارے مابین محبت واُلفت کو راسخ فرما، ہمارے گھروں کو محبت ورَحمت کا گہوارہ بنا، خوشحالی عطا فرما، تنگدستی سے بچا، نظرِ بد سے محفوظ رکھ، ہمیں اپنی عبادت ونیک اعمال، اور اپنے اَحکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(١) "سُننُ أبي داود" بابُ في السبق على الرجل، ر: ٢٥٧٨، صـ٣٧٣.

حقوق العباد

(جمعۃ المبارک ۲۱ جمادی الأولیٰ ۱۴۴۱ھ - ۱۷/۰۱/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! حقوق العباد کا لفظی معنی ہے بندوں کے حقوق۔ ان میں والدَین، اولاد، زَوجہ، رشتہ دار، یتیم، مسکین، مسافر، حاجت مند، ہمسایہ، سائل، قَیدی وغیرہ کے حقوق، اور اجتماعی ومُعاشرتی حقوق کا وسیع تصوّر ہے۔ حقوق العباد ادا کرنا اہلِ ایمان جنّتیوں کی صفت ہے۔ بروزِ قیامت نہ صرف اللہ تعالی کے حقوق: نماز، روزہ، زکات، حج وغیرہ کا حساب ہوگا، بلکہ بندوں کے حقوق کا بھی حساب لیا جائے گا، لیکن آج ہمارا اَلمیہ یہ ہے، کہ حقوق العباد کی شریعت میں جتنی اہمیت ہے، ہم اتنا ہی اس میں غفلت اور سستی برتتے ہیں۔ اچھے خاصے دیندار اور صوم وصلاۃ کے پابند حضرات بھی، حقوق العباد میں کوتاہی برتتے نظر آتے ہیں، لہٰذا ان حقوق کی معرفت اور ادائیگی پر بات کرنا بہت ضروری ہے۔ بندوں کے حقوق کی ادائیگی سے انسان کی محرومیاں دُور، اور باہمی محبت واتحاد کی فضا پیدا ہوتی ہے، اسی طرح بغض وعداوت کا بھی خاتمہ ہوتا ہے۔

والدَین کے حُقوق

عزیزانِ محترم! حقوق العباد میں سب سے مقدَّم، اور سب سے زیادہ حق انسان پر اس کے والدَین کا ہے، اُن سے بھلائی، حُسنِ سُلوک، ان کی شُکرگزاری اور ان کی خدمت کے بارے میں دِینِ اسلام میں بڑی تاکید فرمائی ہے۔ قرآنِ حکیم نے کئی مقامات پر مختلف حیثیتوں سے، بڑے حکیمانہ انداز میں والدَین کے ساتھ نیکی اور حُسنِ سُلوک کی تعلیم فرمائی، بیشتر مقامات پر درسِ توحید واِطاعتِ خداوندی کے ساتھ ہی، والدَین سے حسنِ سُلوک کی تاکید بھی فرمائی ہے، فرمانِ باری تعالی ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾[1] "اللہ تعالی کی عبادت کرو اور کسی کو اُس کا شریک مت ٹھہراؤ، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ!"۔

ایک اَور مقام پر والدین کے ساتھ حسنِ سُلوک سے پیش آنے کا حکم فرماتے ہوئے، ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾[2] "اے حبیب آپ اِن سے فرمادیجیے! کہ آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب تعالی نے حرام کیا، وہ یہ کہ کسی کو اللہ کا شریک مَت ٹھہراؤ! اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو"۔

حضراتِ ذی وقار! اللہ تعالی نے والدَین کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا﴾[3] "ہم نے آدمی کو اُس

---

(۱) پ۵، النساء: ۳٦.

(۲) پ۸، الأنعام: ۱۵۱.

(۳) پ۲٦، الأحقاف: ۱۵.

کے اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کے بارے میں تاکید کی ہے"۔اس آیتِ مبارکہ میں اَولاد کو بڑے اہتمام کے ساتھ والدَین کی خدمت واِطاعت، ادب واحترام ومحبت اوران کی شکرگزاری کاحکم دیاگیاہے۔اس سے معلوم ہوتاہے کہ بارگاہِ الٰہی میں انسانی رشتوں میں والدَین کامقام ومرتبہ سب سے بلندوبالاہے۔

مفسّرینِ کِرام فرماتے ہیں کہ "والدَین کے ساتھ بھلائی میں ہر طرح کی جانی ومالی خدمات داخل ہیں، ماں باپ اگرچہ کافر ہوں، تب بھی ان کی خدمت اَولاد پر لازم ہے؛ کیونکہ ربِ کریم نے مطلقاً والدَین فرمایا"(۱)۔یعنی مسلمان ہوں تو نیکی کرنا، اگر کافر ہوں تو مت کرنا،اِس طرح کاکوئی فرق نہیں بیان کیا۔نیزوالدَین سے اِحسان یہ ہے کہ ان کے ساتھ بھلائی کی جائے،اِن کی عزّت وتعظیم کی جائے،اِن کے جائزحکم پر خوشی سے عمل کیاجائے،ان کی خدمت کے لیے ہردَم کوشاں رہاجائے،انہیں خوشی فراہم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے،انہیں ان کی زندگی اور مَوت کے بعد بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھا جائے،اوران کی طرف سے صدَقات، خیرات اورانہیں اِیصالِ ثواب بھی کیاجائے۔

حقوقِ زَوجَین

محترم بھائیو! زَوجَین کے حقوق میں سے یہ بھی ہے، کہ وہ اپنے مابین راز کسی پر ظاہر نہ کریں، حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبئ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ الله مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَىٰ امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا»(۲) "الله تعالی کے نزدیک

(۱) "تفسیر نور العرفان" پ۲۶، الاَحقاف، زیرِ آیت:۱۵، صـ۸۰۳۔

(۱) "صحيح مسلم" كتاب النكاح، ر: ٣٥٤٢، صـ٦٠٩.

قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا: جو اپنی عورت کے قریب جائے اور عورت اُس کے قریب آئے، پھر وہ اس کا راز اِفشاء کردے"۔

اولاد کے حقوق

عزیز دوستو! بچے یا بچی کی ولادت کے بعد کسی نیک اور متقی مسلمان سے، اس کے دائیں کان میں اذان، اور بائیں کان میں اِقامت کہلوانا، اور اسے گھٹی دِلوانا، اس کی صحت کا خیال رکھنا، اسے ہر قسم کی ممکنہ بیماریوں سے بچانے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا، بچوں کو ان کی پیدائش ہی سے اسلامی تعلیمات سے رُوشناس کرانا، اور انہیں اسلامی آداب سکھانا، والدین کا انتہائی اہم فریضہ ہے۔ بچے کی پیدائش کے فوراً بعد کی ذمّہ داری کا ذکر کرتے ہوئے، سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: «مَنْ وُلِدَ لَهُ فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ الْيُمْنَى، وَأَقَامَ فِي أُذُنِهِ الْيُسْرَى، لَمْ تَضُرَّهُ أُمُّ الصِّبْيَانِ»[1] "جس کے ہاں بچی یا بچے کی ولادت ہو، وہ اُس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اِقامت کہے، اس کی برکت سے اُسے اُمّ الصبیان کا مرض نہیں ہوگا"۔ اس طرح ایک بچے یا بچی کو پیدائش کے وقت سے ہی دینِ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے رُوشناس کرا دیا جاتا ہے، اس کی برکت سے ایک وہ بیماری جس سے بچے بے ہوش ہو جاتے ہیں، اس سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے۔

بچوں کے اچھے نام رکھنا

عزیز دوستو! بچے کا ایک حق یہ بھی ہے، کہ اُس کا پیارا سا بامعنیٰ نام رکھا جائے، اسلام سے قبل لوگ اپنے بچوں کے نام عجیب وغریب رکھا کرتے تھے، حضور نبئ اکرم

---

(١) "مسند أبي يعلى" مسند الحسين بن علي ...إلخ، ر: ٦٧٧٤، ٥/ ١٧٤.

ﷺ نے ایسے ناموں کو ناپسند فرمایا، اور اچھے نام رکھنے کا حکم دیا، حضرت سیّدنا ابو دَرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا: «إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ، وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ»[1] "بروزِ قیامت تم اپنے اور اپنے والد کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، تو اپنے نام اچھے رکھا کرو!"۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے نام ہمیشہ اچھے، محترم اور بامعنی رکھنے چاہییں، اور سب سے بہتر تو یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم اور بزرگانِ دین کے ناموں پر نام رکھے جائیں؛ کہ نام بھی اچھے ہوجائیں، اور بچوں کو بزرگوں کی برکت بھی حاصل ہوجائے، مثلاً عبد اللہ، عبد الرحمن، عبد القادر، محمد، احمد اور حامد وغیرہ نام رکھیں جائیں۔

پڑوسیوں کے حقوق

جانِ برادر! اسلام میں فضل واچھائی اس شخص کی بیان کی گئی ہے، جو اپنے ہمسائے کے حقوق کی حفاظت کرے، اور اس کے ساتھ بھلائی کا مُعاملہ کرے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُ الْجِيرَانِ عِنْدَ اللهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهِ»[2] "اللہ تعالی کے نزدیک اچھا پڑوسی وہ ہے، جو اپنے ہمسائے کے لیے اچھا ہو"۔ اور سروَرِ عالم ﷺ نے حضرت سیّدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اس فرمان کے ذریعے وصیت فرمائی: «يَا أَبَا ذَرٍّ! إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً، فَأَكْثِرْ مَاءَهَا، وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ»[3] "اے ابوذر!

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، ر: ٤٩٤٨، صـ٦٩٧.

(۲) "سنن الترمذي" باب مَا جَاءَ فِي حَقِّ الْجِوَارِ، ر: ١٩٤٤، صـ٤٥٢.

(۳) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصلة والآداب، ر: ٦٦٨٨، صـ١١٤٥.

جب تم سالن پکاؤ، تو اس میں شوربا زیادہ رکھو، اور اپنے پڑوسی کا بھی خیال رکھو!"۔

یہ عظیم الشان کام ہے، کہ آدمی کو اپنے پڑوسی کے اَحوال کی خبر ہو، اور اسے اپنے کھانے میں شریک کر کے اس سے محبت کا اظہار کرے۔ ضروری نہیں کہ وہ پڑوسی اس کھانے کا محتاج ہو، بلکہ اسے یہ پتا چلے کہ میرا پڑوسی اس مُعاملہ میں بھی مجھے نہیں بھولتا، اس سے اسے خوشی اور اپنائیت محسوس ہوگی، اور اس سے باہمی محبت واُلفت کو دَوام حاصل ہوگا، کہ رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «كُنْ وَرِعاً تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَكُنْ قَنِعاً تَكُنْ أَشْكَرَ النَّاسِ، وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُؤْمِناً، وَأَحسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَكَ تَكُنْ مُسْلِماً»[1] "پرہیز گاری اختیار کرو، تو سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے! قناعت اختیار کرلو تو سب سے زیادہ شاکر بن جاؤ گے! لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، تو سچے مؤمن بن جاؤ گے! اور اپنے پڑوسی سے حسنِ سُلوک کیا کرو، تو سچے مسلمان بن جاؤ گے!"۔

پڑوسیوں کے ساتھ تعلق ایک ایسا معیار ہے، جس سے آدمی کی بھلائی اس کی برائی سے ممتاز ہو جاتی ہے، ایک شخص نے نبیٔ کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی، کہ میں یہ کیسے جانوں کہ میرے کام اچھے ہیں یا بُرے؟ نبیٔ رحمت ﷺ نے فرمایا: «إِذَا سَمِعْتَ جِيرَانَكَ يَقُولُونَ: قَدْ أَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ! وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: قَدْ أَسَأْتَ فَقَدْ أَسَأْتَ!»[2] "جب تم اپنے

---

(۱) "سنن ابن ماجه" باب الْوَرَعِ وَالتَّقْوى، ر: ٤٢١٧، صـ٧٢٠.
(۲) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، ر: ٣٨٠٨، ٢/ ٦٣.

پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو، کہ تم نے اچھا کیا تو جان لو کہ تم نے اچھا کیا، اور اگر تم انہیں یہ کہتے سنو کہ تم نے بُرا کیا، تو جان لو کہ بلا شبہ تم نے برا کیا"۔

نبیٔ کریم ﷺ نے شفاعت کے اسباب میں سے ایک سبب پڑوسی کے ساتھ حسنِ سُلوک کو بھی بیان فرمایا؛ کیونکہ اللہ تعالی پڑوسی کی گواہی کو بعض لوگوں کے حق میں قبول فرمائے گا، اور ان کے گناہوں کی بخشش فرما کر ان پر فضل وکرم فرمائے گا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَشْهَدُ لَهُ أَرْبَعَةُ أَهْلِ أَبْيَاتٍ مِنْ جِيرَانِهِ الأَدْنِيْنَ إِلَّا قَالَ: قَدْ قَبِلْتُ عِلْمَكُمْ فِيْهِ، وَغَفَرْتُ لَهُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ!»[1] "جب کوئی مسلمان اس حال میں مرتا ہے، کہ اس کے چار ۴ قریب کے پڑوسی اس کی اچھائی پر گواہی دیں، تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں تمہارے علم کو قبول کیا، اور اس کی ان چیزوں کو بھی مُعاف کیا جو تم نہیں جانتے!"۔

دینِ اسلام نے ایمان کے کامل ہونے کو، پڑوسی سے بھلائی کے ساتھ ملا دیا ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ! وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ! وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ!» "اللہ کی قسم وہ کامل مؤمن نہیں! بخدا وہ کامل مسلمان نہیں! اللہ کی قسم وہ کامل مؤمن نہیں!" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ کون؟ فرمایا: «الْجَارُ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ» "وہ جس کا پڑوسی اس کے فتنہ وفساد سے محفوظ نہیں"، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس کے فتنے کیا ہیں؟ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: «شَرُّهُ»[2] "اس کی شرارت" فتنہ ہے۔

---

(١) المرجع نفسه، أنس بن مالك بن النضر رضي الله تعالى عنه، ر: ١٣٥٤١، ٤/ ٤٨٢.

(٢) المرجع السابق، مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، ر: ٧٨٨٣، ٣/ ١٣٧.

دنیا میں آدمی کی سعادت مندی کے اسباب میں سے ایک سبب، ہمسائے سے بھلائی کرنا بھی ہے، کہ اچھے پڑوسی کے سبب راحت وسکون رہتا ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «أَرْبَعٌ مِنَ السَّعَادَةِ: (١) الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، (٢) وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، (٣) وَالْجَارُ الصَّالِحُ، (٤) وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيْءُ»[1] "چار۴ چیزیں سعادت مندی میں سے ہیں: (۱) نیک بیوی، (۲) کشادہ مکان، (۳) اچھا پڑوسی (۴) اور آرام دہ سواری"۔

اسی لیے پہلے کے لوگ گھر خریدتے وقت، گھر سے پہلے پڑوس دیکھا کرتے تھے۔ "حضرت ابو حمزہ سُکری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پڑوسی نے ارادہ کیا، کہ وہ اپنے گھر کو فروخت کردے، تو اس سے کہا گیا کہ کتنے کا ہے؟ اس نے کہا: دو ہزار گھر کی قیمت، اور دو ہزار ابو حمزہ کے پڑوس کی، جب یہ خبر حضرت ابو حمزہ کو پہنچی تو انہوں نے اسے چار ہزار بھجوائے، اور فرمایا: یہ لو اور اپنے گھر کو مت بیچو"[2]۔

محترم بھائیو! بلا شبہ پڑوسی کے ساتھ حسنِ سُلوک ان نیک اعمال میں سے ہے، جس کا اجر وثواب اور فوائد، اس کے کرنے والے کو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی پہنچتے ہیں، یہ عمل زمین کی آبادی اور عمر میں برکت کا بھی سبب ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: «صِلَةُ الرَّحِمِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ، وَحُسْنُ الْجِوَارِ، يَعْمُرَانِ الدِّيَارَ، وَيَزِيْدَانِ فِي الأَعْمَارِ»[3] "رشتہ داروں سے اچھا سُلوک، اچھے اَخلاق،

---

(١) "صحيح ابن حِبّان" كتاب النكاح، ر: ٤٠٢١، صـ٦٩٩.

(٢) "تاريخ بغداد" ذكر من اسمه: محمد، ر: ١٦٧٥، ٣/ ١٦٦.

(٣) "مسند الإمام أحمد" مسند السيِّدة عائشة رضي الله تعالى عنها، ر: ٢٥٣١٤، ٩/ ٥٠٤.

پڑوسی سے بھلائی، آبادی اور عمر میں برکت کا باعث ہیں"۔

قرض کی ادائیگی

پیارے بھائیو! ہم سب جانتے ہیں کہ اسلام میں شہادت کا رُتبہ نہایت اعلیٰ وارفع ہے، ہر سچا مسلمان اس رتبے کی خواہش رکھتا ہے؛ کہ شہید کے سارے گناہ مُعاف کر دیے جاتے ہیں، اسے رب تعالی کی رِضا نصیب ہوتی ہے، اور وہ بلاحساب وکتاب جنّت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ اس کے باوُجود قرض شہید کا بھی مُعاف نہیں ہوتا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ، إِلَّا الدَّيْنَ»[1] "شہید کے سارے گناہ مُعاف کر دیے جاتے ہیں، سوائے قرض کے"۔ لہٰذا اس وعید کے پیشِ نظر ہم میں سے جو مقروض ہے، اسے قرض کی ادائیگی میں سُستی اور غفلت کے بجائے جلدی کرنی چاہیے۔

مفلِس کون ہے؟

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: «أَتَدْرُونَ مَا الْـمُفْلِسُ؟» "کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟" صحابۂ کرام -علیہم الرضوان- نے عرض کی، کہ جس کے پاس دراہم وسامان نہ ہو وہ مفلِس ہے، ارشاد فرمایا: «إِنَّ الْـمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي: يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ، وَصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ

---

(١) "صَحيح مُسلم" كتابُ الإمَارة، ر: ٤٨٨٣، صـ٨٤٥.

خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ»[1] "میری امّت میں مفلِس وہ ہے جو بروزِ قیامت، نماز، روزے، زکات لے کر آئے گا، اور یوں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، لہٰذا اس کی نیکیوں میں سے کچھ کسی ایک مظلوم کو دے دی جائیں گی، اور کچھ دوسرے مظلوم کو، پھر اس کے ذمّہ جو حقوق تھے اگر اُن کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں، تواُن مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا"۔

یہ ہے اس امّتِ مسلمہ کا مفلِس، جو بہت ساری نیکیوں کے باوُجود، حقوق العباد میں کوتاہی کے باعث جہنم میں ڈال دیا جائے گا، والعیاذ باللہ!۔

دعا

اے اللہ! ہم سب کو اپنے حقوق کے ساتھ حقوق العباد میں بھی کوتاہی سے محفوظ فرما، والدین، اولاد اور پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی میں ہماری مدد فرما، ہمیں اچھے پڑوسی عطا فرما، ہمارے مابین محبت واُلفت کو راسخ فرما، ہمیں خوشحالی عطا فرما، تنگدستی سے بچا اور نظرِ بد سے محفوظ رکھ، ہمیں اپنی عبادت، نیک اعمال اور اپنے اَحکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بےکس پناہ میں قبول فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(١) المرجع نفسه، باب تحريم الظلم، ر: ٦٥٧٩، صـ١١٢٩، ١١٣٠.

بڑوں کا ادب واحترام اور تربیتِ اولاد

(جمعۃ المبارک ۲۸ جُمادی الأُولیٰ ۱۴۴۱ھ - ۲۴/۰۱/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب

حضراتِ ذی وقار! اسلام ایک پاکیزہ اور جامع دِین ہے، یہ ہمیں اپنے بڑوں اور بزرگوں سے ادب واحترام کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے، ان کے کام آنا، ان کے مَصائب وآلام کو دُور کرنا، ان کے دُکھ درد بانٹنا، ان کے ساتھ ہمدردی، غمخواری اور شفقت سے پیش آنا، بہت بڑی نیکی اور باعثِ اجر وثواب ہے۔ عمر رسیدہ لوگوں کا ادب، احترام اور ان سے محبت، اللہ ورسول کی رِضا وخوشنودی کا بہترین ذریعہ ہے، اِن کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے، حضرت سیّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ الله إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ»[1] "یقیناً عمر رسیدہ مسلمان کی عزّت وتکریم، اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتکریم ہے"۔

(١) "سنن أبي داود" كتابُ الأدب، ر: ٤٨٤٣، صـ٦٨٤.

بزرگوں کی عزّت وتکریم

میرے بھائیو! رحمتِ کونَین ﷺ نے اپنی اُمّت کو بزرگوں کی عزّت وتکریم کی خاص تلقین فرمائی، اور انہیں یہ تاکید فرمائی کہ کم عمر اَفراد اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں کا ادب واحترام کریں، اور بڑے چھوٹوں سے نرمی و شفقت سے پیش آئیں اور اُن پر رحم کریں۔ حضرت سیّدُنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا!»[1] "وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے!"۔ ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «كَبِّرِ الكُبْرَ»[2] "بڑے کے مرتبہ اور عزّت کا خیال رکھو!"۔

حضراتِ گرامی قدر! اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ کوئی ہماری عزّت وتکریم کرے، تو ہمیں بھی اپنے بڑے بزرگوں، اور عمر رسیدہ لوگوں کی عزّت اور ان کا ادب واحترام کرنا ہو گا۔ حضرت سیّدُنا اَنَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخاً لِسِنِّهِ، إِلَّا قَيَّضَ اللهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ»[3] "جو جوان کسی بوڑھے کی بزرگی کے باعث اس کی عزّت کرتا ہے، اللہ تعالی اُس جوان کے لیے بھی کسی کو مقرّر فرمادیتا ہے، جواِس کے بڑھاپے میں اس کی عزّت کرے گا"۔

جو لوگ اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں کا لحاظ نہیں کرتے، ان کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتے ہیں، ان کے آگے زبان درازی کرتے ہیں، ایسوں کے لیے

---

(١) "سنن الترمذي" باب ما جاء في رحمة الصبيان، ر: ١٩١٩، صـ٤٤٨.

(٢) "صحيح البخاري" كتابُ الأدب، ر: ٦١٤٣، صـ١٠٧١.

(٣) "سنن الترمذي" أبوابُ البرّ والصلة، ر: ٢٠٢٢، صـ٤٦٦.

حدیثِ پاک میں خصوصی طور پر یہ وعید ہے، کہ رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا»[1] "وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا، اور بڑوں کا حق نہیں پہچانتا"۔

میرے عزیز دوستو! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ یتیموں، بیواؤں، کمزوروں اور مسکینوں کی مدد کے ساتھ ساتھ، بڑی عمر کے لوگوں کے ساتھ بھی نہایت شفقت سے پیش آتے، ان کا ادب واحترام اور عزّت افزائی کرتے ہوئے، اُن کا بوجھ تک اپنے شانۂ نبوّت پر اٹھالیا کرتے۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضورِ اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ قریب تھیں، سرورِ کونَین ﷺ کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: «إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِيْ الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ»[2] "آپ صِلہ رحمی فرماتے ہیں، لوگوں کا بار اُٹھاتے ہیں، ضرور تمندوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور راہِ حق میں پیش آنے والے مَصائب میں مدد فرماتے ہیں"۔

عزیزانِ محترم! چونکہ اسلامی تعلیمات مکمل طور پر ادب واحترام پر مبنی ہیں، لہٰذا ادب واحترام ہی کی تعلیم وتلقین کرتی ہیں، اس کارخانۂ قدرت میں جس جس کو جو جو نعمتیں ملیں، ادب واحترام کی بنا پر ملیں، اور جو ادب سے محروم ہے، حقیقۃً ایسا شخص ہر نعمت سے محروم ہے، شاید اسی لیے کسی نے کہا ہے کہ "باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب!"۔

---

(۱) "سنن أبي داود" كتابُ الأدب، بَابُ في الرَّحمة، ر: ٤٩٤٣، صـ٦٩٦.

(۲) "صحيح البخاري" كتابُ بَدْءُ الْوَحْيِ، ر: ٣، صـ١.

والدین کا اَدب واحترام

عزیزانِ مَن! اس دنیا میں سب سے زیادہ حُسنِ سُلوک، عزّت افزائی اور ادب واحترام کے لائق ہمارے اپنے والدین ہیں، والدین سے بھلائی کا مطلب بھی یہی ہے، کہ ان کے ساتھ نیکی کی جائے، ان کی عزّت وتکریم، اور ان کا ادب واحترام کیا جائے، ان کے ہر جائز حکم پر بخوشی عمل کیا جائے، ان کی خدمت کے لیے ہر دَم کوشاں رہا جائے، اور انہیں خوشی فراہم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

یاد رکھیے! جو مسلمان اپنے والدین کے ساتھ عزّت واحترام اور اَدب کا مُعاملہ کرتا ہے، اللہ تعالی دنیا ہی میں اس کی عزّت واحترام کا سامان کر دیتا ہے، اور اس کی اپنی اولاد کے دل میں اس کی عزّت ڈال دی جاتی ہے۔ رَحمتِ عالمیان ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے: «بَرُّوا آباءَكُمْ، تَبَرُّكُمْ أَبْنَاؤُكُم!»[١] "اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، تمہارے بچے بھی تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے!"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں، کہ ایک شخص سرکار اَبدِ قرار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جہاد کی اجازت مانگنے لگا، مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا: «أَ حَيٌّ وَالِدَاكَ؟» "کیا تمہارے والدین حیات ہیں؟" اُس نے عرض کی: جی ہاں، نبیٔ پاک ﷺ نے فرمایا: «فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ»[٢] "تو اُن کی خدمت کرو، اسی میں تمہارا جہاد ہے!"۔

میرے محترم بھائیو! والدین کے حقوق سے کسی بھی طرح کی رُوگردانی کرنا، یا

---

(١) "مستدرَك الحاكم" كتابُ البِرِّ والصِّلة، ر: ٧٢٥٩، ٧/ ٢٥٩٢.

(٢) "صحيح مسلم" باب برّ الوالدَين وأيّهما أحقّ به، ر: ٦٥٠٤، صـ١١١٧.

اُن کے ساتھ بے ادبی، یا اپنے روِیے سے اُن کی عزّت وتکریم میں کمی لانا، جنّت سے محرومی کا سبب بن سکتا ہے، حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «رَغِمَ أَنْفُه، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُه، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُه!» "اُس کی ناک خاک آلود ہو، وہ برباد ہو جائے، اُس کی ناک خاک آلود ہو!" عرض کی گئی: یارسولَ اللہ کس کی؟ فرمایا: «مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَهُ الْكِبَرَ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا، ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ!»[1] "جو اپنے بوڑھے والدین میں سے ایک یا دونوں کو پائے، پھر بھی اُن کی خدمت کرکے جنّت کا حقدار نہ ہو سکے!"۔

حدیثِ پاک میں ہے، نبئ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَقِّرِ الْكَبِيْرَ، وَارْحَمِ الصَّغِيْرَ، تُرَافِقْنِيْ فِيْ الْجَنَّةِ»[2] "بڑوں کی تعظیم وتوقیر کرو، اور چھوٹوں پر شفقت کرو، تو تم جنّت میں میری رَفاقت پالوگے"۔

اچھی تعلیم وتربیت کی اہمیت وفوائد

برادرانِ اسلام! والدین کا کردار ان کی اولاد کے لیے مشعلِ راہ ہوتا ہے، کہ بچہ اپنے والدین کے کردار کا آئینہ دار ہوتا ہے، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے کل کو ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنیں، ہماری عزّت، اَدب اور احترام کریں، تو انہیں اسلامی تعلیمات سے رُوشناس کرائیے، ہمیشہ اپنے سے بڑوں کی عزّت اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنے کی نصیحت کیجیے، اور اپنے والدین سے حسنِ سُلوک، ان کا ادب واحترام، ان کی اِطاعت وفرمانبرداری کا درس دیتے رہیے، رشتہ داروں کی پہچان

(١) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصلة والأدب، ر: ٦٥١١، صـ١١١٩.
(٢) "شُعَب الإيمان" ٧٥- باب في رحمة ...إلخ، ر: ١٠٩٨١، ٧/ ٣٥١١.

کرائیں، اور اُن کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے، اُن سے مَیل جول کے طریقے اور آداب بھی سکھائیے؛ تاکہ وہ ان سے صِلہ رحمی کریں۔ نبئ کریم ﷺ نے فرمایا: «تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ؛ فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ»[1] "اپنے رشتہ داروں کو پہچانو؛ تاکہ رشتوں کا لحاظ رکھ سکو؛ کیونکہ رشتہ داروں سے حسنِ سُلوک، خاندان میں محبت اور مال وعمر میں برکت کا باعث ہے"۔

رفیقانِ گرامی قدر! بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت، اِن میں عقائدِ اہلِ سنّت کی پختگی، اَخلاق کی درستگی، اور اعمال میں پاکیزگی لانے کا سبب بنتی ہے، جس سے ان کے اندر بلندئ کردار، وسعتِ فکرونظر اور عزّتِ نفس کا اِحساس پیدا ہوتا ہے۔ اَقوامِ عالم کی تاریخ بتاتی ہے کہ جن لوگوں نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دی، وہ ہر زمانے میں کامیاب رہے، اور جن لوگوں نے اس بات کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا، اولاد کی صحیح پرورش وتربیت سے غافل رہے، مُعاشرے میں انہیں کوئی عزّت نہ مل سکی، اور کل بروزِ قیامت اس کوتاہی پر ان سے باز پُرس بھی ہوگی۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ...وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِه، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا، وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا»[2] "تم سب اپنی اپنی جگہ ذمّہ دار ہو، اور تم سب سے تمھارے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا...، مرد اپنے اہل وعِیال کا ذمّہ دار ہے،

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب البرّ والصلة، ر: ۱۹۷۹، صـ۴۵۸.

(۲) "صحيح البخاري" باب الجُمُعَةِ في القُرى والمُدن، ر: ۸۹۳، صـ۱۴۴.

اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر میں ذمّہ دار ہے، اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا!"۔

حضرت سیّدُنا علی -کرّم اللہ وجہہ- نے فرمایا: «عَلِّمُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمُ الْخَيْرَ»[1] "اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو"۔

اولاد کی اچھی تربیت ہی اچھے مُعاشرے کی بنیاد ہے، جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَداً مِنْ نَحْلٍ، أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ»[2] "باپ کی طرف سے اولاد کے لیے اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں، کہ وہ ان کی اچھی تربیت کرے"۔

عزیزانِ گرامی! بعض لوگوں کو اپنی اولاد میں بچوں سے زیادہ محبت ودلچسپی ہوتی ہے، جبکہ بچیوں کو وہ بوجھ سمجھتے ہیں، اسی لیے ان کی خبر گیری اور تربیت میں بھی کوتاہی برتتے ہیں، یہ عمل بہت بڑے مُعاشرتی بگاڑ کا سبب ہے، اسلام نے خصوصیت کے ساتھ بچیوں کی اچھی تعلیم وتربیت کی تاکید فرمائی ہے، اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ»[3] "جس کی تین ٣ بیٹیاں ہوں، اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے، اور مناسب جگہ ان کی شادی کردے، اور ان کے ساتھ اچھا سُلوک کرے، اس کے لیے جنّت ہے"۔

---

(١) "شعب الإيمان" باب في حقوق الأولاد والأهلين، ر: ٨٧٠٤، ٦/ ٢٩١١.

(٢) "سنن الترمذي" باب ما جاء في أدب الولد، ر: ١٩٥٢، صـ٤٥٣.

(٣) "سنن أبي داود" باب في فَضْلِ مَنْ عال يَتَامَى، ر: ٥١٤٧، صـ٧٢٣.

اولاد سے یکساں حُسنِ سلوک کا حکم

میرے عزیز! اللہ کے حبیب ﷺ نے ہمیں ساری اولاد کے درمیان برابری کا حکم فرمایا ہے، اور یہ بھی کہ ان کے درمیان کوئی فرق نہ کیا جائے، ارشاد فرمایا: «اِتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ!»(۱) "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان برابری رکھو!"۔

بیٹے کو بوسہ ومحبت زیادہ دینے، اور بیٹی کو محبت سے محروم کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے تنبیہ فرمائی ہے، کہ اس مُعاملہ میں بھی اپنے بچوں میں برابری کی جائے، ایک شخص حضور نبئ کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اس کا بچہ آیا، اس نے اسے اُٹھایا، چوما اور اپنی گود میں بیٹھا لیا، پھر کچھ دیر بعد اس کی بچی آئی، تو اس نے اسے اُٹھایا اور اپنی ایک جانب بٹھا دیا، رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «فَمَا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا!»(۲) "تم نے ان دونوں کے درمیان برابری نہیں کی!"۔

اولاد کی اسلامی تعلیم وتربیت کا اہتمام

پیارے بھائیو! والدین کی اوّلین ذمّہ داری ہے، کہ بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت کرکے انہیں اچھا، ذمّہ دار اور مثالی مسلمان بنائیں؛ کیونکہ اگر بچے کی صحیح دیکھ بھال کی جائے، تو وہ بڑا ہو کر بے شمار قابلیتوں کے ساتھ، مُعاشرے میں بہترین کردار ادا کرسکتا ہے، خود اپنے آپ کو اور پورے مُعاشرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ بچوں کی تربیت کے ابتدائی مَراحل کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ

---

(۱) "صحيح البخاري" باب الإِشْهادِ فِي الْهِبَة، ر: ۲۵۸۷، صـ۴۱۸.

(۲) "شعب الإيمان" باب في حقوق الأولاد والأهلين، ر: ۸۷۰۰، ۶/ ۲۹۱۰.

عَشْرِ سِنِين، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ»[۱] "بچے جب سات ۷ سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو، اور جب وہ دس ۱۰ برس کے ہوں تو (نماز نہ پڑھنے پر) اُنہیں مارو، اور ان کے بستر الگ الگ کر دو!"۔

تعلیم وتربیت میں نرمی وشفقت کا پہلو

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! بچوں کی تعلیم وتربیت میں نرمی وشفقت کا پہلو پیشِ نظر رہے، حتی الامکان انہیں پیار ومحبت سے سمجھانے، اور اپنی بات پر قائل کرنے کی کوشش کریں، ان پر بے جا سختی اور تُرش رَوی سے گریز کیا جائے؛ ہمارے پیارے نبی ﷺ بچوں کے ساتھ بہت مہربانی اور نہایت شفقت سے پیش آیا کرتے، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سیّدُنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے اس بارے میں فرمایا: «مَا رَأَيْتُ أَحداً كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُولِ الله ﷺ»[۲] "میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر، بچوں پر مہربانی فرمانے والا کسی کو نہیں دیکھا"۔

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کے دل میں اللہ تعالی، اس کے رسول ﷺ، دینِ اسلام، علمائے اسلام اور بزرگوں کی محبت، ان کا ادب واحترام اور تعظیم وتوقیر پیدا کرنے کی کوشش کرے، عام مسلمانوں کے ساتھ بھی محبت، خُلوص اور عزّت کے ساتھ پیش آنے کی تربیت دے، اور انہیں مُعاشرے کا اچھا فرد بنا کر جینے کا ڈھنگ سکھائے۔

---

(۱) "سنن أبي داود" باب متى يؤمَر الغلام بالصلاة، ر: ٤٩٥، صـ٨٢.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الفضائل، ر: ٦٠٢٦، صـ١٠٢٣.

تربیتِ اولاد سے متعلق چند ضروری آداب

عزیز دوستو! ہم پر یہ بھی لازم وضروری ہے، کہ اپنی اولاد کو مہمان نوازی کے آداب سکھائیں؛ کہ یہ انبیاء ومرسَلین کا طریقہ ہے، ان کی یہ بھی تربیت کریں کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سُلوک کیسے کرنا ہے، ان کے حقوق اور فضائل بتائیں، ان کے ذہنوں میں یہ بھی راسخ کریں، کہ جب کسی محفل میں ہوں تو توجہ سے اچھی باتوں کو سنیں، بڑے جب بات کریں تو چھوٹے خاموش رہیں، جب کوئی کچھ سمجھائے تو اس کی بات پوری توجہ سے سنیں، اور اس پر عمل کی کوشش بھی کریں، جب کہیں گفتگو کا موقع ہو تو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ اچھی باتیں کریں، یعنی کچھ بولنے سے پہلے اچھی طرح تول لیں!۔

ان سب آداب کی مختصر وجامع الفاظ میں تعلیم دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ كَانَ يُؤْمِن بِالله وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِن بِالله وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ جارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِن بِالله وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ»[1] "جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ جو اللہ عزّوجلّ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کا احترام کرے۔ اور جو اللہ جلّ جلالہ اور یومِ آخرت کو مانتا ہے، اسے چاہیے کہ مہمان کا اِکرام (مہمان نوازی) کرے"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ان آداب اور تربیت کی بنیادی باتوں کو اس لیے کمالِ ایمان قرار دیا، کہ ان کی اَہمیت بہت زیادہ ہے، اور مُعاشرے پر ان کے اچھے اثرات بھی بہت عظیم ہیں۔

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ۱۷۳، صـ٤١.

جانِ برادر! اولاد کی اچھی تربیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے، کہ والدین اِنہیں وقت دیں، اور ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کریں، صرف مدرسے یا اسکول بھیج کر مطمئن ہو جانا، اور بذاتِ خود اِن کی تربیت کا اہتمام نہ کرنا، والدین کی بہت بڑی بھول ہے، جس کے باعث اکثر اوقات اولاد اچھی تربیت سے محروم رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انسان اپنی اولاد کی اچھی تربیت کی خاطر خود اپنے اَخلاق، عادات اور اَطوار بھی بہتر بنائے؛ کیونکہ بچوں کے لیے پہلی تربیت گاہ وہ ماحول ہے جو انہیں گھر میں ملتا ہے، لہذا بچہ اپنے والدین میں جو عادات واَخلاق دیکھتا ہے، انہیں فوراً اپنا لیتا ہے، چنانچہ اگر والدین کی عادات واَخلاق اچھے ہوں، تو بچوں کی عادات واَخلاق بھی خود بخود اچھے ہو جاتے ہیں، بصورتِ دیگر بچوں کے بگڑنے میں دیر نہیں لگتی۔

برادرانِ اسلام! اچھی تربیت کے چند ضروری آداب میں سے یہ بھی ہے، کہ بچوں کے اَحوال پر کڑی نظر رکھی جائے، ان کے طور طریقوں کو پَرکھا جائے، ان کے دوستوں پر بھی نگاہ رکھی جائے، انہیں اچھی صحبت اختیار کرنے کے فوائد بتا کر ترغیب دی جائے، اور بُری صحبت کے نقصانات بتا کر اس سے مکمل اجتناب کی تعلیم دی جائے؛ کہ نبئ کریم رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا: «الْمَرْءُ عَلىٰ دِيْنِ خَلِيْلِه، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ»[1] "آدمی اپنے دوست کے دِین پر ہوتا ہے، تو تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ دیکھ بھال کر دوست بنائے!"۔

لہٰذا والدین پر لازم ہے کہ اپنے بچوں اور بچیوں پر کڑی نگاہ رکھیں، ان کا گھر میں اور باہر کہاں اور کن کن کاموں میں وقت صَرف ہوتا ہے، ذرائعِ اِبلاغ خصوصًا

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة، ر: ٨٤٢٥، ٣/ ٢٣٣.

موبائل فونز اور انٹرنیٹ وغیرہ میں ان کی کیا سرگرمیاں ہیں، اور کس طرح کے لوگوں سے ان کے روابط ہیں، اس کا خاص خیال رکھیں، اور ہر ممکن حد تک انہیں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے دُور رکھنے کی کوشش کریں!!۔

حرفِ اخیر

عزیزانِ محترم! چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس مبارک دین نے ہر مُعاملے میں اہلِ ایمان کی رَہنمائی کی ہے، اور زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں دینِ اسلام نے ہماری رَہنمائی نہ فرمائی ہو، لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ دینِ اسلام کی روشن ودرخشاں تعلیمات پر عمل پیرا رہے، اسلامی آداب وتعلیمات جو نہایت آسان، سلیس اور دِلنشین ہیں، ان کی بجاآوری کرکے انعاماتِ ربّانی کا مستحق، اور اُسوۂ حَسنہ کا سچا پیروکار بن جائے، اپنی اولاد کو بھی اس کی تعلیم وتربیت دے؛ تاکہ وہ بھی شریعتِ مطہّرہ کے اَحکام کی پابندی کے ساتھ ساتھ، اپنے سے بڑوں اور بزرگوں کا ادب واحترام کرنا سیکھیں، اور چھوٹوں کے ساتھ بھی نرمی اور شفقت سے پیش آئیں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اپنے بڑوں کے ادب واحترام کی توفیق مرحمت فرما، اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی سعادت عطا فرما، ان کے لیے ہمیں اچھی اچھی دعائیں کرنے کی توفیق نصیب فرما، انہیں اچھے اَخلاق وآدابِ مُعاشرت سکھانے کی ہمت وطاقت عطا فرما، ہمارے گھروں کو محبت، رَحمت اور شفقت کا گہوارہ بنا، ہمارے مابین محبت واُلفت کو راسخ فرما، ہمیں خوشحالی عطا فرما، تنگدستی سے بچا اور نظرِ بد سے محفوظ رکھ، ہمیں اپنی عبادت، نیک اعمال اور اپنے اَحکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

مسئلۂ کشمیر اور عالَمِ اسلام کی ذمّہ داری

(جمعۃ المبارک ۵ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۰۱/۳۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

مسئلہ کشمیر کا پسِ منظر

حضراتِ ذی وقار! کشمیر کا ڈوگرہ راجہ ہری سنگھ ابتداء میں چاہتا تھا، کہ کشمیر آزاد حیثیت میں رہے، مگر اکتوبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے قبائلی جنگجوؤں سے نمٹنے میں مدد فراہم کرنے کے عوض، ڈوگرہ راجہ نے انڈیا سے اِلحاق کا فیصلہ کیا، اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی، اور انڈیا نے اَقوامِ متحدہ سے اس مُعاملے پر مُداخلت کی درخواست کی، اَقوامِ متحدہ کی ایک قرارداد میں یہ تجویز دی گئی، کہ انڈیا یا پاکستان کے ساتھ اِلحاق کے سوال پر ریفرینڈم کروایا جائے۔

جولائی ۱۹۴۹ء میں انڈیا اور پاکستان نے ایک مُعاہدے پر دستخط کیے، جس کے تحت اَقوامِ متحدہ کی جانب سے بنائی گئی جنگ بندی لائن، جسے لائن آف کنٹرول کہا جاتا ہے، اس کا اعلان کیا گیا۔

سن ۱۹۵٦ء میں انڈیا نے آرٹیکل ۳۷۰ کو آئین کا حصہ بنایا، اس آرٹیکل کے تحت انڈیا کے زیرِ انتظام جموں کشمیر کو خصوصی حقوق دیے گئے، مگر اَب پانچ ۵ اگست ۲۰۱۹ء سے انڈین حکومت نے اس خصوصی حیثیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔

انڈیا کا مؤقف ہے کہ کشمیر انڈیا کا اٹوٹ انگ (ناقابلِ جدائی حصہ) ہے، اور اس مؤقف پر انڈین حکومت، حزبِ اختلاف اور عوام میں اتفاق ہے۔ انڈیا کشمیر کو اپنا اندرونی مُعاملہ سمجھتا ہے۔ جبکہ پاکستان کا دعویٰ ہے کہ کشمیر تقسیمِ ہند کا نامکمل ایجنڈہ ہے، جس کو حل کرنے کی ضرورت ہے، نیز کشمیری علیحدگی پسند اپنے حقِ خود اِرادیت کا مُطالبہ کرتے ہیں، نتیجۃً گزشتہ تین ۳ دہائیوں سے وادی کو مسلح شورش کا سامنا ہے۔

کشمیر کی خصوصی حیثیت کا خاتمہ اور موجودہ صورتحال

عزیزانِ مَن! پانچ اگست ۲۰۱۹ء کو کیے گئے انڈین حکومت کے اس خصوصی حیثیت کے خاتمے کے بعد، کشمیر میں پیدا ہونے والی صورتحال، اور وہاں کے لوگوں کے تاثرات اور خیالات کے بارے میں، بی بی سی نیوز (BBC News) بڑے مفصّل انداز میں رپورٹنگ کر رہا ہے۔ اکثر لوگوں کا کہنا ہے، کہ جب وادی میں صورتحال نارمل ہو گی، تب ان حضرات کے غم وغصے کا واضح اظہار ہو گا، جسے فی الوقت طاقت کے زور سے خوب دبایا گیا ہے۔

آرٹیکل ۳۷۰ کے خاتمے کے ساتھ ہی صدارتی حکم کے تحت، اس میں شامل کیا جانے والا آرٹیکل پینتیس اے (Article 35A) بھی ختم ہو چکا ہے، جس کے تحت ریاست کے باشندوں کی بطورِ مستقل باشندہ پہچان ہوتی تھی، اور انہیں بطور مستقل شہری خصوصی حقوق حاصل تھے۔

اس پرانے قانون کی رُو سے جموں کشمیر کی حدود سے باہر کسی بھی علاقے کا شہری ریاست میں غیر منقولہ جائیداد کا مالک نہیں بن سکتا تھا، یہاں سرکاری نوکری حاصل نہیں کر سکتا، اور نہ کشمیر میں آزادانہ طور پر سرمایہ کاری کر سکتا ہے۔ تاہم اب کسی بھی انڈین شہری کو یہ تمام حقوق حاصل ہوں گے۔

یہ قوانین ڈوگرہ راجہ ہری سنگھ نے سن ۱۹۲۷ سے ۱۹۳۲ء کے درمیان مرتّب کیے تھے، اور انہی قوانین کو سن ۱۹۵۴ء میں ایک صدارتی حکم نامے کے ذریعہ آئینِ ہند میں شامل کیا گیا تھا۔

میرے محترم بھائیو! کشمیریوں کو خدشہ ہے، کہ آئینِ ہند میں موجود یہ حفاظتی دیوار گرنے کے نتیجے میں، ہم لوگ بھی فلسطینیوں کی طرح، خود اپنے ہی وطن میں اجنبی ہو کر رہ جائیں گے؛ کیونکہ غیر مسلم آباد کاروں کی کشمیر آمد کے نتیجے میں، ان کی زمین، وسائل اور روزگار پر، بڑی حد تک غیروں کا قبضہ ہو سکتا ہے!!۔

انڈین حکومت بار بار یہ راگ اَلاپ رہی ہے کہ وہاں سب کچھ نارمل ہے، یعنی سڑکوں پر گاڑیاں چلنا، سبزی اور دودھ کا ملنا، بجلی اور پانی مہیا ہونا، محدود پیمانے پر ہی صحیح، لیکن ایمرجنسی کے وقت آنے جانے کی جُزوی آزادی حاصل ہونا کیا سب کچھ نارمل ہونے کی دلیلیں ہیں؟ ہرگز نہیں! بلکہ آپ دلوں کے اندر جھانکنے کا کوئی آلہ ایجاد کیجیے، پھر دیکھیں کہ وہاں کیا کیا نارمل ہے!۔

عزیزانِ محترم! قید میں پڑے یا قبروں میں سوئے بیٹوں کی ماؤں کا درد کون جان سکتا ہے؟ اسے کون محسوس کر سکتا ہے؟ ہر کشمیری کا دل زخمی ہے، ہر دل کو مختلف بندشوں نے مجروح کر کے رکھ دیا ہے۔

پچھلے ۷۰ سال کی تاریخ گواہ ہے، کہ اقوامِ متحدہ کی قرار دادیں مسئلۂ کشمیر کو حل کرنے میں ناکام رہی ہیں، ہماری بے انتہا کوششوں کے باوجود، اس مسئلے میں بین َالاَقوامی رِویہ تبدیل نہیں ہوسکا۔ ۱۹۸۹ء تک توکشمیر میں قدرے خاموشی رہی، جس سے بھارت نے کامیابی کے ساتھ اس علاقے پر اپنا قبضہ مضبوط کر لیا، اور کشمیر کو سیاحت کے مرکز کے طور پر دنیا بھر میں پیش کیا۔ پاکستان کے سیاسی حالات بھی کچھ ایسے نہیں تھے کہ کشمیر کے لوگ پاکستان کی طرف رشک کی نظر سے دیکھتے، جب پاکستانی عوام آمریت جھیل رہے تھی، اس وقت کشمیر میں جُمہوریت کے مزے لیے جارہے تھے۔

ظلم کا انجام

برادرانِ اسلام! دنیا میں جب بھی ظلم وستم، اور جبر واستبداد کا رِویہ اختیار کیا گیا، اور جب جب طاقت کے نشے میں اس حقیقت کو فراموش کیا گیا، کہ اللہ رب العالمین اس کائنات کا خالق ومالک ہے، جو ظلم وستم اور زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، اور جب چاہے ظالموں کو آنِ واحد میں اپنے غضب سے نشانۂ عبرت بنا سکتا ہے، تاریخ گواہ ہے کہ جب جب ایسا ہوا، بڑے دردناک اور بھیانک نتائج دیکھنے کو ملے! قومِ نُوح، قومِ ابراہیم، اصحابِ مدیَن اور عاد وثَمود کی سرکشی، اور ان کے عبرت ناک انجام کو، خود اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں بیان فرمایا: ﴿اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾[1] "کیا انہیں اپنے سے اگلوں کی خبر نہ آئی ؟! نوح کی قوم اور

---

(۱) پ۱۰، التوبۃ: ۷۰.

عاد اور ثمود، اور ابراہیم کی قوم، اور مدیَن والے، اور وہ بستیاں جو اُلٹ دی گئیں، ان کے رسول روشن دلیلیں ان کے پاس لائے تھے، تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا، بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے!"۔

حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ، حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْه» "اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈِھیل دیے رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ پکڑتا ہے تو بچ کر نکل نہیں پاتا"۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ﴾[1] "ایسے ہی تیرے پروَردگار کی گرفت ہے، جب وہ ظالم بستی والوں کو گرفت میں لیتا ہے، یقیناً اس کی گرفت سخت دردناک ہے"۔

میرے عزیز بھائیو! اس کے باوُجود بھی سرکش انسان اگر اللہ تعالی کے قانون کو نہ سمجھے، اور اپنے سے پہلی قوموں کے بھیانک انجام سے عبرت حاصل نہ کرے، تو بہت جلد خود وہ شخص دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا جاتا ہے، اور ظالموں کا بالآخر یہی انجام ہوتا ہے۔

ظلم وزیادتی کرنے والوں کو اُن کے انجام سے باخبر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًاؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا﴾[2] "جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا، تو عنقریب ہم اُسے آگ میں داخل کریں

(١) "صحيح البخاري" كتاب التفسير، ر: ٤٦٨٦، صـ٨٠٧.

(٢) پ٥، النساء: ٣٠.

گے، اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے"۔

حدیثِ قدسی میں ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: «يَا عِبَادِي! إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّماً، فَلَا تَظَالَمُوا!»[1] "اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا، اور تم پر بھی حرام کیا، لہٰذا تم آپس میں ایک دوسرے پر بھی ظلم مت کرو!"۔

علّامہ ماذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے؛ کیونکہ مقرّر حدود سے تجاوُز کو ظلم کہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے اوپر کوئی نہیں، جو اس کے لیے حدود مقرّر کر سکے"[2]۔

ظلم کا معنی

عزیزانِ محترم! ظلم کے معنی کسی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا کر رکھنا، حد سے تجاوُز کرنا، ناحق قتل کرنا، گالی دینا، بُرا بھلا کہنا، کسی کو تکلیف دینا، یا کسی کا حق چھیننا۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ظلم کے تین ۳ معنی ہیں: (۱) کسی کا حق مارنا، (۲) کسی کو غیرِ محل میں خرچ کرنا، (۳) اور کسی کو بغیر قصور کے سزا دینا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ہم کسی پر ذرّہ بھر ظلم نہیں کرتے"۔ یہاں ظلم سے مراد بے قصور کو سزا دینا ہے"[3]۔

---

(۱) "صحيح مسلم" باب تحريم الظلم، ر: ٦٥٧٢، صـ١١٢٨.

(۲) "المعلم بفوائد مسلم" كتاب البرّ والصلة، تحت ر: ١١٨٣، ٣/ ٢٩٠.

(۳) "مرآۃ المناجیح" کتاب الآداب، ظلم کا بیان، پہلی فصل، ۶/۵۲۱۔

ظالم یا مظلوم کی مدد

سارے ممکنہ اِقدامات کے ساتھ ساتھ مسئلۂ کشمیر کے ایسے ممکنہ حل کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے؛ کہ کشمیریوں پر شب وروز ہونے والے ظلم وستم کا خاتمہ ہو، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «انْصُرْ أَخاكَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوماً» "اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم!" صحابۂ کرام -علیہم الرضوان- نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں، لیکن ظالم کی مدد کس طرح ہوگی؟ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ»[۱] "اس کا ہاتھ پکڑ لو، یعنی اسے ظلم کرنے سے روک لو!" کیونکہ ظالموں کی مدد وحمایت کرنے والے بھی اس گناہ میں شریک ہیں، ایسوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾[۲] "ظالموں کی طرف نہ جھکو؛ ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں، پھر مدد نہ پاؤ گے!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "ظلم پر مدد (اور حمایت) کرنے کی کئی صورتیں ہیں: (۱) ظالموں کو ظلم کی رغبت دینا، (۲) ان کے ظلم پر مبنی قانون کو رائج کرنا، (۳) ان کے ظلم میں ان کا ہاتھ بٹانا، (۴) ان کے ظلم کی حمایت کرنا، یہ کہنا کہ یہ اَحکام حق ہیں، غرض کہ اس میں بہت وسعت ہے"[۳]۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب المظالم، ر: ٢٤٤٤، صـ٣٩٤.

(۲) پ١٢، هود: ١١٣.

(۳) "مرآۃ المناجیح" حاکم اور قاضی بننے کا بیان، دوسری فصل، ۵/۴۱۷ مختصراً۔

ایک مسلمان کے قتل میں شریک لوگوں کا انجام

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّماءِ وَالْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ، لَأَكَبَّهُمُ اللهُ فِي النَّارِ»[1] "اگر تمام آسمان وزمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہوجائیں، تواللہ تعالی ان سب کو منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا"۔

کشمیر سے متعلق یورپی میڈیا کی بے حسی

حضراتِ گرامی قدر! آج کشمیر میں جو کچھ ہورہا ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، امریکہ، یورپ اور اسرائیل بھارت کی پشت پر ہیں، جن کے سبب یورپی میڈیا کشمیر کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کو دنیا کے سامنے، یا تو پیش ہی نہیں کرتا، اور اگر کرتا ہے تو اس کی شدّت کو کما حقّہ ظاہر نہیں کیا جاتا، لیکن ان اَوچھے ہتھکنڈوں کے باوُجود، اقوامِ متحدہ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق کا ایک رکن، ضمیر کی آواز پر، کشمیری مسلمانوں پر ہونے والے انسانیت سوز ظلم وستم کو بیان کرنے سے اپنے آپ کو روک نہ سکا، اور بیان کرتے کرتے بالآخر رو پڑا[2]۔

مسلمان آپس میں ایک جسم کی مانند ہیں

میرے عزیز دوستو! کشمیر میں مسلمانوں کا قتلِ عام، کیا ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں؟! کیا اب تک ہمیں یہود ونصاری اور ہُنود کے اس گٹھ جوڑ کی سمجھ نہیں آئی؟! کیا اللہ رب العزّت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے ہمیں آگاہ

---

(١) "سنن الترمذي" باب الحكم في الدماء، ر: ١٣٩٨، صـ٣٣٩.

(۲) نوائے وقت، ۱۰ مارچ ۲۰۱۹ء۔

نہیں کیا تھا، کہ یہ لوگ تمہارے دوست کبھی نہیں ہوسکتے؟! اس کے باوُجود ہم ان کے ساتھ تعلقات بڑھانے کے لیے کیوں مرے جارہے ہیں؟! دنیا بھر میں مسلمانوں کو شہید کیا جارہا ہے، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، مسلمان عورتوں کی عصمت دَری کی جارہی ہے، مگر اس کے باوُجود بظاہر ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا! آخر کیوں؟ کیا ہم اس قدر بے حس ہوچکے ہیں؟ یا پھر ہم صرف برائے نام مسلمان ہیں؟!

کیا رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہمیں یاد نہیں کہ «مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ، تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى»[1] "مسلمان آپس میں پیار ومحبت، رحم وشفقت اور مہربانی برتنے میں ایک جسم کی مانند ہیں، کہ جس طرح جسم کا کوئی ایک عضو بیمار پڑجائے، توسارا جسم اضطراب اور بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے"۔

ظلم وبربریت، دہشتگردی اور درندگی کے شکار مظلوم کشمیری مسلمان، اِمداد طلب نظروں سے آج ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ لہٰذا مسلمان حکمرانوں کو مصلحتوں اور ذاتی مفادات کی پالیسی کو ترک کرکے، اپنا کردار ادا کرنا ہوگا! اور اس ظلم وستم کو روکنا ہوگا! ورنہ ؏

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں![2]

دعا

اے اللہ! ہمارے کشمیری مسلمان بہن بھائیوں کو آزادی عطا فرما، ہندوستان کے مسلمانوں کی جان ومال اور عزّت وآبرو کی حفاظت فرما، ان کے

(۱) "صحیح مسلم" کتاب البرّ والصلة، ر: ٦٥٨٦، صـ١١٣١.

(۲) "کُلیاتِ اقبال" بانگِ درا، حصّہ اوّل، تصویرِ درد، صـ۹۷۔

مسائل کو اُن کے حق میں خیر وبرکت کے ساتھ حل فرما، ہمارے گھروں کو محبت ورَحمت کا گہوارہ بنا، ہمارے مابین محبت واُلفت کو راسخ فرما، ہمیں خوشحالی عطا فرما، تنگدستی سے بچا اور نظرِ بد سے محفوظ رکھ، ہمیں اپنی عبادت ونیک اعمال کرنے، اور اپنے اَحکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

خود اعتمادی

(Self Confidence)

(جمعۃ المبارک ۱۲ جُمادی الآخرۃ 1441ھ - ۰۷/۰۲/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

خود اعتمادی کیا ہے؟

برادرانِ اسلام! اعتماد ایک عربی لفظ ہے، جس کا معنی ایمان، یقین یا بھروسا ہے، خود اعتمادی (Self Confidence) ہر ایک کی بنیاد اور کامیابی کی کنجی (Key) سمجھی جاتی ہے، کامیاب زندگی اور مکمل شخصیت کے لیے، ایک انسان کو اللہ کی مدد کے بعد، جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے، وہ اُس کی خود اعتمادی ہے۔ جو شخص خود اعتمادی اور اللہ رب العزّت کی ذاتِ پاک پر بھروسا کرتے ہوئے، آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، کامیابی اس کے قدم چومتی ہے، جیساکہ قرآنِ پاک میں فرمایا: ﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا﴾[1] "اللہ پر بھروسا رکھو! اور اللہ سب کام بنانے کو کافی ہے"۔

(۱) پ۵، النساء: ۸۱.

سرورِ کونین ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو بھی اس بات کی ترغیب دی، کہ وہ ترقی کریں، آگے بڑھیں اور اپنے بعد والوں کے لیے رَہنمائی کے روشن مینار ثابت ہوں؛ تاکہ بعد والے بھی اس کردار کی بدَولت کامیابی پائیں۔ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «تَقَدَّمُوا فَائْتَمُّوا بِي، وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ!»[1] "آگے بڑھتے چلے جاؤ! میری پیَروی کرو، میرے بعد والے تمہاری پیَروی کریں گے!"۔ علمائے کرام اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اس حدیثِ پاک میں عمدہ اَخلاق اور بہترین کاموں پر حَوصلہ افزائی ہے"[2]۔

خود اعتمادی میں کمی کی چند علامات

میرے عزیز! اگر کسی کے اندر خود اعتمادی کی کمی ہو، تو اُس پر کامیابی کے دروازے نہیں کُھلا کرتے، اور اس کی شخصیت میں نکھار پیدا نہیں ہوتا، جس کے سبب اس میں موجود صلاحیتیں نکھر کر سامنے نہیں آپاتیں۔ کسی شخص کا خود کو بے وقعت سمجھنا، اپنی قابلیت پر شک کرنا، اپنی رائے کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے دوسروں پر انحصار کرنا، ماضی کی ناکامیوں، اور لوگوں کی طرف سے ہونے والی ناقدری کے باعث دلبرداشتہ ہو جانا، یہ کسی بھی انسان میں خود اعتمادی کی کمی پر دلیل ہے۔ آپ کے ساتھ جو ہوا سو ہو چکا، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ ساری زندگی اسی میں اُلجھے رہیں، زندگی کے ان تلخ تجربات سے سیکھ کر، اور ناکامیوں کو بھلا کر آگے بڑھنے کی کوشش کریں، اور اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کریں، اپنے بارے میں اچھا سوچیں، اپنی

(١) "صحيح مسلم" كتاب الصلاة، ر: ٩٨٢، صـ١٨٥.
(٢) "دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين" تحت ر: ٤١٠٨٥، ٦/ ٥٦٨.

ذات اور اپنے فیصلوں پر یقین کرنا سیکھیں!۔

پُراعتماد شخصیات کی پیروی کا حکم

حضراتِ ذی وقار! خود اعتمادی (Self Confidence) کا حصول، فیصلہ کرنے کی صلاحیت، اور اس فیصلے پر قائم رہتے ہوئے، اُس کے نفاذ کو یقینی بنانے پر ہوتا ہے، جس طرح میدانِ جنگ میں ایک سپاہی کا اسلحہ نہیں، بلکہ اس کا جذبۂ ایمانی لڑتا ہے، اسی طرح زندگی کے ہر محاذ پر مشکلات اور چیلنجز کا سامنا کرنے، اور انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے، انسان کے اندر خود اعتمادی اور بلند ہمتی جیسی خصلت وصفات کا ہونا بہت ضروری ہے، اور یہ اللہ رب العزّت کے پسندیدہ کاموں میں سے ایک ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ ﷻ يُحِبُّ مَعَالِيَ الْأُمُورِ، وَيَكْرَهُ سَفْسَافَهَا»[1] "یقیناً اللہ تعالی عمدہ کاموں کو پسند فرماتا ہے، اور بے کار کاموں کو ناپسند کرتا ہے"۔

اس حدیث پاک کی شرح میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "جو اپنی صلاحیتیں، عظیم طبعی خصلتیں اپنانے میں صرف کرے، اللہ تعالی اس سے محبت فرماتا ہے"[2]۔

قرآنِ کریم نے بلند ہمت اور پختہ ارادہ رکھنے والوں کی پیروی کی ترغیب دی ہے، اللہ عزّ وجلّ نے ارشاد فرمایا: ﴿أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾[3] "یہ ہیں جنہیں اللہ تعالی نے ہدایت دی، تو تم بھی انہی کی راہ پر چلو!"۔

---

(۱) "المعجم الأوسط" من اسمه إبراهيم، ر: ۲۹٤۰، ۲/ ۱۷۹.

(۲) "التيسير بشرح الجامع الصغير" حرف الهمزة، تحت ر: ۱۸۸۹، ۲/ ۱۹۳.

(۳) پ۷، الأنعام: ۹۰.

ذاتِ الٰہی جَلَّ جَلَالُہٗ پر بھروسا

عزیزانِ محترم! بعض لوگوں میں اپنی صلاحیتوں پر عدمِ اعتماد، خود پر بھروسا نہ ہونے کا سبب، بسا اوقات دل میں کامیابی کی شدید خواہش کا نہ ہونا بھی ہے، ایسے لوگ اپنی تمام تر قوّت وطاقت کو جمع کر کے اسے اپنے مقصد کی تکمیل میں لگانے کے بجائے، مایوسی کو خود سے زیادہ طاقتور تسلیم کر لیتے ہیں، لہٰذا اپنے آپ کو پُراعتماد شخصیت بنانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے، کہ آپ جو بھی جائز کام کرنا چاہیں، پہلے اس پر اپنا مکمل ہوم ورک (Homework) کریں، اور پھر اللہ تعالی پر بھروسا کریں، اس سے مدد مانگیں، اور ہمت نہ ہاریں؛ کہ ایک مسلمان کے لیے یہی حکم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾[1] "اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ ہی پر بھروسا کرو!"۔

اسی طرح مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِالله، وَلَا تَعْجَزْ!»[2] "جو چیز تمہارے لیے فائدہ مند ہو اُس کے لیے کوشش کرو، اور اللہ تعالی سے مدد بھی مانگو، اور ہمت ہار کر بیٹھ مت جاؤ!"۔

میرے بھائیو! جب بندہ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں پختہ یقین کے ساتھ لَو لگا لیتا ہے، تو اللہ تعالی بھی اپنے بندے کو مایوس نہیں لَوٹاتا، اللہ تعالی کا فرمانِ عالی شان ہے: ﴿وَ لَا تَایْـٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِؕ اِنَّهٗ لَا یَایْـٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾[3] "اللہ تعالی کی رَحمت سے مایوس مَت ہو، یقیناً اللہ کی رَحمت سے کافر

(۱) پ٦، المائدة: ٢٣.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب القدر، ر: ٦٧٧٤، صـ١١٦١.

(۳) پ١٣، يوسف: ٨٧.

لوگ ہی نااُمید ہوتے ہیں!"۔

زندہ قوموں کا طرزِ عمل

حضراتِ گرامی قدر! دنیا میں انقلابات عدم کے پیٹ سے وُجود میں نہیں آتے، بلکہ زندہ قومیں خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، انقلاب کے لیے زبردست محنت کرتی ہیں، بظاہر ناممکن نظر آنے والے کام کو بھی ممکن بنا کر دکھاتی ہیں، اور لوگوں کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے قرآنِ مجید میں ہمیں اپنی ذات اور صلاحیتوں پر بھروسا کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾[1] "یقیناً اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمت (اس وقت تک) نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں" ع

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا![2]

مضبوط قوّتِ ارادی اور سچی لگن

جانِ برادر! ہر انسان اپنی خود اعتمادی، مضبوط قوّتِ ارادی، اور سچی لگن کے ساتھ اپنی کوششوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر، مُعاشرے میں نا صرف نمایاں مقام حاصل کر سکتا ہے، بلکہ دوسروں میں بھی یہ جذبہ بیدار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے، کہ پہلے خود کو سچے جذبے اور مضبوط قوّتِ ارادی سے مزیّن کیا جائے!۔

علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ "بلند ہمتی انسان کو اونچے مقام تک

---

(۱) پ۱۳، الرعد: ۱۱.

(۲) "بہارستان، إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ، ۲۵۹۔

پہنچاتی ہے، جیسے آگ شعلے کو بلند کرتی ہے"[۱]۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالی نے فرمایا: "مجھے میرا نفس (ضمیر) خوب سے خوب تر کے لیے اُبھارتا رہتا ہے"[۲]۔ معلوم ہوا کہ آدمی کی شان وعظمت اس کے مضبوط ارادوں سے بلند ہوتی ہے، اور وہ اپنی کوششوں سے بالآخر عظیم رُتبہ پالیتا ہے۔

مثبت سوچ

میرے بھائیو! اگر آپ واقعی دنیا میں کوئی بڑا کام کرنا چاہتے ہیں، تو سب سے پہلے اپنی سوچ کو وَسوسوں اور وَہموں سے نجات دلائیے؛ کیونکہ کسی بھی کام میں ناکامی یا کامیابی کی ایک بڑی وجہ انسان کی سوچ ہوتی ہے، اگر آپ یہ سوچتے ہیں کہ کہیں میں ناکام نہ ہوجاؤں! اپنی منزل یا اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا تو کیا ہوگا؟! لوگ کیا کہیں گے؟! لہٰذا ایسے تمام برے خیالات کو دل ودماغ سے نکال باہر کیجیے، اور امید ویقین کی زندگی جینا شروع کریں؛ کیونکہ جب کوئی شخص اپنی قوّت وکارکردگی کے کمزور پہلو دیکھتا ہے، تو وہ نفسیاتی طور پر اپنی صلاحیت کا اعتماد کھودیتا ہے، اور نتیجۃً ناکامی کی صورت میں نکلتا ہے، یاد رکھیے! انسانی جسم کی تمام قوتیں اعتماد کے زیرِ اثر ہیں، اگر انسان اپنا اعتماد کھودے، تو پورا جسم بھی حوصلہ ہار بیٹھتا ہے، جس کے سبب ناکامی وشکست اس کا مقدّر ٹھہرتی ہے۔

خود اعتمادی کی تعمیر

عزیزانِ مَن! ایک تحقیق کے مطابق ہر انسان میں اپنے جذبات اور نظریات کو قابو کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے اندر ذاتی طور پر

---

(۱) "عيون الأخبار" لابن قتَيبة، كتاب السؤدد، الجزء١، صـ٣٣٥.

(۲) "البداية والنهاية" لابن كثير، خلافة عمر بن عبد العزيز رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، ٩/ ٢٠٨.

بھی خود اعتمادی پیدا کر سکتے ہیں۔ جب انسان میں خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے، تب اس کے اندر آگے بڑھنے کی صلاحیت بھی اُبھرنے لگتی ہے، لہٰذا اگر آپ بھی اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرنا چاہتے ہیں، تو اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ خود سے برتر شخص کے ساتھ اپنا مُوازنہ ہرگز نہ کریں؛ کیونکہ ایسا کرنے سے آپ احساسِ کمتری کا شکار ہو جائیں گے! جس کام کے لیے آپ کو یہ محسوس ہوتا ہو کہ اسے آپ بالکل انجام نہیں دے سکتے، اُسے ضرور انجام دیجیے، اس پر ثابت قدم رہیے، اسے نامکمل ہرگز نہ چھوڑیں؛ کیونکہ آپ کی استقامت ہی درحقیقت آپ کی کامیابی کا زینہ ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «اِسْتَقِيمُوا تُفْلِحُوا!»[1] "ثابت قدم رہو، کامیاب ہو جاؤ گے!"۔

عزیزانِ محترم! آپ میں جو بھی صلاحیت یا خصوصیت ہو، جتنی بھی ہو، اس بناء پر اپنی تحسین اور اللہ ربّ العزّت کا شکر ضرور ادا کریں؛ کیونکہ شُکرِ نعمت کامیابی کا اہم ترین سبب ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاذْكُرُوٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[2] "اللہ تعالی کی نعمتیں یاد کرو؛ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ!" یعنی تم پر اس کی جو جو نعمتیں اور احسانات ہیں انہیں یاد کرو، اس کا وہ فضل جو اس نے تمہیں دوسروں پر فضیلت دے کر کیا، اس پر شکر ادا کرتے رہو؛ تاکہ وہ نعمتوں میں اضافہ فرمائے، تم کامیاب ہو جاؤ، اور آخرت میں تمہیں ہمیشہ کی کامرانی حاصل ہو، اور دنیا میں جو چاہتے ہو اس کے حقدار بن جاؤ!"[3]۔

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند الأنصار، ر: ۲۲٤۷۷، ۸/ ۳۳۰.

(۲) پ۸، الأعراف: ٦۹.

(۳) "تفسير الطَبَري" پ۸، الأعراف، تحت الآية: ٦۹، ۸/ ۲۸۰.

حضراتِ گرامی قدر! جس طرح شکرِ نعمت مزید اِنعام واِکرام اور کامیابی کا سبب ہے، اسی طرح ناشکری اور کُفرانِ نعمت محرومی وناکامی کا باعث ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ﴾[1] "اگر احسان (شکر) مانوگے تو میں تمہیں مزید دُوں گا، اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب بہت سخت ہے!"۔

حضرت سیّدُنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ لَمْ يَشْكُرِ الْقَلِيْلَ، لَمْ يَشْكُرِ الْكَثِيْرَ»[2] "جو قلیل نعمت کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ کثیر پر بھی ناشکرا ہی رہتا ہے"۔

لہٰذا ماضی کی شکست اور ناکامیوں کمزوریوں کو ہرگز یاد نہ کریں، اور سب کچھ بھول بھال کر، اللہ رب العزّت کی عطاکردہ ہر چھوٹی بڑی نعمت اور صلاحیت پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے، تازہ ذہن سوچ فکر کے ساتھ نئے سرے سے کوشش کا آغاز کریں، ہمیشہ خود اپنی حَوصلہ افزائی کریں، اور دوسروں کے مقابل اپنے آپ کو کبھی حقیر نہ سمجھیں۔

میرے عزیز دوستو! خود اعتمادی بڑھانے کے لیے اس کا ایک نفسیاتی علاج یہ بھی ہے، کہ بار بار خود کو یہ یقین دلاتے رہیں کہ "آپ بہت پُر اعتماد ہیں"، اس طرح کرنے سے آپ کی خود اعتمادی میں اضافہ ہوگا، اور اگر کوئی بات کسی کے سامنے دہرانے سے آپ کو خوف محسوس ہوتا ہو، اور زبان کھولنا دُشوار ہوجاتا ہو، تو اس بات کو اتنی بار دہرائیے، کہ آپ کے دل سے اس کا خوف ختم ہوجائے، اور خود اعتمادی پیدا ہوجائے،

---

(۱) پ ۱۳، إبراهيم: ۷.

(۲) "مسند الإمام أحمد" حديث النعمان بن بشير، ر: ۱۸٤۷٦، ٦/ ۳۹٤.

جب کسی کام کے صحیح انجام کا یقین ہو جائے تو اس کام کو ضرور انجام دیجیے، اور اس سلسلے میں دوسروں کے مذاق اڑانے کی پرواہ ہرگز نہ کریں، نہ ہی یہ سوچ کر احساسِ کمتری کا شکار ہوں کہ لوگ کیا کہیں گے!۔

ہمت نہ ہاریں

حضراتِ گرامی قدر! تمام تر کوشش اور کامیابی کا مکمل یقین ہونے کے باوُجود، اگر بالفرض ناکامی کا سامنا کرنا پڑے تو ہمت نہ ہاریں، بلکہ دوبارہ کوشش کریں، حضرت سیّدُنا عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: «لَا تُصَغِّرَنَّ هِمَّتَكُمْ؛ فَإِنِّي لَمْ أَرَ أَقْعَدَ عَنْ المَكْرُمَاتِ مِنْ صِغَرِ الْهِمَمِ»[1] "اپنی ہمتیں پست نہ کرو؛ کہ میں نے کبھی کسی کم ہمت کو بلند مقام حاصل کرتے نہیں دیکھا"۔

اس کے باوُجود بھی کامیابی نہ ملے تو صبر کریں؛ کہ بلند ہمتی انبیاء علیہم السلام کی سنّت ہے، اللہ ربّ العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾[2] "تم بھی صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا"۔ اور ہمت والے لوگ وہ ہیں جو کوشش، صبر اور بلند ہمتی سے کام لیں[3]۔ اللہ تعالی کی لکھی تقدیر و تقسیم پر راضی رہیں، کسی قسم کے شکوہ، شکایت اور حسرت وندامت کا شکار نہ ہوں۔ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں اِسی بات کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «فَإِنْ غَلَبَكَ أَمْرٌ، فَقُلْ: قَدر الله وَمَا شَاءَ فَعَلَ، وَإِيَّاكَ وَاللَّوْ؛ فَإِنَّ اللَّوْ تَفْتَحُ

(١) "أدب الدنيا والدين" للماوردي، البَابُ الخَامِسُ، صـ٣١٩.

(٢) پ٢٦، الأحقاف: ٣٥.

(٣) "تفسير البَغَوي" الأحقاف، تحت الآية: ٣٥، ٤/ ١٧٦.

عَمَلَ الشَّيْطَانِ»[1] "جب کسی غم و پریشانی میں مبتلا ہو جاؤ، تو یہ کہا کرو کہ "اللہ نے یہی مقدّر کیا تھا، اور اُس نے جو چاہا کیا" اور شکوک وشُبہات سے دُور رہا کرو؛ کہ شکوک وشُبہات شیطانی عمل کا دروازہ کھول دیتے ہیں"۔

دعا

اے اللہ! ہمیں عمدہ اور عظیم کاموں کے انجام دہی کی توفیق عطا فرما، ہمیں بلند ہمتی اور توکُّل کی سعادت عطا فرما، ہمیں خود اعتمادی کی دولت سے مالا مال فرما، ہمیں اچھے اچھے کام کرنے کی سعادت نصیب فرما، انہیں اچھے انداز سے انجام دینے کی ہمت وطاقت عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "سنن ابن ماجه" باب التوكّل واليقين، ر: ٤١٦٨، صـ٧١٣.

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کا نظامِ خلافت

(جمعۃ المبارک ۱۹ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۲/۱۴ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

آپ کا مختصر تعارُف

عزیزانِ محترم! حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام عبداللہ، لقب صدیق اور عتیق ہے۔ آپ کے والد کا نام ابو قُحافہ عثمان، اور والدہ ام الخیر سلمٰی ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سلسلۂ نسَب ساتویں پُشت میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نسَب شریف سے مل جاتا ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے تقریباً ۲ سال چھوٹے ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مَردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ زمانۂ جاہلیت میں بھی قوم میں معزّز ومکرّم تھے۔ آپ نے قبلِ اسلام بھی کبھی شراب نہیں پی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہجرت کے موقع پر حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے رفیقِ سفر اور یارِ غار بھی رہے[1]۔

---

(١) "تاريخ الخلفاء" الخليفة الأوّل: أبو بكر الصدّيق رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، صـ٤١ ملخصاً.

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شانِ اقدس میں بعض قرآنی آیات

میرے محترم بھائیو! حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شانِ اقدس میں، قرآنی آیات بھی نازل ہوئیں، مکۂ مکرّمہ سے ہجرت کے وقت رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم، اور حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دورانِ سفر غارِ ثَور میں بھی رہے، اللہ تعالی نے اس واقعہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾[1] "صرف دو ۲ جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے دوست سے فرماتے تھے، کہ غم نہ کرو؛ یقیناً اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے!" یعنی مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت سیّدنا ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تسلّی دے رہے تھے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں، کہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی صحابیت اس آیت سے ثابت ہے[2]، لہذا جو شخص حضرت سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی صحابیت کا انکار کرے، وہ اس آیتِ قرآنی کا منکِر ہو کر کافر ہوا[3]۔

برادرانِ اسلام! اسی طرح حضرت سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے، جب حضرت سیّدنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بہت بھاری قیمت پر خرید کر آزاد کیا، تب کفّار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا، کہ ابو بکر نے ایسا کیوں کیا؟ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہو گا! جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا! اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: ﴿وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ﴾[4] "کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے" یعنی حضرت سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ کام محض اللہ تعالی کی رضا

---

(١) پ١٠، التوبة: ٤٠.

(٢) "تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، صـ٢٦-٣٠ ملخصاً.

(٣) "الدرّ المختار" كتاب الصلاة، باب الإمامة، ٣/ ٥٣٤ ملخصاً.

(٤) پ٣٠، الليل: ١٩.

کے لیے ہے، کسی کے احسان کا بدلہ نہیں، اور نہ ان پر حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کوئی احسان ہے۔ لہذا ہمیں بھی کسی پر احسان کے بدلے میں نہیں، بلکہ ہر نیک کام صرف اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی کے لیے انجام دینا چاہیے۔

واقعۂ معراج کی تصدیق

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! سیّدنا ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لقب "صدیق" کا سبب بیان کرتے ہوئے، امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا:

«لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْـمَسْجِدِ الْأَقْصَى، أَصْبَحَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِذَلِكَ فَارْتَدَّ نَاسٌ، فَمَنْ كَانَ آمَنُوا بِهِ وَصَدَّقُوهُ، وَسَمِعُوا بِذَلِكَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَقَالُوا: هَلْ لَكَ إِلَى صَاحِبِكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ المقدسِ؟ قَالَ: أَوَ قَالَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: لَئِنْ كَانَ قَالَ ذَلِكَ لَقَدْ صَدَقَ، قَالُوا: أَوَ تُصَدِّقُهُ أَنَّهُ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَجَاءَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنِّي لَأُصَدِّقُهُ فِيمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذَلِكَ! أُصَدِّقُهُ بِخَبَرِ السَّمَاءِ فِي غَدْوَةٍ أَوْ رَوْحَةٍ!»[1].

"جب نبئ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو رات کے قلیل حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صبح لوگوں کے سامنے اس واقعہ کو بیان فرمایا، لوگوں نے اس بارے میں چہ مگوئیاں کیں، کچھ لوگ اس سے انکاری ہوکر مرتَد ہوئے، اور ایمان والوں نے اس کی تصدیق کی۔ پھر دوڑتے ہوئے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: آپ اپنے دوست (محمد) کے بارے میں کیا

---

(١) "مستدرَك الحاكم" أبو بكر بن أبي قُحافة رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، ر: ٤٤٠٧، ٥/ ١٦٦٥.

کہتے ہیں؟ جو وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی سیر کی! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واقعی یہ فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا! لوگوں نے کہا کہ کیا آپ اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہیں، کہ وہ رات بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گئے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، میں تو اُن کی آسمانی خبروں کی بھی صبح و شام تصدیق کرتا ہوں، جو اس بات سے بھی زیادہ حیران کُن اور تعجب والی بات ہے!"۔

الحمد للہ، ہم اہلِ ایمان کا بھی یہی عقیدہ ہے، کہ اللہ تعالی نے رات کے ایک قلیل حصہ میں، اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصی تک کی سیر کرائی[1]، پھر وہاں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کو لے گیا[2]، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرش وکرسی دکھائی، اور پھر خود اپنی ملاقات کا شرفِ عظیم بھی بخشا![3]۔

سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کا صِلہ

عزیز دوستو! حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیّدنا جبریل علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا: «يا جبريلُ! على أمّتي حسابٌ؟ فقال: نعم، عليهم حسابٌ ما خلا أبا بكر الصدّيق، ليس عليه حسابٌ. قيل: يا أبا بكرٍ ادخُلِ الجنّةَ! قال: لن أَدخُلَها حتّى أدخِلَ معي مَن أحبَّني في دار الدّنيا!»[4] "میں نے جبریل سے پوچھا کہ کیا میری امّت کا

---

(١) انظر: پ١٥، الإسراء: ١.

(٢) انظر: "صحيح البخاري" كتابُ مناقب الأنصار، بابُ المِعْرَاجِ، ر: ٣٨٨٧، صـ٦٥٢.

(٣) انظر: "سنن الترمذي" [باب ومن] سورة ص، ر: ٣٢٣٤، صـ٧٣٥ ملخصاً.

(٤) "تاريخ دِمشق" لابن عساكر، تحت ر: ٣٣٩٨- عبد الله ...إلخ، ٣٠/ ١٥٣.

حساب ہوگا؟ حضرت جبریل نے عرض کی: جی ہاں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا تمام لوگوں کا حساب ہوگا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا جائے گا، کہ اے ابو بکر! جنّت میں داخل ہو جاؤ! وہ کہیں گے کہ جب تک دنیا میں مجھ سے محبت رکھنے والوں کو جنّت میں داخل نہ کرالوں، میں جنّت میں داخل نہیں ہوں گا!"۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت بھی جنّت میں داخلے کا اہم سبب وذریعہ ہے۔

خلیفۂ اوّل

حضراتِ گرامی قدر! سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخصیت ہیں، جنہیں سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرضیتِ حج کے بعد، پہلے ہی سال امیر الحجاج مقرّر فرمایا، اور انہیں اپنے سامنے مرض الوفات میں اپنی جگہ نماز کے لیے امام مقرّر فرمایا۔ حضرت سیّدنا مولا علی -کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم- کا ارشاد ہے: «لَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ نَظَرْنَا فِي أَمْرِنَا، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ قَدْ قَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ فِي الصَّلاَةِ، فَرَضِينا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضِيَ رَسُولُ الله ﷺ لِدِينِنَا، فَقَدَّمْنَا أَبَا بَكْرٍ»[1] "نبئ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وِصال کے بعد، جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ جب نماز کے مُعاملہ میں نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیّدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدّم فرمایا، اور ہمارے دین کے لیے انہیں امام بنانا پسند فرمایا، تو ہم دنیاوی مُعاملات میں بھی ان پر راضی ہوگئے، یعنی ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرکے، انہیں خلیفہ مقرّر کر دیا"۔ اس سے پتا چلا کہ سب سے پہلے خلیفہ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور یہی ہم اہلِ اسلام کا نظریہ ہے۔

---

(۱) "الطبقات الكبرى" لابن سعد، ر: ۳٤۳۳، ۳/ ۱٦۷.

خطبۂ خلافت

حضرت سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرّر ہونے کے بعد، منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد، پہلا خطبۂ خلافت ارشاد فرمایا: «أَمَّا بَعْدُ: أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنِّي قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ، وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ، فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِينُونِي، وَإِنْ أَسَأْتُ فَقَوِّمُونِي. الصِّدْقُ أَمَانَةٌ، والكذبُ خيانةٌ، والضعيفُ منكم قويٌّ عندي حتّى أزيحَ علّتَه إِنْ شَاءَ الله، وَالْقَوِيُّ فِيكُمْ ضَعِيفٌ حَتَّى آخُذَ منه الحقَّ إِنْ شَاءَ الله، لَا يَدعُ قَوْمٌ الجِهَادَ فِي سَبِيلِ الله إِلَّا ضَرَبَهُمُ اللهُ بِالذُّلِّ، ولا يشيعُ قومٌ قطُّ الفاحشةَ إِلَّا عَمَّهُمُ اللهُ بِالبَلَاءِ، أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللهَ وَرَسُولَهُ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللهَ وَرَسُولَهُ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ! قُومُوا إِلَى صَلَاتِكُمْ يَرْحَمْكُمُ اللهُ!»[1].

"لوگو! میں تمہارا امیر بنادیا گیا ہوں، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری مدد کرنا، اور اگر برا کروں تو مجھے درست راہ بتادینا۔ سچائی ایک امانت ہے، اور جھوٹ خیانت ہے۔ جو تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے، اللہ تعالی نے چاہا تو میں اس کا شکوہ دُور کردُوں گا، اور جو تم میں طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے، تو ان شاء اللہ تعالی میں اس سے کمزور کا حق لے کر رہوں گا۔ جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے، اللہ جلّ جلالہ اس پر ذِلّت مسلّط کردیتا ہے، اور جس قوم میں بے حیائی عام ہوجائے، اللہ تعالی ان پر مصیبت عام کردیتا ہے۔ جب تک میں اللہ ورسول کی اِطاعت کروں، تم بھی میری فرمانبرداری کرنا، اور جب میں اللہ ورسول کی نافرمانی کروں، تو تم پر میری

(١) "البداية والنهاية" ذكر اعتراف سعد بن عبادة بصحّة ...إلخ، ٥/ ٢٤٨.

اِطاعت لازم نہیں! اچھا اب نماز کو اٹھو، اللہ تعالی تم سب پر رحم فرمائے!"۔

یہ خطبہ اپنے اختصار کے باوُجود اہم ترین اسلامی خطبات میں سے ایک ہے، اس خطبہ میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے حاکم اور رِعایا کے درمیان مُعاملات کے سلسلہ میں عدل ورحمت کے قواعد بیان فرمائے، اس بات پر یاد دہانی کرائی کہ حُکّام کی اِطاعت، اللہ ورسول کی اطاعت پر منحصر ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی طرف توجہ دلائی؛ کیونکہ جہاد اس امّت کی عزّت وشان کے لیے انتہائی اَہمیت کا حامل ہے۔ نیز بے حیائی اور فحاشی کے کاموں سے اجتناب پر زور دیا؛ کیونکہ مُعاشرے کو فتنہ وفساد سے بچانے کے لیے، یہ چیز بھی انتہائی ضروری ہے۔

بحیثیتِ امیر المؤمنین آپ کا ذریعۂ مُعاش

محترم بھائیو! حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیعتِ خلافت کے دوسرے روز، کچھ چادریں لے کر بازار جارہے تھے، حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے دریافت کیا: «أين تريدُ؟» "آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟" فرمایا: «إلى السُّوقِ» "(بغرضِ تجارت) بازار جارہا ہوں"، حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے عرض کی: «تصنعُ ماذا وقد وُلّيتَ أمرَ المسلمينَ؟!» "آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اب آپ مسلمانوں کے امیر ہیں!" یہ سن کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: «فمِن أين أُطعِم عِيالي؟» "(اگر میں یہ کام نہ کروں) تو پھر اپنے اہل وعِیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟" حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے عرض کی: «انطلِقْ، يَفرض لك أبو عبيدةَ» "آپ واپس چلیے، آپ کے اِخراجات حضرت ابوعبَیدہ طے کریں گے" پھر یہ دونوں حضرات سیّدنا ابوعبَیدہ بن جرّاح رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے پاس تشریف لائے، حضرت

سیّدنا ابو عبیدہ نے فرمایا: «أَفرَضُ لك قُوتَ رجلٍ من المهاجرين، ليس بأفضلِهم ولا أوكَسِهم، وكِسوةَ الشِّتاءِ والصَّيفِ، إذا أخلقتَ شيئاً رددتَه وأخذتَ غيرَه!» "میں آپ (حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اَہل وعِیال کے لیے) ایک اَوسط درجے کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ کرکے روزینہ، اور موسمِ سرما وگرما کا لباس مقرّر کرتا ہوں، اس طور پر کہ جب وہ لباس قابلِ استعمال نہ رہے، تو واپس دے کر دوسرا لے لیا کریں" چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے آدھی بکری کا گوشت، لباس اور روٹی مقرّر کردی[1]۔

اس واقعہ میں ہر جگہ اور ہر دَور کے حکمرانوں کے لیے یہ واضح پیغام ہے، کہ وہ بیت المال میں سے اتنی تنخواہ لیں، جتنی ایک اَوسط درجہ کے ملازِم کی اُجرت ہوا کرتی ہے، یعنی شاہ خرچی سے بچ کر، ملک وقوم کی حقیقی خدمت انجام دیں، تب ان کی رِعایا انہیں خیر وبرکت کی دعاؤں سے نوازے گی، جس سے ان کی دنیا اور آخرت سَنوَر جائے گی۔

اہلِ بیت کِرام سے آپ کی محبت ومودَّت

عزیزانِ محترم! عموماً انسان جس سے محبت کرتا ہے، اس سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت کرنے لگتا ہے۔ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا، اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے، جب حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق سے مطالبہ کیا، کہ خیبر اور فدک کی جائیداد (رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی میراث کے طور پر ان میں تقسیم کی جائے! تب اس مطالبہ کے جواب میں حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ میں نے نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: «لَا نُورثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا

(١) "تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، صـ٦٣ ملخصاً.

يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا المَالِ» "ہم (نبیوں کے) مال میں وراثت نہیں ہوا کرتی، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے، البتہ آلِ محمد اس میں سے نفقہ لے سکتے ہیں"۔ اُس پروردگار کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قرابتداری مجھے اپنے اَقرِباء سے زیادہ محبوب ہے!""[1]۔

چنانچہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس جائیداد کا وہی انتظام کیا جو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہوا کرتا تھا، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس میں سے سال بھر کے لیے اہلِ بیت کا نفقہ نکالتے، اس کے بعد جو باقی بچتا اسے اللہ کا مال قرار دیتے، یعنی مسافروں، غریبوں، مسکینوں اور حاجتمندوں پر صرف کیا کرتے۔ جس طرح تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے محبت، ایمان کا حصہ اور اس کا کمال، بلکہ حقیقتِ ایمان ہے، سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی ہر چیز، بالخصوص اہلِ بیتِ اَطہار رضی اللہ تعالٰی عنہم سے محبت بھی ایمان کا تقاضا ہے!۔

بدعات کا سدِّباب

جانِ برادر! تمام اَدیان کے مسخ ہو جانے کی اصل وجہ وہ بدعات ہیں، جو رفتہ رفتہ جزوِ مذہب و دین بن کر، اس کی اصلی صورت اس طرح بدل دیتی ہیں، کہ اصل دین کی صحیح تعلیم و مُتبعین کی ایجادات میں امتیاز و فرق دشوار ہو جاتا ہے۔ حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دَور میں بدعات بہت کم پیدا ہوئیں، تاہم جب کبھی کسی بدعت کا ظہور ہوا، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے مٹانے میں پورا زور لگا دیا۔

ایک بار حج کے موقع پر قبیلہ اَحمس کی عورت کے بارے میں معلوم ہوا، کہ وہ

(١) "صحيح البخاري" كتاب المغازي، ر: ٤٠٣٥، ٤٠٣٦، صـ٦٨٢.

گفتگو نہیں کرتی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وجہ پوچھی: «مَا لَهَا لَا تَكَلَّمُ؟» "وہ کلام کیوں نہیں کرتی؟" لوگوں نے بتایا کہ اس نے خاموش حج کا ارادہ کیا ہے، یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس عورت سے فرمایا: «تَكَلَّمِي! فَإِنَّ هَذَا لَا يَحِلُّ، هَذَا مِنْ عَمَلِ الجَاهِلِيَّةِ!» "یہ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ ہے، یہ جائز نہیں، تم بات چیت کرلو!" اس عورت نے بات کی اور کہا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا: «أَنَا أَبو بَكْرٍ»[1] "میں ابو بکر ہوں"۔

انتقال سے قبل بیت المال سے لیے گئے سامان کی واپسی کی وصیت

حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «لَمَّا احْتُضِرَ أَبو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: يَا عَائِشَةُ! انْظُرِي اللِّقْحَةَ الَّتِي كُنَّا نَشْرَبُ مِنْ لَبَنِهَا، وَالْجَفْنَةَ الَّتِي كُنَّا نَصْطَبِحُ فِيهَا، وَالْقَطِيفَةَ الَّتِي كُنَّا نَلْبَسُهَا، فَإِنَّا كُنَّا نَنْتَفِعُ بِذَلِكَ حِينَ كُنَّا فِي أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَإِذَا مِتُّ فَارْدُدِيهِ إِلَى عُمَرَ، فَلَمَّا مَاتَ أَبو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَرْسَلَتْ بِهِ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ: رَضِيَ اللهُ عَنْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ! لَقَدْ أَتْعَبْتَ مَنْ جَاءَ بَعْدَكَ!»[2].

"حضرت ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا، کہ اے عائشہ دیکھو! یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے ہیں، اور یہ بڑا پیالہ جس میں ہم پیتے ہیں، اور یہ چادر جو ہم اوڑھتے ہیں، ان سے اسی وقت تک نفع اٹھا سکتے ہیں جب تک ہم مسلمانوں کے امرِ خلافت انجام دیتے رہیں گے، جس وقت میں وفات پا جاؤں تو یہ تمام سامان حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو لوٹا دینا۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوا، تو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے یہ تمام چیزیں

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب مناقب الأنصار، ر: ٣٨٣٤، صـ٦٤٣ ملتقطاً.
(٢) "المعجم الكبير" سن أبي بكر وخطبته ووفاته رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، ر: ٣٨، ١/ ٦٠.

حسبِ وصیت حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوادیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابوبکر اللہ آپ پر رحم فرمائے! کہ آپ نے تو اپنے بعد آنے والوں کو تھکا دیا ہے!" یعنی آپ نے اپنے بعد والوں کو بھی انتہائی احتیاط کی تاکید ورَہنمائی فرمادی ہے۔

آپ کا وصال شریف

میرے دوستو اور بزرگو! سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے (آخری ایّام میں) جب مرض میں اضافہ ہوا، تو انہوں نے پوچھا: «أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟» "آج کونسا دن ہے؟" ہم نے عرض کی: پیر کا دن ہے، فرمایا: «فَأَيُّ يَوْمٍ قُبِضَ فِيهِ رَسُولُ الله ﷺ؟» "رسول اللہ ﷺ نے کس دن وصال فرمایا؟" سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: پیر کے دن رحلت فرمائی، اس پر فرمایا: «فَإِنِّي أَرْجُو مَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ»[۱] "مجھے امید ہے کہ میں آج دن یا رات میں کسی وقت فوت ہوجاؤں گا!"۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت وتدفین

محترم حضرات! حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرضِ وفات میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا: «إِذَا مِتُّ وَفَرَغْتُمْ مِنْ جَهَازِي، فَاحْمِلُونِي حَتَّى تَقِفُوا بِبَابِ الْبَيْتِ، الَّذِي فِيهِ قَبْرُ النَّبِيِّ ﷺ، فَقِفُوا بِالْبَابِ وَقُولُوا: "السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ الله! هَذَا أبو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ!" فَإِنْ أُذِنَ لَكُمْ وَفُتِحَ الْبَابُ -وَكَانَ الْبَابُ مُغْلَقاً- فَأَدْخِلُونِي فَادْفِنُونِي، وَإِنْ لَمْ يُؤْذَنْ لَكُمْ فَأَخْرِجُونِي إِلَى الْبَقِيعِ وَادْفِنُونِي».

"جب میں انتقال کرجاؤں، اور تم لوگ میرے غسل وکفن سے فارغ ہوچکو، تو

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند السيِّدة عائشة رضي الله عنها، ر: ۲٤۲٤۱، ۹/ ۲۹۷.

میرا جنازہ اُٹھا کر نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضۂ مبارکہ کے دروازے پر رکھ دینا، اور عرض کرنا: "اے اللہ کے رسول آپ پر سلامتی ہو! یہ ابوبکر اجازت چاہتا ہے!" اگر اجازت مل جائے اور دروازہ کھل جائے (کیونکہ وہ دروازہ بند رہتا تھا) تو مجھے اندر لے جا کر دفن کر دینا، اور اگر اجازت نہ ملے تو اُٹھا کر بقیع میں دفن کر دینا" لوگوں نے ایسا ہی کیا، اور درِ نبی پر پہنچ کر یہ گزارش کی، تو دروازے کا تالا گرا اور دروازہ کھل گیا، اور روضۂ پاک کے اندر سے آواز آئی کہ "محبوب کو محبوب سے ملا دو؛ کہ حبیب اپنے حبیب کی ملاقات کا مشتاق ہے"[1]۔

۱۳ سنِ ہجری ۲۲ جُمادی الآخرہ کو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وصال ہوا، لہذا اس دن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا دن، عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سب سے افضل

ہم اہل سنّت وجماعت کا عقیدہ ونظریہ ہے، کہ انبیاء ومرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد، تمام لوگوں میں سب سے افضل، حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں[2]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سچی محبت، ان کی شکرگزاری، اور ان کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کی توفیق عطا فرما، ہمیں ایسے پابندِ شریعت حکمران عطا فرما، جو وطن عزیز میں نظامِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نافذ کریں، جو اپنے طرزِ حکمرانی میں تیرے حبیبِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ان کے خلفائے راشدین کی اتّباع کریں، ہر طرف عدل وانصاف کا دَور دَورہ ہو جائے، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(۱) "الشريعة" للآجرّي، باب ذكر دفن ...إلخ، تحت ر: ۱۸۶۱، ۵/ ۲۳۸۲.
(۲) "شرح العقائد النَّسَفية" صـ۲۲۷.

شعائرِ اسلام کی عظمت اور ہماری ذمہ داری

(جمعۃ المبارک: ۱۹ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۱ھ - ۱۴/۰۲/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام کے خلاف کفّار ومشرکین اور مُلحِد وبے دین لوگ ہمیشہ سے برسرِ پیکار رہے، حق وباطل کی یہ جنگ تیر وتلوار اور قلم وقرطاس سے لے کر، آج الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and print media) تک، ہر محاذ پر پوری شدّت سے جاری وساری ہے۔ ہر دَور میں اس کے مختلف انداز رہے ہیں، ہمارے زمانے میں اسلام کی خیر خواہی کے نام پر مسلمانوں کو ڈَسنا، اسلام کے قطعی اَحکام کو محض مفروضوں کی بنیاد پر جرح وتنقید کا نشانہ بنانا، "لبیک یا رسولَ اللہ" کا نعرہ لگا کر، اپنے نبی ﷺ سے محبت کے اظہار کو، بلیک میلنگ بتانا، مساجد اور مدارسِ دِینیہ کو بے حیائی اور فحاشی کے اڈّے ظاہر کرنا، علمائے دِین اور حقیقی ثناء خوانِ مصطفی ﷺ کی توہین اور کردار کشی کرنا، مغربی تہذیب سے مغلوب زدہ

فلموں، ڈراموں میں ماں باپ، بہن بھائی، اور بیٹا بیٹی جیسے پاکیزہ رشتوں کی حرمت اور تقدّس کو پامال کرنا، آج مُلحِدین کا طُرّۂ امتیاز اور پسندیدہ مشغلہ ہے۔

راہِ حق سے پھرنے والے اِنہی ملحدین سے متعلق، حدیثِ پاک میں حضرت سیّدُنا عیاض مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَلَا إِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ، مِمَّا عَلَّمَنِي يَوْمِي هَذَا، ...إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ»[1] "سنو! یقیناً میرے رب نے مجھے حکم دیا، کہ جو اُس نے مجھے آج سکھایا ہے میں تمہیں وہ سکھادوں، جس سے تم ناواقف ہو (اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:)... یقیناً میں نے اپنے بندوں کو راہِ حق پر پیدا کیا، پھر شیاطین ان کے پاس آئے اور انہیں ان کے دِین سے پھیر دیا"۔

علمائے دین کی کردار کشی

حضراتِ ذی وقار! صرف اسی پر اِکتفاء نہیں، بلکہ دجّالی قوّتوں کی جانب سے علمائے اسلام اور مذہبی شخصیات کے کردار پر کیچڑ اُچھال کر، ناموسِ رسالت کے قانون (295C) کے خلاف سازش رچائی جارہی ہے، اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی جارہی ہے، کہ اس قانون کے تحت جو گستاخانِ رسول سزا بھگت رہے ہیں، وہ سب بے گناہ وبے قصور ہیں، جبکہ ان پر بنائے جانے والے مقدّمات علمائے دین کے ذاتی جھگڑوں اور دشمنی کا شاخسانہ ہے (معاذ اللہ)!۔

دینی معلومات سے بے خبر ایسے لوگوں کو یہ بات خوب ذہن نشین کرلینی چاہیے، کہ کسی عام مسلمان سے متعلق غلط وبے بنیاد تہمتوں کا بازار گرم کرنا، اُسے ناحق

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الجنة ...إلخ، ر: ۷۲۰۷، صـ۱۲۴۱ ملتقطاً.

تکلیف واذیت دینا، حرام اور اللہ تعالی کی شدید ناراضگی کا سبب ہے۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾[1] "جو ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو بے قصور ستاتے ہیں، انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لے لیا"۔

رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ آذَى مُسْلِماً فَقَدْ آذَانِي! وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ!»[2] "جس نے ناحق کسی مسلمان کو اِیذا دی، یقیناً اس نے مجھے اِیذا دی! اور جس نے مجھے اِیذا دی اس نے اللہ عزوجل کو اِیذا دی!"۔

اسی طرح کسی مسلمان کی غیبت کرنے، اور اس کے عیبوں کو لوگوں میں مشہور کرنے والے کو، باز رہنے کی تنبیہ کرتے ہوئے مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الإِيمَانُ قَلْبَهُ! لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ؛ فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ»[3] "اے وہ لوگو جو صرف زبان سے اسلام لائے اور ابھی ایمان اُن کے دلوں میں نہیں اُترا! مسلمانوں کی غیبت نہ کرو! اُن کی عیب جُوئی نہ کرو! جو اپنے مسلمان بھائی کے عیوب کی تلاش میں رہے گا، اللہ تعالی اس کے عیبوں کو ظاہر فرمادے گا، اور جس کے ساتھ اللہ تعالی ایسا مُعاملہ فرمائے، وہ اپنے گھر کے اندر بھی اللہ تعالی کی طرف سے مسلّط کردہ ذِلّت وخواری سے نہیں بچ سکتا!"۔

---

(١) پ ٢٢، الأحزاب: ٥٨.

(٢) "المعجم الأوسط" باب السين، من اسمه سعيد، ر: ٣٦٠٧، ٢/ ٣٨٧.

(٣) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في الغيبة، ر: ٤٨٨٠، صـ٦٨٨.

اور اگر مُعاملہ صحیح العقیدہ اور باعمل سُنّی علمائے دین کا ہو، تو مُعاملہ اس سے بھی سخت تر ہے؛ کہ یہ حضرات کتاب اللہ کے وارث، اور اللہ تعالی کے چُنیدہ بندے ہیں، اللہ عزّوجلّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾(۱) "پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چُنے ہوئے بندوں کو"۔ لہذا علمائے دین کے کردار پر انگلی اٹھانے والے کو، اللہ رب العالمین کے اس فرمان پر بار بار غور کرنا چاہیے۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "عالِم شریعت اگر اپنے علم پر عامل بھی ہو (تو وہ) چاند ہے، کہ آپ ٹھنڈا اور تمہیں روشنی دے، ورنہ شمع ہے کہ خود جلے مگر تمہیں نفع دے"(۲)۔

حضراتِ ذی وقار! اللہ تعالی نے علمائے کرام کی عظمت وشان کو خوب اعلیٰ وافضل کیا، ان کی بلندئ درجات کو خاص طور پر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾(۳) "اللہ تمہارے ایمان والوں کے، اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے"۔

دنیا بھر کے مسلمانوں کو، تاقیامت ان علماء کی بارگاہ سے رجوع کرنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(٤) "اگر تمہیں علم نہیں تو علم والوں سے پوچھو!"۔

---

(١) پ ٢٢، الفاطر: ٣٢.

(٢) "فتاوی رضویہ، کتاب الحظر والاِباحۃ، عالِم باعمل چاند اور عالِم بے عمل شمع ہے، ۱۷/۱۳۸۔

(٣) پ ٢٨، المجادلة: ١١.

(٤) پ ١٤، النحل: ٤٣.

علمائے دین کی شان بتاتے ہوئے، اللہ تعالی نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا: ﴿قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ﴾[۱] "اے حبیب آپ ان سے فرمادیجیے! کہ کیا برابر ہیں علم والے اور بے علم ؟!"۔

اللہ جَلَّ جَلالُہٗ نے ان کا شمار اپنے ڈرنے والے بندوں میں کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا﴾[۲] "اللہ تعالی سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں، جو علم والے ہیں"۔

اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں علمائے دین کا ذکر اپنے اور فرشتوں کے ساتھ کیا، انہیں اپنی وَحدانیت کا گواہ بنایا، اور ان کی گواہی کو فرشتوں کی طرح معتبر ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿شَهِدَ اللّٰہُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الۡمَلٰٓئِکَةُ وَ اُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًۢا بِالۡقِسۡطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ﴾[۳] "اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتوں نے اور علماء نے انصاف سے قائم ہو کر، عزّت وحکمت والا جس کے سوا کسی کی عبادت نہیں"۔

میرے محترم بھائیو! آج بعض لبرلز (Liberals) اور سیکولر (Secular)، ان سب اَحکامِ خداوندی کو بالائے طاق رکھ کر، علمائے دین کی توہین وتذلیل میں لگے ہوئے ہیں، جھوٹی باتوں کے ذریعے علماء کی کردارکشی کے پلان بنائے جارہے ہیں، دینِ اسلام کی خاطر علماء کی خدمات اور قربانیوں کو مسخ کرکے پیش کیا جارہاہے، دجّالی میڈیا کو

---

(۱) پ ۲۳، الزمر: ۹.

(۲) پ ۲۲، فاطر: ۲۸.

(۳) پ ۳، آل عمران: ۱۸.

ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہوئے، علماء کے خلاف فلمیں، ڈرامے پرڈیوس (Produce) کیے جارہے ہیں، انہیں قید وبند کی صُعوبتوں کے ذریعے ڈرایا دھمکایا جارہا ہے، ناموسِ رسالت پر پہرہ دینے کے مقدّس جُرم میں ان پر براہِ راست فائرنگ کی جا رہی ہے، جیلوں میں قید کرکے انہیں ذہنی وجسمانی اذیتوں سے دوچار کیا جارہا ہے، سخت سردی کی ٹھٹرتی راتوں میں بزرگ اور شدید بیمار علمائے کرام پر ٹھنڈا پانی ڈالا جاتا ہے، انہیں ضروری اَدویات سے محروم رکھ کر، ان کے بنیادی انسانی حقوق پامال کیے جاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس مملکتِ خداداد پاکستان میں ہورہا ہے، وہ ملک جو خالصۃً اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، جس کے موجودہ حکمران اُسے ریاستِ مدینہ بنانے کے دعوے دار ہیں۔ ایسوں کو چاہیے کہ وہ علمائے دین کے مقام ومرتبہ کو پہچانیں، اُن کی عزّت واحترام کا لحاظ رکھیں، اُن کی کردارکشی سے باز رہیں، اور اُن کے حق کو ہلکا نہ جانیں!۔

علمائے دین کے حق کو ہلکا جاننے والے سے متعلق، حضرت سیّدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَخِفُّ بِحَقِّهِمْ إِلَّا مُنَافِقٌ: (١) ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ، (٢) وَذُو الْعِلْمِ، (٣) وَإِمَامٌ مُقْسِطٌ»[1] "(۱) وہ بوڑھا جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، (۲) عالمِ دین، (۳) اور عادل امام (حکمران) کے حق کو صرف منافق ہی ہلکا جانے گا"۔

دینی مدارس کے اساتذہ اور طلباء کا مقام ومرتبہ

حضراتِ ذی وقار! آج دینی مدارس اور اس میں پڑھنے پڑھانے والے علمائے دین، حفّاظ اور قاری صاحبان پر، تنقید کے نشتر چلائے جارہے ہیں، شب وروز قرآن وحدیث

(١) "المعجم الكبير" مَطرح بن يزيد أبو الملهب ...إلخ، ر: ٧٨١٩، ٨/ ٢٠٢.

پڑھنے پڑھانے والوں کی سیرت وکردار پر انگلی اٹھاتے ہوئے، بعض بے کرداروں کی جانب سے، ان کے کلاس رومز میں کیمرے لگائے جانے کے مطالبات سامنے آرہے ہیں، ڈی چوک، اسلام آباد میں ایک سوچھبیس (١٢٦) دن تک، ٹی وی چینلز پر براہِ راست، مسلمان بیٹیوں کو بیچ چوراہے پر، ناچتے نچاتے دیکھنے والی لبرل سول سوسائٹی (Liberal Civil Society) کی غیرت جاگ رہی ہے! اس پہ چپ رہنے والے یہ مغرب زدہ لوگ، علمائے اسلام کو کس منہ سے موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں؟ ان کی غیرت اس وقت کیوں نہیں جاگی، جب ایک مجسٹریٹ پہ زیادتی کا الزام لگایا گیا، انہیں اپنی فلموں اور ڈراموں میں منفی رول ادا کرنے کے لیے، کسی سیاستدان، جج، صحافی یا اداکار کے بجائے، صرف ایک مولوی کے منفی رول کا کریکٹر ہی کیوں بھاتا ہے؟ کیا اس کا مقصد واقعی اِصلاحِ مُعاشرہ ہے؟ یا پھر ریٹنگ کا چکر ہے؟

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام کی تعلیمات سے نابلد ایسے لوگوں کو خوب جان لینا چاہیے، کہ دینی مدارس کے جن اساتذہ وطلباء کے کردار پر وہ انگلی اٹھا رہے ہیں، ان کے مقام ومرتبہ سے متعلق نبئ مکرّم، سرورِ کونین ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی ارشاد فرمادیا تھا: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَه»[1] "تم میں سب سے بہتر وہ ہے، جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا"۔

ایک اَور مقام پر علمِ دین حاصل کرنے والوں کے لیے، جنّت کا راستہ آسان ہونے کی خوشخبری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْماً، سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيْقاً إِلَى الْجَنَّةِ»[2] "جو علم کی طلب میں کسی راستہ پر چلا،

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب فضائل القرآن، ر: ٥٠٢٧، صـ٩٠١.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب الذكر والدعاء والتوبة، ر: ٢٦٩٩، صـ١١٧٣.

اللہ تعالی اس کے لیے جنّت کا راستہ آسان فرمادے گا"۔

میرے عزیز! کسی کے قول وفعل پر انگلی اٹھانے سے قبل، ہر انسان کو چاہیے کہ اپنے کردار پر نظر دَوڑائے، اپنی اصلاح کرے، دوسروں کے عیوب کا متلاشی ہرگز نہ رہے، اور اگر خدانخواستہ آپ پر کسی کا عیب ظاہر ہو بھی جائے تو اس کی پردہ پوشی کیا کریں۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ، سَتَرَ الله عَلَيْهِ فِي الْآخِرَةِ»[1] "جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیب پوشی کی، اللہ تعالی آخرت میں اس کی عیب پوشی فرمائے گا"۔

اِلحادی فکر کا فروغ اور دجّالی میڈیا

عزیزانِ محترم! افسوس کہ آج ہم میں سے بہت سوں نے کلمہ تو پڑھ رکھا ہے، مگر اس کے معنی، مفہوم اور تقاضوں پر کبھی غور نہیں کیا، کہ بحیثیت مسلمان ہمارے عقائد ونظریات کیا ہونے چاہئیں؟ دینِ اسلام کی صحیح تعلیمات کیا ہیں؟ اور اس دین کو ہم تک پہنچانے والے انبیاء علیہم السلام کے وارث، علمائے دین کی شان اور اللہ عزّوجلّ کے حضور ان کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟

حضراتِ گرامی قدر! اِلحاد کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا ایک سبب ہمارا دجّالی میڈیا بھی ہے، جو یہود ونصاری کی فنڈنگ پر اپنے ٹی وی چینلز، اور زر خرید صحافیوں کے ذریعے شب وروز علمائے ربّانیین کی توہین، تذلیل اور کردار کشی میں مصروف ہے۔ ان کا اصل ٹارگٹ ہماری نوجوان نسل کو اسلام اور علمائے دین سے بدظن کرنا ہے؛ کیونکہ وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں، کہ اگر ہم مسلمان نوجوانوں کو علمائے دین سے متنفر کرنے میں

---

(۱) "مصنَّف عبد الرزّاق" باب ستر المسلم، ر: ۱۸۹۳۳، ۱۰/ ۲۲۷۔

کامیاب ہوگئے، توپھر الحادی فکر وفلسفہ کو پھیلنے سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا!۔

علمائے امّت کی ذمہ داری

میرے عزیز دوستو! ہر گزرتے وقت کے ساتھ صورتحال مزید گھمبیر ہوتی جارہی ہے، لبرل ازم (Liberalism) کا رُوپ دھارے مُلحِد اپنے مذموم مقاصد میں بظاہر کامیاب ہوتے نظر آرہے ہیں، لیکن انتہائی افسوس کی بات یہ ہے، کہ اس کا سدِّباب کرنے کے بجائے، ہم باہمی چپقلشوں رنجشوں کا شکار ہیں، اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اَغیار اور دجّالی سوچ کے حامل افراد نے، براہِ راست محراب ومنبر ہی کو ہدَفِ تنقید بنالیا ہے۔ آج ضرورت اس اَمر کی ہے، کہ ہمارے علماء دَورِ جدید کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھیں، اپنے قول وفعل میں شائستگی لائیں، اپنی مساجد اور مدارس میں ضروری اصلاحات کا نفاذ کریں، نیز ایسی کوئی بات یا کام نہ ہونے پائے، جس کے سبب اہلِ باطل کو اسلام پر طعن وتشنیع کا موقع ملے!!۔

دعا

اے اللہ! علمائے دین کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھ، ہمیں ان کا ادب واحترام کرنے کی توفیق مرحمت فرما، ہمیشہ ان کے دامن سے وابستہ رکھ، اسلام پر ثابت قدم رکھ، سیکولرازم (Secularism) اور لبرل ازم (Liberalism) کا لبادہ اوڑھ کر کفر والحاد کا پرچار کرنے والوں سے محفوظ رکھ، دینِ اسلام پر استقامت عطا فرما، حق کا بول بالا اور باطل قوّتوں کا منہ کالا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

فضائلِ رجب المرجب

(جمعة المبارک ۲۶ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۱ھ - ۲۱/۲/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

حرمت والے مہینے

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی نے جن مختلف ایّام اور مہینوں کو عظمت وشان سے نوازا ہے، ان میں سے ایک رجب المرجب کا مہینہ بھی ہے، جو قمری مہینوں میں ساتواں ہے، اور یہ چار۴ حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾[1] "یقیناً مہینوں کی گنتی اللہ تعالی کے نزدیک جب سے اُس نے آسمان وزمین بنائے، اللہ تعالی کی کتاب میں بارہ ۱۲ مہینے ہے، ان میں سے چار۴ حرمت والے ہیں"۔

عزیزانِ گرامی قدر! ان حرمت والے مہینوں کی وضاحت کرتے ہوئے نبئ کریم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْم خَلَقَ اللهُ

(١) پ١٠، التوبة: ٣٦.

السَّماوَاتِ وَالأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: (١) ذُو القَعْدَةِ، (٢) وَذُو الحِجَّةِ، (٣) وَالْمُحَرَّمُ، (٤) وَرَجَبُ مُضَرَ، الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ»[1] "یقیناً زمانہ پلٹ کر اُسی حالت پر آگیا ہے، جس پر اُس دن تھا جس دن اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، سال میں بارہ ۱۲ مہینے ہیں، ان میں سے چار ۴ حرمت والے ہیں، تین ۳ بالترتیب: (۱) ذوالقعدہ، (۲) ذو الحجہ، (۳) اور محرّم الحرام، اور ایک جُمادی اور شعبان کے درمیان (۴) رجب کا مہینہ ہے"۔

ان حرمت والے مہینوں سے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ﴾[2] "ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم (گناہ) مت کرو!"۔

حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرمان ہے: «في كُلِّهنَّ، ثمّ خصَّ من ذلك أربعةَ أشهُر، فجعلَهنَّ حُرُماً، وعظَّمَ حُرُماتِهنَّ، وجعلَ الذَّنبَ فيهنَّ أعظمَ، والعملَ الصَّالحَ والأجرَ أعظمَ»[3] "یعنی تمام مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے بچو، بطورِ خاص ان چار ۴ مہینوں میں؛ کہ اللہ تعالی نے انہیں محترم بنایا، ان کا احترام عظیم کیا، ان میں گناہ کو بڑا جُرم قرار دیا، اور ان میں نیک عمل کا ثواب بڑھادیا"۔

"تفسیرِ جلالین" میں ہے کہ "اپنی جانوں پر ظلم سے مراد گناہوں کا ارتکاب ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مہینوں میں بُرائی کا گناہ زیادہ ہوتا ہے"[4]۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب بدء الخلق، ر: ٣١٩٧، صـ٥٣٣.
(٢) پ١٠، التوبة: ٣٦.
(٣) "تفسير الطَبَري" پ١٠، التوبة، ر: ١٢٩٧٢، الجزء ١٠، صـ١٦٤.
(٤) "تفسير الجلالين" پ١٠، التوبة، تحت الآية: ٣٦، صـ١٥٨.

امام ابو داؤد نے باہلی قبیلہ کے ایک شخص سے روایت کیا، کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئے، پھر واپس چلے گئے اور ایک سال بعد دوبارہ آئے، تو ان کی حالت بدلی ہوئی تھی، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «وَمَنْ أَنْتَ؟» "تم کون ہو؟" اس نے کہا: میں وہی باہلی ہوں جو آپ کی بارگاہ میں گزشتہ سال حاضر ہوا تھا، رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: «فَمَا غَيَّرَكَ، وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ؟» "تم اتنا بدل کیسے گئے؟ حالانکہ تم تو بڑی اچھی حالت میں تھے!" اس نے عرض کی کہ آپ سے جُدا ہونے کے بعد میں صرف رات میں کھانا کھایا کرتا (یعنی مسلسل روزے رکھتا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لِمَ عَذَّبْتَ نَفْسَكَ؟» "تم نے خود کو تکلیف میں کیوں ڈالا؟" پھر فرمایا: «صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْماً مِنْ كُلِّ شَهْرٍ» "تم ماہِ رمضان کے روزے رکھا کرو، اور ہر مہینے میں ایک دن روزہ رکھا کرو!" اس نے عرض کی کہ کچھ بڑھا دیجیے؛ کیونکہ مجھ میں قوّت ہے! رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «صُمْ يَوْمَيْنِ» "ہر ماہ دو ۲ روزے رکھ لیا کرو!" اس نے عرض کی کہ کچھ بڑھا دیجیے! رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: «صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ» "ہر ماہ تین ۳ روزے رکھ لیا کرو" اس نے عرض کی کہ کچھ اَور بڑھا دیجیے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ! صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ! صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ!» "حُرمت والے مہینوں میں روزہ رکھو اور پھر چھوڑ دو! روزہ رکھو اور پھر چھوڑ دو! روزہ رکھو اور پھر چھوڑ دو!" اپنی تین ۳ اُنگلیوں کو بند کرکے پھر کھول دیا[1]۔ یعنی ان حرمت والے مہینوں میں سے جس میں چاہو روزہ

(۱) "سنن أبي داود" باب في صوم أشهر الحرم، ر: ۲۴۲۸، صـ۳۵۲.

رکھو، اور تین ۳ اُنگلیوں سے اشارہ فرمایا کہ ایک ساتھ تین ۳ سے زیادہ مت رکھو! اور تین ۳ کے بعد ایک یا دو ۲ دن چھوڑ دو! یا پھر تین ۳ دن روزہ رکھ کر تین ۳ دن چھوڑ دو!۔

ماہِ رجب کی پہلی رات

محترم بھائیو! اللہ تعالی سے جب بھی دعا کی جائے مقبول ہے، لیکن بعض اوقات اتنے خاص ہوتے ہیں، کہ ان میں دعا رَد نہیں کی جاتی، حضرت سیّدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «خمسُ ليالٍ لا تُرَدُّ فيهنَّ الدعوةُ: (١) أوّلُ ليلةٍ مِن رجَبٍ، (٢) وليلةُ النصفِ من شعبانَ، (٣) وليلةُ الجمعةِ، (٤) وليلةُ الفِطرِ، (٥) وليلةُ النحرِ»[1] "پانچ ۵ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا رَد نہیں کی جاتی: (۱) رجب کی پہلی رات، (۲) شعبان کی پندرہویں شب، (۳) شبِ جمعہ، (۴) شبِ عید الفطر، (۵) اور شبِ نحر یعنی ذو الحجۃ الحرام کی دسویں شب"۔ لہذا دیگر اوقات کی طرح ماہِ رجب المرجب کی پہلی رات میں بھی دعا سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

ماہِ رجب المرجب کی برکت

عزیز دوستو! حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ جب ماہِ رجب آتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا کرتے: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ، وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ!»[2] "الٰہی ہمیں رجب وشعبان میں برکت دے! اور ہمیں رمضان تک پہنچا!"۔ لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ جب رجب المرجب کا مبارک مہینہ

---

(١) "تاريخ دِمشق" پ١٠، تحت ر: ٩٦٨- بندار ...إلخ، ١٠/ ٤٠٨.

(٢) "شعب الإيمان" تخصيص شهر رجب بالذكر، ر: ٣٨١٥، ٣/ ١٣٩٩.

شروع ہو، تو اللہ تعالی کی بارگاہ میں اسی طرح دعاگو ہوں، جس طرح دو جہاں کے سردار وسرکار ﷺ دعا کیا کرتے، اور اس کی برکات حاصل کریں۔

عزیز دوستو! امام سُیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نقل فرماتے ہیں، کہ حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے: «إذا كانَ يومُ العيدِ، ويومُ العشرِ، ويومُ الجمعةِ الأولى مِن شهرِ رجبٍ، وليلةُ النصفِ مِن شعبانَ، وليلةُ الجمعةِ، يَخرُجونَ الأمواتُ مِنْ قبورِهِمْ، ويقفونَ على أبوابِ بُيوتِهِمْ، ويقولون: ترحّمُوا علينا فِيْ هذهِ الليلةِ بصدقةٍ، ولوْ بلُقمةٍ من خبزٍ؛ فإنّا محتاجون إليها، فإن لم يجدوا شيئاً يَرجعون بِالحَسرة»[1].

"جب عید کا دن، دس ۱۰ محرّم کا دن، ماہِ رجب کا پہلا جمعہ، پندرہ ۱۵ شعبان، اور جمعہ کی رات آتی ہے، تو مُردے (یعنی ان کی رُوحیں) اپنی قبروں سے نکل کر، اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے اس رات صدقہ کرکے ہم پر رحم کرو، اگرچہ روٹی کا ایک لقمہ ہی سہی؛ کیونکہ ہم اس کے حاجتمند ہیں۔ اگر وہ اپنے گھر والوں کی طرف سے کچھ صدقہ نہ پائیں، تو بڑی حسرت کے ساتھ واپس لَوٹ جاتے ہیں"۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسلمان رُوحیں ان مبارک اوقات میں اپنے گھروں پر آتی ہیں، اپنے لیے گھر والوں کی طرف سے صدَقات وخیرات کیے جانے کی امید رکھتی ہیں، جس کا ثواب انہیں قبروں میں پہنچے، اور اگر ان کی طرف سے کچھ صدقہ نہیں کیا جاتا، تو انتہائی حسرت وافسوس کے ساتھ واپس چلی جاتی ہیں۔

---

(۱) "الدُرر الحِسان" صـ۱۵، ۱٦.

دعا

اے اللہ! ہمیں رجب المرجب کی تعظیم و توقیر کرنے، اور اس ماہِ مبارک میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتے ہوئے، گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما، اپنے مرحومین کے لیے صدَقات و خیرات کرتے رہنے کی سعادت عطا فرما، ہمیں اپنے اَحکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

اختلافِ فقہی فُروعی میں برداشت اور وسعتِ قلبی

(جمعۃ المبارک ۳ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ - ۲۸/۲/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اجتہاد واستنباط پر مبنی فقہی ذخیرے کی اہمیت

برادرانِ محترم! اسلام ایک کامل دین ہے، یہ دین تاقیامت ساری انسانیت کی رَہنمائی ورَہبری کا فریضہ انجام دینے کے لیے آیا ہے، یہ اس قدر جامع اور مکمل دین ہے، کہ اس کی تعلیمات میں کسی قسم کا نقص یا کمی نہیں، اس دین کے دُستورِ الٰہی ہونے کی واضح دلیل یہ ہے، کہ اس کی تعلیمات میں ہر زمانے کے تغیّرات کو قبول کرنے، اور ہر قسم کے دینی، مُعاشی، مُعاشرتی، سماجی مسائل وحوادث اور اُلجھنوں سے نمٹنے کی بدرجۂ اتم صلاحیت موجود ہے، گردشِ دَوراں اور اکیسویں صدی عیسوی کے جدید سائنسی دَور میں نِت نئے مسائل کا جنم لینا، دینِ اسلام کی اہمیت، ہمہ جہتی اور ہمہ گیری پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ اس دین کا اصل منبع وسرچشمہ قرآن وحدیث ہیں، اور یہ دونوں وحیٔ الٰہی ہیں۔

شریعتِ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں جس کی دلیل کسی نہ کسی درجہ میں، قرآن وحدیث کے اندر موجود نہ ہو۔ اسی طرح فقہائے کرام کے تمام اصولِ تخریج اور قواعد وضوابط کا استنباط واستخراج بھی، دراصل قرآن وحدیث ہی سے ماخوذ ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام کے تمام اجتہادات واستنباطات پر مبنی، ان کا کامل فقہی ذخیرہ بھی، دراصل شریعت مطہّرہ ہی کا قیمتی سرمایہ، اور دین اسلام کے ایک جزء کی حیثیت رکھتا ہے۔

فقہاءِ کرام کے مابین نقطۂ نظر کا اختلاف

عزیزانِ گرامی قدر! یہ بات پیشِ نظر رہے کہ شریعتِ اسلامیّہ کی اصولی اور بنیادی تعلیمات بالکل واضح اور دوٹوک ہیں، ان میں کسی قسم کی پیچیدگی یا جھول نہیں، یہ منصوص اَحکام کہلاتے ہیں، ان سے بال برابر انحراف، بسااوقات انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کرسکتا ہے۔ البتہ غیر منصوص اَحکام جو شریعت کی جزوی تفصیلات اور فقہائے کرام کے اجتہاد سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں نقطۂ نظر کا اختلاف نہ صرف ممکن اور جائز ہے، بلکہ محمود، مطلوب، واقع اور اکثراوقات رحمت کا باعث بھی ہے، جیسا کہ حضرت سیّدنا مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ "علماء کا باہمی اختلاف اس اُمّت پر اللہ عزّوجلّ کی طرف سے رحمت ہے"[1]۔

علمائے مجتہدین کی اسی خوبی (اجتہاد) کی بناء پر، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنا وارث وجانشین قرار دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا: «إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ»[2] "علماء انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں"۔

---

(١) "الخصائص الكبرى" دعا ردّ البصر للأعمي، ٢/ ٣٧٠.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب العلم، باب في فضل العلم، ر: ٣٦٤١، صـ٥٢٣.

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْراً، يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ»[۱] "اللہ تعالی جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ بُوجھ (تفقُّہ)عطافرمادیتاہے"۔

اختلافِ فقہی (فُروعی) کے اسباب

میرے عزیز! فقہائے کرام کے مابین جزوی مسائل میں اختلاف، عام طور پر اس لیے واقع ہوتا ہے، کہ شریعتِ مطہَّرہ نے ہر چھوٹے بڑے مسئلے کا تفصیلی حکم بیان کرنے کے بجائے، محض اصولی واِجمالی ہدایات بیان فرمائیں؛ تاکہ ہر زمانے کے حالات وواقعات، عُرف، رَواج اور ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، عمل کی مختلف صورتیں وُجود میں آسکیں، اور اُمّتِ مسلمہ بوقتِ ضرورت، حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر، عمل کی جس شکل کو چاہے اختیار کرسکے۔

فقہائے کرام کے باہمی نقطۂ نظر میں اختلاف کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے، کہ شریعتِ مطہَّرہ نے کبھی کسی حکم کو بیان کرنے کے لیے، ایسے لفظ کا استعمال فرمایا، جو مختلف مَعانی کا متحمل ہو، اور اس سے کئی مَطالب ومَعانی نکل سکیں، جب ہر مجتہد نے اپنی فہم وفراست سے، کسی ایک معنی کو متعیّن کرلیا، تو اس طرح عمل کی کئی صورتیں وُجود میں آگئیں، اسی کو فقہائے کرام کے نقطۂ نظر کا اختلاف کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ اختلاف واجتہاد تلاشِ حق کی جستجو، خالصۃً منشائے خداوندی کو سمجھنے، اور مرادِ نبوی کی حقیقت کو جاننے کے لیے ہوتا ہے، لہذا اس اختلاف کو ہرگز مذموم اور بُرا نہ سمجھا جائے، اور نہ ہی اسے بنیاد بنا کر اسلام اور علمائے ربّانیین پر تنقید کے نشتر چلائے جائیں!۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب العلم، ر: ۷۱، صـ۱۷.

صحابۂ کرام کے مابین علمی اجتہادی اختلاف

عزیزانِ محترم! حق بات کی تلاش اور غور وفکر کے نتیجے میں، جو اجتہادی اور فقہی اختلاف رُونما ہوتا ہے، وہ ہرگز قابلِ مذمّت نہیں، خود سرورِ کونین، تاجدارِ رسالت ﷺ کی حیاتِ طیّبہ میں، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے مابین اختلافی نقطۂ نظر کی گنجائش موجود تھی، فریقین میں سے ہر ایک نے، اپنی اپنی فہم وفراست کی بنیاد پر، مسئلہ کے ایک پہلو کو متعیّن کر کے اس پر عمل کیا، جبکہ سرورِ کائنات ﷺ نے بھی ان میں سے کسی فریق کے عمل کو رَد نہیں فرمایا۔

"صحیح بخاری" میں حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے غزوۂ اَحزاب سے واپسی پر ہم سے فرمایا: «لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ العَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ!» "تم میں سے کوئی بھی بنی قُریظہ پہنچنے سے پہلے نمازِ عصر ہرگز نہ پڑھے!" راستے میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے دیکھا کہ عصر کا وقت ہو چکا، تو ان میں (نقطۂ نظر میں اختلاف کے سبب) دو ۲ جماعتیں ہو گئیں: ایک جماعت نے حضور کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے، راستے میں نماز پڑھنے سے انکار کیا، اور وہیں بنو قریظہ پہنچ کر نمازِ عصر ادا کی، جبکہ دوسری جماعت نے یہ سمجھتے ہوئے کہ حضور ﷺ کے قول کا مطلب یہ ہے، کہ جہاں تک ہو سکے جلدی چلو؛ کہ نمازِ عصر ادا کرنے کی نَوبت منزلِ مقصود پر پہنچ کر ہی آئے، یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہر صورت میں نماز وہیں پہنچ کر پڑھو۔ اس دوسری جماعت نے اجتہاد کیا اور راستے میں ہی نماز ادا کر لی، بعد میں حضورِ اکرم

ﷺ کی خدمتِ اقدس میں جب یہ واقعہ بیان کیا گیا، تو حضور اکرم ﷺ نے دونوں میں سے کسی (جماعت) پر ملامت نہیں فرمائی"[1]۔

اَسلاف کا مزاج اور وسعتِ قلبی

حضراتِ محترم! فُروعی مسائل میں مجتہدین وائمۂ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مابین اختلاف کی نَوعیت عموماً اَولی وغیرِ اَولی، اور راجح ومرجوح کی ہے، لیکن انہوں نے ان فُروعی اختلافات کو حق وباطل کا مسئلہ بنا کر، اُمّتِ مسلمہ میں انتشار وافتراق ہرگز نہیں پھیلایا، نہ ہی ان مسائلِ فرعیّہ کو بنیاد بنا کر جھگڑے فساد کیے، وہ واجب الاحترام ہستیاں ایک دوسرے کی آراء اور نقطۂ نظر کا حد درجہ نہ صرف احترام کرتیں، بلکہ باہمی ملاقات میں بھی ان معمولی اختلافات کو نظر انداز کر کے، نہایت خوش روی اور خندہ پیشانی سے پیش آیا کرتے، وہ عظیم لوگ اس قدر فراخ دل اور وسیع النظر واقع ہوئے تھے، کہ اختلافی نقطۂ نظر کے باوُجود، ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے؛ کیونکہ ان کا اختلاف مسائل میں تھا، اصولی عقائد میں سب متحد تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی، فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے باہم فقہی اختلافات کی حقیقت، اور اس کی نَوعیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "فقہاء کے مابین اختلاف کی بیشتر صورتیں، بالخصوص وہ مسائل جن میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال دونوں جانب ہیں، جیسے تکبیراتِ تشریق، تکبیراتِ عیدَین، اور حالتِ اِحرام میں نکاح، حضراتِ سیّدنا ابنِ عباس وسیّدنا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تشہد، آہستہ آواز کے ساتھ "بسم اللہ" پڑھنا، آمین کہنا، اِقامت کو جُفت اور طاق کہنا، اور اسی کی مانند دیگر

(۱) "صحيح البخاري" أبواب صلاة الخوف، ر: ٩٤٦، صـ١٥٢، اختصاراً.

مسائل میں یہ اختلاف، دو۲ باتوں میں سے بہتر بات میں تھا، نفسِ مشروعیت میں ان کے مابین بالکل اختلاف نہیں تھا"[1]۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ صحابہ، تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے بعد کے لوگوں سے، متعدّد فقہی اختلافات شمار کرنے کے بعد مزید فرماتے ہیں کہ "اس کے باوُجود وہ لوگ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھا کرتے، چاہے وہ امام مالکی ہو، یا اس کے علاوہ کوئی اور ہو، حالانکہ مالکیہ نماز میں "بسم اللہ" نہیں پڑھتے۔

اسی طرح خلیفہ ہارون رشید نے حِجامہ کروایا، پھر نیا وضو کیے بغیر نماز پڑھائی؛ کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتویٰ دیا تھا کہ حِجامہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، اور ان کے پیچھے حنفیوں کے امام ابو یوسف نے نماز پڑھی، اور اِعادہ بھی نہیں کیا، حالانکہ ان کے نزدیک بدن سے خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے، کہ نکسیر آنے اور حِجامہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مگر جب اُن سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کے بدن سے خون نکلا، اور اس نے وضو کیے بغیر نماز پڑھائی، تو کیا آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ "میں امام مالک اور حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟!"[2]۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک بار امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی قبرِ انور کے قریب فجر کی نماز ادا کی، اور قنوتِ نازلہ نہیں پڑھی، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ "صاحبِ قبر (امام

---

(١) "حجة الله البالغة" فصل، ١/ ٢٦٩.

(٢) المرجع نفسه، ١/ ٢٧٠، اختصاراً.

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ) کے حضور، ادب کا مُعاملہ کرتے ہوئے میں نے ایسا کیا"[1]۔

عزیزانِ گرامی! ہمارے اَسلاف اختلافِ فقہی کو اُمّتِ مسلمہ کے حق میں رحمت وبرکت قرار دیتے، اور اسے توسیع اور فراخی کا باعث گردانتے تھے۔

حضرت سفیان ثَوری رحمۃ اللہ تعالیٰ ایسے اختلافی مسائل کے بارے میں فرمایا کرتے کہ "یہ نہ کہو کہ علمائے کرام نے مسائل میں اختلاف کیا، بلکہ یوں کہو کہ انہوں نے اُمّت کے لیے توسیع اور فراخی پیدا کی ہے"[2]۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے کہ "اگر اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فقہی واجتہادی مسائل میں اختلاف نہ ہوتا، تو یہ کوئی خوش آئند بات نہیں تھی؛ اس لیے کہ اگر ان حضرات کے مابین اس طرح کا اختلاف نہ ہوتا، تو آج ہمیں شرعی رخصتیں نہ ملتیں"[3]۔

مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، کہ جس اختلافِ فقہی واجتہادی وفُروعی کو ہمارے اَسلاف رحمت، وسعت اور فراخی کا سبب جانتے تھے، اسے لے کر آج ہم اس قدر متشدد کیوں ہوئے جا رہے ہیں؟! مذہبی انتہاء پسندی ہماری رگ رگ میں کیوں رچتی بستی جا رہی ہے؟! منصبِ علمی اور بزرگی کا لحاظ کیے بغیر، آج ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا جا رہا ہے! فُروعی اختلاف کے سبب گمراہی وکفر کے فتووں کی بھرمار ہے! مسندِ دعوت وارشاد پر بیٹھنے والے بعض ناخلَف وناہل لوگ، اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے باہم دست وگریبانی کا سبب بن رہے ہیں، ان نافہموں کے سبب

---

(۱) المرجع السابق.

(۲) "الميزان الشعرانية" مقدّمة المؤلف، الجزء ۱، صـ۲٤.

(۳) "المدخل إلى علم السنن" باب اختلاف ...إلخ، ر: ۹۷٦ ۲/ ٤٥٦.

باہمی رواداری اور وسعتِ قلبی کا خاتمہ ہو رہا ہے، لوگ دین سے متنفر اور علمائے اسلام کے کردار سے مایوس ہو رہے ہیں!۔

گمراہی وکفر کے فتووں کی بھرمار

حضراتِ گرامی قدر! مذہبی طبقے میں بعض شدّت پسند عناصر خود ساختہ شریعت نافذ کرنا چاہتے ہیں، وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں، لوگوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں، مسلمانوں پر ناحق کفر وشرک کے فتوے لگاتے ہیں، جو کہ سراسر جہالت اور بے علمی کا کام ہے؛ کیونکہ حکمِ شریعت کے مطابق کسی مسلمان کو کافر کہنا شرعاً ممنوع وحرام ہے۔ علمائے ذی وقار فرماتے ہیں کہ "بغیر قطعی ثبوت کے بلاوجہ مسلمان کو کافر کہنا، (یا اہلِ سنّت سے خارج قرار دینا) سخت عظیم گناہ ہے، بلکہ کافر کہنا خود اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے"[1]۔

حضرت سیّدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «أَيُّما امْرِئٍ قَالَ لِأَخِيْهِ: يَا كَافِرُ! فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ، وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ»[2] "جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کہے: "اے کافر!" تو یہ قول دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور صادق آئے گا، اگر وہ ایسا ہی ہے جسے کافر کہا گیا تو ٹھیک، ورنہ یہ قول خود کہنے والے پر لَوٹ آئے گا"۔ یعنی جسے کافر کہا گیا، اگر واقعی وہ کافر ہے تب تو اسے کافر کہنا درست تھا، اور اگر وہ کافر نہیں تو کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔

محترم بھائیو! کسی بھی غلطی یا گناہ پر، بلا تحقیق کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا، یا کسی کو کافر

---

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاباحۃ"، ۱۶/ ۵۴۶۔

(۲) "صحيح مسلم" كتابُ الإيمان، بابُ بيان حال ...إلخ، ر: ٢١٦، صـ٤٧.

کہہ دینا، دین میں غُلو (حد سے تجاوُز کرنا) ہے، یہ کفر کا فتویٰ مسلمان کے جان ومال کی حلّت کا سبب بنتا ہے، اسے دینِ اسلام سے خارج کرتا ہے، اور یہ اُس مسلمان پر ظلم ہے؛ کہ کسی کو کافر قرار دینے کے سبب اس کی بیوی اس سے جُدا ہوگی، وہ وراثت سے محروم ہوگا، مرنے کے بعد غسل وکفن، نمازِ جنازہ اور دعا سے محروم ہوگا، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، جبکہ ان تمام اُمور واَحکام کا ذمّہ دار وہ ہے جس نے اسے کافر کہا۔ مسلمان کو کافر کہنا سخت حرام، اور گویا اسے قتل کیے جانے کے مترادِف ہے۔ حضرت سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيْهِ: "يَا كَافِرُ" فَهُوَ كَقَتْلِه، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِه»[1] "آدمی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہہ کر پکارے، تو یہ اسے قتل کرنے کے مترادِف ہے، اور مؤمن پر لعنت کرنا بھی ایسا ہی ہے"۔

مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا ضروری ہے، علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "کسی کو بطورِ گالی کافر کہا تو وہ کافر نہ ہوگا، اور اگر کافر جان کر کہا، تو کہنے والا خود کافر ہوگیا"[2]۔

مسلمان کو کافر کہنے کی ممانعت

عزیز دوستو! جو شخص ایمان واسلام کے دعوے کے باوُجود کلماتِ کفر بولے یا کفریہ فعل کرے، تو اُسے کافر ہی کہا جائے گا، لیکن کسی مسلمان کو کافر کہنا ممنوع ہے، اگرچہ وہ کتنا ہی گنہگار ہو۔ حضرت سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا، ہم علی الصبح قبیلہ جُہینہ کی

---

(١) "المعجم الكبير" أبو قِلابة عن عمه...إلخ، ر: ٤٦٤، ١٨/ ١٩٤.

(٢) "الهندية" كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدّين، ٢/ ٢٧٨.

بستیوں میں پہنچ گئے، میں نے ایک شخص پر حملہ کیا تو اس نے کہا: لَا إِلٰه إِلَّا الله، میں نے پھر بھی اسے قتل کر دیا، لیکن مجھے اس فعل پر تردُد تھا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا: «أَ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ قَتَلْتَه؟» "کیا اس کے کلمہ پڑھنے کے باوُجود تم نے اسے قتل کر دیا؟" میں نے کہا: یا رسولَ اللہ! اس نے اپنی جان کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: «أَ فَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِه حَتّٰى تَعْلَمَ: أَقَالَهَا أَمْ لَا؟» "کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا، کہ تمہیں پتا چلے کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں؟" رسول اللہ ﷺ بار بار یہی کلمہ دھراتے رہے، حتّٰی کہ میں نے تمنّا کی کہ کاش میں اِسی وقت اسلام لایا ہوتا (تاکہ مجھ سے اس کلمہ گو کے قتل کی خطا نہ ہوئی ہوتی)[1]۔

علمائے اُمّت کی ذمّہ داری

عزیزانِ مَن! تضلیل وتکفیر کی اس چکی میں، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے حقیقی وارث علمائے ربّانیّین کا کردار اور خدمات مسخ ہو کر رہ گئے ہیں، پوری دنیا میں مذہبِ اسلام کی زبوں حالی اس نہج پر پہنچ چکی، کہ اس کے تصوّر ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کے باوُجود مذہب کا لبادہ اوڑھے بعض ناعاقبت اندیش، اپنے ذاتی مفادات کی خاطر، اسلام کی کشتی میں بار بار سوراخ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اس وقت امّتِ مسلمہ کو باہم اتحاد کی جس قدر شدید ضرورت ہے، شاید اس سے پہلے کبھی کسی دَور میں نہ رہی ہو! ایسے وقت میں انتشار

(١) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ٢٧٧، صـ٥٦.

وافتراق کا ماحول پیدا کرنا، ایک دوسرے پر گمراہی وکفر کے فتوے لگانا، گویا اُمّتِ مسلمہ کی صفوں میں پُھوٹ ڈالنے کے مترادِف ہے۔ لہذا جس شخص یا مفتی کے پاس علم ومعرفت اور بصیرت ودانائی نہ ہو، شریعتِ مطہَّرہ اسے ہرگز اجازت نہیں دیتی، کہ وہ مسئلۂ تکفیر پر بحث ومُباحثہ کرے یا فتویٰ دے۔ بلاتحقیقِ انیق کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا، یا اسے اہلِ سنّت سے خارج بتانا، ظلم اور شریعت پر افتراء ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا﴾[1] "اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں، یقیناً کان، آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے"۔ لہٰذا کسی سے متعلق فتویٰ دینے سے پہلے، اس کی مکمل تحقیقِ شرعی اَشدّ ضروری ہے۔

علاوہ ازیں ہمیں چاہیے کہ فقہی مسائل میں نقطۂ نظر، اور افضل وغیر افضل یا راجح ومرجوح کے معمولی وغیر قطعی اختلاف کو، حق وباطل کی جنگ نہ بنائیں، اپنے اَسلاف کی طرح رواداری، برداشت اور وسعتِ قلبی کا مُظاہرہ کریں، عدمِ تضلیل وتکفیر کی پالیسی پر عمل پیرا ہوں، ماحول کو ساز گار بنائیں، ایسی باتوں اور اشتعال انگیز تقریروں تحریروں سے گریز کریں، جن سے بداَمنی اور تفرِقہ بازی کا اندیشہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اَغیار اور اسلام مخالف قوّتیں، ہمارے باہمی اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، انہیں ہوا دینے کی کوشش کریں، اور ہم لاعلمی میں باطل کے خلاف صف آراء ہونے کے بجائے، ایک دوسرے کے ہی گلے کاٹتے رہیں۔

---

(١) پ١٥، بني إسرائيل: ٣٦.

ضرورت اس اَمر کی ہے، کہ ہم باہم اُلجھنے کے بجائے، اپنی توانائیاں ٹھوس اور تعمیری کاموں میں صَرف کریں، اسلام کا صحیح اور مثبت چہرہ لوگوں کے سامنے پیش کریں، کفّار کو اپنے مذہب پر منفی تنقید اور رائے زنی کا موقع ہرگز نہ دیں، ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کا احترام کریں، اور اسے سمجھنے کی کوشش کریں، اپنے عقائد واعمال کی اصلاح پر کاربند رہیں، اور صحیح معنی میں ایک باعمل مسلمان بن کر دکھائیں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں باہمی محبت واُلفت، اتفاق واتحاد اور ذہنی کشادگی نصیب فرما، مسلمان کو کافر کہنے، بے علم فتوی دینے، اور حق کی مخالفت وبغاوت سے محفوظ فرما، بہترین انداز میں دعوتِ اسلام کی سعادت عطا فرما، ہمارے علماء ومفتیانِ کرام کے علم وعمل میں برکتیں نصیب فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

مذہب اور سیاست میں باہمی تعلق

(جمعۃ المبارک ۱۰ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ - ۶/۳/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اسلام میں سیاست کی اہمیت

حضراتِ گرامی قدر! دینِ اسلام، مذہب اور سیاست کے درمیان علیحدگی، یا اس کے جداگانہ تصور کو ہرگز تسلیم نہیں کرتا، یہ نظریہ اور پروپیگنڈہ اسلام مخالف قوّتوں کی اختراع وایجاد ہے، کہ دینِ اسلام کی رُوحانی ومعنوی تعلیمات، اور سیاسی نظام میں باہمی کوئی تعلق نہیں۔ کتبِ حدیث وسیرت اور تاریخِ اسلام اس بات پر شاہد ہیں، کہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے مذہبی وسیاسی اُمور کو بیک وقت، نہ صرف عملی طور پر انجام دیا، بلکہ کامیابی وکامرانی کی وہ تاریخ رقم کی، کہ دنیا تا صبحِ قیامت ویسی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہے گی۔

سرورِ عالم ﷺ نے بحیثیت سربراہِ مملکت، ریاستِ مدینہ کی باگ ڈور سنبھالی، غزوات کی سربراہی کی، دیگر ملکوں سے سفارتی تعلقات قائم کیے، اپنی

ریاست کے عوام کو ہر ممکنہ سہولیات فراہم کیں، ان کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھا، قانون کی حکمرانی قائم کی، مختلف قبائل اور غیر مسلموں سے سیاسی معاہدے کیے، اور ریاست کا نظام بہترین انداز سے چلایا۔

اسی طرح رحمتِ عالمیان ﷺ کے بعد آپ کے تربیت یافتہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی، مذہبی مُعاملات کے ساتھ ساتھ، اسلامی سلطنت کی حکمرانی کا فریضہ اس خوبی کے ساتھ انجام دیا، کہ قیصر وکسریٰ جیسی سپرپاورز (Superpowers) کو اپنے قدموں تلے روند کر رکھ دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ محدود مالی وسائل اور مختصر فوجی طاقت کے باوُجود، اسلامی دائرۂ سلطنت کو لاکھوں مربع میل تک پھیلاتے ہوئے، عدل، انصاف اور انسانی حقوق کے ایسے قوانین وضع کیے، کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دنیا کے بعض ترقی یافتہ غیر مسلم ممالک، آج بھی اُن پر عمل پیرا ہیں۔

میرے عزیز دوستو! مذہب اور سیاست کے درمیان علیحدگی کے نظریے کو، مغربی اصطلاح میں سیکولرازم (secular) بھی کہا جاتا ہے، جو کلیسا (Church) کے منحرف، دین کے خلاف یورپ کی اِلحادی بغاوت کا نتیجہ ہے۔ اس نظریے نے جہاں ایک طرف یورپیوں کو اپنے ہی کلیسا (Church) کے خلاف برانگیختہ کیا، وہیں دوسری جانب یورپ کی استعماری قوتوں نے، اسی نظریے کو مسلم مذہبی سیاسی قیادت کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال کرتے ہوئے، مسلمانوں کو بھی اسلامی نظام کی حاکمیت سے محروم کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

دینِ اسلام ایک مکمل نظامِ زندگی

میرے محترم بھائیو! ہمیں یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے، کہ اسلام صرف ایک مذہب نہیں، بلکہ کلیّت کا حامل ایک کامل واکمل دین ہے۔ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾[1] "یقیناً اللہ تعالی کے یہاں اسلام ہی دین ہے"۔

حضراتِ گرامی قدر! دین اس نظام کو کہتے ہیں جو تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہو، جو انسان کو اس کی زندگی کے ہمہ جہت گوشوں، اور ہر پہلو پر مؤثر رَہنمائی فراہم کرے، نیز ہر قسم کے عیوب ونقائص سے بھی پاک ہو۔ جس نظام میں یہ خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہوں، وہ دین کہلانے کا حقدار ہے، چونکہ اسلام بحیثیتِ دین، زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری مادّی، سماجی، مُعاشرتی اور روحانی ضروریات کا کفیل ہے، لہذا اسلام صرف مذہب ہی نہیں بلکہ ایک مکمل، تاقیامت رہنے والا اور سب اَدیان پر غالب آنے والا دین ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾[2] "وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا؛ کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، اگرچہ مشرک بُرا مانیں!"۔

لٰہذا یہ تصور کہ دینِ اسلام، سیاسی نظام اور اس کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہے، (معاذ اللہ) انتہائی خام خیالی، اور تاریخی حقائق سے عدم شناسی پر مبنی ہے۔

---

(۱) پ ۳، آل عمران: ۱۹.

(۲) پ ۲۸، الصف: ۹.

اسلام کا تصورِ سیاست اور سیکولر جمہوریت

برادرانِ اسلام! اللہ رب العالمین اس کائنات کا خالق، مالک اور قادرِ مطلق ہے، اس کائنات پر اصل حاکمیت اللہ تعالی ہی کو حاصل ہے، اور ساری دنیا کے تمام حکمران اسی حاکمیت کے تابع ہیں۔ یہ وہ بنیادی اصول ہے، جس میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں، اور نہ ہی اس پر کسی کو رائے زنی کا حق حاصل ہے۔ حاکمیتِ اعلیٰ سے متعلق ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾[1] "حکم صرف اللہ کا ہے"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾[2] "اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

دنیا کا کوئی بھی حاکم اللہ تعالی کی مشیئت کے بغیر، مسندِ اقتدار پر براجمان نہیں ہوسکتا، اللہ رب العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾[3] "یوں عرض کرو کہ اے اللہ، مُلک کے مالک! تو جسے چاہے سلطنت دے، اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے!"۔

حضراتِ گرامی قدر! یہ تمام آیاتِ مبارکہ اس اَمر پر بیّن دلیل ہیں، کہ کائنات میں اللہ تعالی کے سوا کسی کو حاکمیت کا حق حاصل نہیں، جبکہ سیکولرازم (secularism) کی پروَردَہ جُمہوریت (Democracy) میں حاکمیت کا حق عوام کے لیے تسلیم کیا گیا ہے۔ حاکمیت کا معنی یہ ہے کہ کسی دوسرے کا پابند ہوئے بغیر حکم

---

(۱) پ ۷، الأنعام: ۵۷.

(۲) پ ٤، آل عمران: ۱۸۹.

(۳) پ ۳، آل عمران: ۲٦.

جاری کرنا، اور فیصلہ کرنے کا کلّی اختیار حاصل ہونا، اور یہ اختیار اللہ رب العالمین کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اس معنی میں، کسی اَور کی حاکمیت کا قائل ہو، تو وہ مشرِک، مرتَد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اللہ رب العالمین کی حاکمیت کا صحیح اور واضح مفہوم یہ ہے، کہ خالقِ کائنات عزّوجلّ نے جو ہدایات، وحی کے ذریعے بنی نَوعِ انسان تک پہنچائی ہیں، وہ اسلامی حکومت کا اوّلین ماخذ اور اوّلین ترجیح ہونی چاہئیں۔

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی کی حاکمیت کا اِقرار ہی وہ بنیادی اصول ہے، جو اسلام کے تصورِ سیاست کو سیکولر جُمہوریت (Secular democracy) سے یکسر الگ تھلگ کر دیتا ہے، نام نہاد جُمہوریت میں عوام کی نمائندہ پارلیمنٹ اتنی مختارِ مطلق ہے کہ وہ جو چاہے، اور جیسے چاہے قانون سازی کرتی ہے، حکمران جماعت اگر دو تہائی اکثریت کی حامل ہو تو اپوزیشن بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، ملکی آئین میں اگر قانون سازی پر پابندی ہو، تو صرف ایک چھوٹی سی ترمیم کے ذریعے اسے کالعدم قرار دیا جاسکتا ہے۔ جبکہ اسلامی حکومت کا اصل دُستور قرآن وسنّت ہے، جس میں کسی قسم کارَد وبدل یا ترمیم وتنسیخ نہیں کی جاسکتی، اور نہ ہی کوئی ایسا بل یا قانون پاس کیا جاسکتا ہے، جو اللہ ورسول کے اَحکام کے مُنافی ہو۔

اسلامی نظامِ حکومت کی ترجیحات اور معیار

عزیزانِ مَن! آج دنیا کی ہر سیکولر حکومت کی ترجیحات اور مقاصد کی تان اس بات پر آکر ٹوٹتی ہے، کہ وہ اپنے ملک کی عوام کو زیادہ سے زیادہ خوشی فراہم کریں گے، ان کے بنیادی انسانی حقوق کو تحفظ دیں گے، ان کے لیے مفت علاج اور تعلیم کا بندوبست کریں

گے، ان کے لیے روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کریں گے ...وغیرہ وغیرہ۔ کوئی حکومت یہ نہیں کہتی کہ ہم اپنے عوام کی دینی واَخلاقی تربیت کریں گے، نیکی وایمانداری کو فروغ دیں گے، برائی سے منع کریں گے، بے حیائی اور برے کاموں پر پابندی لگائیں گے۔

یہ باتیں کسی بھی سیکولر جُمہوریت کے پروَرْدَہ نظامِ حکومت، یا سیاسی جماعت کے منشور کا حصہ نہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اچھائی وبرائی، یا نیکی وبدی کا توان کے ہاں کوئی مستقل تصور ہی نہیں، جبکہ اس کے برخلاف اسلامی نظامِ حکومت میں، اس کا خاص معیار یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے جس چیز کو اچھا قرار دیا وہ اچھی ہے، اور جسے بُرا کہہ دیا وہ بری ہے۔ اسلامی نظامِ حکومت کے معیار اور ترجیحات کو اللہ رب العالمین قرآنِ پاک میں یوں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[1] "وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں، تو نماز برپا رکھیں، اور زکات دیں، اور بھلائی کا حکم کریں، اور برائی سے روکیں"۔

جانِ برادر! اسلامی نظامِ حکومت کے معیار میں ایک انفرادیت یہ بھی ہے، کہ مسلمان حکومت کو اپنی رِعایا کے ساتھ امتیازی سُلوک سے بچتے ہوئے، ان کے مابین عدل وانصاف سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾[2] "اے داؤد! یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں اپنا نائب بنایا، تو لوگوں میں سچا حکم (فیصلہ) کرو، اور خواہش کے پیچھے نہ جانا؛ کہ تمہیں اللہ کی راہ سے بہکا دے گی"۔

---

(۱) پ۱۷، الحج: ٤١.

(۲) پ۲۳، صٓ: ٢٦.

صرف یہی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ اَحکام کے مطابق، عدل وانصاف سے کام نہ لینے والوں کو ظالم قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[1] "جو اللہ تعالی کے اُتارے پر حکم (فیصلہ) نہ کرے، تو وہی لوگ ظالم ہیں!"۔

حضراتِ گرامی قدر! یوں تو ہر نام نہاد جُمہوری نظامِ حکومت، اپنے اپنے ملک میں انصاف قائم کرنے کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے، اور اس کے لیے اپنے ہی وضع کردہ اصول وقوانین کو، اپنی ہی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے، خود کو عدل وانصاف کا ماہر سمجھتا ہے، لیکن حقیقی عدل وانصاف وہ ہے، جسے اللہ عزّوجلّ اور اس کے پیارے رسول ﷺ انصاف قرار دیں۔

دنیا کے بہت سے سیکولر جُمہوری مُعاشروں میں سربراہانِ مملکت کو متعدّد قوانین سے استثناء حاصل ہے، یہاں تک کہ اگر ان کے خلاف کوئی جُرم ثابت ہو بھی جائے، تب بھی ان کے خلاف اس وقت تک مقدّمہ نہیں چلایا جاسکتا، جب تک وہ مسندِ اقتدار سے علیحدہ نہ ہوجائیں۔ جبکہ دوسری طرف اسلامی نظامِ حکومت کا، تصورِ عدل وانصاف تو یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت، مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی بارگاہ میں چوری کا ایک مقدّمہ پیش کیا جاتا ہے، اور چور کا تعلق ایک بااثر قبیلہ بنی مخزوم سے ہونے کی بناء پر، اس کے لیے سزا میں نرمی کی سفارش کی جاتی ہے، اس پر حضورِ اکرم ﷺ شدید ناراض ہوتے ہوئے جواباً ارشاد فرماتے ہیں: «إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ

---

(١) پ٦، المائدة: ٤٥.

سَرَقَتْ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا»[1] "تم سے پہلے والے اسی لیے تباہ وبرباد ہوئے، کہ وہ کمزوروں پر بلا تأمّل حد قائم کردیتے، جبکہ اُمراء سے درگزر کرتے تھے، قسم ہے ربِ عظیم کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر بالفرض فاطمہ بنتِ محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"۔

اسی طرح بیشتر یورپی ممالک میں شخصی قوانین کے مُعاملے میں، مقامی وغیر مقامی تمام باشندوں کو بلاتفریقِ مذاہب، ایک ہی قانون کا پابند کیا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نکاح وطلاق، اور میراث ووصیت وغیرہ کے مُعاملات میں، بہت سے لوگ اپنی مذہبی تعلیمات کے خلاف عمل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف اسلامی نظامِ حکومت کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے کو یہ آزادی دیتا ہے، کہ وہ ان مُعاملات میں اپنے مذہب پر عمل کرے۔

ڈاکٹر اقبال کا تصوُّرِ دین وسیاست

میرے عزیز ہم وطنو! شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال، بانیانِ پاکستان میں سے ہیں، آپ دین وسیاست کے جداگانہ تصور کو جھٹلاتے ہوئے، اپنے خطبۂ الہ آباد (۱۹۳۰ء) میں فرماتے ہیں کہ "کیا آپ بھی یہ چاہتے ہیں، کہ ایک اَخلاقی اور سیاسی نصب العین کی حیثیت سے (معاذاللہ) اسلام کا بھی وہی حشر ہو، جو مغرب میں مسیحیت کا ہوا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اسلام کو بطور ایک اَخلاقی تخیل کے تو برقرار رکھیں، لیکن اس کے نظامِ سیاست کے بجائے ان قومی نظامات کو اختیار کریں، جس میں مذہب کی مُداخلت کا کوئی اِمکان باقی نہیں رہتا، (دِین اور سیاست) دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، اگر آپ

(۱) "صحيح البخاري" كتاب أحاديث الأنبياء، ر: ۳٤٧٥، صـ٥٨٦.

نے ایک کو ترک کیا، تو بالآخر دوسرے کا بھی ترک لازم آئے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان ایک لمحے کے لیے بھی، کسی ایسے نظامِ سیاست پر غور کرنے کے لیے آمادہ ہوگا، جو کسی ایسے وطنی یا قومی اصول پر مبنی ہو، جو اسلام کے اصولِ اتحاد کی نفی کرے"[۱]۔

مذہب وسیاست سے متعلق ڈاکٹر اقبال کا نظریہ

عزیزانِ گرامی! اقبال کے خطبے کا اقتباس بڑا واضح ہے، اور اس میں کوئی اِبہام نہیں کہ ڈاکٹر اقبال دین اور سیاست کو الگ نہیں، بلکہ دونوں کو لازم وملزوم سمجھتے تھے۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۱ء کو نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "وہ دہریت (Atheism) اور مادّیت (Materialism) سے محفوظ رہیں۔ اہلِ یورپ کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے مذہب اور حکومت کو علیحدہ علیحدہ کر دیا، اس طرح ان کی تہذیب رُوحِ اَخلاق سے محروم ہوگئی، اور اس کا رُخ دہریانہ مادّیت کی طرف پھر گیا"[۲]۔

علمائے دین کا سیاست سے تعلق

میرے بھائیو! ہر مسلمان کو یہ بات بخوبی جان لینی چاہیے، کہ تاریخِ اسلام میں جب بھی اسلامی مُعاشرے کو سیاسی اعتبار سے، محراب ومنبر سے قیادت اور رَہنمائی ملی، مسلمان قوّت، سربلندی، اور فُتوحات حاصل کرتے چلے گئے، اور اس کے برعکس جب بھی مسلمانوں کی سیاسی قیادت، اسلامی تعلیمات سے ناآشنا، اور سیاسی ویژن (Vision) سے محروم، نیم خواندہ سیاستدانواں، اور قوم پرست لیڈروں نے کی، تب تب مسلمان ذلّت اور آپسی جنگوں کا شکار ہوکر، نظامِ حکومت اور اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھے!۔

---

(۱) "روزنامہ نوائے وقت" "علّامہ اقبال: دین اور سیاست، آن لائن، ۰۷ نومبر ۲۰۱۱ء۔

(۲) ایضاً، علّامہ اقبال کا سیاسی نظریہ، آن لائن، ۰۹ نومبر ۲۰۱۲ء۔

حکمران کیسا ہونا چاہیے؟

برادرانِ اسلام! تاریخ کے اَوراق پر نظر دَوڑائی جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ حکومت کی کامیابی اور ترقی کا اصل راز، اس کے حاکم، امیر یا خلیفہ کا میرٹ (Merit) پر انتخاب ہے، نبئ کریم ﷺ کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خالصۃً علم وفضل اور رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے، بالترتیب خلفائے راشدین کا انتخاب فرمایا، ان کے دَور میں ہونے والی فُتوحات، ان کے درست انتخاب پر واضح دلیل ہیں۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ الیکشن کی صورت میں جب ہمیں اپنا سربراہِ مملکت چننے کا موقع دیا جائے، تو ہم کسی ایسے شخص کو اپنا ووٹ دیں، جو زُہد وتقویٰ اور علم وعمل میں سب سے بڑھ کر ہو؛ تاکہ ریاست وحکومت کے تمام اختیارات استعمال کرتے وقت، وہ حکمران اَحکامِ الٰہیہ کو پیشِ نظر رکھے، شرعی اَحکام کا سختی سے پابند رہے، اس کا کردار مثالی اور سیرت بے داغ ہو۔

مگر بدقسمتی سے ہمارے زمانے میں ایسے حالات پیدا کر دیے گئے ہیں، کہ محراب ومنبر سے وابستہ جو علمائے کرام اور بزرگانِ دین، اس معیار پر پورا اُترتے تھے، ان کے لیے میدانِ سیاست کے دروازے بند کرکے، انہیں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ تک محدود کر دیا گیا ہے، نتیجۃً آج ہم پر اَن پڑھ، جاہل، گنوار، بدتہذیب اور اَحکامِ شرع سے ناواقف ایسے سیکولر اور ناہنجار سیاستدان مسلّط کر دیے گئے ہیں، جو اپنے اقتدار کی خاطر، دینِ اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

مذہبِ اسلام اور اس کے مبلّغین کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کے منصب کا لحاظ کیے بغیر، ان کے لیے توہین آمیز کلمات استعمال کرتے ہیں، جو عالمِ دین ان کے راستے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرے، انہیں ان کے غیر شرعی فیصلوں اور قوانین سے آگاہ کرے، یا ان کے مقابل الیکشن میں حصہ لینے کی کوشش کرے، یہ لوگ اپنے دجّالی میڈیا کے ذریعے اس کی کردار کُشی کرتے ہیں، اس کے خلاف بے جا مقدّمات بنواتے ہیں، چادر اور چار دیواری کی پرواہ کیے بغیر، ان کے اہلِ خانہ کو پریشان کرتے ہیں۔

لہٰذا آج ضرورت اس اَمر کی ہے، کہ عوام الناس کو مذہب اور سیاست کے باہمی تعلق سے آگاہ کیا جائے، انہیں یہ بتایا جائے، کہ کسی حکومتی منصب پر فائز ہونے کے لیے، دینِ اسلام کا معیار کیا ہے؟ اور اس کے لیے کس طرح کے لوگ اہل ہیں، اور کون کون نااہل؟۔

دعا

اے اللہ! ہمیں نیک صالح اور شریعت کے پابند عادِل حکمران عطا فرما، ہمیں مذہب اور سیاست کے باہمی تعلق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما، ہمیں علمائے دین اور اپنے نیک حُکّام کی پیَروی کی سعادت عطا فرما، انہیں اپنی رِعایا کے لیے آسانیاں فراہم کرنے کی توفیق دے، آمین یا ربّ العالمین!۔

اسلام کا نظامِ عدل وانصاف

(جمعۃ المبارک ۱۷ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ - ۱۳/۳/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اسلام میں عدل وانصاف کی اہمیت

برادرانِ اسلام! کسی چیز کو صحیح مقام پر رکھنا، حقدار کو اس کا پورا حق دینا، اور انفرادی واجتماعی مُعاملات میں اِفراط وتفریط سے بچنا، عدل کہلاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے، کہ مُعاشرے میں جس کا جتنا حق بنتا ہے، بغیر کسی کمی بیشی اور اختلافِ رنگ ونسل وذات پات کے، اُسے وہ حق دے دینا عدل ہے، اور انصاف کے بھی یہی معنیٰ ہیں۔ عدل وانصاف کا جو نظام دینِ اسلام نے دیا ہے، دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

حضراتِ گرامی قدر! عدل وانصاف ایک ایسا وصف ہے، جسے اپنانے والی قوم سربلندی وسرفرازی سے ہمکنار ہوتی ہے، جس مُعاشرے میں اس گوہرِ گراں مایہ سے محرومی پائی جائے، وہ رُوبہ زوال ہو کر تباہی وبربادی سے دوچار ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ میں مسلمانوں کو عدل وانصاف کے قیام پر بڑی تاکید کی

گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے، اللہ تعالی کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ! اور تم کو کسی قوم کی عداوَت اس بات پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو! کہ وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالی سے ڈرو! یقیناً اللہ تعالی کو تمہارے کاموں کی خبر ہے!"۔

عدل وانصاف کی مزید تاکید کرتے ہوئے خالقِ کائنات عزّوجلّ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾[2] "اگر تم فریقَین کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى﴾[3] "یقیناً اللہ انصاف اور نیکی، اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے"۔

اسلام کا تصورِ عدل وانصاف

عزیزانِ محترم! بلا تفریق عدل وانصاف پر مبنی دُرست فیصلے، اَقوامِ عالَم کی کامیابی، کامرانی اور امن واِستحکام کے لیے انتہائی ضروری ہیں؛ کیونکہ اس سے لوگوں

---

(۱) پ ٦، المائدة: ٨.

(۲) پ ٦، المائدة: ٤٢.

(۳) پ ١٤، النحل: ٩٠.

کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے۔ انبیاء ومرسَلین کے مقاصدِ بعثت میں سے ایک اہم ترین مقصد، بلاتفریق عدل وانصاف کی فراہمی بھی ہے، اللہ ربّ العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾[1] "یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اُتاری؛ کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾[2] "اے داؤد! یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں نائب بنایا، تو لوگوں میں سچا حکم (فیصلہ) کرو، اور خواہش کے پیچھے نہ جانا؛ کہ تمہیں اللہ کی راہ سے بہکا دے گی!"۔

عدل وانصاف کی مزید تاکید کرتے ہوئے "سورۃ النساء" میں ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا﴾[3] "یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو، تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تعالی تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالی سنتا دیکھتا ہے!"۔

عدل وانصاف اور سیرتِ نبوی ﷺ

عزیزانِ مَن! انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار، اور حاکمِ وقت ہونے کے باوجود، عدل وانصاف کی حکمرانی کے لیے مصطفی جانِ رحمت ﷺ خود بھی ہمیشہ

(۱) پ ۲۷، الحدید: ۲۵.

(۲) پ ۲۳، صٓ: ۲٦.

(۳) پ ۵، النساء: ۵۸.

جواب دہی کے لیے آمادہ رہتے، حضرت سیّدنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں، کہ ایک بار رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم مال (غنیمت) تقسیم فرمارہے تھے، کہ ایک شخص حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اوپر جھک گیا، حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس ایک چھڑی تھی جس سے اُسے کچوکا لگایا، اُس شخص کے چہرے پر زخم آگیا، تب رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُس سے فرمایا: «تَعَالَ فَاسْتَقِدْ» "آؤ مجھ سے قصاص (بدلہ) لے لو!" وہ عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! میں نے مُعاف کیا[1]۔

اسی طرح حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدنا اُسید بن حُضَیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو ایک انصاری صحابی تھے، وہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے، اور مزاحیہ باتیں سنا کر لوگوں کو ہنسا رہے تھے، کہ نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک لکڑی سے انہیں کچوکا دیا، انہوں نے عرض کی کہ مجھے قصاص (بدلہ) دیجیے، نبئ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «اصْطَبِرْ» "قصاص لے لو!" وہ عرض گزار ہوئے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جسدِ اطہر پر قمیص ہے، جبکہ میرے جسم پر اُس وقت قمیص نہیں تھی، تب رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا کُرتہ مبارک اٹھادیا، وہ صحابی رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے آکر لپٹ گئے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پہلو مبارک کو بوسہ دینے لگے، اور عرض کی: یارسول اللہ! میرا مقصود و مراد صرف اتنا ہی تھا[2]۔

حضراتِ گرامی قدر! مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم عدل وانصاف کے مُعاملے میں کبھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہر چھوٹے

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الديات، ر: ٤٥٣٦، صـ٦٤٢.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في قُبلة الجسد، ر: ٥٢٢٤، صـ٧٣٣.

بڑے، امیر غریب اور کمزور وطاقتور کے ساتھ یکساں عدل وانصاف فرمایا، ایک بار سرورِ عالم ﷺ کی بارگاہ میں چوری کا ایک کیس پیش کیا گیا، اور چور کا تعلق ایک بااثر قبیلہ بنی مخزوم سے تھا، لہذا سزا میں نرمی کی سفارش کی گئی، اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا»[۱] "تم سے پہلے لوگ اس لیے تباہ وبرباد ہوئے، کہ وہ غرباء (کمزور) پر بلا تامّل حد قائم کر دیتے، جبکہ اُمراء (طاقتور) سے در گزر کرتے تھے، قسم ہے ربِ عظیم کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر فاطمہ بنتِ محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا"۔

عادِل ومُنصِف حکمران اور قاضی کا مقام

حضراتِ محترم! ہر وہ شخص جو کسی بھی لحاظ سے فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہے، چاہے وہ کوئی حکمران ہو، یا منصبِ قضاء پر فائز جج، کسی پنچائیت کا سربراہ ہو، یا برادری میں صاحبِ اختیار، اس پر لازم ہے کہ تمام حالات وواقعات، فریقین کے دلائل اور شواہد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرے، عدل وانصاف کا ترازو تھامے رکھے، مظلوم کو اس کا پورا پورا حق دلائے، اور ظالم کے خلاف حکمِ شرع کے مطابق ضروری تادیبی کاروائی بھی کرے۔

اپنی رِعایا کے ساتھ عدل وانصاف کا مُعاملہ کرنے والے حکمران سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَقْرَبُهُمْ مِنْهُ

(۱) "صحيح البخاري" باب حديث الغار، ر: ٣٤٧٥، صـ٥٨٦.

مَجْلِساً، إِمَامٌ عَادِلٌ»[۱] "قیامت کے دن اللہ تعالی کی بارگاہ میں، زیادہ مقرّب ومحبوب، انصاف کرنے والا حاکم ہوگا"۔

ایک اَور مقام پر رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الإِمَامُ الْعَادِلُ ...»[۲] "بروزِ قیامت جب کوئی سایہ نہیں ہوگا، سات ے قسم کے لوگوں کو اللہ تعالی اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا: (اُن خوش نصیبوں میں سے ایک) عدل وانصاف کرنے والا حاکم بھی ہے..."۔

یاد رکھیے! جو حکمران، جج یا مُنصِف، قرآن وسنّت کی روشنی میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا، اللہ تعالی کی مدد اُس کے شاملِ حال رہے گی، بصورتِ دیگر اُس کی حیثیت ایک شیطانی آلۂ کار سے زیادہ نہیں۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن ابی اَوفی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، سرکارِ دو عالَم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ مَعَ الْقَاضِي مَالَمْ يَجُرْ، فَإِذَا جَارَ تَخَلَّى عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشَّيْطَانُ»[۳] "یقیناً اللہ تعالی عدل وانصاف والے قاضی وحاکم کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن جب وہ ظلم کرے تو اللہ تعالی اُسے چھوڑ دیتا ہے، تب شیطان اُس کے ساتھ لگ جاتا ہے"۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دائرۂ کار میں ایک حاکم کی حیثیت رکھتا ہے، ہم سب کی بھی ایک رِعایا ہے، جس سے متعلق بروزِ قیامت ہم سے باز پُرس ہوگی، ہم پر لازم ہے کہ اپنے ماتحتوں کے حقوق کا خیال

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي سعيد الخدري، ر: ۱۱۵۲۵، ٤/ ۱۱۱.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الأذان، ر: ٦٦٠، صـ۱۰۷.

(۳) "سنن الترمذي" باب ما جاء في الإمام العادل، ر: ۱۳۳۰، صـ۳۲۲.

رکھیں، اور اُن کے ساتھ عدل وانصاف کا مُعاملہ کریں۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ، فَهُوَ رَاعٍ عَلَيْهِمْ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»[1].

"تم میں سے ہر ایک حاکم ہے، اور اُس سے اُس کی رِعایا (ماتحتوں) کے بارے میں سوال ہوگا، تو لوگوں کا امیر اُن کا حاکم ہے، اور اس سے اُس کی رِعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ونگہبان ہے، اس سے اُس کے اہل وعِیال کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شَوہر کے گھر اور اُس کے بچوں پر نگہبان ہے، اس سے اُس بارے میں پوچھا جائے گا۔ غلام (وملازم) اپنے آقا (مالک) کے مال کا نگہبان ہے، اُس سے بھی اس بارے میں پوچھا جائے گا، لہٰذا جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ونگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کی رَعیت کے بارے میں (قیامت کے دن) باز پُرس ہوگی!"۔

عزیزانِ محترم! جو شخص اپنی رِعایا کے حقوق کو پامال کرے گا، اور اُن کے ساتھ عدل وانصاف کا مُعاملہ نہیں کرے گا، اللہ ربّ العزّت اُس پر جنّت حرام فرما دیتا ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «لَا يَسْتَرْعِي اللهُ عَبْداً رَعِيَّةً،

(۱) "صحيح البخاري" كتاب العتق، ر: ٢٥٥٤، صـ٤١٢.

يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ»[1] "اللہ تعالی جب کسی بندے کو رِعایا کا نگران بناتا ہے، اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رِعایا (ماتحتوں) کے حقوق پامال کرتا ہو، تو اللہ تعالی اُس پر جنّت حرام کر دیتا ہے!"۔

ناانصافی کرنے والوں کا انجام

جانِ برادر! اللہ تعالی نے اپنے نازل کردہ اَحکام کے مطابق عدل وانصاف سے کام نہ لینے والوں کو، قرآن مجید میں نہ صرف ظالم قرار دیا ہے، بلکہ اُن کے لیے دردناک عذاب کی وعید بھی بیان فرمائی ہے، ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[2] "جو اللہ کے اُتارے پر حکم (فیصلہ) نہ کرے، تو وہی لوگ ظالم ہیں!"۔

ناانصافی کرنے والوں کو خبردار کرتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[3] "یقیناً اللہ بے انصافوں کو راہ (ہدایت) نہیں دیتا"۔

ناانصافی کے سبب دوسروں کی حق تلفی کر کے، ظلم کا ارتکاب کرنے والوں، اور ناحق سرکشی کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾[4] "جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا اُن پر کچھ مُؤاخذہ کی راہ نہیں، مُؤاخذہ تو انہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، اور زمین میں ناحق

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ٣٦٤، صـ٧٣.

(٢) پ ٦، المائدة: ٤٥.

(٣) پ ٦، المائدة: ٥١.

(٤) پ ٢٥، الشورى: ٤١- ٤٢.

سرکشی پھیلاتے ہیں، اُن کے لیے دردناک عذاب ہے!"۔

غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف کا حکم

حضراتِ گرامی قدر! دینِ اسلام نے جہاں ایک مسلمان کی جان، مال اور عزّت وآبرُو کے تحفّظ کا درس دیا، وہیں مسلمانوں کو غیر مسلموں پر بھی ظلم وزیادتی سے روکا ہے، اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، حُسنِ اَخلاق سے پیش آنے، اور عدل وانصاف قائم کرنے کا بھی حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾[1] "اللہ تعالی تمہیں ان سے منع نہیں کرتا، جو تم سے دِین میں نہ لڑے، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا، کہ ان کے ساتھ احسان کرو، ان سے انصاف کا برتاؤ برتو، یقیناً انصاف والے اللہ تعالی کو محبوب ہیں"۔

سرورِ کونین ﷺ عدل وانصاف کے مُعاملے میں، مسلم وغیر مسلم کی تفریق نہ فرماتے، اور سب کے حقوق کا یکساں خیال رکھا کرتے۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: «كَانَ بَنُو النَّضِيرِ إِذَا قَتَلُوا مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ أَدَّوْا نِصْفَ الدِّيَةِ، وَإِذَا قَتَلَ بَنُو قُرَيْظَةَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ أَدَّوْا إِلَيْهِمُ الدِّيَةَ كَامِلَةً، فَسَوَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَهُمْ»[2] "بنو نضیر جب بنو قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کرتے تو نصف دِیت ادا کرتے، اور جب بنو قریظہ بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کرتے، تو انہیں پوری دِیت ادا کرنا پڑتی۔ رسول اللہ ﷺ نے (اس ناانصافی کا خاتمہ

---

(۱) پ۲۸، الممتحنة: ۸.

(۲) "سنن أبي داود" باب الحكم بين أهل الذِمّةِ، ر: ۳۵۹۱، صـ۵۱۵، ۵۱٦.

کرتے ہوئے)اُن کے درمیان مُساوات قائم کردی"۔

عدل وانصاف کافقدان اور اس کے نقصانات

میرے عزیز دوستو! اسلام کے نظامِ عدل وانصاف کو انفرادی واجتماعی سطح پر نافذ کرنا، وقت کی اشد ضرورت ہے، اسے عدالتوں اور کورٹ کچہریوں تک محدود رکھنا یا سمجھنا، اس کی ہمہ گیر حیثیت کے ساتھ زیادتی ہے۔ ہر ہر فرد کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کی ذمہ داری، ہر اُس شخص پر عائد ہوتی ہے، جو اس مُعاشرے کا حصہ ہے۔ اسلام کے نظامِ عدل وانصاف کے مطابق فرد مُعاشرہ سے عدل کرے، اور مُعاشرہ فرد سے، عوام حکومت کے ساتھ عدل کریں، اور حکومت عوام کے لیے عدل وانصافی کی فراہمی یقینی بنائے۔

یقین جانیے! اگر ہر شخص اپنی اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دینے لگے، تو پورے مُعاشرہ میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی، کسی پر ظلم نہیں ہوگا، کہیں منافقت نہیں ہوگی، اور کرپشن وبدعنوانی (Corruption) کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن صد افسوس کہ آج ہمارے ہاں نظامِ عدل وانصاف کی دھجیاں اُڑائی جا رہی ہیں، ہر طرف ظلم وزیادتی کا بازار گرم ہے، کوئی کسی کو روکنے، ٹوکنے اور پوچھنے والا نہیں۔

میرے محترم بھائیو! اگر ہم اپنی قوم کا استحکام اور اس کی بقا چاہتے ہیں، تو ہمیں بہر صورت اسلامی نظامِ عدل وانصاف پر عمل پیرا ہونا ہوگا، اس کے قیام کے لیے اپنی اپنی ذمہ داری ادا کرنا ہوگی، بصورت دیگر ذلّت ورُسوائی اور تباہی وبربادی ہمارا مقدّر ہو سکتی ہے۔ اللہ رب العالمین ہم سب کو تمام اُمور میں عدل وانصاف سے کام لینے کی توفیق مرحمت فرمائے؛ تاکہ وطن عزیز مستحکم وترقی یافتہ ہو، ہر طرف امن وسکون کی فضا قائم ہو، اسلام کا بول بالا ہو!۔

دعا

اے اللہ ! ہمیں بلاتفریق عدل وانصاف کی توفیق عطا فرما، ظلم وزیادتی اور مظلوم کی بددعا سے محفوظ فرما، ہمارا عدالتی نظام بہترین بنا، سب لوگوں کے لیے انصاف کا حصول آسان کردے، ہمیں نیک صالح اور شریعت کے پابند عادِل حکمران عطا فرما، ہمارے حکمرانوں اور ججز کو اپنی مسلم وغیر مسلم رِعایا کے ساتھ عدل وانصاف کی توفیق دے، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

یومِ پاکستان (حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں)

(جمعۃ المبارک ۲۴ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ - ۲۰/۳/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

میرے محترم بھائیو! یومِ پاکستان، ہمارے وطنِ عزیز کی تاریخ کا ایک اہم دن ہے، اس دن یعنی ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل، ایک آزاد ملک کے مطالبے کی قرارداد، لاہور کے منٹو پارک (اقبال پارک) میں پیش کی گئی تھی، جو بعد میں قراردادِ پاکستان کے نام سے موسوم ہوئی۔ جس دن قراردادِ پاکستان پیش کی گئی، اسی وقت متفقہ طور پر واضح الفاظ میں یہ فیصلہ بھی کر لیا گیا تھا، کہ اب بحیثیت مسلمان، ہندو تہذیب کے ساتھ ملاپ کسی صورت ممکن نہیں، مسلمان اپنا ایک علیحدہ اسلامی تشخص رکھتے ہیں، جس بناء پر اب ہندو ریاست میں مسلمانوں کا رہنا ناقابلِ برداشت ہے[1]۔ اسی بنیاد پر مسلم لیگ نے برصغیر میں مسلمانوں کے جداگانہ وطن کے حصول کے لیے تحریک شروع کی، اور سات ۷ سال کے بعد اپنا مطالبہ منظور کرانے

---

(۱) "ماہنامہ دخترانِ اسلام مارچ ۲۰۱۶ء" اداریہ، ص۴۔ "تحریکِ پاکستان اور علماءِ کرام" ص۱۴۵۔

میں کامیاب رہی، اور وہ ثمرہ اسلامی جُمہوریہ پاکستان کے نام سے دنیا کے نقشے پر اُبھرا۔ اس دن کی یادگار کے طور پر ہر سال 23 مارچ پورے پاکستان میں عام تعطیل ہوتی ہے؛ تاکہ ہم ان مسلم قائدین کو خراجِ تحسین پیش کریں، جن کی سوچ، مطالبہ اور کاوشوں کے سبب ہمیں آزادی کی نعمت میسر آئی!۔

یومِ تجدیدِ عہدِ وفا

عزیزانِ محترم! 23 مارچ کا اہم دن تقاریر وتقاریب منعقد کرنے کے ساتھ ساتھ، عملی طور پر وطن کی مضبوطی واستحکام کے لیے تجدیدِ عہدِ وفا کا دن بھی ہے۔ ہم نے ہر لمحہ اس سلسلہ میں شدید محنت کرکے، اسے ترقی یافتہ اقوام کے مقابل لانا ہے، اور یہ ہم سے صرف وطن کا تقاضا نہیں، بلکہ ہمارے اپنے ضمیر کا بھی ہم سے یہی مطالبہ ہے، کہ ہم سب رنگ ونسل اور قومیتوں کے اختلافات بھلا کر، اس ملک کے باشندے ہونے کی حیثیت سے، اپنی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے، ملک وقوم کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر اپنا کردار ادا کریں!۔

وطن سے وفاداری

میرے محترم بھائیو! اس دن کی یاد اپنے ملک سے بندے کو وفا کا پیغام دے رہی ہے، کہ اس ملک کا کوئی باشندہ ایسا کام نہ کرے، جس سے وطن عزیز اور اس کی عزّت کو نقصان پہنچے۔ اپنے وطن کے اصول وقوانین کی پاسداری کرے، اس کے امن واستحکام کے لیے کوشاں رہے، کہ وطن ہے تو ہم ہیں، لہٰذا اس کی بقا کے لیے ہم سب کو متحد ہو کر جدوجہد کرنی ہے، ہمیں اسلام اور اپنے ملک سے وفاداری کا عہد کرنا، اور اسے پورا کرکے ہی دم لینا ہے، اس مملکتِ خداداد کی سلامتی، امن وسکون اور

استحکام کے لیے، باہمی اتحاد واتفاق، پیار محبت اور مُساوات کی ضرورت ہے۔ اپنے ملک ووطن سے محبت وپیار بھی ایمان کا حصہ ہے"[1] ؂

دل سے نکلے گی نہ مر کر بھی وطن کی اُلفت
میری مٹی سے بھی خوشبوئے وفا آئے گی![2]

شہداء کا اجر وثواب

میرے بزرگو ودوستو! قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد بھی، وطنِ عزیز کے حصول کی کوششوں میں، جو مسلمان اپنی جانیں قربان کرگئے! وہ جاں نثارانِ وطن شہداء بارشادِ قرآنی: ﴿اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾[3] "وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں، روزی بھی پاتے ہیں، جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس پر شاد ہیں، اور اپنے بعد آنے والوں کی خوشیاں منا رہے ہیں، جو ابھی ان سے نہیں ملے، کہ ان پر نہ کچھ خَوف ہے اور نہ کچھ غم۔ اللہ کی نعمت اور فضل کی خوشیاں مناتے ہیں، اور یہ کہ اللہ تعالی مسلمانوں کا اجر ضائع نہیں کرتا"۔ کہ وہ جو اچھے اعمال اپنی زندگی میں کرتے تھے، اللہ تعالی ان کے مرنے کے بعد بھی ان اعمالِ صالحہ کو لکھتا ہے، اور خیر وبھلائی ان سے منقطع نہیں ہوتی[4]۔

---

(۱) "المقاصد الحسنة" الباب الثاني في ترتيب ...، كتاب الإيمان، صـ۴۸۹.
(۲) "کلامِ فلک"۔
(۳) پ۴، آل عمران: ۱۶۹-۱۷۱.
(٤) انظر: "صحيح مسلم" كتاب الوصية، ر: ۴۲۲۳، صـ۷۱٦.

باہمی اتحاد عظیم نعمت ہے

رفیقانِ گرامی قدر! اس مبارک دن کی یاد ہم سے یہ بھی تقاضا کرتی ہے، کہ پوری قوم متحد ہوکر یک جان ہوجائے؛ کیونکہ اتحاد ایک قوّت اور عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالی ہمارے وطنِ عزیز کو بھی اپنے اس فضل وکرم سے نوازے، جو انتہائی عمدہ اور بابرکت چیز ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ، فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ»[1] "جو جنّت کے وسط میں اپنا ٹھکانا چاہتا ہو، اُسے چاہیے کہ اُمت کی بڑی جماعت سے مضبوط وابستگی رکھے"، اسی معنیٰ جلیل کی تاکید میں حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «عَلَيْكُمْ بِالطَّاعَةِ وَالْجَمَاعَةِ؛ فَإِنَّهُمَا حَبْلُ الله الَّذِي أَمَرَ بِه»[2] "تم پر اِطاعت واجتماعیت لازم ہے، یہ دونوں چیزیں اللہ تعالی کی رسّی ہیں، جس کو مضبوطی سے تھامنے کا اس نے حکم فرمایا ہے"۔

وطن اور اتحاد کی نعمت

عزیزانِ محترم! جس دن اللہ کریم اپنے فضل وکرم سے کوئی نعمت عطا فرمائے، اس کو یاد رکھنا اہلِ ایمان واہلِ محبت کا شِعار وشیوہ ہے، جس دن اللہ تعالی نے ہمارے بزرگوں کو وطنِ عزیز عطا فرمانے کے لیے، یکجا ہوکر جدوجہد کا عزم وحوصلہ دیا، اس دن کو عظیم، مبارک اور نعمت جان کر اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا ہم پر لازم وضروری ہے، اور ساتھ ساتھ باہمی اتفاق واتحاد کو بھی مزید مضبوط کرنا ہے۔ تاریخ کے اَوراق پلٹنے، اور اَقوامِ عالَم کے عروج وزَوال، اوران کی کامیابی وناکامی کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے، کہ آج تک

---

(۱) "سنن الترمذي" باب ما جاء في لزوم الجماعة، ر: ۲۱٦٥، صـ٤٩٨.

(۲) "المعجم الكبير" من اسمه عبد الله، باب، ر: ۸۹۷۲، ۹/ ۱۹۹.

جس قَوم نے بھی عروج وترقی کی منزل پائی، وہ ترقی اکثر اُن کے باہمی اتحاد ہی کے مَرہونِ منّت رہی۔ اگر کسی کے پاس جنگی سازوسامان، تجربہ کار ودَلیر بَری، بحری اور فِضائی اَفواج، اور علماء ودانشوَر، الغرض دِینی ودنیاوی تمام قوّتیں ہوں، لیکن باہمی اتفاق واتحاد نہ ہو، تو یہ تمام تَرصلاحیتیں بے کار، بلکہ نا ہونے کے برابر ہیں۔ باہمی نااتفاقی ترقی کے بجائے تنزّلی، اور آبادی کے بجائے بربادی کا سبب بنتی ہے۔

مصطفیٰ جانِ رَحمت ﷺ نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے، اتفاق واتحاد، بھائی چارگی، ہم آہنگی ویکجہتی کا درس دیا، اور جب تک مسلمان اس پیغام پر عمل پیرا رہے، کامیابی وکامرانی اُن کا مُقدّر بنی رہی۔ قَیصر وکِسریٰ جیسی طاقتیں بھی مسلمانوں کے آگے سرنگوں تھیں، ان کی ہیبت وجلال سے پہاڑ بھی سمٹ کر رائی ہوئے، راستے کی ہر رُکاوٹ کو وہ پاؤں کی ٹھوکر سے دُور کرتے چلے گئے، فتح ونُصرت کے پرچم لہرائے، کامیابیوں کے سفر طَے کیے۔ لیکن جب مسلمان اتفاق واتحاد کو ختم کر کے تفرِقہ بازی، گروہ بندی اور تعصب میں مبتلا ہوئے، ان کی شان وشَوکت، دَبدبہ ورُعب سب کچھ بکھر کر رہ گیا، مسلمان کمزور ہوتے چلے گئے۔

یہ بات خوب واضح ہے کہ اتفاق واتحاد، قوّت اور تعمیری نشوونما کا سبب ہے، جبکہ اس سے دُوری ونااتفاقی، اِفتراق وانتشار، تخریب اور کمزوری کا باعث ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ﴾[1] "اللہ اور رسول کا حکم مانو، اور آپس میں جھگڑا مت کرو، ورنہ بُزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہَوا (طاقت) جاتی رہے گی!" یعنی اتحاد واتفاق کے

---

(١) پ١٠، الأنفال: ٤٦.

سبب مسلمانوں کا رُعب ودَبدَبہ قائم رہتا ہے، بصورتِ دیگر سب کچھ ختم ہوکر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی اِفتراق وانتشار والے اَفعال، حرکات اور کردار کو چھوڑ کر، باہمی مضبوط اتحاد سے کام لینا ہے!!۔

بھلائی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو!

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی کا کروڑہا کروڑ احسان، کہ اُس نے وطنِ عزیز پاکستان کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے، جن میں سَرسبز باغات، کنویں، چشمے، وسیع وعریض سمندر، دریا اور ہماری پاک سرزمین بھی ہے۔ یہاں شہروں کی تعمیر، بچوں کی تعلیم، تربیت اور ترقی، انسانیت کی بقا وفلاح، صحت وسلامتی کے لیے اسکول، یونیورسٹیز، ہسپتال وصنعتوں کے قیام، ہر ممکنہ وبنیادی سہولیات کی فراہمی، سڑکوں، پُلوں اور ڈیموں کی تعمیرات، خدمتِ خلق اور دیگر کئی اچھے کاموں کے لیے مزید بھر پور کوششوں کی ضرورت ہے۔ لہذا ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اس ملک کی اشیاء واَملاک کی حفاظت کریں، اور حکومتی اہلکاروں سے بھرپور تعاوُن کرکے حکمِ خداوندی کا عملی طور پر ثبوت دیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰى﴾[1] "بھلائی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو!"۔

خدمتِ انسانیت

برادرانِ اسلام! بے لَوث خدمتِ انسانی دلوں کو موہ کر، مخالفتوں کے ہجوم سے بھی راستہ نکال لیتی ہے۔ مسلمان بحیثیت اُمّت خدمتِ خلق کو اپنا شِعار بنالیں، تو انہیں فاتحِ زمانہ بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ خدمتِ خلق میں اجرِ عظیم، اور آخرت کی

(۱) پ٦، المائدة: ٢.

بھی کامیابی ہے، مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا ہر ایک کو چاہیے کہ دوسرے بھائی کی ہر طرح سے مدد کرے۔ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ، كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»(۱).

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا، اور نہ اُس کو ظالم کے حوالے کرتا ہے، جس نے اپنے بھائی کی ضرورت پوری کی، اللہ تعالی اس کی ضرورت پوری فرمائے گا، جس نے کسی مسلمان کی مصیبت دُور کی، اللہ تعالی بروزِ قیامت اُس کی مصیبتیں دُور فرمائے گا، اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائے گا"۔ لہٰذا جن مقاصدِ حسنہ کے لیے ہمیں وطنِ عزیز حاصل ہوا، ان مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے، ان تعلیماتِ اسلامیہ پر عمل کرتے ہوئے، ہمیں اپنے بزرگوں کی کوششوں اور قربانیوں کو خراجِ تحسین پیش کرنا ہے۔

اتفاق واتحاد کے حصول کی کوشش

میرے عزیز ہم وطنو! لاکھوں قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والی، اس مملکتِ اسلامیہ کی بقا، عروج وترقی اور امن وسلامتی کے لیے باہمی اتفاق واتحاد بہت ضروری ہے، جس طرح قطرۂ آب کی تنہا کوئی خاص حیثیت نہیں ہوتی، مگر جب یہی قطرے آپس میں اتحاد کر لیتے ہیں، تو ابرِ کرم کی صورت میں پل بھر میں جَل تھل کر دیتے ہیں، سُوکھے کھیتوں کو ہرا بھرا اور تر وتازہ کر دیتے ہیں، انہی قطروں کی ہم آہنگی

(۱) "صحيح البخاري" كتابُ المظالم، ر: ۲٤٤۲، صـ۳۹٤.

ایک ایسے طُوفان کو بھی جنم دیتی ہے، جو ایک عالَم کو تنکے کی طرح بہا کر لے جاتا ہے۔ لاکھوں میل دُور سے نظر آنے والے ننھے ستارے کی کیا حقیقت؟ لیکن جب یہی ستارے آپس میں اتحاد کر لیتے ہیں، تو اندھیری رات میں پورے عالم کو روشن ومنوّر کر دیتے ہیں، مسافروں کے لیے خیر کا سامان بن جاتے ہیں!!۔

الغرض یہی حال اقوامِ عالم کا بھی ہے، کہ اتفاق واتحاد کی بدَولت قومیں سنوَرتی اور ترقی وعروج کی مَنازل طے کرتی ہیں۔ اگر آج ہم بھی اتفاق واتحاد کے اصول پر کاربند ہو جائیں، اسلامی تعلیمات اور اعلیٰ انسانی واَخلاقی اَقدار اپنا لیں، تو ہمیں بھی وہ مقام وہ عزّت واقتدار حاصل ہو سکتا ہے، کہ پھر دنیا کی کوئی طاقت ہم پر غالب نہیں آسکتی، صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اتحاد ویکجہتی کے پیغام کو عام کریں، ملکی وقومی نقصان دَہ اعمال وکردار کا خاتمہ کر کے، اتفاق واتحاد کی حقیقت کو اُجاگر کریں؛ کیونکہ اُمّتِ مسلمہ بالخصوص ہمارے وطنِ عزیز کو درپیش مسائل کا حل اور چیلنجز (Challenges) کا تدارُک، اتفاق واتحاد میں مضمر ہے۔ اللہ کریم نے مسلمانوں کو اتفاق واتحاد پر قائم ودائم رہنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾[1] "اُن جیسے مت ہو جانا جو روشن نشانیوں کے باوُجود الگ الگ ہو گئے، اور اُن میں پھُوٹ پڑ گئی"۔ تو معلوم ہوا کہ افتراق وانتشار باہمی پھوٹ کا سبب ہے، لہذا نااتفاقی سے بچتے ہوئے دینی ودنیاوی

---

(١) پ٤، آل عمران: ١٠٥.

مُعاملات میں، سچ اور حق پر قائم رہنے والوں کے ساتھ رہنا ہے، اسی میں ہماری کامیابی ہے، ؏

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
مَوج ہے دریا میں، بیرونِ دریا کچھ نہیں![1]

دعا

اے اللہ! ہمیں قراردادِ پاکستان کے مقاصد کو سمجھ کر، ملک وقوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "کلیاتِ اقبال" بانگِ درا، حصہ سوم، شمع اور شاعر، ص۲۱۴۔

اپریل فُول (جھوٹ)

(جمعة المبارک ۲ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۳/۲۷ء)

الحمد لله ربّ العالمین، والصّلاةُ والسّلامُ علی خاتمِ الأنبیاءِ والمرسَلین، وعلی آلہِ وصحبہِ أجمعین، أمّا بعد: فأعوذُ باللہِ مِن الشّیطانِ الرّجیم، بسمِ اللہ الرّحمٰنِ الرّحیم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰھمّ صلِّ وسلِّم وبارِك علی سیِّدِنا ومولانا وحبیبِنا محمّدٍ وعلی آلہِ وصَحبہِ أجمعین.

اپریل فُول (April Fool) اور جھوٹ کی مذمّت

عزیزانِ مَن! آج کل یہود ونصاریٰ کی بہت سی رُسومات ہمارے مسلم مُعاشرے میں رائج ہوتی جارہی ہیں، ان میں سے ایک رسم "اپریل فول" (April Fool) بھی ہے۔ اس رسم کے تحت یکم اپریل کو جھوٹ بول کر کسی کو دھوکا دینا، مذاق کے نام پر کسی کو بے وقوف بنانا، کسی کو اَذیّت دینا، نہ صرف اچھا سمجھا جاتا ہے، بلکہ اسے ایک کمال قرار دیا جاتا ہے۔ جو جتنی صفائی اور چابک دستی سے دوسروں کو، جتنا بڑا دھوکا دے دے، اُتنا ہی اُس کو ذہین اور قابلِ تعریف سمجھا جاتا ہے۔ یہ رسم، شرعی، اَخلاقی اور تاریخی اعتبار سے خلافِ مُروت، خلافِ تہذیب اور انتہائی شرمناک ہونے کے ساتھ ساتھ، تعلیماتِ اسلامیہ کے بھی خلاف ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا، کہ یہ رسم کئی برائیوں کا مجموعہ ہے: (۱) جھوٹ، (۲) دھوکا، (۳) ناحق مذاق، (۴) مُشابہتِ کفّار، (۵) لوگوں کو اذیت دینا وغیرہ وغیرہ، جبکہ اللہ ورسول نے ان تمام اُمور، بالخصوص جھوٹ سے اجتناب کا حکم قرآن وحدیث میں تاکیداً فرمایا ہے، اور مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ اللہ تعالی اور مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے فرامین کو پسِ پشت ڈال کر، اپنی دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی کا سامان کرے۔

محترم بھائیو! اللہ تعالی نے انسان کو اپنے فضل وکرم سے جن جن نعمتوں سے نوازا ہے، اُن میں ایک عظیم ترین نعمت زبان بھی ہے، انسان کو اس کے صحیح استعمال کی تلقین فرمائی گئی ہے، کہ ہمیشہ جھوٹ سے بچتا رہے۔ جھوٹ کی مذمّت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾(۱) "جھوٹوں پر اللہ تعالی کی لعنت"۔

جھوٹ کبیرہ گناہ ہے

عزیز دوستو! جھوٹوں سے اپنی ناراضگی وناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے، اللہ تعالی نے اپنی لاریب کتاب قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾(۲) "جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں، جو اللہ تعالی کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے، اور وہی جھوٹے ہیں"۔ صدر الاَفاضل حضرت علّامہ سیّد نعیم الدّین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالی اس آیتِ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ کبیرہ گناہوں میں سے بدترین گناہ ہے"۔

---

(۱) پ۳، آل عمران: ٦١.

(۲) پ١٤، النحل: ١٠٥.

میرے بھائیو! اللہ تعالی جھوٹوں سے متعلق فرماتا ہے: ﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾[1] "مارے جائیں دل سے تراشنے والے" یعنی جھوٹے لوگ۔

عزیزانِ گرامی قدر! نبئ کریم ﷺ نے بھی جھوٹ کی نحوست، اور اس کے سبب ہونے والے عذاب کا ذکر فرمایا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم میں سے ایک فقیہ ومجتہد، جلیل القدر صحابی، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ! فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ الله كَذَّاباً»[2] "جھوٹ سے بچو؛ کیونکہ جھوٹ بُرائی کی طرف اور بُرائی جہنّم کی طرف لے جاتی ہے، انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے، اور جھوٹ میں کوشاں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے"۔

حضرت سیّدنا امام نووی رحمہ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "علمائے کِرام نے فرمایا: اس کے معنی یہ ہیں، کہ جھوٹ بُرائیوں کی طرف لے جاتا ہے، اور جھوٹ نیکی پر استقامت سے دُور کر دیتا ہے۔ اس حدیثِ پاک میں جھوٹ سے بچنے کی تاکید ہے، نیز یہ جو فرمایا کہ "جھوٹا لکھا جاتا ہے"، اس سے مراد مخلوق میں اِس صفت سے ظاہر ہونا ہے، یا فرشتوں میں اِس صفت سے مشہور ہونا مراد ہے، یا پھر یہ مراد ہے کہ اس سے نفرت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے"[3]۔

---

(۱) پ۲٦، الذاريات: ۱۰.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصِّلة، ر: ٦٦٣٩، صـ١١٣٨.

(۳) "شرح صحيح مسلم" كتاب البرّ والصِّلة والآداب، الجزء ١٦، صـ١٦٠.

بڑی خیانت

حضرت سیّدنا سفیان بن اُسَید حَضرمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: «كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثاً هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ، وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ»[1] "بڑی خِیانت کی بات یہ ہے، کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے کوئی بات کہو، اور وہ تمہیں اس بات میں سچا جان رہا ہو، اور تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو"۔

جھوٹ کی نحوست

حضرت سیّدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «إِذَا كَذَبَ العَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ المَلَكُ مِيلاً، مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهِ»[2] "جب بندہ جھوٹ بولتا ہے، تو اس کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دُور چلا جاتا ہے"۔

مُنافق کی پہچان

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «اعتبروا المنافقَ بثلاث: (١) إذا حدَّث كذِبَ، (٢) وإذا وَعد أخلَفَ، (٣) وإذا اؤتُمن خانَ»[3] "مُنافق کی پہچان تین ۳ باتوں سے ہوتی ہے: (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے، (۲) جب وعدہ کرے تو اُسے پورا نہ کرے، (۳) اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خِیانت کرے"۔

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في المعاريب، ر: ٤٩٧١، صـ٧٠٠.

(٢) "سنن الترمذي" باب ما جاء في الصدق والكذب، ر: ١٩٧٢، صـ٤٥٧.

(٣) "مصنَّف ابن أبي شَيبة" ما ذكر من علامة النِّفاق، ر: ٢٥٦١١، ٥/ ٢٣٧.

حضراتِ محترم! مؤمن کی صفات کے بارے میں، نبئ کریم رؤف ورحیم ﷺ سے عرض کی گئی، کہ کیا مؤمن بُزدل ہو سکتا ہے؟ فرمایا: «نَعم» "ہاں"، عرض کی گئی: کیا مؤمن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا: «نَعم» "ہاں"، پھر عرض کی گئی: کیا مؤمن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا: «لَا»(۱) "نہیں، مؤمن جھوٹا نہیں ہو سکتا"۔ اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا کلمہ گو مسلمان کی شان ہرگز نہیں۔

جھوٹ کی سزا

حضرت سیّدنا سمُرہ بن جُندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتيَانِيْ، فَأَخذَا بِيَدِيْ، فَأَخْرَجَانِيْ إِلَى أَرْضٍ مُسْتَوِيَةٍ أَوْ فَضاءٍ، فَمَرَرْنَا بِرَجُلٍ جَالِسٍ، وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِه، وَبِيَدِه كَلُّوْبٌ مِنْ حَدِيدٍ يُدْخِلُهُ فِيْ شِدْقِهِ، فَيَشُقُّهُ حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَيَلْتَئِمُ شِدْقُه هٰذَا، فَيَعُوْدُ فِيْهِ، فَيَصْنَعُ بِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ. قَالَ: قُلْتُ: مَا هَذَا؟ -إلَى أن قال-: أَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ رَأَيْتَ يُشَقُّ شِدْقُهُ، فَإِنَّه رَجُلٌ كَذَّابٌ يَتَحَدَّثُ بِالْكَذْبَةِ، فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ»(۲).

"آج میں نے خواب میں دیکھا، کہ میرے پاس دو ۲ آدمی حاضر ہوئے، اور میرا ہاتھ پکڑ کر ساتھ چلنے کو کہا، میں اُن کے ساتھ چل پڑا، وہ مجھے ایک ہموار زمین میں لے گئے، ہم وہاں بیٹھے ایک شخص کے پاس پہنچے، جبکہ ایک دوسرا شخص بھی اس

(۱) "الموَطّأ" باب ما جاء في الصدق والكِذب، ر: ۱۸٦۲، صـ۵۵۱.

(۲) "شرح السُنّة" كتاب البيُوع، باب وعيد آكل الربا، ر: ۲۰۵۳، ۵/ ۳۸- ۳۹.

کے پاس کھڑا تھا، جس کے ہاتھ میں لوہے کی سَنسی (Moose Forge) تھی، جس سے وہ اُس کے چہرے اور نتھنے کی ایک جانب سے اُسے چیرتا ہوا گُدّی تک لے جاتا، پھر وہ دوسری جانب چلا جاتا، تو اُس کی دوسری باچھ کو بھی چیرتا ہوا گُدّی تک کھینچ کر لے جاتا، وہ اُس سے فارغ ہی نہ ہوتا کہ پہلا حصہ ٹھیک ہو جاتا، پھر وہ اسی طرح کرتا رہتا۔ میں نے تعجّب سے "سبحان اللہ" کہتے ہوئے پوچھا کہ "یہ کیا ہے؟" اس پر مجھے بتایا گیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے، اور اس کا جھوٹ دنیا میں پھیلتا ہے"۔ یعنی اپنے جھوٹ کے ذریعے دنیا میں فساد پھیلاتا ہے۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «أعظمُ الخطايا: اللِّسانُ الكَذُوبُ»[1] "سب سے بڑی بُرائی جھوٹی زبان ہے"۔

مذاق میں جھوٹ کا انجام

میرے دوستو اور بزرگو! یاد رکھنا چاہیے کہ مذاق میں بھی جھوٹ جائز نہیں، یہاں تک کہ رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: «أَنَا زَعِيمٌ ...بِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَإِنْ كَانَ مَازِحاً»[2] "جو مذاق میں بھی جھوٹی بات کہنے سے باز رہے، تو میں اسے جنّت کے بیچ و بیچ (عمدہ ترین مقام پر) ایک گھر دلانے کی ضمانت دیتا ہوں"۔

جھوٹ ایک آفت وبلا ہے

عزیزانِ مَن! حقیقت کے خلاف بات کرنا جھوٹ کہلاتا ہے، جھوٹ ایک فریب، دھوکا اور انتہائی بُری خصلت ہے، اس سے لوگوں کا اعتماد و بھروسا ختم، اور

---

(١) "مصنَّف ابن أبي شَيبة" كتاب الزُّهد، ر: ٣٤٥٥٢، ٧/ ١٠٦ ملتقطاً.

(٢) "سُنن أبي داود" كتابُ الأدب، باب في حسن الخُلق، ر: ٤٨٠٠، صـ٦٨٠.

باہمی تعلقات کمزور ہوتے ہیں۔ جھوٹ علامتِ نِفاق بھی ہے، نیز جھوٹ لعنتِ خدا کا بھی سبب ہے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو جھوٹے عقیدے، اور بُرے اَعمال واَفعال سے ہمیشہ بچتے رہنا ہے، حتّٰی کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ فَيَكْذِبُ؛ لِيَضْحَكَ بِهِ الْقَوْمُ، وَيْلٌ لَهُ! وَيْلٌ لَهُ!»[1] "اُس کے لیے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اُس کے لیے ہلاکت ہے! اُس کے لیے ہلاکت ہے!"۔ لہٰذا ہم سب کو جھوٹ سے ہمیشہ بچتے رہنا ہے!۔

جھوٹ کی رخصت

عزیزانِ محترم! آدمی کے لیے کچھ مقامات ایسے بھی ہیں، جہاں اسے جھوٹ کی اجازت ہے۔ حضرت سیّدہ اسماء بنت یزید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا: «لَا يَحِلُّ الكَذِبُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: (١) يُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ لِيُرْضِيَهَا، (٢) وَالكَذِبُ فِي الحَرْبِ، (٣) وَالكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ»[2] "تین ۳ مَواقع پر جھوٹ کی اجازت ہے: (۱) مرد کا اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے، (۲) جنگ میں، (۳) اور لوگوں کے درمیان صُلح کرانے کے لیے"۔

دعا

اے اللہ! ہمیں ہمیشہ جھوٹ اور تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما، یہود وہنود، اور تمام دشمنانِ اسلام کی بیہودہ رُسومات سے بچا، ملک وقوم کی خدمت اور

---

(١) المرجع نفسه، ر: ٤٩٩٠، صـ٧٠٢.

(٢) "سنن الترمذي" باب ما جاء في إصلاح ذات البين، ر: ١٩٣٩، صـ٤٥١.

اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بےکس پناہ میں قبول فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

توبہ واستغفار

(جمعۃ المبارک ۲ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۳/۲۷ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

توبہ کی ترغیب

عزیزانِ محترم! دنیا کی فانی، چند روزہ، مطلب وخود غرضی کی زندگی، جس کی تمام آسائشیں اور لذّتیں فانی ہیں، انسان ان پر فریفتہ ہوکر رب تعالی کی ناراضگی کے کاموں میں مصروف رہتا ہے، اور یہ انتہاء درجے کی نادانی ہے۔ ہمارا ہر سانس جَوہرِ انمول ہے، حتی کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس کا مقابلہ ایک سانس جیسی نعمت سے بھی نہیں کیا جاسکتا۔ شیطان انسان کو لمبی اُمیدوں میں ڈال کر معصیتوں گناہوں میں مبتلا کرکے توبہ واستغفار سے غافل کر دیتا ہے، اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے، کہ جو ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے توبہ واستغفار کرتا رہے، اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوجائے، وہی کامیاب وکامران ہے۔

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے اہلِ ایمان کو اعمالِ صالحہ پر استقامت کے ساتھ ساتھ توبہ واستغفار کا بھی حکم فرمایا: ﴿وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! تم سب مل کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو؛ تاکہ تم فلاح پاؤ!"۔

محترم بھائیو! توبہ سچی ہونی چاہیے، اپنے جرم وگناہ کا اعتراف ہو، اس پر نَدامت ہو، اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد ہو، ایسی توبہ کا اثر یہ ہوگا کہ بندے سے کفر، فسق، حقوق اللہ اور حقوق العباد وغیرہ میں کوتاہی، اور تمام بُرے اعمال وافعال چھوٹ جائیں گے، نیک کاموں کی عادت پڑ جائے گی۔ سچی توبہ کو توبۂ نصوحہ کہتے ہیں، جس سے متعلق ارشادِ خداوندی ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾[2] "اے ایمان والو! اللہ کی بارگاہ میں ایسی توبہ کرو جو آئندہ کے لیے نصیحت ہوجائے"۔

ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا اجتماعی توبہ کرنا بھی جائز ہے، اور چاہیے کہ ہر مسلمان توبہ کرے، چاہے گنہگار ہو یا نیکوکار۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کے سبب انسان ایمان سے باہر نہیں نکل جاتا؛ کیونکہ وہ لوگ جو اَحکام میں کوتاہی کرچکے تھے، رب تعالی نے اِس آیتِ مبارکہ میں انہیں "ایمان والا" کہہ کر توبہ کا حکم فرمایا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توبہ سچی ہونی چاہیے؛ کہ ایسی توبہ گناہوں کی مُعافی اور جنّت میں داخلے کا سبب ہے۔

سچی توبہ کامیابی کی دلیل ہے

عزیزانِ مَن! بتقاضائے بَشریّت انسان سے غلطیاں اور خطائیں سرزد ہوجاتی ہیں، لیکن کامیاب وہ ہے جو گناہوں سے سچی توبہ کرلے، اور ناکام وہ ہے جو گناہ پر ڈٹا

---

(۱) پ۱۸، النُّوْر: ۳۱.

(۲) پ۲۸، التحریم: ۸.

رہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۫ وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۪ۚ وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴾(۱) "وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم (گناہ) کریں، تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی مُعافی چاہیں، اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخشے! اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں"، یعنی جس سے گناہ سرزد ہوجائے، گناہ پر مُصِر ہونے کے بجائے سچے دل سے توبہ کرلے، اللہ تعالی اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔

نَدامت وشرمندگی بھی توبہ ہے

میرے بھائیو! انسان کو اگر خلافِ شریعت کام کرنے پر شرمندگی ونَدامت ہوجائے تو یہ بھی توبہ ہے، نبئ کریم، رؤوف ورحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ»(۲) "نَدامت توبہ ہے"۔

توبہ کی برکتیں

میرے دوستو وبزرگو! جو لوگ توبہ کرتے ہیں، پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں، گناہوں سے بچتے ہیں، اور اعمالِ صالحہ انجام دیتے ہیں، انہیں بے شمار رحمتیں اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں، ایسوں کو اللہ تعالی وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں ان کا گمان بھی نہیں ہوتا، غموں سے نَجات دے کر غیبی رزق عطا فرماتا ہے، اللہ ربُّ العالمین کا فرمانِ عالی شان ہے: ﴿ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ(۲) وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ﴾(۳) "جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لیے نَجات کی راہ نکال دے گا، اور

---

(۱) پ٤، آل عمران: ١٣٥.
(۲) "سنن ابن ماجه" كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ر: ٤٢٥٢، صـ٧٢٥.
(۳) پ٢٨، الطّلاق: ٢-٣.

اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اُس کا گمان بھی نہ ہو!"۔

اچھا انسان وہ ہے جو توبہ میں جلدی کرے

حضراتِ گرامی قدر! انسان غلطی کا پتلا ہے، اس سے غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں، مگر اچھا انسان وہ ہے جو فوراً ہی رب تعالی کی بارگاہ میں جھک جائے، گریہ وزاری کرے، مُعافی مانگ کر آئندہ گناہوں سے بچتا رہے۔ حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ»[1] "ہر آدمی خطا کار ہے، اور خطا کاروں میں بہتر وہ ہے جو گناہ کے بعد توبہ کر لے"۔ ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ آزمائش اور آثارِ عذاب وامتحان کے لمحات میں، رب تعالی کی طرف رُجوع لائے، اپنی غلطیوں سے توبہ کرے، مُعافی مانگے، یقیناً اللہ فضل وکرم فرمانے والا ہے۔

توبہ اللہ تعالی کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ

میرے محترم بھائیو! توبہ کی برکت سے اپنے عُیوب کی اصلاح، اور خیر وبھلائی کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے، اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «للهُ أَشَدُّ فَرحاً بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِيْنَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فلاَةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ، وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُه، فَأَيِسَ مِنهَا، فَأَتَى شَجَرَةً، فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا، قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ، فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا، قَائِمَةً عِنْدَهُ»[2] "اگر کوئی شخص جنگل میں

---

(١) "جامع الترمذي" أبواب صفة القيامة، باب في استعظام المؤمن ذنوبه...، ر: ٢٤٩٩، صـ٥٦٨.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب التوبة، باب في الحض على التوبة، ر: ٦٩٦٠، صـ١١٩١.

اپنی سواری پر ہو، اور وہ سواری اس سے گم ہو جائے، جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو، پھر وہ تلاش کے بعد مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے میں لیٹ جائے، اچانک وہ سواری اس کے پاس آکھڑی ہو، تو اسے کس قدر خوشی ہوگی! جب اللہ کا بندہ توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالی کو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

ہمیں ہر پل ہر گھڑی اللہ رب العزّت کی رحمت طلب کرتے رہنا چاہیے

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! توبہ کا یہ تقاضا ہے کہ انسان اللہ تعالی کے حقوق میں کوتاہی کرنے پر پشیمان ہو، کہ میں نے رب تعالی کے اِحسانات کا بدلہ برائی اور نافرمانی سے دیا، اور اس کی نعمتوں کی ناقدری کی؛ کیونکہ آدمی پر یہ واجب ہے کہ اللہ تعالی کی نعمتوں اور اپنی جان ومال وغیرہ کو خالقِ کائنات جلّ جلالہ کی رضا، اپنے اہل وعِیال، اور مُعاشرے کے فائدے کے لیے استعمال کرے، توبہ ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ آدمی بڑوں اور چھوٹوں کے ساتھ اچھے اَخلاق سے پیش آئے، اپنی ذمّہ داری کو سمجھے، اور چُھوٹے ہوئے فرائض وواجبات کی قضاء ادا کرے؛ کیونکہ اللہ کی رحمت کے دروازے توبہ کرنے والوں کے لیے ہر پل ہر گھڑی کُھلے رہتے ہیں، اور اللہ کریم کی رحمت شب وروز بندوں کو بخشش کا مژدہ سناتی ہے، توبہ کی دعوت دیتی رہتی ہے۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا مَضَى شَطْرُ اللَّيْلِ أَوْ ثُلُثَاهُ، يَنْزِلُ اللهُ تبارك وتعالى إِلَى السَّماءِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطَى! هَلْ مِنْ دَاعٍ يُسْتَجَابُ لَهُ! هَلْ مِنْ

مُسْتَغْفِرٍ يُغْفَرُ لَهُ! حَتَّى يَنْفَجِرَ الصُّبْحُ»[۱] "جب رات کا نصف یا دو تہائی حصہ گزر جاتا ہے، تو اللہ تعالی آسمانِ دنیا کی طرف متوجہ ہو کر فرماتا ہے: ہے کوئی مانگنے والا جسے عطا کیا جائے! ہے کوئی دعا مانگنے والا جس کی دعا قبول کی جائے! ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا جس کی مغفرت کردی جائے! صبح ہونے تک یہی ندا جاری رہتی ہے"۔

توبہ کرنے والوں سے اللہ تعالی محبت فرماتا ہے

حضراتِ ذی وقار! توبہ کرنے والے سے اللہ تعالی محبت فرماتا ہے، لہذا جسے توبہ کی توفیق مل جائے، وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالی اس سے محبت فرماتا ہے، یہ اللہ تعالی کی طرف سے بندے کے لیے عزّت، اِکرام اور قبولیت کی علامت ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ توبہ کرنے والے کی حوصلہ اَفزائی کریں، اسے اللہ تعالی کی رحمت، مغفرت اور بخشش کا یقین دلائیں، ساتھ ہی ساتھ اس کی عزّت وتکریم بھی کریں، اس کے لیے تعریفی کلمات اور اچھی خصلتیں بھی بیان کریں، اس کے پچھلے گناہوں اور غلطیوں کا ذکر ہرگز نہ کریں؛ کیونکہ جس طرح پانی میل کچیل کو صاف کر دیتا ہے، اسی طرح توبہ سارے گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اور توبہ واستغفار سے دل اور بدن کو طاقت ملتی ہے، ایمان مضبوط ہوتا ہے، اور دل ودماغ کو پاکیزگی نصیب ہوتی ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ»[۲] "گناہوں سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہے، جیسے اس کا گناہ ہے ہی نہیں"۔

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب صلاة المسافر، باب الترغيب في الدعاء والذكر في آخر الليل والإجابة فيه، ر: ۱۷۷٤، صـ۳۰٦.

(۲) "سنن ابن ماجه" كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ر: ٤۲٥۰، صـ۷۲٥.

اللہ تعالی کی رحمت کے دروازے

عزیزانِ مَن! اللہ تعالی کی رحمت کے دروازے ہر اُس بندے کے لیے کھلے ہیں، جو اس کی بارگاہ میں سچی توبہ کرے، حضرت سیّدنا ابو موسی اَشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آقائے کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ عز وجل يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيْءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيْءُ اللَّيْلِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا»[1] "اللہ تعالی رات بھر اپنے دستِ رحمت وعطا پھیلائے رکھتا ہے؛ تاکہ دن میں گناہ کرنے والا رات میں توبہ کرلے، اور دن بھر دستِ رحمت وعطا پھیلائے رہتا ہے؛ کہ رات میں گناہ کرنے والا دن میں توبہ کرلے، یہاں تک کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو جائے"۔

یعنی قیامت قائم ہونے سے پہلے، اس نشانی کے ظاہر ہونے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے؛ کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا، تو (یہ قیامت کی علامت ہے) پھر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، لہٰذا ابھی موقع ہے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیں، ہم سب کو فوراً سے پیشتر سچی توبہ کرلینی چاہیے!۔

اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہونا

برادرانِ اسلام! توبہ بار بار کرتے رہنا چاہیے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، اللہ تعالی کی رحمت توبہ کرنے والوں سے قریب ہے، اس کی رحمت اور مُعافی ودرگزر سے ناامیدی کسی حالت میں درست نہیں، آدمی اپنے گناہ کا اظہار

(۱) "صحيح مسلم" كتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وإن تكررت الذنوب والتوبة، ر: ٦٩٨٩، صـ١١٩٦.

لوگوں کے سامنے نہ کرے، بلکہ اللہ تعالی کا شکر ادا کرے کہ اُس نے میرے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے، اور یقینِ کامل رکھے کہ وہ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی برکت سے، بروزِ قیامت بھی میرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھے گا۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّ أُمَّتِي مُعَافَاةٌ إِلاَّ الْمجَاهِرِين، وَإِنَّ مِنَ الإِجْهَارِ أَنْ يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِاللَّيْلِ عَمَلاً، ثُمَّ يُصْبِحُ قَدْ سَتَرَهُ رَبُّه، فَيَقُولُ: يَا فُلاَنُ! قَدْ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّه، فَيَبِيتُ يَسْتُرُهُ رَبُّه، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ الله عَنْهُ»[1] "علی الاعلان گناہ کرنے والوں کے سوا میرا ہر اُمّتی بخشا جائے گا، اور علی الاعلان گناہوں میں سے یہ بات بھی ہے، کہ ایک شخص رات گناہ کرے، اور صبح اس حال میں ہو کہ اللہ تعالی نے اس کا پردہ رکھا ہوا ہے، مگر وہ گنہگار خود اللہ تعالی کے رکھے ہوئے پردے کو چاک کر دیتا ہے، اور لوگوں کو بتاتا پھرتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا گناہ کیا ہے"۔

توبہ اور اعمالِ صالحہ کے لیے اچھا ماحول بہت مددگار ثابت ہوتا ہے، اس ماحول کی برکت سے انسان اَحکامِ شریعت پر عمل پیرا ہو جاتا ہے، اور رب تعالی کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا رہتا ہے، جس کے سبب اللہ تعالی اسے اپنا پیارا بندہ بنا لیتا ہے؛ کیونکہ توبہ کرنے والے اللہ تعالی کو پسند ہیں، اللہ ان سے محبت فرماتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾[2] "یقیناً اللہ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے، اور ستھرے لوگوں کو پسند کرتا ہے"۔

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الزهد والرقائق، باب النهى عن هتك الإنسان ستر نفسه، ر: ٧٤٨٥، صـ١٢٩٣.
(٢) پ٢، البقرة: ٢٢٢.

توبہ کی برکت سے تمام چھوٹے بڑے گناہ مُعاف

لہذا بندے کو رحمتِ الٰہی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، سچے دل سے توبہ کرنے میں شرم وعار محسوس نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالی اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے، اور توبہ کی برکت سے تمام چھوٹے بڑے گناہ مُعاف فرمادیتا ہے، خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ کا فرمانِ عالی شان ہے: ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾(١) "اے حبیب آپ فرمادیجیے! کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے گناہ کرکے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، یقیناً اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، یقیناً وہی بخشنے والا مہربان ہے"۔

عزیزانِ گرامی قدر! کسی مسلمان سے متعلق یہ نظریہ نہیں رکھنا چاہیے، کہ اللہ تعالی اس کی مغفرت نہیں فرمائے گا، اس طرح کا دعویٰ جہالت اور اللہ تعالی کے فضل وکرم کو محدود سمجھنا ہے، ہمیں کیا خبر کہ اللہ کریم نے اپنے کرم سے اس کے گناہ مُعاف کر دیے ہوں؛ کیونکہ اللہ تعالی کفر کے سوا جسے چاہے بغیر توبہ کے بھی بخش دیتا ہے۔

حضرت سیّدنا جُندُب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بیان فرمایا: «إِنَّ رَجُلاً قَالَ: وَاللهِ! لاَ يَغْفِرُ اللهُ لِفُلاَنٍ، وَإِنَّ اللهَ [تَعَالَى] قَالَ: مَنْ ذَا الَّذِيْ يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لاَ أَغْفِرَ لِفُلاَنٍ، فَإِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلاَنٍ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ»(٢) "ایک آدمی نے کہا کہ خدا کی قسم! اللہ تعالی فُلاں شخص کو نہیں بخشے گا، اللہ

(١) پ٢٤، الزُّمَر: ٥٣.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب البر والصلة، باب النهي عن تقنيط الإنسان من رحمة الله تعالى، ر: ٦٦٨١، صـ١١٤٤.

تعالی نے فرمایا کہ وہ ہوتا کون ہے جو میرے بارے میں قسم کھاکر کہتا ہے، کہ میں فُلاں کو نہیں بخشوں گا؟! میں نے تو فُلاں کو بخش دیا، اور تیرے عمل کو ضائع کر دیا!"۔

توبہ کرتے رہنے پر انعامِ باری تعالی

توبہ کرنے والوں کی بہترین جزا کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ یُؤْتِ كُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ﴾[1] "چاہیے کہ اپنے رب سے مُعافی مانگو، پھر اس کی طرف توبہ کرو، ایک مقرّر وعدہ تک تمہیں بہت عمدہ نعمتوں سے نوازے گا، اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا!"۔

دوسری جگہ توبہ واعمالِ صالحہ والوں سے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾[2] "یقیناً جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا، پھر ہدایت پر رہا، میں اسے خوب بخشنے والا ہوں!"۔

کرونا وائرس اور اللہ عَزَّوَجَلّ کا عتاب

عزیزانِ محترم! کرونا وائرس کا دنیا بھر میں وبائی مرض کی صورت میں پھیلنا، ہمارے اجتماعی گناہوں اور بے راہ رَوی کا بھی نتیجہ ہے، اس وبا سے محفوظ رہنے کا واحد حل یہ ہے، کہ ہمیں رجوع الی اللہ کرتے ہوئے، اللہ رب العزّت کی بارگاہ میں گڑگڑا کر توبہ کرنا چاہیے؛ کیونکہ کرونا وبا اللہ تعالی کی جانب سے ایک بڑی آزمائش ہے، جو انسانیت کی اجتماعی دعا اور توبہ واستغفار کی متقاضی ہے۔ ہمیں صدقہ وخیرات کے

---

(١) پ١١، هود: ٣.

(٢) پ١٦، طه: ٨٢.

ذریعے اپنے سفید پوش بھائیوں کی بھرپور مدد کرنی چاہیے، ساتھ ہی اس سے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی بھی ہر ممکن کوشش ضروری ہے، اپنی جان ومالک کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے، کوشش کریں کہ لوگوں سے میل جول بالکل کم کر دیں، مارکیٹس وغیرہ جانے سے بھی گریز کریں۔

اسی طرح ہر اُس کام سے توبہ کرتے رہیں، جو اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب ہو، جیسے "میرا جسم میری مرضی کے نعرہ لگا کر مُعاشرے کو زِنا، بدکاری، فحاشی، ناچ گانے، بدنگاہی، شراب نوشی، مردو عورت کا اختلاط، فحش لٹریچر کا فروغ، کرپشن وغیرہ کو عام کیا جارہا ہے، ان تمام اُمور سے خود بھی بچیں، اور اپنے دوست واَحباب کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔

کروناوائرس سمیت تمام آفات وبلیات سے حفاظت کے لیے اَوراد وظائف

میرے محترم بھائیو! جو کوئی صبح وشام (مقرّرہ تعداد میں) کسی مصیبت یا بیماری سے بچاؤ کے لیے، درج ذیل دعاؤں کو پڑھ لے گا، وہ ان شاء اللہ اُس مصیبت یا بیماری (خاص کر "کوروناوائرس") سے محفوظ رہے گا۔

(۱) بِسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ العَلِيمُ. صبح وشام ۳، ۳بار۔

(۲) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. صبح وشام ۳، ۳بار۔

(۳) أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. صبح وشام ۳، ۳بار۔

(۴) حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ. صبح وشام ۱۰، ۱۰ بار۔

(۵) لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ. صبح وشام ۱۱، ۱۱ بار۔

نوٹ: ہر وظیفہ کے اوّل وآخر ۳، ۳ بار درود شریف بھی پڑھ لیا کریں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما، ہمیں ہمیشہ جھوٹ اور تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے گناہوں کو مُعاف فرما، ہمارے دنوں کو راتوں سے، اور آنے والے دن گزرے ہوئے دنوں سے بہتر بنا دے، ہمارا خاتمہ بالخیر فرما، یہود، ہنود اور تمام دشمنانِ اسلام کی بیہودہ رُسومات سے بچا، ملک وقوم کی خدمت، اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

فضائلِ شعبان المعظم

(جمعۃ المبارک ۲ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ - ۲۷/۳/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

میرے عزیز دوستو! ماہِ شعبان المعظّم میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اعمالِ صالحہ اور روزوں کی کثرت کیا کرتے؛ کیونکہ دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ اس مہینے کے روزوں کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ حضرت سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبئ کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کی، یارسول اللہ! میں آپ کو سب مہینوں سے زیادہ شعبان المعظّم کے مہینے میں روزے رکھتے دیکھتا ہوں! رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «ذٰلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبَ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلىٰ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ»[1] "یہ رجب اور رمضان کے درمیان وہ مقدّس مہینہ ہے، جس سے لوگ غافل ہیں، یہ وہ مہینہ ہے جس میں

(١) "سنن النَّسائي" كتاب الصيام، ر: ٢٣٥٣، الجزء ٤، صـ٢٠٧.

لوگوں کے اعمال اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں، لہذا میں چاہتا ہوں کہ جب میرا عمل رب تعالی کی بارگاہ میں پیش کیا جائے، تو میں حالتِ روزہ میں ہوں"۔

زیادہ پسندیدہ روزے

محترم بھائیو! شعبان المعظّم اللہ تعالی کی طرف سے بندۂ مؤمن کے لیے ایک عظیم عطیّہ، بھلائیوں اور عطاؤں والا مہینہ ہے، سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے اسے بہت پسند فرمایا، حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: «كَانَ رَسُوْلُ الله ﷺ يَصُوْمُ فَلَا يُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ: مَا فِيْ نَفْسِ رَسُوْلِ الله ﷺ أَنْ يُفْطِرَ الْعَامَ، ثُمَّ يُفْطِرُ فَلَا يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ: مَا فِيْ نَفْسِه أَنْ يَصُوْمَ الْعَامَ، وَكَانَ أَحَبُّ الصَّوْمِ إِلَيْهِ فِيْ شَعْبَان»[1] "رسول اللہ ﷺ مسلسل روزے رکھتے، یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوتا کہ اس سال حضور روزے نہیں چھوڑیں گے۔ پھر آپ کبھی روزے چھوڑ دیتے، یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوتا کہ آپ ﷺ اس سال روزہ نہیں رکھیں گے، نیز حضور ﷺ کو سب سے زیادہ شعبان کے روزے پسند تھے"۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: «كَانَ أَحَبُّ الشُّهُوْرِ إِلَى رَسُوْلِ الله ﷺ أَنْ يَصُوْمَهُ شَعْبَان، ثُمَّ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ»[2] "رسول اللہ ﷺ کو تمام مہینوں میں شعبان کے روزے زیادہ پسند تھے، یہاں تک کہ اسے رمضان سے ملا دیا کرتے"۔ لہذا ہمیں بھی محبتِ رسول ﷺ کے تقاضے کے پیشِ نظر، ماہِ شعبان میں اپنی استطاعت وآسانی کے مطابق، اعمالِ صالحہ

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند أنس بن مالك ...إلخ، ر: ٤، ١٣٤٠٢/ ٤٥٨.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب الصيام، ر: ٢٤٣١، صـ٣٥٣.

اور روزوں کی کثرت کرنی چاہیے۔

شعبان انسان کو پاک صاف کرنے والا مہینہ ہے

عزیز دوستو! مبارک اوقات ومقامات میں نیکی کا ثواب، اور برکاتِ الہیّہ کا نُزول زیادہ ہوتا ہے، بندے کی غلطیاں کوتاہیاں مُعاف کی جاتی ہیں۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، نبیِ رَحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «شعبانُ شهري، ورمضانُ شهرُ الله، وشعبانُ المطهِّرُ، ورمضانُ المكفِّرُ»[۱] "شعبان میرا اور رمضان اللہ تعالی کا مہینہ ہے، شعبان پاک صاف کرنے والا مہینہ ہے، اور رمضان خطاؤں کا کفّارہ ہے"۔

افضل روزے

عزیز دوستو! سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سوال ہوا، کہ رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں؟ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «شَعْبَانُ لِتَعْظِيمِ رَمَضَانَ»[۲] "تعظیمِ رمضان کے لیے شعبان کے روزے ہیں"۔

روزوں کی کثرت

اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: «مَا رَأَيْتُ رَسُولَ الله ﷺ اسْتكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْهُ صِيَاماً فِي شَعْبَانَ»[۳] "میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو

---

(۱) "مُسند الفردوس" حرف الشين المعجمة، ۲/ ۲۳۳- ۲۳٤ من المخطوط.

(۲) "سنن الترمذي" باب ما جاء في فضل الصدقة، ر: ٦٦٣، صـ۱۷۰.

(۳) "صحيح مسلم" باب صيام النبي ﷺ...، ر: ۲۷۲۱، صـ٤٧۱.

ماہِ رمضان کے سِوا، کسی مہینے میں مکمل روزے رکھتے نہیں دیکھا، اور نہ ہی آپ کو کسی اَور مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے دیکھا"۔

پورے مہینے کے روزے

میرے بھائیو! شعبان وہ مہینہ ہے کہ سیرتِ نبوی ہمیں، اس میں اطاعت وعبادت کی کثرت کی طرف رَہنمائی فرماتی ہے۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: «مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ صِيَاماً مِنْهُ فِي شَعْبَانَ، كَانَ يَصُومُهُ إِلَّا قَلِيلاً، بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّه»[1] "میں نے نبئ کریم ﷺ کو کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا، آپ اکثر دنوں کے روزے رکھتے، بلکہ پورا مہینہ روزہ رکھا کرتے"۔

دو ماہ متواتر روزے

حضرت سیّدہ اُمّ سلَمہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: «مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ»[2] "میں نے نبئ اکرم ﷺ کو شعبان اور رمضان کے علاوہ، دو ۲ ماہ مسلسل روزے رکھتے نہیں دیکھا"۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا جذبہ

حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ "ماہِ شعبان کا چاند نظر آتے ہی، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم تلاوتِ قرآنِ پاک کی طرف خوب متوجہ ہوجاتے، اپنے اَموال کی زکاۃ نکالتے؛ تاکہ فقراء ومساکین ماہِ رمضان کے روزوں کے لیے تیاری

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الصوم، تحت ر: ۷۳٦، صـ۱۸٦.

(۲) المرجع نفسه.

کر سکیں، حُکّام قَیدیوں کو طلب کر کے جس پر حد قائم کرنا ہوتی، اُس پر حَد قائم کرتے، بقیہ میں سے جن کو مناسب سمجھتے انہیں آزاد کر دیتے۔ تاجِر اپنے قرضے ادا کر دیتے، دوسروں سے اپنے قرضے وصول کر لیتے، اور رمضان شریف کا چاند نظر آتے ہی غُسل کر کے (ان میں سے بعض حضرات) اعتکاف میں بیٹھ جایا کرتے"[1]۔

شعبان کے پانچ حروف اور ان کے مَعانی

میرے دوستو اور بزرگو! شعبان کے حروف سے متعلّق رُموز واَسرار بیان فرماتے ہوئے، حضرت سیّد الاولیاء غوث الثقلین قدّس سرّہ فرماتے ہیں کہ "شعبان میں پانچ ۵ حروف ہیں: ش ع ب ا ن۔ ش سے شرف (بزرگی) مراد ہے، ع سے عُلو (بلندی)، ب سے بِر (نیکی)، الف سے اُلفت (محبت) اور نون سے نور (روشنی) مراد ہے۔ ان حروف سے اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ ماہِ شعبان میں بندوں کو رب تعالی کی یہ نعمتیں عطا ہوں گی"[2]۔

گی"[2]۔

ماہِ شعبان میں اِطاعت وفرمانبرداری

جانِ برادر! اَحوالِ زندگی، تغیّرِ زمانہ اور اس کی بے ثباتی کے درس کے ساتھ، شعبان المعظّم کی اَہمیّت یوں بیان فرمائی گئی کہ "زندگی کے تین ۳ اَحوال ہیں: (۱) حالتِ گزشتہ جو بیت چکی، (۲) حالتِ موجودہ جس میں عمل کرنا ہے، (۳) حالتِ آئندہ جس کی امید ہے...

(١) "الغنية لطالبي طريق الحقّ ﷻ" فصل، ١/ ٣٤١.

(٢) المرجع نفسه، ١/ ٣٤١، ٣٤٢.

اسی طرح مہینے تین ۳ ہیں: (۱) رجب وہ تو گزر گیا پھر نہیں لَوٹے گا، (۲) اور رمضان کا انتظار کیا جارہا ہے، تم نہیں جانتے کہ اس کو پانے کے لیے زندہ رہو گے یا نہیں؟ (۳) اور شعبان ان دو ۲ مہینوں کے درمیان واسطہ ہے، اس میں اِطاعت وفرمانبرداری کو غنیمت سمجھنا چاہیے!"[1]۔

درود شریف کی کثرت

عزیزانِ محترم! اسی ماہ مبارک شعبان میں آیتِ درود نازل ہوئی، اور درودِ پاک کا حکم آیا ہے، اسی لیے اس مہینے میں کثرت سے درود شریف پڑھنا چاہیے۔ "غنیۃ الطالبین" میں ہے کہ "شعبان وہ مہینہ ہے جس میں بھلائیوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، برکتیں نازل ہوتی ہیں، خطائیں بخش دی جاتیں ہیں، گناہوں کو مٹادیا جاتا ہے، اور حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں کثرت سے ہدیۂ درود نچھاور کیا جاتا ہے، جو مخلوق میں سب سے بہتر ذاتِ گرامی ہیں۔ اور یہ مہینہ نبیٔ مختار ﷺ پر درود وسلام پیش کیے جانے کا خصوصی مہینہ ہے"[2]۔

توبہ کے ذریعہ گناہوں سے پاکی

اس ماہِ مبارک میں بھی دل کا میل اور روح کا زنگ دُور کرنے، اور گناہوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے، حضور سیّد المرسلین ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے دربارِ حق تعالی میں دعا کی جائے۔ "غنیۃ الطالبین" میں ہے کہ "ہر صاحبِ عقل مؤمن کو چاہیے، کہ اس مہینے میں غفلت نہ برتے، بلکہ اسی ماہ میں سابقہ غفلتوں کوتاہیوں سے

---

(۱) "الغنية" فصل، ۱/ ۳٤۲.

(۲) المرجع نفسه.

توبہ کے ذریعہ گناہوں سے پاک ہوکر، رمضان المبارک کے استقبال کی تیاری کرے، اللہ تعالی کی بارگاہ میں تضرُّع وزاری کرے، اور شعبان کے مہینہ میں بارگاہِ خداوندی میں صاحبِ مہینہ، پیکرِ حمد وثنا، حضور نبیٔ کریم ﷺ کا وسیلہ لے، یہاں تک کہ اس کے دل کا فساد دُور ہو، اور اس کے باطن کا مرض دفع ہوجائے"[1]۔

تمام مہینوں میں سب سے افضل مہینہ

پیارے بھائیو! چونکہ یہ مہینہ حضور اقدس ﷺ کا مہینہ ہے، اس لیے تمام مہینوں سے افضل ہے، جیسا کہ "غنیۃ الطالبین" میں ہے کہ "اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ﴾[2] "آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا فرماتا اور اختیار فرماتا ہے"۔ اللہ تعالی نے ہر چیز سے چار ۴ کو منتخب فرمایا، پھر ان چار ۴ میں سے ایک کو افضلیت کے لیے پسند فرمایا۔ فرشتوں میں حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اِسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم الصلاۃ والسلام کو چُن لیا، پھر ان میں سے حضرت جبریل کو افضلیت کے لیے پسند فرمایا۔

انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام میں سے حضرت سیّدنا ابراہیم، حضرت سیّدنا موسیٰ، حضرت سیّدنا عیسیٰ اور حضرت سیّدنا محمد ﷺ کو اختیار فرمایا، اور ان میں سے حضور سیّدنا محمد ﷺ کو مصطفی بنایا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم میں سے چار ۴ صحابہ کو منتخب فرمایا، حضرات ابوبکر و عمر، عثمان وعلی رضی اللہ تعالی عنہم، پھر ان میں سے حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کو خصوصی فضیلت عطا فرمائی۔

---

(١) المرجع السابق، ١/ ٣٤٢.

(٢) پ ٢٠، القصص: ٦٨.

اسی طرح مہینوں میں سے چار ۴ کو منتخب فرمایا: رجب، شعبان، رمضان اور محرّم، ان میں سے شعبان کو پسند فرمایا، اور اس کو حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مہینہ قرار دیا۔ تو جس طرح حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیائے کرام میں افضل ہیں، اسی طرح آپ کا مہینہ بھی تمام مہینوں میں ایک خاص فضیلت رکھتا ہے"[1]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں شعبان المعظّم میں بھی زیادہ سے زیادہ نیکیوں کی توفیق عطا فرما، ملک وقوم کی خدمت اور حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(١) "الغنية" فصل، ١/ ٣٤٠، ٣٤١ ملتقطاً.

پندرہویں شعبان کے فضائل واَحکام

(جمعۃ المبارک ۹ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ - ۰۳/۰۴/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

شبِ براءَت (نَجات والی رات)

حضراتِ گرامی قدر! اللہ تعالی نے دن اور رات کو پیدا فرماکر، ان میں سے بعض کو خاص امتیاز بخشا، انہیں میں ماہِ شعبان المعظم کی پندرہویں شب (جسے شبِ براءَت یعنی نَجات والی رات کہا جاتا ہے) کو بھی خاص اَہمیت سے سرفراز فرمایا۔ یہ ایک ایسی مبارک رات ہے جس میں اللہ تعالی اپنے بندوں پر خاص نظرِ رحمت فرماتا ہے، اہلِ ایمان پر خصوصی کرم کرتے ہوئے ان کی بخشش ومغفرت فرماتا ہے۔ حضرت سیّدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ يَطْلُعُ عَلَى عِبَادِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ، وَيُمْلِي الْكَافِرِيْنَ، وَيَدَعُ أَهْلَ الْحِقْدِ بِحِقْدِهِمْ حَتَّى يَدَعُوْهُ»[1] "یقیناً اللہ تعالی

---

(١) "المعجم الكبير" باب اللام ألف، ما أسند أبو ثعلبة، ر: ٥٩٣، ٢٢/ ٢٢٤.

شعبان کی پندرہویں رات اپنے بندوں پر خاص تجلّی فرماتا ہے، مؤمنوں کو بخش دیتا ہے، کافروں کو ڈِھیل دیتا ہے، اور آپس میں کینہ وعداوت (دشمنی) رکھنے والوں کو چھوڑے رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے دل سے عداوت نکال دیں"۔

میرے دوستو اور بزرگو! حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ لَيَطَّلِعُ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِـمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ»(۱) "اللہ تعالی شعبان کی پندرہویں رات خاص تجلّی فرماتا ہے، اور مشرِک وچغلخور کے سواسب کی بخشش فرما دیتاہے"۔ لہذا ہمیں ہر اُس فعل سے بچنالازم وضروری ہے، جو ہمارے پروَردگار عزّوجلّ کی ناراضگی کاسبب ہوکر، ہماری بخشش ومغفرت میں رکاوٹ کاباعث بنے۔

شبِ براءَت میں قبرستان جانا

جانِ برادر! اس رات قبرستان جانا بھی سنّتِ مستحبہ ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ میں نے ایک رات رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں نہ پایا، تو میں آپ علیہ السلام کی تلاش میں نکلی، کیا دیکھتی ہوں کہ آپ مدینہ منوّرہ کے قبرستان بقیع میں ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَكُنْتِ تَخَافِيْنَ أَنْ يَحِيْفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ!» "کیا تمہیں ڈر تھا کہ اللہ اور اُس کا رسول تمھاری حق تلفی کریں گے؟" میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! میں نے سوچا شاید آپ کسی اَور زَوجہ کے ہاں تشریف لے گئے ہوں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ تعالى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ

---

(١) "سنن ابن ماجه" كتاب إقامة الصلاة والسنّة فيها، ر: ١٣٩٠، صـ٢٣٤.

كَلْبٍ»[1] "اللہ تعالی شعبان کی پندرہویں رات آسمانِ دنیا پر خاص تجلّی فرماتا، اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتا ہے"۔

لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ اس رات قبرستان جائیں، اپنی آخرت کی فکر کریں؛ کہ وہ لوگ ہم سے پہلے دنیا سے چلے گئے، اور ہمیں بھی بالآخر اس دارِ فنا سے اُس دارِ بقا کی طرف جانا ہے، اپنے رب کے حضور حاضر ہوکر تمام اعمال کا حساب دینا ہے، تو ضروری ہے کہ اپنے تمام گناہوں، بالخصوص بغض وکینہ اور عداوت ودشمنی سے سچی توبہ کریں!۔

دوسری حدیثِ پاک میں فرمایا: «فَيَغْفِرُ لِلْمُسْتَغْفِرِينَ، وَيَرْحَمُ الْـمُسْتَرْحِمِينَ، وَيُؤَخِّرُ أَهْلَ الحِقْدِ كَمَا هُمْ»[2] "بخشش چاہنے والوں کی مغفرت فرماتا ہے، رحم کے طلبگاروں پر رحم فرماتا ہے، اور بُغض وعداوت (دشمنی) رکھنے والوں کو ان کے حال پر ہی چھوڑ دیتا ہے"۔

مغفرتِ عامّہ

پیارے بھائیو! حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «يَطَّلِعُ اللهُ عز وجل إِلَى خَلْقِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهِ إِلَّا لِاثْنَيْنِ: (١) مُشَاحِنٍ، (٢) وَقَاتِلِ نَفْسٍ»[3] "شعبان کی پندرہویں رات اللہ عزّوجلّ اپنی مخلوق کی طرف رحمت کی نظر فرماتا ہے، سوائے دو ۲ کے باقی سب کی مغفرت فرما دیتا ہے: (۱) کینہ پرور (۲) اور کسی کو ناحق قتل کرنے والا"۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب الصوم، ر: ٧٣٩، صـ١٨٧.
(٢) "شُعب الإيمان" ٢٣- باب في الصيام، ر: ٣٨٣٥، ٣/ ١٤٠٦.
(٣) "مُسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن عمرو، ر: ٦٦٥٣، ٢/ ٥٨٩.

حضرت سیِّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، سرکارِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: «يَنْزِلُ اللهُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِكُلِّ شَيْءٍ إِلَّا رَجُلٍ مُشْرِكٍ، أَوْ فِي قَلْبِهِ شَحْنَاءُ»[1] "اللہ عَزَّوَجَلَّ پندرہویں شعبان کی رات آسمانِ دنیا کی طرف تجلّی فرماتا ہے، اور دل میں بُغض وعداوت رکھنے والے، اور مشرِک (کافر) کے سواسب کی مغفرت فرمادیتا ہے"۔

حضرت سیِّدنا عثمان بن ابی العاص رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، دو جہاں کے سردار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: «إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، نَادَى مُنَادٍ: هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِر لَهُ، هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِيه، فَلَا يَسْأَلُ أَحَدٌ شَيْئاً إِلَّا أُعْطِيَ، إِلَّا زَانِيَةٌ بِفَرْجِهَا أَوْ مُشْرِكٌ»[2] "جب شعبان کی پندرہویں رات آتی ہے، تو پکارنے والا پکارتا ہے، کہ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ اس کی مغفرت کردُوں! ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کردُوں! سوائے بدکار عورت اور مشرِک (کافر) کے، جو کوئی مانگتا ہے اسے ملتا ہے"۔

دوسری حدیثِ پاک میں یہ بھی ہے: «لَا يَنْظُرُ اللهُ فِيهَا إِلَى مُشْرِكٍ، وَلَا إِلَى مُشَاحِنٍ، وَلَا إِلَى قَاطِعِ رَحِمٍ، وَلَا إِلَى مُسْبِلٍ، وَلَا إِلَى عَاقٍّ لِوَالِدَيْهِ، وَلَا إِلَى مُدْمِنِ خَمْرٍ»[3] "اس رات اللہ عَزَّوَجَلَّ مشرِک (کافر)، کینہ پرور،

---

(۱) "السُنَّة" لابن أبي عاصم، باب، ر: ٥٠٩، ١/ ٢٢٢. و"شُعب الإيمان" ٢٣- باب في الصيام، ر: ٣٨٢٧، ٣/ ١٤٠٣.

(۲) "شُعب الإيمان" ٢٣- باب في الصيام، ر: ٣٨٣٦، ٣/ ١٤٠٦.

(۳) المرجع نفسه، ر: ٣٨٣٧، ٣/ ١٤٠٧.

قطع رحمی کرنے والے (رشتہ داری توڑنے والے)، تکبّر سے کپڑا لٹکانے والے، والدین کے باغی ونافرمان، اور شراب کے عادی کی طرف نظرِ رَحمت نہیں فرماتا"۔

بخشش سے محروم لوگ

حضراتِ گرامی قدر! مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ کچھ بدنصیب لوگ اپنی بداعمالیوں کے باعث، اس قدرِ عظیم اور عام رحمت والی رات میں بھی، اللہ واحد وقہّار کی نظرِ کرم اور بخشش ومغفرت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

پندرہویں شعبان کا روزہ

برادرانِ اسلام! جہاں دیگر مہینوں اور مقدّس ایّام میں روزہ رکھنے کی فضیلت ہے، وہیں ماہِ شعبان کی پندرہ ۱۵ کو بھی روزہ رکھنا باعثِ اجر وثواب ہے، حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَصُوْمُوْا نَهَارَهَا؛ فَإِنَّ اللهَ ﷻ يَنزِلُ فِيهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ: أَلَا مُسْتَغْفِرٍ لِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ! أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ! أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ! أَلَا كَذَا...، حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ»(۱) "جب پندرہ ۱۵ شعبان کی رات آئے، تو اس میں قیام یعنی عبادت کرو، اور اس کے دن میں روزہ رکھو، کہ اس رات اللہ تعالی سورج غروب ہوتے ہی، آسمانِ دنیا پر خاص تجلّی فرماکر ارشاد فرماتا ہے، کہ ہے کوئی مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا کہ اسے بخش دُوں! ہے کوئی روزی کا طلبگار کہ اسے روزی دُوں! ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اسے عافیت عطا کردُوں! ہے کوئی ایسا...! ہے

(۱) "سنن ابن ماجه" كتابُ إقامة الصَّلاة والسنّة فيها، ر: ۱۳۸۸، صـ۲۳٤.

کوئی ایسا...! یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جائے"۔

پانچ مبارک راتیں

میرے محترم بھائیو! حضرت سیّدنا ابو اُمامہ باہلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، سرکارِ اَبد قرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «خمسُ ليالٍ لا تُردُّ فيهنّ الدّعوةُ: (١) أوّلُ ليلةٍ من رجب، (٢) وليلةُ النِّصف من شعبان، (٣) وليلةُ الجمعة، (٤) وليلةُ الفِطر، (٥) وليلةُ النَّحر»[1] "پانچ۵ راتیں ایسی ہیں، جن میں دعا رد نہیں ہوتی: (۱) رجب کی پہلی رات، (۲) شعبان المعظم کی پندرہویں شب یعنی شبِ براءَت، (۳) شبِ جمعہ، (۴) شبِ عید الفطر یعنی چاند رات، (۵) اور شبِ نحر یعنی ذوالحجۃ الحرام کی دسویں شب"۔

عزیز دوستو! حضرتِ سیّدنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے، نبئ رَحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مَن أَحيَا اللَّيَالِي الْخمس، وَجَبتْ لَهُ الْجنَّةُ: (١) لَيْلَةَ التَّروِيَة، (٢) وَلَيْلَةَ عرَفَةَ، (٣) وَلَيْلَةَ النَّحْرِ، (٤) وَلَيْلَةَ الْفِطر، (٥) وَلَيْلَةَ النّصْف من شعْبَان»[2] "جس نے ان پانچ۵ راتوں میں جاگ کر عبادت کی، اس کے لیے جنّت واجب ہوگئی: (۱) شبِ تَرویہ، یعنی آٹھویں ذی الحجہ، (۲) شبِ عرَفہ، یعنی نویں ذی الحجہ، (۳) قربانی کی رات، (۴) شبِ عید الفطر، (۵) اور شعبان کی پندرہویں شب"۔

بیداریٔ شبِ براءَت

محترم بھائیو! "علمائے شام کا بیداریٔ شبِ براءَت میں ایک قول ہے، کہ مسجدوں میں اجتماعی طَور پر بیداری مستحب ہے۔ یہ قول اکابر تابعین مثل حضرت خالد

---

(١) "تاريخ دِمشق" تحت ر: ٢٦٠٣، ١٠/ ٤٠٨.
(٢) "الترغيب والترهيب" كتاب العيدَين والأُضحِية، ر: ٢، ٢/ ٩٨.

بن معدان اور لقمان بن عامر کا ہے، امامِ مجتہد اسحاق بن راہُوَیہ نے بھی اس بارے میں ان کی مُوافقت فرمائی ہے"[1]۔

شبِ براءَت اور آتشبازی

برادرانِ اسلام! شبِ براءَت، دوزخ کی آگ سے نَجات، چھٹکارے اور آزادی کی رات ہے، لیکن بدقسمتی سے آج بہت سے مسلمان اسلامی تعلیمات، اور علمائے دین کی صحبتِ بابرکات سے دُوری کے باعث، بے راہ رَوی کا شکار ہوکر، اپنے ہی ہاتھوں اپنا مال فضول خرچ کرکے، آتشبازی کا سامان خریدتے، اور آخرت کی تباہی وبربادی مول لیتے ہیں۔ یقیناً یہ کام حرام اور جُرم ہے؛ کہ اس میں مال کا ضائع کرنا ہے، قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝۲۶ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾[2] "کسی طرح بے جا خرچ نہ کیا کرو! کیونکہ فضول خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پروَردگار کا بہت بڑا ناشکرا ہے"۔

عزیزانِ محترم! حضرت شیخِ محقّق عبد الحق محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "یہ کام بُری بدعات میں سے ہے، جو ہندوستان کے کئی شہروں میں لوگوں نے رَواج دے رکھا ہے، جیسے (پندرہ شعبان کی رات) آگ سے کھیلنا، اور تماشہ کرنے کے لیے جمع ہونا، گندھک (مثلاً بارُود) جلانا وغیرہ"[3]۔

---

(۱) "مَراقي الفلاح" كتاب الصّلاة، صـ١٥٤.

(۲) پ١٥، الإسراء: ٢٦، ٢٧.

(۳) "ما ثبتَ من السنّة" شهر شعبان، المقالة ٣، صـ٢٨٢.

اقوالِ علمائے کرام

علّامہ ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ "اس رات کے بڑے فضائل ہیں، یہ بڑی خیر وبرکت والی رات ہے، ہمارے اَسلاف کِرام اس کی بڑی تعظیم کیا کرتے، اور اس رات کے آنے سے پہلے ہی اس کی تیاری کر لیتے تھے"[1]۔

علّامہ ابن نُجَیم مصری رحمۃ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ "شعبان کی پندرہویں رات کو بیدار رہ کر عبادت کرنا مستحب ہے"[2]۔

شب براءَت میں کرنے والے کام

حضراتِ گرامی قدر! آخر میں اس مبارک رات میں کرنے والے کیا کیا کام ہیں؟ ان کا ذکر کیا جاتا ہے؛ تاکہ اِفراط وتفریط سے بچتے ہوئے، اس رات کے فضائل کو سمیٹا جاسکے:

(۱) نمازِ عشاء اور نمازِ فجر باجماعت کا اہتمام۔

(۲) اس رات میں کثرتِ عبادت کی توفیق ہو یا نہ ہو، گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا، بالخصوص ان گناہوں سے جو اس رات کے فضائل سے محرومی کا باعث بنتے ہیں۔

(۳) اس رات میں توبہ واِستغفار اور کثرت سے دُرود وسلام کا خاص اہتمام، اور ہر قسم کی رُسومات اور فُضول کاموں سے اجتناب کرنا۔

(۴) اپنے اور پوری امّت کے لیے ہر قسم کی خیر کی دعا۔

(۵) بقدر استطاعت ذِکر واَوراد، نوافل اور تلاوتِ قرآن پاک کا اہتمام۔

---

(۱) "المَدخل" ليلة نصف شعبان، ۱/ ۲۹۹.

(۲) "البحر الرائق" كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ۲/ ۹۲، ۹۳ ملخّصاً.

(۶) اگر بآسانی ممکن ہو تو پندرہ ۱۵ شعبان کا روزہ رکھنا۔

واضح رہے کہ مذکورہ تمام اعمال شب براءَت کا لازمی حصہ نہیں، بلکہ ان کا ذکر محض اس لیے ہے کہ ان میں مشغولی کے سبب ہر قسم کے گناہوں سے بچ کر، اجر وثواب کا ذخیرہ اکٹھا کیا جا سکے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں پندرہ ۱۵ شعبان المعظم میں بھی زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیشہ مخلوق کی محتاجی سے محفوظ فرما، اپنی محبت واِطاعت کے ساتھ اپنی سچی بندگی کی توفیق عطا فرما، خَلقِ خدا کے لیے ہمارا سینہ کشادہ اور دل نرم فرما، الٰہی ہمارے اَخلاق اچھے اور ہمارے کام عمدہ کردے، ہمارے اعمالِ حسَنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، ہمارا خاتمہ بالخیر فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

اِقامتِ دین اور اس کے تقاضے

(جمعۃ المبارک ۱۶ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ - ۱۰/۴/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اسلام ایک جامع اور کامل دین ہے

عزیزانِ محترم! اسلام صرف عبادات اور مذہبی رُسومات کی ادائیگی کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایک جامع دین اور مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ پاک میں اس کے لیے دین کا لفظ ذکر ہوا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾[1] "یقیناً اللہ عزّوجلّ کے یہاں اسلام ہی دین ہے"۔

دین کی جامعیت اس کے مُعاشی، قانونی، ثقافتی، مُعاشرتی اور سیاسی کردار کے بغیر ممکن نہیں، اور انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جس میں دینِ اسلام ہماری رَہنمائی نہ فرماتا ہو، قرآنِ کریم کا اَبدی نور آج بھی چمک رہا ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کی دائمی قندیلیں آج بھی اپنی آب وتاب کے ساتھ روشن تاباں ہیں، لہذا ہر

(۱) پ ۳، آل عمران: ۱۹.

مسلمان پر لازم ہے کہ دینِ اسلام کی روشن ودرخشاں تعلیمات پر عمل پیَرا رہے، ان اَحکام کی بجاآوری کرکے انعاماتِ ربّانی کا مستحق اور اُسوۂ حسنہ کا سچا پیَرو کار بن جائے۔

اللہ تعالی نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے ذریعہ، دینِ اسلام کی تکمیل فرماکر، اس کے آخری اور پسندیدہ دین ہونے کا اعلان فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾[1] "آج میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی، اور تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کرلیا"۔

اِقامتِ دین سے کیا مراد ہے؟

برادرانِ اسلام! اِقامتِ دین سے مراد یہ ہے، کہ اسلامی اَحکام کو اس کے تمام مَعانی ومَفاہیم کے مطابق، عملی جامہ پہنایا جائے، اور اس کا پورا پورا حق ادا کیا جائے۔ اللہ رب العالمین نے اِقامتِ دین سے متعلق، ایسا ہی حکم اُمَمِ سابقہ کو بھی ارشاد فرمایا، اور اس بات کی خاص تاکید فرمائی، کہ دینی مُعاملات میں باہم پُھوٹ مت ڈالو، اور متفقہ طور پر اس کے اَحکام پر عمل کرو، اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمادیا، کہ کفّار ومشرکین پر تمہارا یہ عمل بہت ہی گراں گزرے گا، لیکن اگر کوئی بُھولا بھٹکا انسان بارگاہِ الٰہی عزّوجلّ میں رُجوع لانا چاہے، تو اس کے لیے واپسی کا راستہ کھلا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰۤى اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ

(۱) پ٦، المائدة: ٣.

﴿اَللّٰہُ یَجْتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یُّنِیۡبُ﴾[1] "تمہارے لیے دین کی وہ راہ ڈالی، جس کا حکم اس نے نُوح کو دیا، اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی، اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا، کہ دین کو ٹھیک رکھو، اور اس میں پُھوٹ نہ ڈالو، مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے وہ جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو، اور اللہ جسے چاہے اپنے قرب کے لیے چُن لیتا ہے، اور اُسے اپنی طرف راہ دیتا ہے جو رُجوع لائے"۔

عزیزانِ گرامی! اسلام ایک سچا دین ہے، کفّار و مشرکین چاہے اسے کتنا ہی ناپسند کریں، اور اسے ختم کرنے کے لیے اس کے ماننے والوں پر، چاہے کتنا ہی ظلم وستم کیوں نہ کرلیں، بہرصورت یہ دین دیگر اَدیان پر غالب آکر رہے گا، یہ اللہ رب العزّت کا وعدہ ہے، ارشاد فرماتا ہے: ﴿ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا﴾[2] "وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا؛ تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، اور اللہ گواہ کافی ہے"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ﴾[3] "وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا؛ تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، اگرچہ مشرکین پڑے بُرا مانیں"۔

---

(١) پ ٢٥، الشُورى: ١٣.

(٢) پ ٢٦، الفتح: ٢٨.

(٣) پ ٢٨، الصف: ٩.

اِقامتِ دین کا مفہوم

میرے عزیز! اِقامتِ دین کا تعلق عبادت، ریاضت اور زُہد وتقوی کے ساتھ ساتھ ہمارے سیاسی، مُعاشی، اور ثقافتی مُعاملات کے ساتھ بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایوانِ عدل واقتدار سے تعلق رکھنے والوں کو بھی، اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنے کا حکم دیا گیا، اللہ تعالی نے اِقامتِ دین سے متعلق ان کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾[1] "اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں، تو وہ نماز قائم کریں گے، زکات دیں گے، بھلائی کا حکم کریں گے، بُرائی سے منع کریں گے، اور تمام مُعاملات کا انجامِ کار اللہ تعالی کے اختیار میں ہے!"۔

اِقامتِ دین سے متعلق یہ حکم صرف اسلام کے ساتھ ہی خاص نہیں، بلکہ اسلام سے قبل جب بنی اسرائیل کو یہ ذمہ داری سونپی گئی، توانہیں بھی یہی حکم دیا گیا تھا، کہ وہ توریت وانجیل اور دیگر صحائفِ سماویّہ میں، بیان کیے گئے اَحکام کو عملاً اپنی زندگی میں نافذ کریں، اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾[2] "تم فرمادو کہ اے اہلِ کتاب! تم کچھ بھی نہیں ہو، جب تک قائم نہ کرو توریت و انجیل کو، اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا"۔

حضراتِ محترم! اللہ رب العزّت نے دینِ اسلام کی صورت میں ہمیں ایک

(١) پ١٧، الحجّ: ٤١.

(٢) پ٦، المائدة: ٦٨.

مکمل اور فطری نظامِ زندگی عطا فرمایا ہے؛ تاکہ ہم اسے سمجھیں، اپنی عملی زندگی کو اس کے مطابق گزاریں، اس کے اصول، ضوابط اور اَحکام کو قانونی شکل دے کر لاگو کریں، مسلم حکمران اپنی رِعایا کو ان پر عمل کا پابند بنائیں، اور اس کے لیے جن ضروری اِقدامات کی حاجت ہو، علمائے دین اور قانونی ماہرین سے مُشاورت کے ساتھ، انہیں فی الفور عملی جامہ پہنائیں۔ دینِ اسلام ہی حقیقی طریقِ زندگی ہے، یہ بات ہمیں جتنی جلدی سمجھ میں آجائے، اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہے، کہ اللہ تعالی قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾(۱) "یہ سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ نے اسی دین کی اِقامت کے لیے، امّتِ مسلمہ کو خیرِ اُمت قرار دیتے ہوئے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا، ارشاد فرماتا ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾(۲) "تم ان سب اُمتوں میں بہتر ہو، جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں؛ بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ پر یقین رکھتے ہو"۔

اِقامتِ دین کا یہ مقدّس فریضہ اجتماعیت اور نظم وضبط کے بغیر ممکن نہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِقامتِ دین کی جدوجہد کے لیے، جن تربیت یافتہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو منتخب فرمایا، اُنہوں نے بھی اجتماعی طور پر ریاستِ اسلامیہ میں ایسا نظام نافذ کیا، جس میں شریعتِ مطہّرہ کے عین مطابق، عدل وانصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا گیا، قوانینِ حدود، قِصاص

(۱) پ۱۲، یوسف: ٤٠.
(۲) پ٤، آل عمران: ١١٠.

اور تعزیرات کے نفاذ سے جرائم پر قابو پاکر، ایک پُر امن مُعاشرہ تشکیل دیا گیا، مالداروں سے زکات وصدقات وصول کرکے، مستحقین تک پہنچاکر غربت کا خاتمہ کیا گیا، باہمی بھائی چارے کی صورت میں محبت واُخوت کی فضا قائم کی گئی، یتیموں، مسکینوں اور غریبوں کی مناسب دیکھ بھال اور مالی مدد کے ذریعے، ان کی دِلجُوئی کرکے عملی طور پر بتا بھی دیا، کہ دینِ اسلام کی تعلیمات پر عمل کیسے کیا جاتا ہے۔ دنیا بظاہر جتنی بھی ترقی کرلے، اور مُعاشرہ بظاہر کتنا ہی ماڈرن (Modern) کیوں نہ ہوجائے، اسلام کے اَحکام تاقیامت قابلِ عمل اور مؤثر ہیں!۔

اِقامتِ دین اور ایک مسلم حکمران کی ذمہ داری

حضراتِ گرامی قدر! اِقامتِ دین کے مختلف پہلو ہیں، جن میں ارکانِ اسلام کی پابندی، اور عوام الناس کے بنیادی انسانی حقوق کی پاسداری کے ساتھ ساتھ، انہیں عدل وانصاف کی یقینی فراہمی بھی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾[١] "جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو، تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو!"۔

اِقامتِ دین کے پیشِ نظر اپنی رِعایا سے عدل وانصاف کا مُعاملہ کرنے والے حکمران سے متعلق، رحمتِ عالمیان آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الإِمَامُ الْعَادِلُ ...»[٢] "بروزِ قیامت جب کوئی سایہ نہیں ہوگا، سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالی اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا: (ان خوش نصیبوں میں سے ایک) عدل وانصاف کرنے والا حاکم بھی ہے ..."۔

(١) پ٥، النساء: ٥٨.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الأذان، ر: ٦٦٠، صـ١٠٧.

اِقامتِ دین کا ایک پہلو یہ بھی ہے، کہ حکمران اپنی عوام کے ساتھ حسنِ سُلوک اور نرمی سے پیش آئیں، ان کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھیں، ایسے حکمران سے متعلق رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «السُّلْطَانُ ظِلُّ اللهِ فِي الأَرْضِ»[1] "حاکمِ اسلام زمین میں اللہ کی رَحمت کا سایہ ہے"۔

ایک اَور مقام پر سرکارِ دوعالم ﷺ نے ایسے حکمران کے لیے بارگاہِ الٰہی میں خاص طور پر یہ دعا فرمائی: «اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئاً فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ»[2] "اے اللہ! جو کوئی میری امّت پر والی (حاکم) مقرّر ہو، اور وہ اِن کے ساتھ نرمی سے پیش آئے، تو تُو بھی اُس پر نرمی فرما!"۔

اِقامتِ دین اور ہماری ذمہ داری

عزیزانِ محترم! بعض لوگوں کا یہ خیال ہے، کہ اَحکامِ دین کا عملی نفاذ صرف اسی صورت ممکن ہے، جب انسان صاحبِ اقتدار اور تمام اختیارات ووسائل کا مالک ہو، یہ سوچ شاید کسی حد تک درست بھی ہو، لیکن متعدّد ایسے ممالک ہمارے سامنے ہیں، جہاں مسلمان بادشاہتیں قائم ہیں، وہاں کے حکمران سیاہ وسفید کے مالک اور اسلامی نظامِ حکومت کے دعویدار ہیں، لیکن اس کے باوُجود وہاں شَعائرِ اسلام کی مسلسل توہین کی جاتی ہے، شراب نوشی، زِناکاری، اور فحاشی وعُریانیت کا راج ہے، آخر کیوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دینِ اسلام کی تعلیمات کا، کماحقہ نفاذ اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک ہر مسلمان اپنی اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے، اسے ادا کرنے کی بھرپور کوشش نہ کرے۔

---

(١) "السنّة" لابن أبي عاصم، ر: ١٠٢٤، ٢/ ٤٩٢.

(٢) "السنن الكبرى" للبيهقي، باب ما على الوالي من أمر الجيش، ٩/ ٤٣.

عزیزانِ محترم! ربِ کریم عَزَّوَجَلَّ نے اِقامتِ دین کا یہ فریضہ پہلے بنی اسرائیل کو سونپا تھا، لیکن انہوں نے اپنی ڈیوٹی (Duty) اور فرائض سے غفلت کا مظاہرہ کرکے اللہ تعالی کی نافرمانی کی، اور اس کی ناراضگی کے سبب اس کی رحمت اور خاص انعام واکرام سے محروم ہوگئے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ﴾[1] "اگر وہ قائم رکھتے توریت وانجیل کو، اور جو کچھ ان کی طرف اُن کے رب کی طرف سے اُترا، تو انہیں اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے رزق ملتا، ان میں کوئی گروہ تو اعتدال پر ہے، اور اکثر ان میں بہت ہی برے کام کر رہے ہیں"۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! بحیثیت مسلمان یہ ذمہ داری اب اللہ رب العالمین نے ہمیں سونپ رکھی ہے، لہذا ہمیں یہ فریضہ مکمل ایمانداری کے ساتھ ادا کرنا ہے، ورنہ کل بروزِ قیامت اس کوتاہی کے سبب ہماری بھی پکڑ ہو سکتی ہے، اور ہم سب سے اس بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہر شخص کو اس ذمہ داری سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ، فَهُوَ رَاعٍ عَلَيْهِمْ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا

(۱) پ٦، المائدة: ٦٦.

وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُ، أَلاَ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»[1].

"تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے، اور اس سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا: تو لوگوں کا حقیقی امیر (۱) ایک حاکم ہے، اور اس سے اُس کی رِعایا کے بارے میں سوال ہوگا، (۲) ہر آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم و نگہبان ہے، اور اس سے اس کے اہل وعِیال کے بارے میں سوال ہوگا، (۳) عورت اپنے شَوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر نگہبان ہے، اس سے اس بارے میں پوچھا جائے گا، (۴) غلام (وملازم) اپنے آقا (مالک) کے مال کا نگہبان ہے، اور اس سے بھی اس بارے میں پوچھا جائے گا، لہذا جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم و نگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کی رعیت (ماتحت) کے بارے میں (قیامت کے دن) باز پُرس ہوگی"۔

اِقامتِ دین سے متعلق اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے سے متعلق، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «لَا يَسْتَرْعِي اللهُ عَبْدًا رَعِيَّةً، يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ»[2] "اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کسی رِعایا کا نگران (حاکم) بناتا ہے، اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رِعایا کے حقوق پامال کرتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس پر جنّت حرام کردیتا ہے!"۔

(۱) "صحيح البخاري" كتاب العتق، ر: ٢٥٥٤، صـ٤١٢.
(٢) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ٣٦٤، صـ٧٣.

دعا

اے اللہ! ہمیں دینِ اسلام کے اَحکام کو قائم کرنے کے لیے، اپنی اپنی ذمہ داری کو، بخوبی ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما، اسلام کے خلاف ہونے والی عالمی سازشوں کا شکار ہونے سے بچا، الیکٹرانک (Electronic) اور پرنٹ میڈیا(Print media) کے ذریعے دینِ اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کے اثرات سے محفوظ رکھ، ہمیں نیک صالح اور شریعت کے پابند عادِل و منصِف حکمراں عطا فرما، ہمیں اِقامتِ دین کے سلسلہ میں ہر ممکن کوشش کی توفیق عطا فرما، ملک و قوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

مخلوط نظامِ تعلیم اور دینِ اسلام

(جمعۃ المبارک ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ - ۱۷/۴/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

دینِ اسلام میں علم کی اہمیت

عزیزانِ محترم! علم نُور ہے، علم اَقوامِ عالَم کی ترقّی، بلندیٔ درجات، دل ودماغ کی کشادگی، جنّت کے حصول اور اللہ تعالی کی طرف سے اِنعام واِکرام کے حصول کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ علم ایک ایسا نور ہے کہ جو اس کے دائرے میں آجائے وہ روشن ہو جاتا ہے، علم ایک ایسی روشنی ہے جس کی بدَولت انسان کا دل جگمگا اُٹھتا ہے، اِس نُور کی روشنی میں انسان اپنی منزل تلاش کرتا ہے، علم ہمیں اعلی اَخلاقی اَقدار سے نہ صرف رُوشناس کراتا ہے، بلکہ انسانی کردار کی عظمت، اور پستی کی گہرائیوں سے بھی آگاہ کرتا ہے، علم کی بدَولت ابو البشر حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر برتری عطا ہوئی، علم ایک ایسی دَولت ہے جس کی، ابتدائے زندگی سے لے کر انتہاء تک ہر موڑ پر اشد ضرورت رہتی ہے، تاریخ شاہد ہے کہ علم نے اَقوامِ عالم کی تاریخ بدل ڈالی۔

دینِ اسلام میں علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی، وہ علم سے متعلق تھی، اللہ رب العالمین نے اس وحی میں رسولِ اکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾[1] "اپنے رب تعالی کے نام سے پڑھیے، جس نے پیدا کیا، آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا، پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو (وہ) سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

خالقِ کائنات عزّوجلّ کی بارگاہ میں علم کی اہمیت اور مقام کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ اُس نے اپنے حبیبِ کریم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سردار ﷺ کو، معلّمِ کائنات بنا کر اس جہاں میں بھیجا؛ تاکہ وہ ہمیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں، اور ہمیں اُن اَسرار ورُموز سے آگاہ فرمائیں جن کا ہمیں علم نہیں۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾[2] "جیسے ہم نے تم میں سے تم میں ایک رسول بھیجا، کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے، اور تمہیں پاک کرتا ہے، اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے، اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا"۔

اللہ رب العزّت نے علم کی اہمیت کو مزید اُجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾[3] "اللہ تعالی تمہارے

---

(۱) پ ۳۰، العلق: ۱-۵.
(۲) پ ۲، البقرة: ۱۵۱.
(۳) پ ۲۸، المجادلة: ۱۱.

ایمان والوں، اور اُن کے جن کو علم دیا گیا، درجے بلند فرمائے گا"۔

مصطفی جانِ رَحمت ﷺ نے ہر مسلمان کے لیے حصولِ علم کو لازمی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»[1] "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْماً، سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيْقاً إِلَى الْجَنَّةِ»[2] "جو علم کی طلب میں کسی راہ پر چلے، اللہ تعالی اس کے لیے جنّت کا راستہ آسان فرمادے گا"۔

اسی طرح حضرت سیّدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَه»[3] "تم میں سے بہترین شخص وہ ہے، جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے"۔

چونکہ قرآنِ پاک میں ہر چیز کا بیان ہے، لہٰذا جس نے قرآنِ مجید صحیح معنی میں سیکھ لیا، قرآنی علوم پر مہارت حاصل کرلی، اس نے دنیا وآخرت کے سب سے بہتر علم پر دسترس حاصل کرلی۔

تعلیمِ نسواں اور دینِ اسلام

برادرانِ اسلام! کسی بھی قوم کی دین سے شناسائی، اور تہذیب وثقافت سے آگاہی کا پہلا فریضہ ماں کی صورت میں، اس قوم کی خواتین ادا کرتی ہیں، اسی لیے ماں

---

(١) "سنن ابن ماجه" باب فضل العلماء والحثّ ...إلخ، ر: ٢٢٤، صـ٤٧.
(٢) "صحيح مسلم" كتاب الذكر والدعاء والتوبة، ر: ٢٦٩٩، صـ١١٧٣.
(٣) "صحيح البخاري" باب: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ ...إلخ، ر: ٥٠٢٧، صـ٩٠١.

کی گود کو حصولِ علم اور تربیت کا اوّلین مرکز بھی قرار دیا جاتا ہے، لہٰذا مَردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کا بھی تعلیم یافتہ ہونا انتہائی ضروری ہے۔ دینِ اسلام کی دیگر امتیازی خصوصیات کے ساتھ ساتھ ایک خصوصیت یہ بھی ہے، کہ اس دین میں ہر مسلمان عورت، بہو بیٹی کے لیے حصولِ علم کا دَر ہمیشہ کھلا رہا ہے؛ اسی لیے اَحکامِ شریعت کی پاسداری کرتے اور انہیں ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے، خواتینِ اسلام کو ہر قسم کے مفید علم کے حصول کی پوری طرح آزادی حاصل ہے۔

عزیزانِ گرامی قدر! دینِ اسلام جہاں ایک عورت کو ہر علمِ نافع کے حصول کی اجازت دیتا ہے، وہیں بے پردگی، اور مخلوط نظامِ تعلیم کی حوصلہ شکنی بھی فرماتا ہے؛ کیونکہ جہاں ایک عورت خوب بناؤ سنگھار کرکے، دیدہ زیب ملبوسات پہن کر بے پردہ، بیسیوں مَردوں کے بیچ آکر بیٹھے گی، اور ان کی توجہ حاصل کرنے کا ساماں مہیا کرے گی، وہاں تعلیم وتعلّم کیسے ممکن ہو گا؟!

مخلوط تعلیمی نظام اور دینِ اسلام

حضراتِ محترم! اسلام عورت کو حصولِ علم سے ہرگز منع نہیں کرتا، لیکن حصولِ علم کے اُن طور طریقوں سے منع ضرور کرتا ہے، جن سے عورت کی نسوانیت کا تقدُّس پامال ہوتا ہو، یا عورت کا دامنِ عصمت داغدار ہونے کا خدشہ ہو۔ حصولِ علم کے لیے اسلام مرد وعورت کے لیے الگ الگ تعلیمی اداروں کے قیام کا حکم دیتا ہے؛ کیونکہ ہر ذی شُعور اس بات سے بخوبی آگاہ ہے، کہ جہاں جہاں مخلوط تعلیمی نظام (Co-Education System) رائج ہے، وہاں گمراہی، آوارگی اور باہم لڑائی جھگڑوں کا بازار ہمہ وقت گرم رہتا ہے، فحاشی، عُریانیت اور بے حیائی کے واقعات روز مرہ معمول

کا حصہ بنتے جا رہے ہیں، شریف گھرانوں کی خواتین ایسے تعلیمی اداروں میں خود کو ہر وقت غیر محفوظ محسوس کرتی ہیں، پردے کا اہتمام کرنے والی بیٹیوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کے مذہبی رجحان کو بنیاد بنا کر ان پر آوازیں اور پھبتیاں کَسی جاتی ہیں، جس کے باعث حصولِ علم پر توجہ دینا درکنار، انسانی رُوپ میں چلتے پھرتے جنسی بھیڑیوں سے انہیں اپنی عزّت وعصمت بچانا بھی مشکل ہو جاتا ہے!۔

مخلوط تعلیمی نظام کے نقصانات

عزیزانِ مَن! مخلوط طرزِ تعلیم سے آج ہماری نئی نسل بہت متاثر ہو رہی ہے، کوایجوکیشن (Co-Education) کے سبب آجکل کے بچے اَخلاقیات سے عاری ہوئے جا رہے ہیں، ان میں شرم وحیاء جیسی عمدہ صفات ناپید ہو رہی ہیں، جنسی تشدُّد پر مبنی واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے، تعلیمی معیار کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ رہا ہے، ہماری تہذیب وثقافت قصۂ پارینہ ہوتی جا رہی ہے، بحیثیتِ قوم ہم مُعاشرتی زوال کا شکار ہو رہے ہیں، مخلوط نظامِ تعلیم کے بظاہر ہزار فائدے ہوں، لیکن ایک مسلم مُعاشرے کے لیے یہ کسی لعنت سے کم نہیں؛ کیونکہ اس مغربی نظامِ تعلیم میں ایک مسلمان عورت کی عزّت وآبرُو اور عفّت وحیاء محفوظ نہیں، لہٰذا دینِ اسلام ایک مسلمان بہن بیٹی کو ایسی غیر محفوظ جگہ بھیجنے کا ہرگز رَوادار نہیں ہو سکتا!۔

جانِ برادر! اگر غیر جانبدارانہ نقطۂ نظر سے دیکھیے، تو مخلوط نظامِ تعلیم کثیر خواتین کی تعلیم میں رکاوَٹ، اور یہ چیز اَخلاقی گراوَٹ (Moral decay) کا بھی باعث بن رہا ہے، لہٰذا جتنا جلد ہو سکے ہمیں اس نظامِ تعلیم کو ترک کر دینا چاہیے، فطرت کے اصول سے بغاوت کے باعث، اب حال یہ ہو چکا کہ خود مغرب دنیا (Europe) بھی

اس کے منفی اَثرات کو محسوس کررہی ہے۔ تقریبًا پندرہ ۱۵ سالہ ریسرچ سروے رپورٹس (Research survey reports) کے مطابق، یہ بات سامنے آئی ہے کہ "مخلوط تعلیمی ادارے صِنفِ نازک کے لیے دراصل شکار گاہیں ہیں، ان تعلیمی اداروں کے ماحول، اور مرد وخواتین کے لیے آزادانہ اختلاط کے زیادہ مواقع سے، جنسی تشدُّد (Sexual violence) کے واقعات میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوا ہے، اور مخلوط تعلیمی اداروں کے ماحول نے، تعلیمی معیار کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے"[1]۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے ایسے ہی بوسیدہ مغربی نظام سے متعلق اپنے ایک شعر میں کہا تھا: ع

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے[2]

حضراتِ گرامی قدر! مخلوط نظامِ تعلیم چونکہ دینِ فطرت کے اصول وقوانین کو نظر انداز کرکے بنایا گیا ہے، لہذا جہاں جہاں یہ نظام نافذ کیا گیا، وہاں وہاں مذہب بے زاری، تہذیبی اَقدار سے دست برداری، اور جنسی اَنارکی جیسے مہلک وسنگین نتائج دیکھنے کو ملے۔ انہی وُجوہ کی بنا پر دینِ اسلام میں، مخلوط نظامِ تعلیم کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! مخلوط نظامِ تعلیم کی تمام تر خباثتوں اور مضر اثرات کے باوُجود بھی، اگر مسلمان خواتین ایسے اداروں میں زیرِ تعلیم رہیں، تو قوی اندیشہ ہے کہ (معاذ اللہ) ان کی عزّت وناموس کی پامالی کے رُوح فرسا واقعات کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا جائے گا، لہذا اپنی بیٹیوں کو زیورِ تعلیم سے ضرور آراستہ کیجیے، لیکن اس کے ساتھ

---

(۱) "مخلوط تعلیمی ادارے... آنکھیں کب کھلیں گی" روزنامہ جنگ ۱۱ نومبر ۲۰۱۵ء۔

(۲) "کُلیاتِ اقبال" بانگ درا، حصّہ سوم ۳، ظریفانہ، صــ ۳۲۰ـ۔

ساتھ اَحکامِ شریعت کو بھی ملحوظِ خاطر رکھیے، اور انہیں وقتاً فوقتاً پردے کے اہتمام کی تلقین بھی کرتے رہیے، اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں وہ دینی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب بھی دیجیے، جو ہمارے مذہب اور فطرت کے عین مطابق ہے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں قرآن وسنّت کا علم حاصل کرنے کی سعادت عطا فرما، اپنے بچے بچیوں اور بھائی بہنوں کو دینی تعلیم دلانے کی توفیق دے، انہیں مخلوط نظامِ تعلیم پر مبنی اسکول، کالجز میں ایڈمیشن سے احتراز کرنے کی سوچ عطا فرما، ہماری ماؤں، بہنوں اور بہو بیٹیوں کو ہر جگہ پردے کا اہتمام کرنے کی توفیق دے۔ ہمیں ملک وقوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

استقبالِ رمضان

(جمعۃ المبارک ۳۰شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ- ۲۰۲۰/۴/۲۴ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبهِ أجمعين.

میرے بزرگو ودوستو! جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، کہ عنقریب دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے، رَحمتوں والے مہینے رمضان شریف کی آمد آمد ہے۔ رمضان المبارک میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے، سمجھنے، اس پر عمل کرنے، اور اس کی تعلیمات وبرکات دوسروں تک پہنچانے کے بے شمار مَواقع میسر آتے ہیں۔ روزہ، نماز، قرآنِ پاک، نوافل اور دیگر اَذکار واَوراد، انسان کے اندر تقویٰ اور خوفِ الٰہی پیدا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ آئیے ہم سب مل کر رمضان المبارک کا استقبال کریں، اور اس کے مبارک لمحات بہترین انداز سے گزارنے کا عہد کریں!۔

روزے کی فرضیت وتعریف

روزوں کی فرضیت کا بیان کرتے ہوئے، خالقِ کائنات جَلّ جلالہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ

﴿قَبْلِكُمْ﴾[۱] "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے"۔ اس آیتِ مبارکہ میں روزے کی فرضیت کا بیان ہے، روزہ شریعتِ اسلامیہ میں اس بات کا نام ہے، کہ مسلمان صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک، بہ نیّتِ عبادت، کھانا پینا اور مُجامَعت ترک کردے۔ اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا، کہ روزہ عبادتِ قدیمہ ہے، زمانۂ سیّدنا آدم علیہ السلام سے تمام شریعتوں میں فرض ہوتا چلا آیا ہے، اگرچہ ایّام واَحکام مختلف تھے، مگر اصلاً روزے سب امّتوں پر لازم رہے[۲]۔

روزے کی فرضیت کا مقصد

میرے محترم بھائیو! روزہ ہجرتِ نبوی کے دوسرے سال فرض ہوا، روزہ تقوی وپرہیزگاری کا ایک اَہم ذریعہ ہے؛ کیونکہ گناہوں کا ایک سبب نفسِ امّارہ بھی ہے، اور روزہ رکھنے سے نفسِ امّارہ کمزور پڑتا ہے، لہٰذا فرضیتِ صَوم کی اس پیاری سی حکمت کے بارے میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾[۳] "تاکہ تم متقی وپرہیزگار بن جاؤ!"۔

مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "روزے کا مقصدِ اعلیٰ، اور اس سخت رِیاضت کا پھل یہ ہے، کہ تم متقی اور پاکباز بن جاؤ، روزے کا مقصد یہ نہیں کہ صرف کھانے پینے اور جِماع سے پرہیز کرو، بلکہ تمام برے اَخلاق اور اعمالِ بد سے انسان

---

(۱) پ۲، البقرۃ: ۱۸۳.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۸۳، صـ۶۰ ملتقطاً۔

(۳) پ۲، البقرۃ: ۱۸۳.

مکمل طَور پر کنارہ کشی اختیار کرے۔ تم پیاس سے تڑپ رہے ہو، تم بھوک سے بے تاب ہو رہے ہو، تمہیں کوئی دیکھ بھی نہیں رہا، ٹھنڈا پانی اور لذیذ کھانا پاس رکھا ہے، لیکن تم ہاتھ تو کُجا، آنکھ اُٹھا کر اُدھر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، اس کی وجہ صرف یہی ہے نا، کہ تمہارے رب کا یہ حکم ہے! اب جب حلال چیزیں اپنے رب کے حکم سے تم نے ترک کر دیں، تو وہ چیزیں جن کو تمہارے رب تعالی نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا ہے، مثلاً چوری، بدکاری، رشوت، بددیانتی وغیرہ حرام کاریاں، اگر یہ خیال پختہ ہو جائے، تو کیا تم ان کا اِرتکاب کر سکتے ہو؟ ہرگز نہیں![1]۔

مہینہ بھر کی اس مشقّت کا مقصد یہی ہے، کہ تم سال کے باقی گیارہ ۱۱ ماہ بھی اللہ تعالی سے ڈرتے ہوئے حرام سے اجتناب کرو۔ لہذا جو لوگ روزہ تو رکھ لیتے ہیں، لیکن جھوٹ، غیبت، بدنظری، فحش کلامی اور گالی گلوچ وغیرہ برائیوں سے باز نہیں آتے، ان سے متعلق سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمادیا: «مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لله حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ!»[2] "(جس نے روزہ رکھنے کے باوُجود) جھوٹ اور اُس پر عمل نہیں چھوڑا، رب تعالی کو اُس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں"[3]۔

میرے بزرگو و دوستو! روزے میں جہاں مسلمان کھانے پینے، اور نفسانی خواہشات سے اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے، وہیں اسے چاہیے کہ جھوٹ غیبت وغیرہ

---

(۱) "تفسیر ضیاء القرآن" البقرة، زیرِ آیت: ۱۸۳، ۱/ ۱۲۳، ۱۲۴، مختصراً۔

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الصّوم، ر: ۱۹۰۳، صـ۳۰٦.

(۳) "تفسیر ضیاء القرآن" البقرة، زیرِ آیت: ۱۸۳، ۱/ ۱۲۳، ۱۲۴، مختصراً۔

گناہوں سے بھی باز رہے؛ تاکہ تقویٰ وپرہیزگاری حاصل ہو، اور یہی روزے کا مقصد بھی ہے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: «إِنَّ الصِّيَامَ لَيْسَ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، وَلكِنْ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ»[1] "روزہ صرف کھانے پینے سے باز رہنے کا نام نہیں، بلکہ روزہ جھوٹ، گناہوں، اور بے کار چیزوں سے بھی بچنے کا نام ہے"۔

لہذا چاہیے کہ ہم ابھی سے رمضان شریف کی تیاری شروع کردیں، نمازوں کی پابندی کریں، اپنی زبان کی حفاظت کریں، غیبت وچغلی، گالی گلوچ، سخت کلامی اور بدنگاہی سے اجتناب کریں۔ حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: «إِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ وبَصَرُكَ وَلِسَانُكَ عَنِ الْكَذِبِ وَالْمَحَارِمِ، ودَعْ أَذَى الخادمِ، وَلْيَكُنْ عَلَيْكَ وَقَارٌ وَسَكِينَةٌ يَوْمَ صِيَامِكَ، وَلَا تَجْعَلْ يَوْمَ فِطْرِكَ وَصَوْمِكَ سَوَاءً!»[2] "جب تم روزہ رکھو تو اپنے کان، آنکھ اور زبان کو جھوٹ اور دیگر تمام گناہوں سے روکے رکھو! اور اپنے خادم وملازِم کو اَذیّت دینے سے بھی باز رہو! روزے میں وقار واطمینان سے رہو! رمضان اور غیر رمضان میں ایک جیسے مت رہو!"۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ روزہ رکھ کر انسان دوسروں کے لیے اَذیّت کا باعث، یا دوسروں پر بوجھ بن جائے!۔

ناصرف دن میں ٹائم پاس کرنے کے لیے، موبائل فونز وغیرہ کے ذریعے، فضولیات وبے حیائی کے ذرائع، فحش ومنکَرات پر مبنی لٹریچر، آڈیو یا وڈیو کلپس وغیرہ

---

(۱) "السنن الكبرى" للبيهقي، كتاب الصيام، ٤/ ٢٠٩.

(٢) "شعب الإيمان" باب في الصوم، ر: ٣٦٤٩، ٣/ ١٣٤٤.

سننے اور دیکھنے سے اجتناب کرنا ہے، بلکہ رمضان المبارک کی راتوں میں بھی ایسے کاموں سے بچنا ہے، جو لوگوں یا خود اپنی آخرت کے لیے نقصان اور اَذیّت کا باعث ہوں۔ جیسا کہ بعض شہری علاقوں میں باقاعدہ کرکٹ، فٹ بال وغیرہ کے میچز کی زینت بننا، خود کھیلنا یا تماشائی بن کر کھیلنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا، شور شرابا کرکے کسی کے آرام، یا کسی کی عبادت میں خلل انداز ہونا قابلِ مذمّت ہے، یہ وہ کام ہیں جن کے باعث روزے کی برکات زائل ہو جاتی ہیں، بلکہ روزے کا زندگی پر یہ اثر ہونا چاہیے، کہ نرمی وآسانی، عفو ودرگزر کا مُظاہرہ کرے؛ تاکہ اللہ ورسول کی نافرمانی سے ہمیشہ کے لیے نَجات مل جائے!۔

حضراتِ محترم! خالقِ کائنات جلّ جلالہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾[1] "گنتی کے دن ہیں"۔ یعنی انتیس۲۹، یا تیس۳۰ دن (تقریبًا ایک ماہ فقط) اس لیے گھبرانا مت، جس رب تعالی نے تمہیں گیارہ۱۱ ماہ کھلایا پلایا، اگر ایک ماہ، وہ بھی صرف دن کے وقت، کھانے پینے سے منع فرمادے، تو ضرور اُس کی اطاعت کرو، اور اس میں بھی تمہارا ہی فائدہ ہے!۔

روزہ اور انسان کی صحت

محترم بھائیو! بعض لوگ رمضان المبارک کے روزے رکھنے میں بھی حیلے بہانوں سے کام لیتے ہیں کہ "ہم سے نہیں رکھے جاتے، ہماری ڈیوٹی سخت ہے، روزہ رکھنا بہت مشکل کام ہے، ہم روزہ رکھتے ہیں تو بیمار پڑجاتے ہیں"... وغیرہ وغیرہ۔ اِسی طرح کے اَور بھی بہت سے حیلے بہانے کرکے، رَحمتِ الٰہی سے خود ہی محروم رہتے ہیں۔

---

(۱) پ۲، البقرة: ۱۸٤.

جبکہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «صُومُوا تَصِحُّوا!»(۱) "روزہ رکھو صحت مند ہو جاؤ گے!"۔

اس سے معلوم ہوا کہ خرابیٔ صحت کے اندیشے سے، روزہ نہ رکھنے کی سوچ غلط اور خام خیالی ہے، اس طرح بندہ خالقِ کائنات جلّ جلالہ کی رحمت سے دُور ہو جاتا ہے۔ لہذا فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے، کہ بدبختی ومحرومی کو گلے لگائیں، یا پھر ربِ ذوالجلال کے حکم، اور حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانِ صحت نشان پر عمل کرتے ہوئے، روزے کی برکتیں رحمتیں حاصل کر کے، نیک بختی وسعادت مندی، کامیابی وکامرانی اور صحت کو اپنے دامن میں سمیٹ کر، اُن کے پیارے بن جائیں۔

بیمار اور مسافر کے لیے روزے کی رخصت

عزیز دوستو! جو شخص ایسا بیمار ہو کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو، اس کے لیے دینِ اسلام میں رخصت ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾(۲) "تو تم میں سے جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو، تو اتنے روزے اَور دنوں میں پورے کرے"۔ یعنی ایسا بیمار ہو کہ روزہ اُسے شدید نقصان دے، تو اسے صحتیابی تک روزہ مؤخّر کرنے کی اجازت ہے، لیکن جس بیمار کو روزہ شدید نقصان نہ دے، اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں۔

اور وہ سفر جس پر شرعی اَحکام مرتّب ہوں، یعنی ۹۲ کلو میٹر مَسافت طے کرنے کی نیّت سے چلا ہو، یا اس کے علاوہ اگر کوئی اَور شرعی عذر ہے، یا حاملہ، یا دودھ

(۱) "المعجم الأوسط" باب الميم، بقية اسمه ميم، ر: ۸۳۱۲، ۶/ ۱۴۷.
(۲) پ۲، البقرة: ۱۸۴.

پلانے والی خاتون، تواِن تمام خواتین و حضرات کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، ان کے جتنے روزے چُھوٹیں، وہ رمضان کے بعد اُن کی قضا کرلیں، لیکن پھر بھی رمضان شریف میں روزہ رکھنا ہی ان کے حق میں زیادہ بہتر ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "اگر تم جانو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے!"۔ تو معلوم ہوا کہ مسافر کو اگرچہ روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے، مگر روزہ رکھ لینا اس کے لیے زیادہ بہتر ہے[2]۔

رمضان شریف کی آمد

عزیز دوستو! ہمارے گھر، خاندان اور مُعاشرے میں کئی اَفراد ایسے تھے، جو پچھلے رمضان المبارک میں ہمارے ساتھ تھے، لیکن آج وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، وہ حضرات اپنی منزل کو پہنچ چکے ہیں، یقیناً ہم سب کو بھی ایک دن اِس دارِ فانی سے دارِ آخرت کی طرف کُوچ کرنا ہے، لہذا جسے یہ مبارک مہینہ نصیب ہو، وہ بڑا ہی خوش بخت اور سعادت مند ہے۔ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ، فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ»[3] "جب رمضان کا مہینہ آتا ہے، تو جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے"۔

---

(۱) پ۲، البقرة: ١٨٤.

(۲) "تفسیر نور العرفان" پ۲، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۸۴، صـ۴۲۔

(۳) "صحيح البخاري" باب صفة إبليس وجنوده، ر: ٣٢٧٧، صـ٥٤٦.

رمضان شریف اور نُزولِ قرآن کریم

اللہ تعالی نے اس ماہِ مبارک کو بہت سے فضائل وخصوصیات کے ساتھ، دیگر مہینوں سے ممتاز مقام ومرتبہ عطافرمایاہے، اس مبارک ماہ میں قرآن مجید کانُزول ہوا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ﴾[۱] "رمضان وہ مبارک مہینہ ہے، جس میں قرآن پاک اُتاراگیا"۔

روزے سے متعلّق مسائل واَحکام سیکھنا

اس ماہِ مبارک کے استقبال کی ایک صورت یہ بھی ہے، کہ ہم اس کی آمد سے پہلے ہی روزے سے متعلّق مسائل واَحکام سیکھ لیں۔ چنانچہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ، فَلْيُتِمّ صَوْمَهُ؛ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ»[۲] "جب کوئی روزہ دار بُھول کر کھاپی لے، تووہ اپناروزہ پوراکرے؛کیونکہ اُسے اللہ تعالی نے کھلایااور پلایا"۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "یہی حکم ہراُس چیز کا ہے، جو دوایاغذانہ ہو، اور بلاقصدواختیار حَلق میں اُترجائے، جیسے دھواں اور غُبار وغیرہ۔ البتہ قصداً دھواں وغیرہ نگلنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، جیسے حقّہ، سگریٹ، بیڑی، بخور، اگربتی وغیرہ کادھواں، اس میں قضابھی ہے اور کفّارہ بھی"[۳]۔ یعنی رمضان شریف کے بعد اس روزہ کی قضا کے طور پر ایک روزہ، اور کفّارہ کے ساٹھ ۶۰ روزے مسلسل رکھنے ہوں گے۔

---

(۱) پ۲، البقرة: ١٨٥.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الصّوم، ر: ١٩٣٣، صـ٣١٠.

(۳) "نزہۃ القاری" باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسياً، تحت ر: ۳۴۳، ۵/۵۴۔ و"بہارِ شریعت" کن چیزوں سے روزہ نہیں جاتا، حصہ۵، ۱/۹۸۲۔

روزہ دار کی شان

عزیزانِ محترم! روزہ دار کے لیے خوشخبری ہے، حضرت سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ، لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُوْنَ»[1] "جنّت کے آٹھ ۸ دروازے ہیں، ان میں سے ایک کا نام "ریّان" ہے، اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے"۔

روزے کی جزا

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»[2] "جو ایمان کے ساتھ، ثواب کی خاطر رمضان کے روزے رکھے، اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں"۔

برکت والا مہینہ

رفیقانِ گرامی قدر! ان شاء اللہ العزیز ہم سب مسلمان عنقریب رمضان المبارک کے استقبال کی سعادت حاصل کریں گے، یہ ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں برکات عام ہوتی ہیں، رَحمتیں نازل ہوتی ہیں، نیکیوں کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے، لغزشیں مُعاف کی جاتی ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں، جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنّم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ لہذا آپ سب کو یہ عظیم مہینہ

---

(۱) "صحيح البخاري" باب صفة أبواب الجنّة، ر: ۳۲۵۷، صـ۵۴۳.
(۲) "صحيح البخاري" كتاب الصّوم، ر: ۱۹۰۱، صـ۳۰٦.

مبارک ہو! اور آپ تمام مسلمانوں کے لیے خوشخبری ہو، جو اللہ رب العزّت نے آپ حضرات کے اِعزاز میں دی ہے، جس کی بِشارت ہمارے پیارے آقا ومَولا ﷺ نے اپنے اصحابِ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو دی۔

مصطفی جانِ رحمت ﷺ فرماتے ہیں: «أَتاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ، فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ صِيامَهُ، تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّماءِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ، وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ، لله فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ»[1] "تمہارے پاس رمضان کا مبارک مہینہ آیا، اللہ جلّ جلالہ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں، اس مہینے میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنّم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور شریر جن وشیاطین قید کر دیے جاتے ہیں، اس ماہِ مبارک میں اللہ تعالی کی طرف سے ایک ایسی بابرکت رات ہے، جو ہزار مہینوں سے افضل وبہتر ہے یعنی شبِ قدر، تو جو اِس کے ثواب سے محروم رہا وہ حقیقۃً محروم ہے"۔

اجرِ عظیم

حضراتِ محترم! بلاشبہ ماہِ رمضان کا تشریف لانا، رب تعالی کی ایک عظیم نعمت ہے، لہذا ہم سب پر لازم ہے کہ اس سے وہ فوائد حاصل کریں، جو ہمارے لیے دنیا وآخرت میں بھلائی کا ذریعہ ہوں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «قَالَ اللهُ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلّا الصِّيامَ؛ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ، فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ

---

(١) "سنن النَّسائي" كتاب الصيام، ر: ٢١٠٢، الجزء ٤، صـ١٣١- ١٣٢.

أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: (۱) إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، (۲) وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ»[1].

"اللہ تعالی فرماتا ہے، کہ آدمی کا ہر عمل اُس کی اپنی ذات کے لیے ہے سوائے روزے کے؛ کہ وہ میرے لیے ہے، اور اُس کا بدلہ میں خود دُوں گا۔ روزہ عذاب سے بچانے والی ڈھال ہے، اور جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو، تو نہ فحش بات کرے، اور نہ کسی سے جھگڑے، اگر اُسے کوئی گالی دے یا جھگڑے، تو اُس سے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بُو، اللہ تعالی کو مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے، روزہ دار کے لیے دو ۲ خوشیاں ہیں جن سے اُسے فرحت ہوتی ہے: (۱) ایک اِفطار کی خوشی، (۲) اور دوسری اپنے رب تعالی سے ملاقات کی خوشی"۔

جہنم سے آزادی

عزیزانِ گرامی قدر! ہم سب مسلمان اس عظیم موسمِ عبادات وبرکات کے اشتیاق میں ہیں؛ تاکہ بھلائی کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں اور اجرِ عظیم پائیں۔ تو کون ہے جو اپنے رب تعالی کی جنّت کا امیدوار ہے؟! اور کوشش کرتا ہے کہ اُسے جہنّم سے آزاد کردہ لوگوں میں شمار کر لیا جائے؟! سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: «إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النِّيرَانِ، فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ،

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الصّوم، ر: ۱۹۰٤، صـ۳۰٦.

وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِي مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ! وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ! وَلله عُتَقَاءُ مِن النَّارِ، وَذَلكَ كُلَّ لَيْلَةٍ»[1] "جب ماہِ رمضان کی پہلی رات آتی ہے، تو شیاطین اور سرکش جنّات کو بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں، جہنّم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں، کہ اُن میں سے کوئی بھی دروازہ نہیں کھولا جاتا، جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور اُن میں سے کوئی بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، اور ایک مُنادی پکارتا ہے، کہ اے طالبِ خیر آگے بڑھو! اور اے شرّ کے متلاشی باز آجاؤ! اور اللہ تعالی کئی لوگوں کو جہنّم سے آزاد فرماتا ہے، اور اسی طرح کا مُعاملہ رمضان کی ہر رات میں رہتا ہے"۔

چاند دیکھ کر پڑھنے کی دعا

عزیز دوستو! جب ہم اس مبارک ماہ کو پائیں، اور اس مہینے کا چاند دیکھیں، تو اس وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے، ہمارے آقا رحمتِ عالمیان ﷺ دعا کرتے: «اللَّهُمَّ أَهْلِلْهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالإِيمَانِ، وَالسَّلامَةِ وَالإِسْلامِ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ!»[2] "الٰہی! اس نئے چاند کا طلوع ہونا ہمارے لیے امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کا ذریعہ بنا، اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے!"۔

لہذا ہمیں رمضان کا بہترین استقبال کرنا ہے، اس میں خوب عبادات واعمالِ صالحہ کرنے ہیں، اللہ ورسول کو خوب راضی کرنا ہے، اور اس ماہِ مبارک کی آمد سے پہلے ہی نیک کاموں کی طرف رُجوع وسبقت کرنی ہے، ان شاء اللہ!۔

---

(۱) "سنن الترمذي" باب ما جاء في فضل شهر رمضان، ر: ٦٨٢، صـ١٧٤.

(۲) المرجع نفسه، باب ما يقول عند رؤية الهلال، ر: ٣٤٥١، صـ٧٨٨.

دعا

اے اللہ! شعبان کے ان بقیہ لمحات میں ہمیں دے، اور ہمیں بخیر وعافیت رمضان تک پہنچادے، روزوں اور نمازِ تراویح میں ہماری مدد فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ملک وقوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

زکات ایک بنیادی فریضہ ہے

(جمعۃ المبارک ۳۰ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ- ۲۴ / ۴ / ۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

زکات کی فرضیت اور حکم

محترم بھائیو! زکات ایک اہم دینی اسلامی فریضہ ہونے کے ساتھ ساتھ، مُعاشی واقتصادی مشکلات کے حل کا ایک بہترین ومؤثر ذریعہ بھی ہے۔ زکات کا لُغوی معنی ہے پاک کرنا، درست کرنا، بڑھنا، جبکہ شریعتِ اسلامیہ میں زکات کا معنی "مال کا ایک مخصوص حصّہ، جو شریعتِ مطہّرہ نے مقرّر کیا ہے، اللہ تعالی کی رِضا کی خاطر، کسی مسلمان شرعی فقیر کو اُس کا مالک بنادینا ہے"[1]۔

زکات فرض ہے، اور اس کی فرضیت قرآن، سنّت اور اِجماعِ امّت سے ثابت ہے، جو اِس کی فرضیت کا انکار کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ جو زکات کو فرض جاننے اور ماننے کے باوُجود ادا نہ کرے، وہ مستحقِ عذاب ہے۔ اور جو اس کی ادائیگی

---

(١) "الدرّ المختار" كتاب الزكاة، ٥/ ٤١٤-٤١٩.

میں تاخیر کرے وہ گنہگار ہے، اُس پر توبہ لازم ہے۔ زکات نہ دینے والے سے حاکمِ اسلام زبردستی بھی وصول کر سکتا ہے۔ زکات اسلام کا تیسرا رُکن ہے، جو ہجرت کے دوسرے سال فرض کیا گیا۔

زکات کس پر فرض ہے؟

زکات ہر اُس عاقل وبالغ مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، جو صاحبِ نصاب ہو، یعنی جس کے پاس ضروریاتِ زندگی وحاجاتِ اصلیہ سے زائد، کم از کم ساڑھے سات تولہ سونا، یا ساڑھے باوَن تولہ چاندی، یا اس کے برابر نقدی یا مالِ تجارت ہو۔ اور جب اس نصاب پر مکمل ایک قمری سال، یعنی چاند کے اعتبار سے گزر جائے، تب اُس مال پر ڈھائی فیصد، یعنی چالیسواں حصّہ زکات لازم ہوتی ہے۔

زکات کی ادائیگی کا حکم

اللہ تعالی نے مسلمانوں کو زکات کی ادائیگی کا حکم نماز سے متّصل فرمایا: ﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾[1] "نماز قائم رکھو، زکات ادا کرو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو!"۔ یعنی نماز باجماعت ادا کیا کرو۔

زکات امن وامان، مسکینوں، محتاجوں کی مدد وتعاوُن، اور غمزدوں کی دِلجوئی، شہروں، وطنوں، عزّتوں کی حفاظت، اور اللہ ورسول کی رِضا کے حصول کا ایک اہم اور بہترین ذریعہ ہے۔

رفیقانِ گرامی قدر! زکات کا اسلام میں بہت اعلیٰ اور عظیم مرتبہ ومقام ہے، اللہ تعالی اور اس کے حبیبِ کریم ﷺ نے کئی مقامات پر زکات کا ذکر نماز کے

(۱) پ۱، البقرة: ۴۳.

ساتھ فرمایا۔ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اتَّقُوْا اللهَ رَبَّكُمْ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ، وَأَطِيعُوْا ذَا أَمْرِكُمْ، تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ!»[۱] "اپنے رب سے ڈرتے رہو! پنج وقتہ نماز قائم رکھو! رمضان کے روزے رکھو! اپنے مال کی زکات ادا کرو! اور حاکمِ اسلام وعالمِ دین کی اِطاعت کرو! تو اپنے رب کی جنّت میں داخل ہوجاؤ گے!"۔

زکات ادا کرنے کا فائدہ

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! دیگر فرائض وواجبات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ، زکات دینے والے نیک مسلمانوں کو، آخرت میں نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ ہی کچھ رنج وغم، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾[۲] "یقیناً وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، نماز قائم کی اور زکات ادا کی، اُن کا انعام اُن کے رب تعالی کے پاس ہے، نہ انہیں کچھ خوف ہوگا اور نہ کوئی غم!"۔

ایک اَور مقام پر زکات دینے والے مؤمن مسلمان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ﴾[۳] "میری رحمت ہر چیز کا اِحاطہ کیے ہوئے ہے، تو عنقریب میں اپنی رحمت اُن کے لیے لکھ دوں گا، جو مجھ سے ڈرتے اور زکات دیتے

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الجمعة، باب منه، ر: ٦١٦، صـ١٥٨.

(۲) پ۳، البقرة: ٢٧٧.

(۳) پ۹، الأعراف: ١٥٦.

ہیں، اور وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں!"۔

حضراتِ گرامی! صدقہ وزکات دینے سے مال میں اضافہ وبرکت ہوتی ہے، بلکہ یہ کام مال کے ضائع ہونے اور نقصان سے حفاظت وامان کا ذریعہ بنتا ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾[1] "اللہ کی رضا چاہتے ہوئے جو تم خیرات دو، تو ایسے ہی لوگوں کے لیے دُگنا ہے"۔

میرے بھائیو! زکات ایک اہم دینی فریضہ ہونے کے ساتھ ساتھ، دینِ اسلام کے ماننے والوں کی اجتماعی مشکلات کے حل کے لیے، ایک بہترین و مؤثر کوشش بھی ہے، اور یہ پیاری کوشش محتاجوں کی مدد وتعاون کا ایک آسان طریقہ، اور اللہ جَلَّ جَلالُہ کی رضا کے حصول کا بہترین ذریعہ بھی ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾[2] "ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ خالص اللہ ہی پر عقیدہ رکھتے ہوئے، ایک طرف کے ہو کر، اللہ تعالی کی بندگی کریں، نماز قائم کریں اور زکات ادا کریں، اور یہ سیدھا دِین ہے"۔

ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكَاةَ، إِلّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ»[3] "اللہ تعالی نے زکات کو اس لیے فرض فرمایا، کہ وہ تمہارے باقی مال کو پاک کر دے"۔

---

(۱) پ۲۱، الرُوم: ۳۹.

(۲) پ۳۰، البيّنة: ۵.

(۳) "سُنن أبي داود" كتابُ الزكاة، بابُ في حقوق المال، ر: ۱٦٦٤، صـ۲٤۷.

ہمارے آقا و مولا ﷺ مزید فرماتے ہیں: «مَنْ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ، فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهُ»[1] "جس نے اپنے مال کی زکات ادا کردی، اُس سے اُس مال کا شر دُور ہو جاتا ہے"۔

امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، سرکارِ ابدِ قرار ﷺ نے ارشاد فرمایا: «حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ! وَدَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ!»[2] "زکات ادا کرکے اپنے اَموال محفوظ کرلو! اور صدَقات دے کر اپنے بیماروں کا علاج کیا کرو!"۔ یعنی صدَقات وخیرات وزکات دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی، بلکہ اس کی حفاظت ہوتی ہے، نقصان سے بچ جاتا ہے، بلکہ اس میں مزید برکت واضافہ ہوتا ہے، اور مصیبت، بیماری، دُکھ، درد وتکلیف دُور ہوتے ہیں۔

زکات ادا نہ کرنے کا وَبال

حضراتِ محترم! جولوگ اپنے مال کی زکات ادا نہیں کرتے، ایسوں سے متعلق اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۴ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾[3] "وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں، اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ! جس دن وہ جہنم کی آگ میں

(١) "المعجم الأوسط" باب الألف، من اسمه أحمد، ر: ١٥٧٩، ١/ ٤٣١.

(٢) المرجع نفسه، ر: ١٩٦٣، ١/ ٥٣٢.

(٣) پ١٠، التوبة: ٣٤، ٣٥.

تپایا جائے گا، پھر اُس سے اُن کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغیں گے، (اور کہیں گے:) یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا، اب اس جمع کرنے کا مزا چکھو!"۔

عزیزانِ محترم! زکات ادا نہ کرنے والے کا مال، آخرت میں بھیانک سانپ کی شکل اختیار کر کے اُسے ڈستا رہے گا۔ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ، مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعاً أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا مَالُكَ! أَنَا كَنْزُكَ!» "جسے اللہ تعالی نے مال دیا اور اُس نے زکات ادا نہیں کی، اُس کا وہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائے گا، جس کے سر پر دو کالے نشان ہوں گے، وہ سانپ اُس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا، پھر وہ اُس کے دونوں جبڑے پکڑ کر کہے گا: میں تیرا مال ہوں! میں تیرا خزانہ ہوں!"۔

اس کے بعد رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۸۰ تلاوت فرمائی: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾[1] "جو اُس چیز میں بخل کرتے ہیں، جو اللہ تعالی نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی، وہ ہرگز اُسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں، بلکہ وہ اُن کے لیے بُرا ہے، عنقریب جس میں بخل کیا وہ بروزِ قیامت اُن کے گلے کا طوق ہوگا!"۔

عزیزانِ محترم! زکات کی ادائیگی نہ کرنا، دیگر خرابیوں کے ساتھ ساتھ، لوگوں کو بارش کی نعمت سے بھی محروم کرتا ہے۔ اس بارے میں اللہ کے حبیب جنابِ احمدِ مجتبیٰ

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، ر: ١٤٠٣، صـ٢٢٦.

ﷺ نے فرمایا: «وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ، إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ»[1] "جب لوگ زکات کی ادائیگی نہیں کرتے، تواللہ تعالی بارش روک لیتا ہے"۔

رفیقانِ گرامی قدر! جو لوگ اپنے مال کی زکات ادا نہیں کرتے، وہ خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، بروزِ قیامت اُن کو سخت ندامت کا سامنا ہوگا، وہ لوگ عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا: «ما تلف مالٌ في برٍّ ولا بحرٍ، إلّا بحبسِ الزّكاةِ»[2] "بحر وبَر میں جو بھی مال ہلاک وبرباد ہوتا ہے، وہ زکات نہ دینے کی وجہ سے ہوتا ہے"۔

زکات کی ادائیگی بھی جنّت میں جانے کا ذریعہ ہے

حضراتِ گرامی قدر! ایک شخص نے نبیٔ کریم ﷺ کی بارگاہِ بےکس پناہ میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسولَ اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنّت سے قریب، اور دوزخ سے دُور کردے! نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: «تَعبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ ذَا رَحِمِكَ»[3] "صرف اللہ تعالی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکات ادا کرو اور رشتہ داروں سے صِلہ رحمی کرو"۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکات کی ادائیگی بھی جنّت میں جانے کا ذریعہ ہے، اور اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لینا یا بالکل نہ دینا، عذابِ الٰہی کا سبب ہے!۔

---

(١) "سنن ابن ماجه" كتاب الفتن، باب العقوبات، ر: ٤٠١٩، صـ٦٨٢، ٦٨٣.

(٢) "مجمع الزوائد" كتاب الزكاة، باب فرض الزكاة، ر: ٤٣٣٥، ٣/ ١٥٠.

(٣) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ١٠٦، صـ٢٨.

زکات کا حقدار کون ہے؟

عزیزانِ محترم! زکات کے مَصارف کو واضح فرماتے ہوئے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾[1] "زکات تو انہی لوگوں کے لیے ہے، جو (۱) محتاج (۲) اور بالکل نادار ہوں، (۳) اور وہ جو اُسے لوگوں سے وصول کرکے لائیں، (۴) اور وہ غیر مسلم جن کے دل اسلام کی طرف مائل ہوں، (۵) اور غلام آزاد کرانے میں، (۶) اور قرضداروں کو، (۷) اور اللہ کی راہ میں، (۸) اور مسافر کو۔ یہ وہ ہے جو اللہ تعالی نے مقرّر کیا ہے، اور اللہ علم وحکمت والا ہے!"۔

مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "نبئ کریم رؤف ورحیم ﷺ جب صدَقات تقسیم فرماتے، تو منافقین طرح طرح کے اعتراضات کرتے، اللہ تعالی نے صدَقات کے مستحقین کا ذکر فرما کر، معترضین کو ہمیشہ کے لیے خاموش فرمادیا، نیز ان مَصارف کو تفصیل سے بیان کردینے میں ایک حکمت یہ بھی ہے، کہ شاید کسی وقت کوئی حاکم زکات کی آمدنی کو بے جا صرف کرنے لگے، نیز زکات چونکہ شریعتِ اسلامیہ کا ایک اہم ترین رُکن ہے، اس لیے بھی اس کو وضاحت سے بیان کرنا ضروری تھا"[2]۔

زکات کے مَصارف

اب زکات کے مَصارف سات ۷ ہیں:

---

(۱) پ۱۰، التوبة: ٦٠.

(۲) "تفسیر ضیاء القرآن" ۲/۲۲۲۔

(۱) فقیر: وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو، مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے، یا نصاب کی قدر ہو تو اُس کی حاجتِ اصلیہ میں مستغرق (ڈوبا ہوا) ہو۔

(۲) مسکین: وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو، یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اِس کا محتاج ہے، کہ لوگوں سے سوال کرے (مانگے)، اور اسے سوال حلال ہے۔

(۳) عاملِ زکات: یہ وہ ہے جسے بادشاہِ اسلام نے زکات اور عُشر وصول کرنے کے لیے مقرّر کیا، اسے کام کے لحاظ سے اتنا دیا جائے کہ اسے اور اس کے مددگاروں کو متوسط طور پر کافی ہو۔

(۴) رِقاب سے مراد مُکاتَب غلام (وہ جسے آقا و مالک نے لکھ دیا ہو، کہ اتنی رقم کی ادائیگی کے بعد تم آزاد ہو) کو دینا کہ اس مالِ زکات سے بدلِ کتابت ادا کرے، اور غلامی سے رہا ہو جائے۔

(۵) غارِم سے مُراد مقروض و مدیون ہے، یعنی جس پر اتنا قرض ہو کہ اُسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، اگرچہ اس کا اَوروں پر باقی ہو، مگر لینے پر قادر نہ ہو۔

(۶) فی سبیل اللہ: یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ اس کی چند صورتیں ہیں، مثلاً:

* کوئی شخص محتاج ہے کہ جہاد میں جانا چاہتا ہے، سواری اور زادِ راہ اُس کے پاس نہیں، تو اُسے مالِ زکات دے سکتے ہیں؛ کہ یہ راہِ خدا میں دینا ہے، اگرچہ وہ کمانے پر قادر ہو۔
* یا کوئی حج کو جانا چاہتا ہے، اور اُس کے پاس مال نہیں، اُس کو زکات دے سکتے ہیں، مگر خود اسے حج کے لیے مانگنا جائز نہیں۔

* یا طالبِ علم جو علمِ دین پڑھتا یا پڑھنا چاہتا ہے، اسے دے سکتے ہیں؛ کہ یہ بھی راہِ خدا میں دینا ہے، بلکہ طالبِ علم مانگ کر بھی مالِ زکات لے سکتا ہے، جبکہ اُس نے اپنے آپ کو اسی کام کے لیے فارغ کر رکھا ہو، اگرچہ کمانے پر قدرت رکھتا ہو۔

* اسی طرح ہر نیک کام میں زکات صَرف کرنا فی سبیل اللہ ہے، جبکہ بطور تملیک (یعنی مستحق کو مالک بنانا) ہو؛ کہ بغیر تملیک زکات ادا نہیں ہو سکتی۔

بہت سے لوگ مالِ زکات دینی مدارس میں دیتے ہیں، انہیں چاہیے کہ متولّیٔ مدرسہ کو اطلاع کریں کہ یہ مالِ زکات ہے؛ تاکہ متولّی اس مال کو جُدا رکھے، دیگر مال میں نہ ملائے، اور اس مال کو صرف غریب طلبہ پر صَرف کرے، کسی کام کی اُجرت میں نہ دے، ورنہ زکات ادا نہیں ہوگی۔

(۷) ابنِ سبیل، یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا، زکات لے سکتا ہے، اگرچہ اُس کے گھر مال موجود ہو، مگر اُسی قدر لے جس سے حاجت پوری ہو جائے، زیادہ کی اجازت نہیں[1]۔

چند مسائل واَحکامِ زکات

(۱) زکات دینے والے کو یہ بھی جائز ہے، کہ وہ ان تمام اَقسام کے لوگوں کو زکات دے جنہیں دینا رَوا ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک ہی قسم کے لوگوں کو دے۔

(۲) زکات اُنہی لوگوں کے ساتھ خاص کی گئی جن کا ابھی ذکر ہوا، لہذا ان کے علاوہ دیگر مَصارف میں زکات کا مال خرچ نہیں کیا جاسکتا، نہ کسی مسجد کی تعمیر میں، نہ

---

(۱) "بہارِ شریعت" "مالِ زکات کن لوگوں پر صرف کیا جائے، حصّہ ۵، ۱/۹۲۳-۹۲۶، ملخصًا۔

مُردے کے کفن دفن میں، نہ اُس میّت کے قرض کی ادائیگی میں؛ کہ اب وہ اس مال کا مالک نہیں کیا جاسکتا، جبکہ زکات کی ادائیگی کے لیے مستحق کو مالک بنانا ضروری ہے[1]۔

(۳) زکات بنی ہاشم (حضرت سیّدنا علی وجعفر وعقیل اور حضرت سیّدنا عبّاس وحارث بن عبد المطلب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی اولاد) اور غنی (مالدار) کو نہیں دی جائے گی، اور نہ ہی آدمی اپنی بیوی، اولاد اور ماں باپ کو زکات دے گا[2]۔

لہذا زکات کی فرضیت کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے، مذکورہ بالا مسائل پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ انتہائی سخت حاجت واجازتِ شرعیہ کے بغیر مالِ زکات کا حیلہ کرکے، کسی مسجد ومدرسہ کی تعمیر، یا اس کے متعلقین کی تنخواہوں، اور دیگر فلاحی، تنظیمی وذاتی کاموں میں صرف کرنا بالکل جائز نہیں؛ کہ اسلام کا عظیم فلاحی مقصد انہی مَصارف میں (جن کا بیان قرآن واحادیث اور اقوالِ فقہاء کے حوالے سے گزرا) خرچ کرکے، مُعاشرے سے غربت وافلاس کو ختم کرنا، یا کم از کم اس میں کمی لانے کی بھرپور کوشش کرنا ہے، اور یہ بات صرف شریعتِ مطہَّرہ کے بیان کردہ، اصول وضوابط پر عمل ہی سے ممکن ہے۔ مزید معلومات اور پیش آمدہ مسائلِ زکات کے لیے، علمائے کرام سے رابطے میں رہنا، دین ودنیا کی عظیم بھلائی کا ذریعہ ہے۔

دعا

اے اللہ! ہم میں صاحبِ استطاعت مسلمانوں کو اپنے مال کی پوری پوری زکات ادا کرنے، اور دیگر تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی، بحسن وخوبی انجام دینے کی

---

(۱) ایضًا، ۱/۲۷۹، ملخصًا۔

(۲) ایضًا، ۱/۹۳۱، ملخصًا۔

توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ملک وقوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

مزدوروں کا عالمی دن

(جمعۃ المبارک ۷ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ - ۱/۵/ ۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

بہترین کمائی آدمی کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے

عزیزانِ محترم! خالقِ کائنات جلّ جلالہ کا کروڑہا کروڑ احسان، کہ اُس نے دنیا میں لوگوں کو بسایا، آسمان کو ان پر چھت بنایا، زمین کو بطور بچھونا کیا، لوگوں کے رہنے سہنے، کھانے پینے کا انتظام فرمایا، دن ورات پیدا فرمائے، رات کو اپنے بندوں کے آرام کا باعث، اور دن کو ذریعۂ روزگار بنایا؛ تاکہ بندہ فضلِ الٰہی کی تلاش، اپنے اور اپنے اہل وعِیال کی ضروریات کی تکمیل کے لیے کوشش ومحنت، کھیتی باڑی، تجارت، ملازمت اور دیگر حلال ذرائع سے رزق حاصل کرکے بآسانی گزر بسر کرسکے، اور اسے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ پڑے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ﴾[1] "وہی اللہ ہے جس نے

(۱) پ۲۹، الملك: ۱۵.

تمہارے لیے زمین تابع کردی، تو اس کے بنائے ہوئے راستوں میں چلو، اور اس کے دیے ہوئے رِزق میں سے کھاؤ، اور اُسی کی طرف تمہیں اُٹھنا ہے"۔

محترم بھائیو! قرآن وحدیث میں رزقِ حلال کمانے، کھانے اور اس کے لیے کوشش کرنے کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیبّہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہا سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ، مِنْ كَسْبِهِ»[1] "سب سے پاکیزہ کمائی وہ ہے، جسے آدمی اپنی محنت سے کما کر کھائے"۔

وقتِ مقرّر پر اُجرت کی ادائیگی

میرے عزیز دوستو! مزدوری کرنا، اور مزدور کی مقرّرہ اُجرت وحقوق کو وقت پر ادا کر دینا بھی انبیائے کرام عَلَیہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنّت ہے، حضرت سیّدنا موسیٰ عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت سیّدنا شعیب عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بکریاں چَرائیں، حضرت سیّدنا شعیب عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی قوّت، طاقت اور شرافت دیکھ کر ان سے اپنی ایک بیٹی کا نکاح کر دیا، اور فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس کچھ عرصہ کام کریں، اس واقعہ کو اللہ تعالی نے اس طرح بیان فرمایا: ﴿قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ﴾[2] "(حضرت شعیب عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) نے کہا، کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح آپ سے کر دُوں، اس شرط پر کہ آپ آٹھ ۸ برس میری ملازمت کریں، پھر اگر پورے دس برس کر لیں تو یہ آپ کی طرف سے اضافہ ہوگا"۔

---

(١) "سنن النَّسائي" كتاب البيوع، ر: ٤٤٥٦، الجزء ٧، صـ٢٥٥.

(٢) پ ٢٠، القصص: ٢٧.

مزدور کے حقوق کی ادائیگی

محترم بھائیو! مزدور کے حقوق کی ادائیگی میں سستی اور تاخیر کرنا، چاہے وہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ، ناجائز وگناہ ہے، بلکہ اس کی حق تلفی ہے، اور جس کا حق مارا ہوگا بروزِ قیامت وہ بارگاہِ الٰہی میں اپنے حق کا دعویٰ کرے گا، مزدور کا حق پورا اور وقت پر دینے کے بارے میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے فرامین ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «قَالَ اللهُ تَعَالَى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: (١) رَجُلٌ أَعْطَى[1] بِيْ ثُمَّ غَدَرَ، (٢) وَرَجُلٌ بَاعَ حُرّاً فَأَكَلَ ثَمَنَه، (٣) وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيْراً فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَه»[2] "اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میں تین ۳ قسم کے لوگوں کا مخالف ہوں گا: (۱) ایک وہ جس نے میرے نام پر عہد کیا پھر اسے توڑ دیا، (۲) دوسرا وہ جس نے کسی آزاد کو غلام بنا کر بیچا اور اس کی قیمت کھائی، (۳) اور تیسرا وہ جس نے کسی کو اپنے ہاں مزدوری پر رکھا، اس سے پورا کام لیا، اور مزدوری نہیں دی"۔

لہٰذا ہر وہ شخص جس کے ہاں لوگ اُجرت اور تنخواہ پر کام کرتے ہیں، اسے چاہیے کہ ان کے حقوق کا خاص خیال رکھے؛ تاکہ روزِ قیامت کی نَدامت وپشیمانی سے محفوظ رہے۔ کام کی اُجرت پوری پوری ادا کرے، مقرّر وقت سے زیادہ کام لینے پر اس

---

(١) بحذف المفعول، أي: أعطى يمينه بي، أي: عاهَد عهداً وحلفَ عليه ثمّ نقضه ("فيض القدير" حرف القاف، تحت ر: ٦٠١٣، ٤/ ٤٧١).

(٢) "صحيح البخاري" باب إثم من منع أجر الأجير، ر: ٢٢٧٠، صـ٣٦١.

زائد وقت کی بھی اُجرت دینا لازم ہے، کام کرنے والے کی اُجرت کا کچھ فیصد اپنے قبضے میں رکھنا یا دَبا لینا، یا جان بوجھ کر ادائیگی میں ٹال مٹول یا تاخیر سے کام لینا، سراسر ظلم، گناہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، اللہ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَه، قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُه»[1] "مزدور کی اُجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دیا کرو"۔ مقصد یہ ہے کہ جب کام کرنے والے نے اپنا کام پورا کر لیا ہے، تو اَب اس کی تنخواہ واُجرت وغیرہ بھی اسے وقتِ مقرّر پر ضرور دے دی جائے۔

اسی طرح ملازم اور مزدور پر بھی لازم ہے، کہ جس کے ہاں کام کر رہا ہے، اس سے وفاداری کا ثبوت دے، کام میں کمی، کوتاہی اور غفلت نہ برتے، جو اوقات کار مقرّر ہیں انہیں ہر حال میں پورا کرے، الغرض کام کرنے والا اور کام لینے والا، ہر ایک اپنا اپنا فرض پورا کرے۔

ملازمین پر ظلم وزیادتی سے بچو

عزیزانِ مَن! دنیوی لالچ وحرص میں اندھا ہو کر، ملازمین کو کم تنخواہیں دینا، ڈانٹ ڈپَٹ اور بے جا سختی، شک وشُبہ، تنقید دَر تنقید، حقوق میں کوتاہی کرنے کے ساتھ ساتھ مزدور وملازم کی طاقت سے زیادہ کام لینا بھی ظلم ہے، جس سے بچنا ہر ایک پر لازم ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رَحمتِ عالَمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے: «... وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيقُ»[2] "ملازِم

---

(١) "سنن ابن ماجه" باب أجر الأجراء، ر: ٢٤٤٣، صـ٤١٢.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب الأيمان، ر: ٤٣١٦، صـ٧٣٢.

کو ایسے کام پر مجبور نہ کیا جائے، جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا"۔ لہٰذا جس کی جتنی طاقت ہو اُس سے اُتنا ہی کام لینا چاہیے۔

کسی سے کام پورا لے کر مُعاوَضہ کم دینا، یا کام کروانے کے بعد کم اُجرت یا ریٹ بتانا، دھوکا ہے ناجائز ہے، حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: «أَنَّ رَسُولَ الله ﷺ نَهىٰ عَنِ اسْتِئْجَارِ الْأَجِيْرِ حَتَّى يُبَيَّنَ لَه أَجْرُه»[1] "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزدور سے ایسا اِجارہ کرنے سے منع فرمایا ہے، جس کی اُجرت واضح نہ کی گئی ہو"۔

اپنے ماتحتوں کا ہر طرح سے خیال رکھو

عزیز دوستو! مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ماتحتوں کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «يَا أَبَا ذَرٍّ! ...مَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِه فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ»[2] "اے ابوذر! جس کے ماتحت اس کا کوئی مسلمان بھائی کام کرتا ہو، اسے چاہیے کہ جو خود کھائے ویسا اسے بھی کھلائے، جیسا خود پہنے ویسا اسے بھی پہنائے، ان سے ایسا کام نہ لو جو اُن کی طاقت سے زیادہ ہو، اور اگر ایسا کوئی کام ان کے ذمہ لگاؤ، تو خود بھی ان کی مدد کیا کرو"۔

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، ر: ١١٥٦٥، ٤/ ١١٩.

(٢) "صحيح البخاري" باب المعاصي من أمر الجاهلية، ر: ٢٢، صـ٨.

اسلام میں ملازم وملازَمت کا مفہوم

حضراتِ محترم! دینِ اسلام نے رزقِ حلال کمانے، کھانے کے لیے کوشش اور محنت کرنے پر زور دیا ہے، ایسے شخص کو اللہ تعالی اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے، اور وہ اللہ تعالی کی راہ میں شمار کیا جاتا ہے، حضرتِ سیّدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، ایک شخص بڑی پُھرتی اور تیزی سے سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے اُسے دیکھا تو انہیں تعجب ہوا، عرض کی: یارسولَ اللہ! اگر یہ اَیسی ہمت اور تیزی اللہ کی راہ میں دکھاتا تو کیا ہی اچھا ہوتا! حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعىٰ عَلىٰ وَلَدِهِ صِغَاراً فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ الله، وَإِنْ خَرَجَ يَسْعىٰ عَلَى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيرَيْنِ فَهُوَ فِيْ سَبِيلِ الله، وَإِنْ كَانَ يَسْعىَ عَلىٰ نَفْسِهِ يُعِفُّهَا فَهُوَ فِيْ سَبِيلِ الله، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ رِيَاءً وَمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِيْ سَبِيلِ الشَّيْطَانِ»[1].

"اگر وہ اپنے چھوٹے بچوں کے لیے روزی کمانے کی خاطر نکلا ہے تو اللہ کی راہ میں ہے، اگر اپنے بوڑھے والدَین کے لیے کمانے کو نکلا ہے تَب بھی اللہ کی راہ میں ہے، اگر یہ کوشش اس لیے ہے کہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے تَب بھی اللہ کی راہ میں ہے، اور اگر رِیاکاری اور دوسروں پر فخر کے لیے کمانے نکلا ہے تو شیطان کے راستے پر ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملازَمت، مزدوری، رزقِ حلال اور جائز کام کاج کے لیے کوشش اور بھاگ دَوڑ کرنا، ضروری اور اعلیٰ وعظیم نیکی اور اَجر وثواب کا کام ہے۔

---

(١) "المعجم الكبير" كعب بن عجرة الأنصاري، باب، ١٩/ ١٢٩.

حضرت سیّدنا داود علیہ السّلام کا پیشہ

حضرت سیّدنا داود علیہ السّلام لوہار کا کام کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ کرم فرمایا کہ لوہا آپ کے ہاتھوں میں آکر موم یا گوندھے ہوئے آٹے کی مانند نرم ہو جایا کرتا، آپ لوہے سے جو چاہتے بغیر گرم کیے اور بغیر کاٹے پیٹے بنالیا کرتے، یہ اس لیے ہوا کہ ایک فرشتے نے آپ علیہ السّلام سے عرض کی کہ آپ بہت ہی اچھے ہیں، کاش آپ بیت المال سے اپنی روزی نہ لیتے! اس پر آپ نے دعا کی: اے اللہ! مجھے روزی کا سامان غیب سے عطا فرما؛ تاکہ میں بیت المال سے کچھ نہ لیا کروں، تب آپ علیہ السّلام کو یہ معجزہ ملا کہ لوہا آپ کے لیے نرم کر دیا گیا، لوہے سے آپ جنگ میں پہننے کا لباس "زِرہ" بنا کر فروخت کرتے، اور اس طرح اپنی گزر بسر کیا کرتے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر استاد کے محض اپنے کرم سے زِرہیں بنانا سکھائیں، ارشاد فرمایا: ﴿وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ﴾[1] "ہم نے ان کے لیے لوہا نرم کر دیا؛ کہ اس سے وسیع زِرہیں بنائیں، اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھیں"۔

دعا

اے اللہ! ہمیں مزدوروں کے حقوق ادا کرنے کی سعادت نصیب فرما، اور دیگر تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ملک وقوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(۱) پ: ۲۲، سبأ: ۱۰، ۱۱.

برکاتِ اعتکاف

(جمعۃ المبارک ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ/۸/۵/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اعتکاف کی تاریخ

حضراتِ گرامی قدر! اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے جو سابقہ اُمتوں کے ہاں بھی پائی جاتی تھی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾[1] "ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم واسماعیل کو کہ طواف والوں، اور اعتکاف والوں، اور رکوع وسجود والوں کے لیے میرا گھر خوب ستھرا کرو!"۔

اعتکاف کا معنی ومفہوم

عزیزانِ محترم! یوں تو رمضان المبارک کا پورا مہینہ ہی رَحمتیں برکتیں سمیٹنے کا مہینہ ہے، مگر اس کے آخری دس ۱۰ دن پہلے بیس ۲۰ دنوں سے زیادہ اہمیت اور انفرادی شان رکھتے ہیں، ان میں شبِ قدر کو پانے کے لیے اہلِ ایمان اعتکاف بھی

(۱) پ۱، البقرة: ۱۲۵.

کرتے ہیں۔ اِعتکاف کے لُغوی معنی ہیں دَھرنا دینا، مطلب یہ کہ معتکِف اللہ تعالی کی بارگاہ میں، عبادت پر کمربستہ ہوکر مسجد میں بیٹھ جاتا ہے، ڈیرے ڈال دیتا ہے، اس کی یہی آرزُو ہوتی ہے کہ کسی طرح پروَردگارِ عالَم عزّوجلّ مجھ سے راضی ہوجائے۔

رمضان المبارک کی بیس ۲۰ تاریخ کا سورج ڈوبتے ہی اِعتکاف کا وقت شروع ہوجاتا ہے، دنیا کے سارے کاروبار چھوڑ کر رمضان شریف کے آخری دنوں میں اللہ تعالی کے قُرب واطاعت کی غرض سے، مَرد حضرات کی مسجد اور خواتین کی اپنے گھروں میں گوشہ نشینی کا نام اِعتکاف ہے۔ اِعتکاف کی تعریف بیان کرتے ہوئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "مسجد میں اللہ تعالی کی رضا کے لیے ٹھہرنا اِعتکاف ہے، اور اس کے لیے مسلمان کا عاقل اور جَنابت وحیض ونَفاس سے پاک ہونا شرط ہے، بُلوغت شرط نہیں، بلکہ وہ نابالغ جو نماز ومسجد کے آداب کی سُوجھ بُوجھ رکھتا ہو، اگر بہ نیّتِ اِعتکاف مسجد میں ٹھہرے، تواُس کا یہ اِعتکاف بھی صحیح ہے۔

علمائے کرام اعتکاف کے بارے میں فرماتے ہیں، کہ "اِعتکاف کی تین ۳ قسمیں ہیں: (۱) واجب، (۲) سنتِ مؤکّدہ (۳) اور مستحب۔ اگر کسی نے اِعتکاف کی نذر ومنت مانی تواُس پر اِعتکاف واجب ہے۔ رمضان المبارک میں آخری عشرہ کا اِعتکاف سنّتِ مؤکّدہ علی الکفایہ ہے۔ واجب اور سنّتِ مؤکّدہ کے علاوہ جواِعتکاف ہو مستحَب ہے"[1]۔

رمَضان المبارک کے آخری عشرہ کا اِعتکاف

برادرانِ اسلام! ہم اَہلِ ایمان پر خالقِ کائنات جلّ جلالہ کا اِنعام، اِکرام اور کرم بالائے کرم ہے، کہ وہ ذاتِ اقدس عزّوجلّ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہمیں

(۱) "ردّ المحتار" كتابُ الصَّوم، بابُ الاعتكاف، ٦/ ٤١٢.

خوب نیکیوں اور بھلائیوں کا موقع فراہم کرتا ہے، کہ اس عشرے میں مسلمان طلبِ ثواب، شبِ قدر کی تلاش اور اس کے حصول کے لیے اعتکاف کرتے ہیں۔ مصطفی جانِ رحمت ﷺ بھی ہر سال اعتکاف کیا کرتے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: «أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُه مِنْ بَعْدِه»[1] "حضور نبئ کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے، یہاں تک کہ اللہ عزّوجلّ سے جا ملے، پھر آپ کے بعد آپ کی اَزواجِ مطہّرات اعتکاف کرتی رہیں"۔

اِعتکاف کی فضلیت

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! رَحمتِ کونَین ﷺ خود اِعتکاف کرنے کے ساتھ ساتھ، دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے، کہ جو اَہلِ ایمان رمَضان کریم کے آخری عشرہ کا اِعتکاف کرتے ہیں، انہیں دو۲ حج اور دو۲ عُمروں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: «مَنِ اعْتَكَفَ عَشْراً فِيْ رَمَضَانَ، كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ»[2] "جس نے رمَضان میں دس ۱۰ دن اِعتکاف کیا، وہ اَیسا ہے جیسے اس نے دو۲ حج اور دو۲ عُمرے کیے"۔

اعتکاف کا فائدہ

میرے بھائیو! جو شخص اِعتکاف کرے وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، اور اُسے کثیر نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الاعتكاف، ر: ٢٧٨٤، صـ٤٨٣.

(٢) "شُعب الإيمان" بابُ في الاعتكاف، ر: ٣٩٦٦، ٣/ ١٤٤٥.

«هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ، وَيُجْرٰى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا»[۱] "معتکف گناہوں سے باز رہتا ہے، اور تمام تر نیک کام انجام دینے والے کی طرح، اُسے نیکیاں عطا کی جاتی ہیں"۔

اِعتکاف کے چند مسائل واَحکام

جانِ برادر! اِعتکاف کا سارا وقت رَحمتیں برکتیں سمیٹنے، نیکیوں، بھلائیوں، تلاوتِ قرآن، فرائض ونوافل، صدَقات وخیرات، تراویح، تہجد اور دیگر اَعمالِ صالحہ کی کثرت کا عشرہ ہے۔ شبِ قدر پانے کے لیے اس عشرے میں اِعتکاف کیا جاتا ہے، لہذا اس کے مسائل واَحکام سیکھنا بھی معتکِف حضرات پر لازم ہیں۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ﴾[۲] "جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو، تو عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ"۔ صدر الافاضل علّامہ نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "اس میں بیان ہے کہ اعتکاف میں عورتوں سے قربت اور بوس وکنار حرام ہے، اور مَردوں کے اعتکاف کے لیے مسجد ضروری ہے"[۳]۔

حضراتِ محترم! اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا روایت فرماتی ہیں: «السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضاً، وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً، وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً وَلَا يُبَاشِرَهَا، وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَابُدَّ مِنْهُ، ولا اعتكافَ إلّا بِصَوْمٍ»[٤] "معتکف کے لیے صحیح طریقہ یہ ہے، کہ وہ نہ

(١) "سُنن ابن ماجه" كتابُ الصِّيام، ر: ١٧٨١، صـ٢٩٧.
(٢) پ٢، البقَرة: ١٨٧.
(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۸۷، صـ۶۲ ملتقطاً۔
(٤) "سنن أبي داود" باب المعتكف يعود المريض، ر: ٢٤٧٣، صـ٣٥٨.

کسی مریض کی عِیادت کو جائے، نہ کسی جنازے میں شرکت کرے، نہ کسی عورت کو چُھوئے، نہ اُس کے ساتھ مِلاپ کرے، نہ ہی ناگُزیر ضروریات کے سوا کسی کے لیے باہَر نکلے، اور بغیر روزہ کے اعتکاف درست نہیں"۔

اعتکاف کی فضلیت بیان کرتے ہوئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "اِعتکاف کے لیے سب سے افضل مقام مسجدِ حرام ہے، پھر مسجدِ نبوی، پھر مسجدِ اقصیٰ یعنی بیت المقدس، پھر اس جگہ جہاں بڑی جماعت ہوتی ہو۔ عَورت کا مسجد میں اِعتکاف مکروہ ہے، بلکہ وہ گھر میں ہی ایک جگہ مقرّر کرکے وہاں اِعتکاف کرے"[۱]۔

"بالغ ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں، بلکہ ایسا نابالغ جو تمیز اور اچھے برے کا شُعور رکھتا ہے، اگر اعتکاف کی نیّت سے مسجد میں ٹھہرے، تو اس کا اعتکاف صحیح ہے"[۲]۔

اعتکاف کا وقت بیان کرتے ہوئے، صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، کہ جو اِعتکاف کرنا چاہتا ہو، وہ "بیسویں ۲۰ روزہ کو سورج غروب ہونے سے پہلے، بہ نیّتِ اِعتکاف مسجد میں حاضر ہو، اور تیس ۳۰ کے غروب، یا انتیس ۲۹ کو عید کا چاند ہونے کے بعد وہاں سے باہر آئے۔ اگر بیس ۲۰ تاریخ کو بعد نمازِ مغرب اِعتکاف کی نیّت کی، تو یہ اِعتکافِ سنّتِ مؤکّدہ ادا نہ ہو گا۔ رمَضان کا اِعتکاف سنّتِ کفایہ ہے، کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہو گا، اور پورے شہر میں کسی ایک نے کر لیا تو سب بریُ الذِمّہ ہو گئے"[۳]۔

---

(۱) "الفتاوى الهنديّة" كتابُ الصَّوم، البابُ السابع في الاعتكاف، ١/ ٢١١.

(٢) "ردّ المحتار" كتابُ الصَّوم، بابُ الاعتكاف، ٦/ ٤٠٩.

(۳) "بہارِ شریعت" اِعتکاف کا بیان، حصّہ پنجم ۵، ۱/۱۰۲۱۔

"سنّتِ اعتکاف یعنی رمضان شریف کے آخری دس۱۰ دنوں میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے، اُس میں روزہ شرط ہے، لہٰذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف تو کیا مگر روزہ نہ رکھا، توسنّت ادا نہ ہوئی بلکہ نفلی اعتکاف ہوا"[1]۔

بلاعذر معتکِف کو مسجد سے باہر جانا ٹھیک نہیں، اس طرح اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، علّامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "اِعتکافِ واجب میں معتکِف کو مسجد سے بلاعُذر نکلنا حرام ہے، اگر نکلا تو اُس کا اِعتکاف ٹوٹ جائے گا، اگرچہ بھول کر نکلا ہو۔ یونہی اِعتکافِ سنّت بھی بلاعُذر مسجد سے باہر نکلنے پر ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح عَورت بھی اِعتکافِ واجب و مسنون میں بلاعُذر نہیں نکل سکتی"[2]۔

اگر کسی عذر کے سبب باہر جانا ہو، تو اس میں بھی احتیاط ضروری ہے، علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی قضائے حاجت کے لیے باہر گیا تھا، اور کسی نے اسے باہر روک لیا، تو اِعتکاف ٹوٹ گیا"[3]۔

علّامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے لکھا کہ "معتکِف مسجد ہی میں کھائے، پیے اور سوئے، ان اُمور کے لیے مسجد سے باہر گیا تو اِعتکاف ٹوٹ جائے گا"[4]۔ علماء فرماتے ہیں کہ "معتکِف نے دن میں بھول کر کھالیا، تو اعتکاف فاسد نہ ہوا، گالی گلوچ یا جھگڑنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، مگر بے نور و بے برکت ہو جاتا ہے"[5]۔

---

(١) "ردّ المحتار" كتابُ الصَّوم، بابُ الاعتكاف، ٦/ ٤١٥.
(٢) المرجع نفسه، ٦/ ٤١٢.
(٣) "الفتاوى الهندية" كتابُ الصَّوم، البابُ السابع في الاعتكاف، ١/ ٢١٢.
(٤) "ردّ المحتار" كتابُ الصَّوم، بابُ الاعتكاف، ٦/ ٤٣٥.
(٥) "الفتاوى الهندية" كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ١/ ٢١٣.

معتکِف کو مسجد سے نکلنے کے دو ۲ عذر ہیں، جن سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا:

ایک: حاجتِ طبعی جو مسجد میں پوری نہ ہو سکے، جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجاء، وضو اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل۔ اگر مسجد میں وضو وغسل کے لیے جگہ بنی ہو یا حوض ہو، تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔ **دوسرا:** حاجتِ شرعی، مثلاً نمازِ جمعہ کے لیے جانا (جبکہ اس مسجد میں جہاں اعتکاف کیا، جمعہ نہ ہوتا ہو)، یا اذان کہنے کے لیے (خارجِ مسجد) جانا، جبکہ (وہاں) جانے کے لیے باہر ہی سے راستہ ہو، اور اگر اس کا راستہ اندر سے ہو، تو غیرِ مؤذِّن بھی جاسکتا ہے، مؤذِّن کی تخصیص نہیں[1]۔

"بُری بات زبان سے نہ نکالنا واجب ہے، اور جس بات میں نہ ثواب ہو نہ گناہ، یعنی مُباح (جائز) بات بھی معتکِف کو مکروہ ہے سوائے ضرورت کے، اور بے ضرورت مسجد میں مُباح کلام، نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ معتکِف قرآنِ مجید کی تلاوت، حدیث شریف کی قراءَت، اور درود شریف کی کثرت، علمِ دِین کا درس وتدریس، نبیٔ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ودیگر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سِیر واذکار، اور اولیاء وصالحین کی حکایات اور اُمورِ دین کی کتابت (تصنیف وتالیف) کرے"[2]۔

لہذا جو بھی اعتکاف کرے اسے اعتکاف کے مسائل پہلے ہی سیکھ لینا لازم ہیں؛ تاکہ اس کا اعتکاف شریعتِ مطہَّرہ کے مطابق ہو۔

---

(۱) "ردّ المحتار" کتابُ الصَّوم، بابُ الاعتکاف، ٦/ ٤٢٣-٤٢٧، مُلخّصاً.

(۲) "الدرّ المختار" کتابُ الصَّوم، بابُ الاعتکاف، ٦/ ٤٣٩، ٤٤٠.

دعا

اے اللہ! اعتکاف کا ارادہ رکھنے والوں کو، اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق مرحمت فرما، انہیں اس کی برکتوں سے مالا مال فرما، انہیں اور ہم سب کو مساجد کا خوب ادب واحترام کرنے کی سعادت نصیب فرما، اور دیگر تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی بھی توفیق عطافرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

خلیفۂ چہارُم امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ

(جمعۃ المبارک ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۵/۱۵ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضورِ پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا نامِ نامی اسمِ گرامی

عزیز دوستو! امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اَسد نے، اپنے والد کے نام پر آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا نام "حَیدر" رکھا، چنانچہ حضرت سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ اپنے ایک رجز میں خود فرماتے ہیں: «أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ»[1] "میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا"۔ آپ کے والد ابوطالب نے آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا نام "علی" رکھا۔

آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل مناقب میں صحیح روایات، دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے فضائل سے تعداد میں زیادہ ہیں؛ کیونکہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانۂ اقدس میں جب خوارج (خارجی گمراہ فرقہ) نے آپ کے خلاف بکواسات کیں، تب اہلِ سنّت وجماعت نے

---

(۱) "صحيح مسلم" باب غزوة ذي قرد وغيرها، ر: ٤٦٧٨، صـ٨١٠.

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فضائل میں احادیث نبویّہ بڑی تحقیق کے ساتھ جمع کرلیں[1]۔

بچوں میں سب سے پہلے مشرّف باسلام ہونے والے

عزیز دوستو! بچوں میں سب سے پہلے مشرّف باسلام ہونے والے حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ حضرت سیّدنا زَید بن اَرقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: «أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ»[2] "سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے"۔

آپ اہلِ بیتِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم میں سے ہیں

جانِ برادر! حضرت سیّدنا علی شیرِ خدا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اہلِ بیتِ نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم میں سے ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ حضرت سیّدہ صفیہ بنت شَیبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں، کہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک صبح اس حال میں اپنے کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی، جس پر سیاہ اُون سے کجاووں کے نقش بنے ہوئے تھے، حضرت سیّدنا حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا آئے، تو نبیٔ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں اُس چادر میں لے لیا، پھر حضرت سیّدنا حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے اور اُسی چادر میں داخل ہوگئے، پھر سیّدہ فاطمہ زَہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا تشریف لائیں، تو رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں بھی چادر میں لے لیا، پھر حضرت سیّدنا علی -کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم- تشریف لائے، تو سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں بھی اسی چادر میں داخل کرکے، یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ

---

(۱) "المرقاة" باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، ۱۰/ ٤٥٣، ملتقطاً.

(۲) "سنن الترمذي" أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، ر: ۳۷۳٥، صـ۸٤۹.

﴿ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴾[1] "اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالی تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرمادے، اور تمہیں پاک کرکے خُوب ستھرا کردے!"۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ان پاک ہستیوں میں سے ہیں، جنہیں اللہ تعالی نے اہلِ بیت کے نام سے خطاب فرمایا۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، کہ جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى ﴾[2] "اے حبیب! فرمادیجیے کہ میں اس (تبلیغِ رسالت اور ارشاد وہدایت) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، صرف اپنی قرابت کے ساتھ محبت کا سوال کرتا ہوں"۔ تب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کی قرابت والے کون ہیں؟ جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا»[3] "حضرت علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (حسن وحسین)"۔

مؤمن ومنافق کی پہچان

میرے محترم بھائیو! حضرت سیّدنا مولا علی -کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم- کے فضائل بے شمار ہیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے محبت مؤمن کی پہچان، اور آپ سے بُغض وعداوَت نِفاق کی علامت ہے۔ حضرت سیّدنا زِر بن حُبیش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا (اور اس سے اناج

---

(١) "صحيح مسلم" باب فضائل أهل بيت النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، ر: ٦٢٦١، صـ١٠٦٧.

(٢) پ٢٥، الشُورى: ٢٣.

(٣) "المعجم الكبير" بقية أخبار الحسن بن علي رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، ر: ٢٦٤١، ٣/ ٤٧.

اور نباتات اُگائے!) اور جس نے ہر جاندار کو پیدا کیا! حضور نبیٔ امّی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا مجھ سے عہد ہے: «أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ»(۱) "کہ مجھ (علی) سے صرف ایمان والا ہی محبت کرے گا، اور مُنافق ہی مجھ سے عداوت دشمنی رکھے گا!"۔

مقامِ سیّدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت سیّدنا حُبشی بن جُنادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ، وَلَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِيٌّ»(۲) "علی میرا ہے اور میں علی کا ہوں، اور سوائے میرے یا پھر علی کے میری طرف سے کوئی کسی قسم کی (صلح کرنے، یا کوئی پیغام پہنچانے، یا کسی معاہدہ کے خاتمہ کا اعلان) نہیں کرے گا!"۔

حضرت سیّدنا ابو رافع رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ غزوۂ اُحد میں جب کفّار نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو گھیر لیا، تو اُن میں سے بعض لوگ جھنڈے لیے ہوئے تھے، حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے جھنڈے والوں کو قتل کر دیا، اس پر حضرت سیّدنا جبریلِ امین علیہ السلام نے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کی، کہ آج تو علی رضی اللہ تعالی عنہ نے حق ادا کر دیا! مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّهُ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ» "علی میرا ہے اور میں علی کا ہوں!" تب حضرت سیّدنا جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ میں آپ دونوں کا ہوں(۳)۔

مخلوق میں سے پسندیدہ ترین شخص

حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں کھانے کے لیے، پرندے کا گوشت پیش کیا گیا، اُس وقت

---

(۱) "صحيح مسلم" كتابُ الإيمان، ر: ۲٤٠، صـ٥٠.
(۲) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ۳۷۱۹، صـ٨٤٦.
(۳) "المرقاة" كتاب المناقب والفضائل، تحت ر: ٦٠٩٠، ١٠/ ٤٦٣.

مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس طرح دعا کی: «اللَّهُمَّ ائْتِنِي بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ، يَأْكُلُ مَعِي هَذَا الطَّيْرَ» "الٰہی! تیری مخلوق میں سے پسندیدہ ترین شخص کو بھیج؛ کہ میرے ساتھ یہ گوشت کھائے!" تب حضرت سیّدنا علی المرتضی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، اور نبیٔ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ کھانا تناوُل کیا[1]۔

علم کے گھر کا دروازہ

حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «أَنَا دَارُ الحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا»[2] "میں علم کا گھر ہوں، اور علی اُس کا دروازہ ہیں" یعنی حضور سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علم کے دروازوں میں سے ایک اہم دروازہ، حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ہیں[3]۔ لہذا ان سے کامل محبت کے بغیر، کوئی بھی مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ورثۂ علم سے حصہ نہیں پاسکتا۔

علمِ ظاہر وباطن کے امین

بعض اکابر صحابۂ کرام -رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین- نے گواہی دی کہ مولیٰ علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ علمِ ظاہر وباطن دونوں کے امین تھے۔ حضرت سیّدنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عِنْدَهُ عِلْمُ الظَاهِرِ والبَاطِنِ»[4] "یقیناً علی بن ابی طالب کے پاس علمِ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی"۔ اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اسی علمِ

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٧٢١، صـ٨٤٧.

(٢) المرجع نفسه، ر: ٣٧٢٣، صـ٨٤٧.

(٣) "المرقاة" كتاب المناقب والفضائل، تحت ر: ٦٠٩٦، ١٠/ ٤٦٩.

(٤) "حلية الأولياء" ٤- علي بن أبي طالب، ر: ٢٠٠، ١/ ١٠٥.

ظاہر وباطن کا فیض اولیائے کرام قُدِّسَتْ أَسْرَارُهُم کو حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالی کی سرگوشی

حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے طائف کے دن حضرت سیّدنا علی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کو بلا کر اُن سے سرگوشی کی، تو لوگوں نے کہا کہ حضور سیّدِ عالم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سرگوشی اپنے چچا زاد کے ساتھ بہت دراز ہوگئی، تب رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَا انْتَجَيْتُهُ وَلَكِنَّ اللهَ انْتَجَاهُ»[۱] "علی سے میں نے سرگوشی نہیں کی، بلکہ اللہ تعالی نے ان سے سرگوشی فرمائی ہے"۔

حضرت علی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کے بارے میں دعائے مصطفی صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سیّدہ امِّ عطیہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک لشکر بھیجا، جن میں جناب سیّدنا علی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بھی تھے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو دعا کرتے سنا، جبکہ رسولِ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے: «اللَّهُمَّ لَا تُمِتْنِي حَتَّى تُرِيَنِي عَلِيّاً»[۲] "الٰہی! مجھے اُس وقت تک مَوت نہ دینا، جب تک علی کو دیکھ نہ لوں!"۔

رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے قُرب ومنزلت

حضرت سیّدنا علی المرتضی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فرماتے ہیں: «كَانَتْ لِي مَنْزِلَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَمْ تَكُنْ لِأَحَدٍ مِنَ الْخَلَائِقِ، فَكُنْتُ آتِيهِ كُلَّ سَحرٍ فَأَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ! فَإِنْ تَنَحْنَحَ انْصَرَفْتُ إِلَى أَهْلِي، وَإِلَّا

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ۳۷۲٦، صـ۸٤۸.

(۲) المرجع نفسه، ر: ۳۷۳۷، صـ۸٥۰.

دَخَلْتُ عَلَيْهِ»[۱] "مجھے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے وہ قُرب ومنزلت حاصل تھی، جو مخلوقِ خدا میں کسی کو نہیں تھی، میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں سویرے سویرے حاضر ہوکر باہر سے عرض کرتا: "اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو!" اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کھنکار دیتے، تو میں اپنے گھر لَوٹ جاتا، ورنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا"۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا حضرت سیّدہ فاطمہ زہراء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح

حضرت سیّدنا بُریدہ اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدنا ابو بکر وسیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے حضرت سیّدہ فاطمہ زہراء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا، تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «إِنَّهَا صَغِيرَةٌ» "(تم دونوں کے مقابلہ میں) وہ بہت چھوٹی ہے"، پھر جب حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پیغامِ نکاح بھیجا، تب حضور سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کا نکاح سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کر دیا"[۲]۔

جب حضرت سیّدہ فاطمہ زہراء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عمر پندرہ ۱۵ برس ہوئی، تب حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پیغامِ نکاح دیا، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَرَنِي أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ بِنْتَ خَدِيجَةَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ»[۳] "مجھے اللہ تعالی نے حکم دیا ہے، کہ فاطمہ بنت خدیجہ کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دُوں!"۔

اللہ تعالی نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذُرّیت حضرت علی کی پشت میں رکھی ہے

حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نسبت، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:

---

(۱) "سنن النَّسائي" كتاب النكاح، ر: ۳۲۱۸، الجزء ٦، صـ٦٢.

(۲) المرجع نفسه.

(۳) "المرقاة" تحت ر: ٦١٠٤، ١٠/ ٤٧٦، ٤٧٧، ملتقطاً.

«إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِي صُلْبِهِ، وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى جَعَلَ ذُرِّيَّتِي فِي صُلْبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ»[۱] "یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر نبی کی ذُرّیت اُس کی صُلب میں رکھی، اور میری ذُرّیت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پشت میں رکھی ہے"۔

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں پڑیں گے

حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرے بارے میں ارشاد فرمایا: «فِيكَ مَثَلٌ مِنْ عِيسَى، أَبْغَضَتْهُ الْيَهُودُ حَتَّى بَهَتُوا أُمَّهُ، وَأَحَبَّتْهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَ بِهِ» "تم میں حضرت عیسیٰ کی مثال پائی جاتی ہے، جن سے یہود نے بُغض رکھا، حتی کہ ان کی ماں پر تہمت تک لگا دی، جبکہ نصاریٰ نے اُن سے محبت کی، یہاں تک کہ انہیں اُس درجہ میں پہنچا دیا جو اُن کا تھا ہی نہیں "یعنی ان کو خدا کا بیٹا کہہ ڈالا۔

پھر سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "میرے بارے میں دو ۲ قسم کے لوگ ہلاکت میں پڑیں گے: (۱) محبت میں حد سے آگے نکلنے والے، مجھے اُن اَوصاف سے بڑھائیں گے جو مجھ میں نہیں (جیسے روافض)، (۲) اور بُغض وعداوت رکھنے والے، جن کا بُغض انہیں اس بات پر اُبھارے گا کہ مجھ پر تہمت لگائیں"[۲] (جیسے خوارج وہابیہ وغیرہم)۔

جس نے سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بُرا کہا

حضرت سیّدہ اُمِّ سلَمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، حضور رحمتِ عالمیان

---

(۱) "المعجم الكبير" بقية أخبار الحسن بن علي رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، ر: ۲٦۳۰، ۳/ ٤٤.

(۲) "مسند الإمام أحمد" ر: ۱۳۷٦، ۱/ ۳۳٦، ۳۳۷.

ﷺ نے فرمایا: «مَنْ سَبَّ عَلِيّاً، فَقَدْ سَبَّنِي»[1] "جس نے علی کو بُرا کہا، اس نے مجھے بُرا کہا"۔

حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر، خیر کے ساتھ کرو

حضرت سیّدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے، حضرت سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بُرائی کی، اس پر حضرت سیّدنا عمر نے حضور رحمتِ عالمیان ﷺ کی قبرِ انور کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: «أَتَعْرِفُ صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ؟! هَذَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، لَا تَذْكُرْ عَلِيّاً إِلَّا بِخَيْرٍ؛ فَإِنَّكَ إِنْ تَنْقُصْهُ آذَيْتَ صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ ﷺ»[2] "کیا تم اس قبرِ انور کے مکیں کو جانتے ہو؟ یہ (ہمارے پیارے نبی) محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں! جب بھی علی کا ذکر کرو تو خیر کے ساتھ کرو؛ کیونکہ اگر تم نے حضرت علی کی اِہانت کی، تو گویا تم نے حضورِ اکرم ﷺ کو اَذیت دی!"۔

حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی مددگار ہیں

حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو رحمتِ عالمیان ﷺ نے کثیر دعاؤں سے نوازا۔ حضرت سیّدنا حُبشی بن جُنادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے غدیرِ خُم کے موقع پر فرمایا: «اللَّهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ! اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ، وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ، وأَعِنْ مَنْ

---

(۱) المرجع نفسه، ر: ۲٦٨١٠، ١٠/ ٢٢٨.

(۲) "المرقاة" تحت ر: ٦١٠١، ١٠/ ٤٧٤.

أَعَانَهُ!»[۱] "اے اللہ! جس کا میں مدد گار ہوں، علی بھی اس کے مدد گار ہیں، الٰہی! علی سے محبت رکھنے والے سے محبت فرما! اور علی سے عداوت (دشمنی) رکھنے والے سے عداوت رکھ! اور اُس کی مدد فرما جو علی کی مدد کرے!"۔

محبتِ خدا و مصطفی

حضرت سیّدنا مولا علی -کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم- اللہ ورسول سے سچا پیار کرتے ہیں۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ غزوۂ خیبر کے روز نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ رَجُلاً يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ» "میں یہ جھنڈا اُس شخص کے ہاتھ میں دُوں گا، جو اللہ ورسول سے سچا پیار کرتا ہے، اللہ تعالی اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا"، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر جھنڈا عطا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «امْشِ وَلَا تَلْتَفِتْ! حَتَّى يَفْتَحَ اللهُ عَلَيْكَ!» "جاؤ اور جب تک اللہ تعالی تمہیں فتح یاب نہ کردے، اِدھر اُدھر متوجّہ مَت ہونا!"۔

پھر حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی توجہ سے کچھ دُور تک چلتے رہے، اور عرض کی: یارسولَ اللہ! میں لوگوں سے کب تک قِتال کرتا رہوں؟ ارشاد فرمایا: «قَاتِلْهُمْ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَقَدْ مَنَعُوا مِنْكَ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ!»[۲] "جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں،

---

(۱) "المعجم الكبير" حبشي بن جنادة السلولي، ر: ٣٥١٤، ٤/ ١٧.
(۲) "صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة، ر: ٦٢٢٢، صـ١٠٦٠.

اور محمد اللہ کے رسول ہیں، تم ان سے لڑتے رہو! اور جب وہ ایسا کرلیں، تو سوائے حقِ شریعت کے ان کی جان ومال تم پر حرام ہے، اور ان کا حساب اللہ تعالی پر ہے!"۔

فتحِ خیبر

"مرقات شرحِ مشکاۃ" میں ہے کہ "پہلے دن حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی سربراہی میں لشکر بھیجا، سخت جنگ ہوئی مگر کامیابی نہ ملی، دوسرے دن حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی سربراہی میں لشکر بھیجا، اس دن بہت گھمسان کا رَن پڑا، مگر خیبر فتح نہ ہوا، تیسرے دن فتح کی بِشارت دی اور حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کی قیادت میں لشکر بھیجا، تب آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوا"(۱)۔

مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے غلام سیّدنا ابو رافع رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

«خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ حِينَ بَعَثَهُ رَسُولُ الله ﷺ بِرَايَتِهِ، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْحِصْنِ خَرَجَ إِلَيْهِ أَهْلُهُ فَقَاتَلَهُمْ، فَضَرَبَهُ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ وَطَرَحَ تُرْسَهُ مِنْ يَدِهِ، فَتَنَاوَلَ عَلِيٌّ بَاباً كَانَ عِنْدَ الْحِصْنِ فَتَرَّسَ بِهِ نَفْسَهُ، فَلَمْ يَزَلْ بِيَدِهِ حَتَّى فُتِحَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَلْقَاهُ مِنْ يَدِهِ حِينَ فَرَغَ، فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي نَفَرٍ مَعَ سَبْعَةٍ أَنَا ثَامِنُهُمْ، نَجْتَهِدُ عَلَى أَنْ نَقْلِبَ ذَلِكَ الْبَابَ، فَمَا نَقْلِبُهُ»(۲).

"ہم لوگ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ نکلے، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انہیں خیبر کے لیے روانہ فرمایا، جب آپ رضی اللہ تعالی عنہ قلعۂ خیبر کے پاس پہنچے تو یہود قلعہ سے نکل آئے، سخت جنگ ہوئی، یہاں تک کہ ایک یہودی کی ضرب سے آپ رضی اللہ تعالی عنہ

---

(۱) "المرقاۃ" تحت ر: ۶۰۸۹، ۱۰/ ۴۶۰ ملتقطاً.

(۲) المرجع نفسه.

کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قلعہ کا دروازہ اُکھیڑ لیا، اور اُسے ڈھال کی طرح استعمال فرماتے رہے، پھر خیبر فتح ہونے کے بعد اُس دروازے کو ایک طرف ڈال دیا۔ بعد میں سات ۷ آدمیوں نے مل کر اُس دروازے کو پلٹنا چاہا، جن کے ساتھ آٹھواں میں بھی تھا، مگر سب کے زور لگانے کے باوُجود، وہ دروازہ ہل تک نہ سکا"۔ یہ ہے وہ طاقتِ ربّانی جو حیدرِ کرّار کو حاصل تھی! ع

شیرِ شمشیر زَن شاہِ خیبر شکن پَرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

مسجدِ نبوی میں بحالتِ جَنابت گزرنا

مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: «يَا عَلِيُّ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يُجْنِبُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرُكَ»[1] "اے علی! اس مسجدِ اقدس میں میرے اور تمہارے سوا، بحالتِ جَنابت گزرنا کسی اَور کے لیے جائز نہیں!"۔

دنیا وآخرت میں بھائی بھائی

جب مصطفیٰ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے اصحابِ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو آپس میں بھائی بھائی بنایا، تو حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روتے ہوئے آئے، کہ آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا! حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ»[2] "تم تو دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو!"۔

آپ کا لقب ابوتُراب

رفیقانِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک کنیت ابو تراب بھی

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٧٢٧، صـ٨٤٨.

(٢) المرجع نفسه.

ہے۔ حضرت سیّدنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو "ابو تراب" لقب سے زیادہ کوئی نام پسند نہ تھا، اور وہ اس نام کے ساتھ پکارے جانے پر بہت خوش ہوا کرتے۔ راویٔ حدیث نے حضرت سیّدنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی: آپ ہمیں بتائیے کہ ان کا نام ابو تراب کیسے پڑا؟ حضرت سیّدنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت سیّدہ کائنات فاطمہ زہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر تشریف لائے، تو حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو موجود نہ پاکر ارشاد فرمایا: «أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟» "تمہارا چچا زاد کہاں ہے؟" عرض کی: ہمارے درمیان کچھ ناراضگی ہوئی، جس کے سبب وہ خفا ہوکر گھر سے باہر چلے گئے ہیں، نبیٔ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کسی کو حکم دیا: «انْظُرْ أَيْنَ هُوَ!» "دیکھو وہ کہاں ہیں!" اس نے آکر عرض کی کہ اے اللہ کے حبیب! وہ مسجد میں آرام فرمارہے ہیں، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس گئے تو وہ کروَٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے، ان کی چادر ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی، اور ان کے بدن پر مٹی لگی تھی، آقا کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ان سے وہ مٹی جھاڑتے ہوئے ارشاد فرمانے لگے: «قُمْ أَبَا التُّرَابِ! قُمْ أَبَا التُّرَابِ!»(۱) "اے ابو تراب اٹھو! اے ابو تراب اٹھو!" اس وقت سے آپ "ابو تراب" لقب سے بھی پکارے جانے لگے۔

حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حضور سیّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے کندھوں پر سوار کیا

حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: «اصْعَدْ عَلَى مَنْكِبَيَّ» "میرے کندھوں پر چڑھ (کر کعبہ کا چھت سے بُت گرادو!)" اور جب سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کندھوں پر سوار

(۱) "صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة، ر: ٦٢٢٩، صـ١٠٦٢، ملتقطاً.

ہوئے، تو اپنے آپ کو ایسے مقامِ رفیع پر پایا کہ فرمایا: "مجھے خیال آتا تھا کہ اگر چاہوں تو آسمان کا کنارہ چُھو لُوں"[۱]۔

نیابتِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

جب رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سیّدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کو غزوۂ تبوک کے موقع پر، مدینۂ منوّرہ میں اپنا نائب بنا کر رخصت ہونے لگے، تو سیّدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی: مجھے آپ کے ساتھ جانا زیادہ پسند ہے، ارشاد ہوا: «أَوَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي!»[۲] "کیا تم اس بات راضی نہیں کہ تم مجھ سے موسیٰ سے بمنزلہ ہارون کے ہو، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں!" یعنی جس طرح موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام تیس ۳۰ راتوں کے وعدے پر حق سبحانہ وتعالی سے کلام کرنے گئے، تو ہارون علیہ الصلوۃ والسلام سے فرما گئے تھے کہ ﴿اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي﴾[۳] "میری قوم میں میرے بعد نیابت کرنا!" یونہی ہم بھی جہاد کو تشریف لے جاتے ہیں، اور تمہیں پسماندوں پر اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر چھوڑے جاتے ہیں، تو تمہاری ہماری نسبت اِس وقت بالکل ایسی ہوئی، جیسی اُس وقت موسیٰ وہارون کی تھی، فرق اس قدر ہے کہ ہارون صرف نائب ہی نہ تھے، بلکہ امامِ مستقل بھی تھے، کہ خود بھی نبوّت رکھتے تھے، تم فقط نائب ہو، امامت بالاستقلال نہیں رکھتے؛ کہ ہمارے بعد کوئی نبی ہے ہی نہیں، جو بذاتِ خود والی ہو۔ یہ ہیں معنیٔ حدیث، اور اس کے سوا جو معنی اَوہام تراشیں، وہ ان پر مردود ہیں، واللہ أعلم[٤].

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند علي بن أبي طالب، ر: ٦٤٤، ١/ ١٨٣، ملتقطاً.

(۲) المرجع نفسه، مسند أبي إسحاق ...إلخ، ر: ١٥٣٢، ١/ ٣٧٥.

(۳) پ۹، الأعراف: ١٤٢.

(۴) "فتاوی رضویہ" "کتاب الردو المناظرۃ، رسالہ "مطلع القمرین" ۱۰۳/۲۱۔

حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت

عزیزانِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور بعض دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہمراہِ سفر تھے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «أَلَا أُحَدِّثُكُمَا بِأَشْقَى النَّاسِ رَجُلَيْنِ؟» "کیا میں بتادوں کہ سب سے بڑے دو ۲ بدبخت کون ہیں؟" لوگوں نے عرض کی کہ جی ہاں یا رسول اللہ بتائیے! رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «أُحَيْمِرُ ثَمُودَ الَّذِي عَقَرَ النَّاقَةَ، وَالَّذِي يَضْرِبُكَ يَا عَلِيُّ عَلَى هَذِهِ -يَعْنِي قَرْنَهُ-»[1] "ایک قومِ ثمود کا سرخ رنگت والا وہ بدبخت، جس نے حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں، اور دوسرا وہ جو اے علی! تمہارے یہاں (یعنی گردن) پر مارے گا!"۔

برادرانِ اسلام! یہ غیب کی خبر اس طرح ظہور پذیر ہوئی، کہ ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ھ کو عبد الرحمٰن بن ملجم خارجی نے، حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر خنجر سے قاتلانہ حملہ کیا، جس سے زخمی ہو کر دو ۲ دن بعد اکیس ۲۱ رمضان المبارک کو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جامِ شہادت نوش فرمایا[2]۔ چنانچہ ہر سال اس دن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یومِ شہادت بڑی عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں تمام صحابۂ کرام، بالخصوص سیّدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرتِ پاک پر عمل پیرا ہوتے ہوئے، دینِ متین کے لیے ہر قسم کی قربانی کا جذبہ عطا فرما، تمام فرائض

---

(۱) "مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة، ر: ٤٦٧٩، ٥/ ١٧٦٠، ملتقطاً.
(۲) "البداية والنهاية" صِفَةُ مَقْتَلِهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، ٧/ ٣٣٠، ملتقطاً.

وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرما، بخل و کنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ملک وقوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

شبِ قدر

(جمعۃ المبارک ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ - ۱۵/۵/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

ہزار مہینوں سے افضل رات

میرے بزرگو ودوستو! ہم رَمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طرف گامزن ہیں، اس آخری عشرے میں لیلۃ القدر بھی ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ایک رات ہے۔ وَیسے تو رمَضان کا آخری عشرہ سارا ہی برکتوں اور رِفعتوں والا ہے، مگر شبِ قدر کی قدرٗ ومنزلت بہت ہی افضل واعلیٰ ہے، احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ یہ مبارک رات رمَضانِ کریم کے آخری عشرے کی پانچ ۵ طاق راتوں (یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ویں) میں سے کوئی ایک رات ہے۔ بہت سے مفسّرین ومحدّثینِ کِرام کی رائے ہے، کہ شبِ قدرٗ رمَضان کی ستائیسویں رات ہے۔ یہ رات آسمانوں میں فرشتوں کی عید، اور زمین میں انسانیّت کی معراجِ کمال کے حصول کی رات ہے، اس رات اللہ تعالی کا دریائے

رَحمت خُوب جوش پر ہوتا ہے، رات بھر صبح تک رَحمتوں کی بَرسات اور خیر وبرکات کا نُزول رہتا ہے، صحابۂ کِرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم شبِ قدر میں عبادت کا خُوب اہتمام فرماتے۔

پورے عشرے میں اس مبارک رات کی تلاش سنّتِ کریمہ ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ»[1] "شبِ قدر کو رمَضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو"۔ لہٰذا ان طاق راتوں میں خصوصیت کے ساتھ عبادت کی کوشش کرنی چاہیے، جو کوئی اس مبارک رات میں سچی توبہ کرلے، اپنے گناہوں پر نَدامت سے آنسو بہالے، یقیناً ربِ کریم عَزَّوَجَلَّ اُسے مُعاف فرمادیتا ہے۔ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور نبیٔ کریم رؤف رحیم صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»[2] "جو ایمان اور نیّتِ ثواب کے ساتھ، شبِ قدر میں عبادت کرے، اس کے پچھلے گناہ مُعاف کردیے جاتے ہیں"۔

عزیز دوستو! لیلۃ القدر میں عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ ہے، فرمانِ خداوندی ہے: ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾[3] "شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر رات ہے"۔ جو مسلمان اس رات عبادت کرے، اسے ہزار ماہ کی عبادت سے بھی زیادہ ثواب دیا جاتا ہے، اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس تاریخ میں کوئی اعلیٰ کام ہو وہ دن، وقت اور تاریخ، تاقیامت افضل واعلیٰ رہتے ہیں،

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب فضل ليلة القدر، ر: ٢٠٢١، صـ٣٢٤.

(٢) المرجع نفسه، كتاب الصوم، ر: ١٩٠١، ٣/ ٢٦.

(٣) پ٣٠، القدر: ٣.

دیکھیے شبِ قدر میں ایک بار ہی قرآنِ مجید نازل ہوا، مگر یہ رات قیامت تک افضل واعلیٰ قرار پائی، ہر سال مسلمان ذَوق وشَوق سے عبادت کرتے رہیں گے، اور اللہ تعالی اپنے بندوں کی بخشش ومغفرت فرماتا رہے گا!۔

مُفَسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "حضرت مجاہد نے فرمایا: بنی اسرائیل کا ایک شخص جو تمام رات عبادت کرتا، اور تمام دن جہاد میں مصروف رہتا، اس طرح اُس نے ہزار مہینے گزارے تھے، تب اللہ تعالی نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ﴾ "شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر رات ہے" کہ اس رات کی عبادت اُس شخص کے عمل سے بہتر ہے"[1]، یعنی شبِ قدر میں عبادت کرنا بنی اسرائیل کے اُس شخص کے عمل سے بھی بہتر ہے۔

فرشتوں کے نُزول کی رات

عزیزانِ گرامی قدر! اس مبارک رات میں حضرت سیّدنا جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے جمِ غفیر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں، اور فرشتوں کا یہ گروہ ہر مسلمان کے لیے دعائے مغفرت والتجائے رَحمت کرتا ہے۔ کیا شان ہے اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پیاری امّت کی! کہ فرشتے از خود نہیں اُترتے، بلکہ گویا انہیں اللہ تعالی حکم فرماتا ہے کہ زمین پر جاؤ، اور اس کے مَشارق ومَغارب کا چکر لگاؤ، اس رات میں فرشتے اس قدر نازل ہوتے ہیں کہ زمین تنگ پڑ جاتی ہے۔ کتنا خوش نصیب وبلند اقبال ہے وہ مسلمان، جو اس رات سستی وتھکاوٹ کو پرے ہٹاکر، اپنے پروَردگار جلّ جلالہ کی یاد میں بسر کرتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ

---

(۱) "جامع البیان" پ۳۰، القدر، تحت الآية: ۳، الجزء الثلاثون، صـ۳۲۹.

رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ﴾[1] "اس رات میں فرشتے اور جبریل اُترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے، ہر کام کے لیے"۔

مسلمان بھائیو! بلاشبہ لیلۃ القدر کا فضلِ عظیم اور اس کی بھلائی عام ہے، اس لیے کہ اس میں فرشتے نازل ہوتے ہیں، سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الْمَلائِكَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فِي الأَرْضِ أَكْثَرُ مِن عَدَدِ الْحَصَى»[2] "یقیناً فرشتے اس رات زمین میں، کنکریوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوتے ہیں"۔

سلامتی کی رات

میرے بزرگو ودوستو! یہ رات مغرب سے لے کر فجر تک سلامتی وبرکت والی ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾[3] "وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک"، یعنی یہ پوری رات اَمن وسلامتی کی ہے، اس مبارک رات میں مسلمان بڑی تعداد میں اپنے ربِ کریم سے لَو لگائے رہتے ہیں، ذکرِ خدا اور سول سے لُطف اندوز ہوتے ہیں، اور یہ رُوح پرور وایمان اَفروز کیفیت، رات بھر طلوعِ صبح تک جاری وساری رہتی ہے، اس رات جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔

رفیقانِ ملتِ اسلامیہ! شبِ قدر انتہائی مبارک ہے، اللہ تعالی نے اس رات میں ایک بڑی قدر ومنزلت والی کتاب، بڑی قدر ومنزلت والے رسول پر، بڑی قدر ومنزلت والی اُمّت کے لیے نازل فرمائی۔ اس مبارک رات میں خالقِ کائنات جلّ جلالہ

---

(۱) پ ۳۰، القدر: ٤.

(۲) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة، ر: ۱۰۷۳۹، ۳/ ٦۰٦.

(۳) پ ۳۰، القدر: ٥.

نے اُمّتِ مُسلمہ کے لیے عظیم تحفہ قرآنِ پاک نازل فرمایا، جس سے مسلمان بلکہ ساری کائنات کے سوئے نصیب جاگ اُٹھے، اس کتاب قرآنِ مجید نے بنی نَوعِ انسان کو اپنی پہچان، اور اپنے خالق و مالک جَلَّ جَلالُہٗ کا عرفان عطا فرمایا، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ قرآنِ پاک کی کثرت سے تلاوت، اور اس کے اَحکام پر عمل کرکے برکتیں حاصل کرے۔

نُزولِ قرآن سے متعلق ارشادِ خداوندی ہے: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾[1] "یقیناً ہم نے اسے شبِ قدر میں اُتارا"، یعنی شبِ قدر میں لَوحِ محفوظ سے، آسمانِ اوّل کے بیتُ العزّت کی طرف قرآنِ کریم نازل فرمایا۔

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ﴾[2] "یقیناً ہم نے قرآنِ پاک کو برکت والی رات میں اُتارا، یقیناً ہم ڈر سنانے والے ہیں"۔ "اس برکت والی رات سے مراد شبِ قدر ہے، اس رات میں پورا قرآن پاک لَوحِ محفوظ سے یکبارگی، آسمانِ دنیا کی طرف اُتارا گیا، پھر وہاں سے تئیس ۲۳ برس کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قلبِ اَطہر پر اُترا۔ اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا، کہ جس رات قرآنِ کریم اُترا وہ رات بھی مبارک ہے"[3]۔

لیلۃ القدرْ کی بعض علامات

حضرتِ سَیِّدُنا عُبادہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں، شبِ قدر کے بارے میں سوال کیا، تو مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لَیْلَةُ

(۱) پ ۳۰، القدر: ۱.

(۲) پ ۲۵، الدُّخان: ۳.

(۳) "تفسیر نور العرفان" ص۷۹۰ ملتقطاً۔

الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْبَوَاقِيْ، مَنْ قَامَهُنَّ ابْتِغَاءَ حِسْبَتِهِنَّ، فَإِنَّ اللهَ ﷻ يَغْفِرُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، وَهِيَ لَيْلَةُ وِتْرٍ تِسْعٍ، أَوْ سَبْعٍ، أَوْ خَامِسَةٍ، أَوْ ثَالِثَةٍ، أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ، إِنَّ أَمَارَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ أَنَّهَا صَافِيَةٌ بَلْجَةٌ كَأَنَّ فِيهَا قَمَراً سَاطِعاً سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ، لَا بَرْدَ فِيهَا ولَا حَرَّ، وَلَا يَحِلُّ لِكَوْكَبٍ أَنْ يُرْمَى بِهِ فِيهَا حَتَّى تُصْبِحَ، وَإِنَّ أَمَارَتَهَا أَنَّ الشَّمْسَ صَبِيْحَتَهَا تَخْرُجُ مُسْتَوِيَةً، لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ مِثْلَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا يَحِلُّ لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ»[۱].

"شبِ قدر رَمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں، یعنی اِکیس ۲۱، تئیس ۲۳، پچیس ۲۵، ستائیس ۲۷ یا اُنتیسویں ۲۹ یا رَمضان کی آخری شب میں ہے۔ تو جو کوئی اِیمان کے ساتھ بہ نیّتِ ثواب اِس مبارک رات میں عبادت کرے، اللہ ﷻ اُس کے تمام گزشتہ وآئندہ گناہ بخش دے گا۔ اس رات کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ مبارک شب روشن اور بِالکل صاف وشَفّاف ہوتی ہے، گویا کہ اس میں چاند پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہو، اس رات میں نہ گرمی ہوتی ہے نہ سَردی، اِس رات صبحِ صادق تک شیاطین کو آسمان کے ستارے نہیں مارے جاتے، مزید نشانیاں یہ ہیں کہ اِس رات کے بعد صبح سورج بغیر شُعاع کے طُلوع ہوتا ہے، وہ اَیسا ہوتا ہے گویا کہ چَودھویں کا چاند، اس دن طُلوعِ آفتاب کے ساتھ شیطان نہیں نکلتا"۔

عمدہ وافضل واعلیٰ شخص وہی ہے جس نے اپنے دل کے تصفیہ، اپنی نفسانی خواہشات کے تزکیہ، اور اپنی توبہ کی تجدید کے ساتھ لیلۃ القدر کی تلاش کی، جھگڑے

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند الأنصار، ر: ۲۲۸۲۹، ۸/ ٤١٤.

وفضول کلام سے بچا رہا، کہ لڑائی جھگڑا ایسا بُرا فعل ہے کہ اسی کے باعث ہم سے لیلۃ القدر کو پوشیدہ رکھا گیا۔ حضرت سیّدنا عُبادہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیں شبِ قدر سے متعلق بتانے کے لیے باہر تشریف لائے، تو مسلمانوں میں سے دو۲ شخص جھگڑ رہے تھے، فرمایا: «خَرَجْتُ لأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْراً لَكُمْ، فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ، وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ»(۱) "میں تمہیں شبِ قدر بتانے کے لیے نکلا تھا، لیکن فُلاں فُلاں جھگڑ رہے تھے تو وہ اُٹھالی گئی، اور ممکن ہے کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہو، لہٰذا اُسے اکیسویں، تئیسویں اور پچیسویں راتوں میں تلاش کرو!"۔

لیلۃ القدر کے اَعمالِ صالحہ

عزیزانِ گرامی قدر! حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، کہ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! اگر مجھے شبِ قدرؔ معلوم ہو جائے تو میں اُس میں کونسی دعا کروں؟ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «قُوْلِيْ: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ [كَرِيمٌ] تُحِبُّ الْعَفْوَ، فَاعْفُ عَنِّيْ»(۲) "یُوں کہو: اے اللہ! یقیناً تُو بہت مُعاف کرنے والا، کرم فرمانے والا ہے، عفو ودرگزر کو پسند فرماتا ہے، مجھے بھی مُعاف فرمادے!"۔

برادرانِ اسلام! اس رات میں اجر کا حصول کسی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر مسلمان عبادت گزار، ذکر کرنے والے، یا قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والے کو اجر وثواب حاصل ہوتا ہے، چاہے اسے شبِ قدر کا علم ہو یا نہ ہو، دیگر ایّام کی طرح اس

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب فضل ليلة القدر، ر: ۲۰۲۳، صـ۳۲٤.

(۲) "سنن الترمذي" كتابُ الدَّعوات، ر: ۳۵۱۳، صـ ۸۰۱.

رات میں بھی نمازوں کی پابندی کریں، کہ اس رات انعام واِکرام سے نواز دیا جائے گا، حضرت سعید بن مسیّب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "جو شبِ قدر کو عشاء کی نماز میں شریک ہوا، اُس نے اس مبارک رات سے اپنا حصّہ لے لیا"[1]۔

محروم لوگ

عزیزانِ محترم! جن لوگوں پر بدبختی وبدنصیبی طاری ہو، وہی اس رات میں عبادت، بخشش اور عطائے ربّانی سے محروم رہتے ہیں، جو لوگ غفلت وسستی کرتے ہیں، انہیں مصطفیٰ جانِ رَحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اس فرمان پر غور کرکے، اپنے آپ کو درست کرلینا چاہیے، رَحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ، وَلاَ يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُومٌ»[2] "یہ مبارک مہینہ تم پر آگیا ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو اس رات سے محروم رہا وہ ہر خیر سے محروم رہا، اور محروم وہی رہے گا جس کی قسمت میں محرومی ہے"۔ لہٰذا اس رات میں خوب عبادت، توبہ واستغفار کریں، اور آئندہ عبادت پر استقامت، اور گناہوں سے بچنے کا پختہ عہد کریں۔

دعا

اے اللہ! لیلۃ القدر میں خوب عبادت پر ہماری مدد فرما، ہمیں نیک اَعمال کی توفیق اور درجۂ قبولیت عطا فرما، اس آخری عشرہ کو ہمارے لیے ذریعۂ نَجات وبخشش بنا، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرما، بخل

(١) "الموطّأ" باب ما جاء في ليلة القدر، ر: ٧٠٨، صـ١٩٠.

(٢) "سنن ابن ماجه" كتاب الصيام، ر: ١٦٤٤، صـ٢٧٧.

وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

استقامت کرامت سے بہتر ہے

(جمعۃ المبارک ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ - ۲۲/۵/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اعمالِ صالحہ پر ثابت قدمی کے فضائل

عزیزانِ محترم! اِستقامت کا لُغوی معنیٰ ڈَٹ جانا ہے، اِصطِلاحِ شرع میں دِینِ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنے، اللہ ورسول کو ماننے، اِن کے حکم پر ثابت قدم رہنے، اِن کی فرمانبرداری کرنے، اِن کی اِطاعت کو لازم پکڑ لینے کا نام اِستقامت ہے۔ اِستقامت ایک جامع لفظ ہے، جس میں دِین ودنیا کے تمام کام داخل ہیں، اللہ تعالی ورسولِ کریم ﷺ کے فرمان پر عمل، ممنوعہ اَقوال واَفعال واشیاء واُمور سے بچنا، اسلامی عقائد پر پختگی، اللہ ورسول کی رَسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا، اور حقیقی بندگی اختیار کرنا اِستقامت ہے۔

اِستقامت صالحین وبندۂ مؤمن کی عمدہ وعظیم صفت وخاصّہ ہے، جو لوگ گناہوں سے بچ کر دینِ اسلام کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، انہیں دونوں جہاں میں

برکتیں نصیب ہوتی ہیں، اُن پر سکینہ نازل ہوتا ہے، مَوت کے وقت انہیں جاں کَنی کی سختی محسوس نہیں ہوتی، قبر وحشر میں آرام وسکون نصیب ہوتا ہے، اور اَیسے لوگوں کے لیے اللہ تعالی نے جنّت کا وعدہ فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾(۱) "یقیناً جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اُس پر قائم بھی رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہوجاؤ اُس جنّت پر، جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا"۔

برادرانِ اسلام! ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اللہ تعالی اور اس کے پیارے نبئ کریم جنابِ محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان رکھتے ہوئے مَرتے دَم تک اس پر قائم رہیں، اِن کے اَحکام پر عمل بجالائیں، اِخلاص سے عمل کریں، رَنج وخوشی، راحت وتکلیف کے وقت صبر وشکر کا دامن تھامے رہیں، تب ہماری دنیا وآخرت دونوں ہی پُرسکون ہوں گی، خالقِ کائنات جلّ جلالہ نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کو، اور آپ ﷺ کے ذریعے اس اُمّت کو اِستقامت کا حکم دیا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْاؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾(۲) "قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے، اور جو تمہارے ساتھ رُجوع لایا ہے، اے لوگو سرکشی نہ کرو! یقیناً اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے!"۔

اسلامی تعلیمات پر قائم وسختی سے جمے رہنا ہی استقامت ہے، جب یہ استقامت دل میں پیدا ہوجاتی ہے، تو ایمان وعقیدہ مضبوط ہوجاتا ہے، اس آیتِ

(۱) پ۲٤، حم السجدة: ۳۰.
(۲) پ۱۲، هود: ۱۱۲.

کریمہ میں اللہ تعالی نے حکم دیا ہے، کہ اے لوگو! وَیسی ہی اِستقامت اختیار کرو، جیسی اِستقامت کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، اور اس حکم سے اِدھر اُدھر مت ہٹنا، اور نہ ہی شریعت سے تجاوُز کرنا۔ مُفسّرینِ کرام فرماتے ہیں: "اِستقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے، اِستقامت یہ ہے کہ بندہ رَنج وغم اور مصیبت وراحت میں، اللہ تعالی کی بندگی سے منہ نہ موڑے، ہر حال میں راضی بہ رِضائے الٰہی رہے، اِستقامت ہی ولایت کی جڑ ہے، جس سے حضورِ اکرم ﷺ کی ہمراہی ملتی ہے"[1]۔

عزیز دوستو! رب تعالی کی اِطاعت وبندگی پر صبر واِستقامت اور ہمیشگی اختیار کرنا، اللہ تعالی کی طرف سے امتحان میں کامیابی حاصل کرنا، لوگوں کی طرف سے تکلیف ومصیبت پر رِضائے الٰہی کی خاطر صبر کرنا، اور خواہشاتِ نفسانی کی مخالَفت پر ڈَٹ جانا اِستقامت ہے۔ اللہ کریم جلّ جلالہ نے اِستقامت کو متقین کی علامت بتایا ہے، فرمانِ خداوندی ہے: ﴿وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾[2] "جو لوگ سختی، فقیری اور لڑائی کے وقت صبر کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں، اور وہی لوگ متّقی ہیں"۔

مصیبت پر صبر کرنا، عبادات پر ہمیشگی اختیار کرنا، اور گناہ کو چھوڑ دینا بھی اِستقامت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الصَّبْرُ ثَلَاثَةٌ: (١) فَصَبْرٌ عَلَى الْمُصِيْبَةِ، (٢) وَصَبْرٌ عَلَى الطَّاعَةِ، (٣) وَصَبْرٌ عَنِ الْمَعْصِيَةِ»[3]

---

(۱) "تفسیر نُورُ العرفان" پ ۱۲، ھود، زیرِ آیت: ۱۱۲، ص۳۷۲۔

(٢) پ٢، البقرة: ١٧٧.

(٣) "الصبر والثواب عليه" لابن أبي الدنيا، ر: ٢٤، صـ٣٠.

"صبر تین ۳ طرح کا ہے: (۱) مصیبت کے وقت صبر، (۲) اللہ ورسول کی اِطاعت پر صبر، (۳) اور ترکِ گناہ پر صبر"۔ یعنی بندہ مصیبت کے دُور ہونے تک صبر کرے، اَحکامِ الٰہیہ پر عمل اور گناہوں سے بچنے پر ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

الغرض ہر جگہ اِستقامت کا دامن تھامے رکھے، اور نفس کی شرارتوں اور شیطان کے وَسوَسوں سے بچ کر، اپنی زندگی شریعت کے مطابق گزارتا رہے، یہ عمل اللہ ورسول کو بہت پسند ہے، اور اسی میں دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی ہے!۔

اللہ تعالی کے محبوب بن جائیں

حضراتِ گرامی قدر! دنیا میں کیسی ہی تکلیف ومصیبت پہنچے، قید وبند اور بُھوک وپیاس کی اَذیت ہو، لیکن اللہ تعالی کے کاملین وصالحین بندے، ہر حال میں ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہیں، اللہ ورسول سے سچی محبت کرتے ہیں، اُن کی اِطاعت وفرمانبرداری کو لازم پکڑے رہتے ہیں، اُس پر دَوام وہمیشگی اختیار کرتے ہیں، سنن، واجبات وفرائض کی بَجا آوری والتزام، اَوامر ونَواہی کی پابندی کرتے ہیں، اور محرّمات ومعصیت کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ آج اگر ہم بھی ان حضرات کے نقشِ قدم پر چلیں، تو ہم بھی خالقِ کائنات جلّ جلالہ اور رسولِ کریم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کے محبوب بن سکتے، لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو اعمالِ صالحہ پر استقامت اختیار کرکے، صالحین میں شامل ہوجانا چاہیے۔

حضرت سیّدنا سفیان بن عبد اللہ ثَقفی رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! مجھے اسلام سے متعلق کچھ اَیسا ارشاد فرمایئے، کہ پھر مجھے آپ کے بعد کسی اَور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے، مصطفی جانِ رَحمت صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے فرمایا: «قُل آمَنْتُ بِالله،

ثُمَّ اسْتَقِمْ»[۱] "کہو کہ میں اللہ تعالی پر ایمان لایا، پھر اُس پر قائم رہو!"۔ یہی کامیابی کی ضمانت ہے، ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ یقینِ کامل کے ساتھ ایمان وعقائدِ اسلامیہ، اور اعمالِ صالحہ پر مضبوطی سے کاربند رہے!۔

محترم بھائیو! جب بندہ تقویٰ وپرہیزگاری کو لازم پکڑ لیتا ہے، اَعمالِ صالحہ پر اِستقامت اختیار کرتا ہے، تب اللہ تعالی کا محبوب بن جاتا ہے، اور کریم پروَردگار عزّوجلّ کی مدد ونُصرت اس بندے کے ساتھ ہوتی ہے، فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾[۲] "اللہ سے ڈرتے رہو! اور جان رکھو کہ اللہ تعالی متقیوں کے ساتھ ہے!"۔

عبادت سے منہ پھیرنا

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! بندۂ مؤمن پر لازم ہے کہ ایمان وعبادت پر اِستقامت اختیار کرے، عقائد کی دُرستگی، عبادت کی ادائیگی اور مُعاملات کی بہتری، حقوقُ اللہ و حقوقُ العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرے، جو اِن میں سے کسی بات میں سُستی وکوتاہی کرے، وہ سیدھے راستے پر نہیں۔ مُعاملات کی خرابی، عبادات کی خرابی تک پہنچادیتی ہے، اور عبادات کی خرابی عقائد کی خرابی کا بھی سبب بن سکتی ہے!۔

عموماً ترکِ مستحب ترکِ سنّت کا، اور ترکِ سنّت ترکِ فرائض کا سبب بنتا ہے، اَیسا نہ ہو کہ رمضان المبارک کے رُخصت ہونے کے بعد، اکثر لوگوں کی طرح ہمارا رُخ بھی اَعمالِ صالحہ سے پھر جائے! خالقِ کائنات جلّ جلالہ نے ہمیں راہِ حق سے رُوگردانی

(۱) "صحيح مسلم" بابُ جامع أوصاف الإسلام، ر: ۱۵۹، صـ۳۹.

(۲) پ۲، البقرة: ۱۹٤.

کرنے سے منع فرمایا، اور سیدھے راستے پر چلنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے:
﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾[1] "یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو، اور دوسری راہیں نہ چلو، یہ تمہیں اللہ تعالی کی راہ سے جُدا کر دیں گی، یہ تمہیں حکم فرمایا؛ تاکہ تمہیں پرہیزگاری ملے"۔ نیکیوں کی برکت سے بُرائیاں مُعاف ہو جاتی ہیں، فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾[2] "یقیناً نیکیاں بُرائیوں کو مِٹا دیتی ہیں"۔ لہذا ہر مؤمن کو چاہیے کہ اَعمالِ صالحہ پر اِستقامت رکھے؛ کیونکہ نیک اَعمال کی ہر ایک کو، ہر وقت ضرورت رہتی ہے، اور یہ گناہوں کی مُعافی کا ذریعہ بھی ہیں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں ایمان وعبادات پر اِستقامت نصیب فرما، ان کو اپنی شایانِ شان ہم سے قبول فرما، ہمیں اپنے محبوب بندوں میں شمار فرما، اَعمالِ صالحہ اور تیری عبادت سے رُوگردانی اور سُستی وغفلت سے محفوظ فرما، بعدِ رمضان بھی گناہوں کو مِٹانے والے اَعمال پر اِستقامت نصیب فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ملک وقوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، ہمیں اَحکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(١) پ٨، الأنعام: ١٥٣.
(٢) پ١٢، هود: ١١٤.

جوانی کی عبادت

(جمعۃ المبارک ۲۸رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۵/۲۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

مقصدِ تخلیق

برادرانِ اسلام! نوجوانی عزم وقوّت اور نوخیزی کا دوسرا نام ہے، لہٰذا ہر نوجوان کو چاہیے کہ اپنی نفسانی خواہشات کی جَولانیوں کو قابو رکھے اور ضبط سے کام لے، اپنے نفس کی خواہشات کو خیر وبھلائی کے اُمور کی طرف متوجّہ رکھے، عبادت وریاضت اور فکرِ آخرت سے متعلق اپنی زندگی کے کچھ اَہداف مقرّر کرے، اور پھر ان اَہداف تک رَسائی کے لیے جستجو کرتا رہے۔

جس کی زندگی ان اَہداف سے خالی ہے، اُسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ایک بے مقصد زندگی جی رہا ہے، حالانکہ خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ نے ہمیں ایک خاص مقصد کے لیے اس دنیا میں بھیجا ہے، لہٰذا دن ہو یا رات، ہمیں اپنے مقصدِ تخلیق کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیے، اللہ ربّ العالمین ہماری زندگی کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا

ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾[1] "میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے؛ کہ میری بندگی کریں!"۔

ایک اَور مقام پر اللہ رب العزّت ارشاد فرماتا ہے، ان لوگوں کو جگانے کے لیے، جو دنیا کی رنگینیوں میں کھوکر، اپنے مقصدِ تخلیق کو بھول کر، خوابِ غفلت میں ہیں: ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾[2] "یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کُود، اور یقیناً آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے، کیا ہی اچھا تھا اگر جانتے!"۔

اسی طرح بھُولے بھٹکے مسلمانوں کو گناہوں بھری زندگی چھوڑ کر، زُہد وتقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾[3] "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے! اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان!"۔

عزیزانِ محترم! جو شخص اپنی جوانی کو سنبھالنے، اور اسے زُہد وتقویٰ کی لگام دینے میں کامیاب ہوگیا، گویا اُس نے اپنی پوری زندگی کی کمائی محفوظ کرلی، اس کے برعکس جو شخص جوانی کو بے لگام چھوڑتا ہے، ایّامِ زندگی گناہ وغفلت میں گزار دیتا ہے، وہ ناکام ونامراد ہے، اگرچہ وہ بظاہر کتنا ہی کامیاب کیوں نہ نظر آتا ہو، ایسے شخص کو ایّامِ شباب گزر جانے پر ندامت وکفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، مگر

---

(١) پ٢٧، الذاريات: ٥٦.

(٢) پ ٢١، العنكبوت: ٦٤.

(٣) پ ٤، آل عمران: ١٠٢.

اُس وقت یہ نَدامت اسے کوئی فائدہ نہ دے گی۔

حضراتِ گرامی قدر! بُلوغت سے لے کر چالیس ۴۰ سال کی عمر تک، شباب وجوانی کا زمانہ کہلاتا ہے، ایک انسان کی زندگی کا یہ قیمتی ترین وقت ہے، لہٰذا اسے کسی صورت ضائع نہیں کرنا چاہیے، اور ایک مسلمان نوجوان کو، اسے بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانتے ہوئے، علمِ نافع، عملِ صالح اور رِضائے الٰہی جیسے اَہداف کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے؛ کیونکہ اسی میں کامیابی اور سُرخ رُوئی ہے، بصورتِ دیگر ناکامی مقدّر ہو سکتی ہے! رَحمتِ عالم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے: «اغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ: (۱) شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، (۲) وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، (۳) وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، (٤) وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، (٥) وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»[1] "پانچ ۵ چیزوں کو پانچ ۵ سے پہلے غنیمت جانو: (۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، (۲) صحت کو بیماری سے پہلے، (۳) مالداری کو فقیری سے پہلے، (۴) فرصت کو مصروفیت سے پہلے، (۵) اور زندگی کو موت سے پہلے"۔

میرے محترم بھائیو! آج موقع ہے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کا، جب بڑھاپا آئے گا، تو پھر کہو گے کہ کاش جوانی اور صحت وتندرستی ہوتی، تو سینکڑوں نوافل پڑھتا، قرآنِ پاک کی تلاوت کرتا، تہجد پڑھتا، پانچوں وقت باجماعت نماز مسجد میں ادا کرتا، روزہ، جہاد وغیرہ سارے نیک اعمال بجالاتا، لیکن اُس وقت یہ آرزُو صرف آرزُو ہی رہے گی، اور ہم اپنے پَل پَل کا حساب وکتاب دینے کے لیے اگلے جہان کی طرف بڑھ رہے ہوں گے!۔

---

(۱) "شُعَب الإيمان" باب في الزهد وقصر الأمل، ر: ۱۰۲٤۸، ۷/ ۳۳۱۹.

اس بارے میں مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «لا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يومَ الْقِيَامَةِ حتّى يُسْأَلَ عن أَرْبَعِ خِصَالٍ: (١) عن عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، (٢) وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلاهُ، (٣) وَعَنْ مَالِهِ مِن أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، (٤) وَعَنْ علمِهِ مَاذَا عَمِلَ فيه»[1] "بروزِ قیامت آدمی اُس وقت تک اپنی جگہ سے قدم نہیں ہٹا سکے گا، جب تک چار ۴ سوالوں کے جواب نہ دے دے: (۱) عمر کس کام میں گزاری؟ (۲) جوانی کیسے گزاری؟ (۳) مال کہاں سے کمایا اور کیسے خرچ کیا؟ (۴) اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟"۔

لہٰذا فکرِ آخرت پر مبنی اس فرمانِ رسول ﷺ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، ہر بندۂ مؤمن کو چاہیے کہ نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچتا رہے، عِفّت، عصمت اور پاکدامنی کے حصول کے ذرائع اختیار کرتا رہے، بدنگاہی، فحش اَعمال وکلام، جھوٹ، غیبت، چغلی، حرام ومشتبہ چیزوں، فلموں، ڈراموں، گانے باجوں، بے پردگی وغیرہ وغیرہ گناہوں سے بچ کر، اَحکامِ شریعت، فرائض وواجبات واَعمالِ صالحہ وغیرہ کی بجاآوری میں خُوب کوشش کرے، نیک دوستوں کی صحبت اختیار کرے؛ کہ صالحین کی صحبت ونصیحت سے پارسائی، تقویٰ اور پرہیزگاری نصیب ہوتی ہے۔

اچھے دوستوں کا انتخاب اور اُس کی اہمیت

حضراتِ ذی وقار! عام مشاہدہ ہے کہ انسان نیک لوگوں کے پاس بیٹھتا ہے، تو اچھی صحبت وباتیں اس کی رُوح میں تازگی، اور دل میں سُرور پیدا کرتی ہیں، باہم اُلفت ومحبت بڑھتی ہے۔ دوستوں کی صحبت ایک ایسی چیز ہے، کہ اس سے انسان

---

(١) "المعجم الكبير" معاذ بن جبل الأنصاري، ر: ١١١، ٢٠/ ٦١.

سنوَرتا بھی ہے اور بگڑتا بھی ہے، اچھی صحبت اختیار کرنے والا اچھا، اور بُری صحبت میں بیٹھنے والا بُرا ہو جاتا ہے۔ نیک لوگوں کی دوستی بندے کو نیکیوں کی طرف مائل کرتی ہے، جبکہ بُرے لوگوں کی صحبت بُرائی کی طرف لے جاتی ہے، لیکن دینِ اسلام ہمیں روزِ اوّل ہی سے دوستی کا صحیح تصوّر عطا فرماتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾(۱) "اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرتے رہو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو"۔

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو، ہمیشہ سچے اور نیک لوگوں کے ساتھ رہنا ہے، اچھا دوست وہ ہے جو نیکی اور بھلائی کی تلقین کرتا رہے، اور بُرائی و ناپسندیدہ باتوں سے روکتا رہے، سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے فرمایا: «مَثَلُ الجَلِيسِ الصَّالِحِ وَمَثَلُ جَلِيسِ السُّوْءِ، كَحَامِلِ المِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ، فَحَامِلُ المِسْكِ إِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيْرِ، إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحاً خَبِيْثَةً»(۲) "اچھے اور بُرے دوست کی مثال، مُشک اُٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے؛ کہ مُشک اُٹھانے والے سے، یا تو تم کچھ خریدو گے، یا تم اُس کی صحبت سے اچھی خوشبو پاؤ گے، جبکہ بھٹی دھونکنے والا، یا تو تمہارے کپڑے جَلا دے گا، یا تم اُس کی صحبت سے بدبو پاؤ گے"۔

میرے محترم بھائیو! صحبت و ہمنشینی اچھی ہو یا بُری، اس میں کوئی شک نہیں کہ اثر رکھتی ہے، لہذا سوچ سمجھ کر دوست بنانا چاہیے۔ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ

(۱) پ۱۱، التوبة: ۱۱۹.

(۲) "صحيح ابن حِبّان" كتاب البرّ والإحسان، ر: ۵۶۲، صـ۱۴۷.

سے روایت ہے، تاجدارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيْلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ»[1] "آدمی اپنے دوست کے دِین پر ہوتا ہے، لہذا تم میں سے ہر ایک اچھی طرح غور کرلے، کہ کسے دوست بناتا ہے"۔

اچھی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے، رحمتِ کونین ﷺ نے فرمایا: «لَا تَصْحَبْ إِلَّا مُؤْمِناً»[2] "دوستی صرف مؤمن مسلمان ہی سے کیا کرو"؛ کیونکہ اچھوں کی صحبت اچھے کام پر اُبھارتی ہے، اس کے برعکس بُرے کی سنگت بُرائی کی راہ دِکھاتی ہے، اعمالِ صالحہ سے غافل کرتی ہے، لہذا ہم میں سے ہر ایک پر لازم وضروری ہے، کہ اچھے دوست وہمنشیں کا انتخاب کرے، اچھادوست وہ ہے جو نیک راہ پر گامزن کرتا ہے، تمام مُعاملات میں ہماری بھلائی چاہتا ہے، آقائے دو جہاں ﷺ نے اچھی دوستی کی اہمیت اُجاگر کرتے ہوئے فرمایا: «خَيْرُ الْأَصْحَابِ عِنْدَ اللهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ»[3] "اللہ تعالی کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے، جو اپنے دوست وہمنشیں کے لیے اچھا ہے"، اچھی ہمنشینی انسان کی دنیا وآخرت کو سنوارتی ہے، نیز اللہ ورسول اور صالحین کی محبت بھی پیدا کرتی ہے۔

بُری صحبت کا اثر

عزیزانِ محترم! جہاں اچھی صحبت کے اچھے اثرات مرتّب ہوتے ہیں، وہیں بُری صحبت وہمنشینی انسان پر بُرا اثر بھی ڈالتی ہے، بُرے لوگوں کی ہمنشینی بندے کو اللہ

---

(١) "سنن أبي داود" كِتَاب الْأَدَبِ، ر: ٤٨٣٣، صـ٩٨٣.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي سعيد الخدري، ر: ١١٣٣٧، ٤/ ٧٧.

(٣) "سنن الترمذي" باب ما جاء في حقّ الجوار، ر: ١٩٤٤، صـ٤٥٢.

ورسول کا باغی بنا دیتی ہے، فرائض، واجبات اور سنن ونوافل میں کوتاہی وسُستی اور گناہوں پر جرأت دِلاتی ہے، حُدود اللہ کی پامالی پر اُبھارتی ہے، بُرے اَخلاق کا خوگر بناتی ہے، بُری صحبت قطعِ رِحمی، والدین کی نافرمانی، حقوق العباد میں کوتاہی، غرور وتکبر، ظلم وجبر وغیرہ گناہوں کا عادی بناتی ہے۔

بُری صحبت شیطان کو پسند ہے، اس کے باعث انسان کی دنیا وآخرت دونوں خراب ہوجاتی ہیں، جو شیطان کو خوش کرنے والے کام کرتا ہے، شیطان اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ بُروں کی ہمنشینی بہت ہی بُری ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا﴾[1] "جس کا ساتھی شیطان ہوا، تو وہ کتنا بُرا ہمنشین ہے!"۔

بُری صحبت اور بُری دوستی کے اثرات بُرے ہوتے ہیں، اَیسی دوستی فوراً سے پیشتر ترک کردینی چاہیے، حضرت سیّدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے داماد مغیرہ بن شُعبہ سے فرمایا: "اے مغیرہ! جس بھائی یا دوست کی ہمنشینی سے کوئی دینی فائدہ نہ ہو، تو سلامتی اِسی میں ہے کہ اُسے ترک کردو"[2]۔ تو معلوم ہوا کہ بُری صحبت اثر کرتی ہے، اور دونوں جہاں میں نقصان وخُسران کا باعث بھی بنتی ہے، لہذا ہم میں سے ہر ایک کو اس سے اجتناب کرنا لازم وضروری ہے۔

خود احتسابی کا عمل

میرے عزیز دوستو اور نوجوانو! جوانی جُنون وپاگل پن سے تعبیر کی جاتی ہے، بہت تھوڑے لوگ ایسے ہیں جنہیں اپنے حقیقی نفع ونقصان کا شُعور رہتا ہے، ورنہ اکثر

---

(۱) پ۵، النساء: ۳۸.

(۲) "کشف المحجوب" [مترجم]، بیسواں باب صحبت، ص۴۶۵- ۴۶۶ مختصراً۔

لوگ جوانی کی مستی میں اپنی زندگی کے قیمتی اور اَنمول لمحات کو نہایت ادنیٰ وفضول کاموں میں ضائع کررہے ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ انسان جتنا جوانی میں برباد ہوتا ہے، اُتنا بچپن اور بڑھاپے میں برباد نہیں ہوتا، حضور نبئ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِنَ الْجُنُونِ»(۱) "جوانی جنون کی ایک قسم ہے"۔

عموماً انسان جوانی ہی میں بہتر طور پر کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، دین، قوم وملّت کی ترقی کے لیے جتنا جوانی میں بھاگ دَوڑ کر سکتا ہے، بچپن اور بڑھاپے میں نہیں کر سکتا؛ لہٰذا اس وقت کو غنیمت جانیں، اور روزِ حساب سے قبل ہی اپنا اپنا احتساب ضرور کریں۔ حضرتِ سیّدنا عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: «حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا»(۲) "اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے، خود اپنا حساب کرلو!"۔

حضراتِ گرامی قدر! خود احتسابی کے اس عمل میں ہر شخص اس بات پر غور کرے، کہ آج میں نے جتنے بھی اُمور انجام دیے، اُن میں نیّت کیا تھی؟ دِکھلاوا ودنیاداری کی نیّت تھی؟ یا مقصد اللہ ورسول کو راضی کرنا تھا؟ اگر مقصد دِکھلاوا اور رِیاکاری ہے تو اُس کے لیے بربادی ہے، وہ ناکام ہے، اور اگر مقصد رِضائے الٰہی، خدمتِ دین اور تحفظِ اسلام ہے، تو اُس کے لیے کامیابی وکامرانی ہے؛ لہٰذا ہمیں آج ہی سے اپنی جانچ پڑتال کرکے، اپنے اعمال درست کرلینے چاہییں، اور زندگی کے قیمتی واَنمول لمحات دینِ اسلام اور ملک وقوم کی خدمت میں صَرف کرنے ہیں! یقین جانیے کہ اگر ہم نے ایسا کرلیا تو کثیر رحمتیں،

(۱) "مسند الشهاب" ر: ۱۱٦، ۱/ ۱۰۰

(۲) "سنن الترمذي" أبواب صفة القيامة، ر: ۲٤٥۹، صـ٥٦٠.

برکتیں اور اجر وثواب کی دَولت ہمارا مقدّر ہوگی، بصورتِ دیگر ہمارا شمار شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں میں ہوسکتا ہے۔ خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ﴾[1] "اے ایمان والو! شیطان کے قدموں پر نہ چلو، اور جو شیطان کے قدموں پر چلے تو وہ تو بے حیائی اور بُری ہی بات بتائے گا!"۔

لہٰذا شیطان کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں؛ کیونکہ وہ ہمارا اَزَلی دشمن ہے، وہ ہمیں گمراہ کرنے کی پوری کوشش کرے گا، طرح طرح کے فتنوں میں ڈالے گا، اور ہم سے گناہ کروانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے گا؛ کیونکہ شیطان اپنے ماننے والوں کو نیکی اور ہدایت کی دعوت نہیں دیتا، بلکہ وہ تو ہمیشہ بے حیائی اور بدکاری کی تلقین کرتا ہے، اور بُرے کاموں کو اس حسین انداز سے پیش کرتا ہے، کہ اُن کے برے نتائج نگاہوں سے اَوجھل ہوکر رہ جاتے ہیں، انسان یہی سمجھنے لگتا ہے کہ ساری مسرّتیں، ساری عزّتیں اِنہی بُرے کاموں میں سمٹ آئی ہیں، شیطان کے اکسانے پر، وہ ایسے ایسے گناہ اور حیاسوز حرکتیں کر ڈالتا ہے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔

میرے عزیز دوستو! ہمارے اَسلافِ کرام تو اَدنیٰ سی بُرائی سے بھی بہت دُور بھاگا کرتے تھے، حضرت سیّدنا نافع رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، کہ حضرت سیّدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے گانے کی آواز سنی، تو اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالتے ہوئے اس جگہ سے دُور ہٹ گئے، اور دُور جاکر مجھ سے فرمایا: «يَا نَافِعُ! هَلْ تَسْمَعُ شَيْئاً؟» "اے نافع! کیا تم کچھ سُن رہے ہو؟" عرض کیا: کہ نہیں، تب آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انگلیاں اپنے کانوں سے نکالیں اور

---

(۱) پ۱۸، النور: ۲۱.

فرمایا: «كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَمِعَ مِثْلَ هَذَا، فَصَنَعَ مِثْلَ هَذَا»[۱] "میں نبئ کریم ﷺ کے ساتھ تھا، توانہوں نے اسی کی مثل سُنا، تو ایسا ہی کیا جیسے میں نے کیا"۔ یقیناً جن جوانوں نے ایمان پر استقامت پائی، اُن کے لیے راہِ ہدایت کے دروازے کھلے رہتے ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى﴾[۲] "وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے، اور ہم نے اُن کو ہدایت بڑھائی"۔

اے میرے نوجوان دوستو! جوانی قوم وملّت کی زندگی اور حفاظت وبقا کی ضامن ہے، اسی سے ملک وقوم کی ترقّی اور اجتماعیت کا دوام ہے، لہٰذا اس کی بھرپور حفاظت کرنا، اور گناہوں سے بچنا ہم سب پر لازم وضروری ہے۔

جوانی میں عبادت کی فضیلت

حضراتِ محترم! اپنی جوانی کی حفاظت کرنے، اور اسے عبادت ورِیاضت میں گزارنے والے نوجوانوں کے لیے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے فرامین کے مطابق روزِ قیامت سایۂ رحمت کا وعدہ، اور فرشتوں جیسا مقام ہے، حدیث شریف میں ہے: «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِيْ ظِلِّهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ» "سات قسم کے لوگ ایسے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایۂ رَحمت میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اُس کے سایۂ رَحمت کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا"۔ انہی میں سے ایک سے متعلق فرمایا: «وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ»[۳] "وہ جوان جس نے جوانی

---

(۱) "سنن أبي داود" باب كراهية الغناء والزمر، ر: ٤٩٢٤، صـ٦٩٤.

(۲) پ١٥، الكهف: ١٣.

(۳) "صحيح البخاري" كتاب الأذان، ر: ٦٦٠، صـ١٠٧.

اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں گزاری"۔

ایک اَور حدیث شریف میں ہے: «وَلِلشَّابِّ التَّارِكِ لِحُرُمَاتِ اللهِ الْعَامِلِ بِطَاعَةِ اللهِ، كُلُّ أَجْرِ سَبْعِينَ صِدِّيقاً»[1] "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے، اور اس کے اَحکام پر عمل کرنے والے نوجوان کے لیے، سترّ ۷۰ صدّیقین کے برابر ثواب ہے!"۔

فکرِ آخرت اور آج کا نوجوان

عزیزانِ محترم! یہ دنیا چند روزہ ہے، اس کی تمام آسائشیں، آرائشیں اور لذّتیں فنا ہونے والی ہیں، لیکن آج کا نوجوان اِنہی پر فریفتہ ہوکر، رب تعالی کی ناراضگی کے کاموں میں لگا ہوا ہے، یہ انتہاء درجے کی نادانی ہے، ہمارا ہر سانس جوہرِ اَنمول ہے، حتّی کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس کا مقابلہ ایک سانس جیسی نعمت سے بھی نہیں کیا جاسکتا۔ شیطان انسان کو لمبی اُمیدوں میں ڈال کر، گناہوں میں مبتلا کر کے، توبہ واستغفار سے غافل کر دیتا ہے، مگر ہر مسلمان جانتا ہے، کہ بلا چُون وچرا اَحکامِ الٰہی اور ارشاداتِ نبوی صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تعمیل کے لیے جُھک جانے، ایمان پر ثابت قدم رہنے، اور توبہ واستغفار کرتے رہنے والوں کا خاتمہ بالخیر ایمان پر ہوتا ہے، دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی اُن کا مقدّر ہوتی ہے، خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُهُ نے فرمایا: ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[2] "اے ایمان والو! سب مل کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو؛ تاکہ تم فلاح (کامیابی) پاؤ!"۔

---

(۱) "الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك" ر: ۲۲۹، صـ۷۸.

(۲) پ۱۸، النُّوْر: ۳۱.

اے میرے نوجوانو! انسان سے غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں، مگر اچھا انسان وہ ہے جو فوراً رب تعالی کی بارگاہ میں جھک جائے، گریہ وزاری کرے، مُعافی مانگ کر آئندہ گناہوں سے بچتا رہے، حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ»[1] "ہر آدمی خطا کار ہے، اور خطا کاروں میں بہتر وہ ہیں جو گناہ کے بعد توبہ کرلیں"۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ رب تعالی کی طرف رُجوع کرے، اپنی غلطیوں سے توبہ کرے، مُعافی مانگے، یقیناً اللہ فضل وکرم فرمانے والا ہے۔

توبہ کرنے والے لوگ اللہ تعالی کے پسندیدہ ومحبوب ہیں، خالقِ کائنات جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾[2] "اللہ تعالی بہت توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے، اور ستھرے لوگوں سے محبت فرماتا ہے"۔

سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحاً بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِيْنَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فلاَةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ، وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُه، فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتَى شَجَرَةً، فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا، قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ، فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا، قَائِمَةً عِنْدَهُ»[3] "اگر کوئی شخص جنگل میں اپنی سواری پر ہو، اور وہ سواری اس سے گم ہوجائے، جس پر اُس کے کھانے پینے کا سامان ہو، پھر وہ تلاش کے بعد مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے میں لیٹ

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب صفة القيامة، ر: ٢٤٩٩، صـ٥٦٨.

(٢) پ٢، البقرة: ٢٢٢.

(٣) "صحيح مسلم" كتاب التوبة، ر: ٦٩٦٠، صـ١١٩١.

جائے، اچانک وہ سواری اس کے پاس آکھڑی ہو، تواسے جس قدر خوشی ہوگی! جب اللہ کا بندہ توبہ کرتا ہے، تواللہ تعالی کواس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے!"۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! توبہ سارے گناہوں کو مٹادیتی ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ»(۱) "گناہوں سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہے، جیسے اُس کا کوئی گناہ ہے ہی نہیں"۔

میرے نوجوان دوستو، بھائیو اور بزرگو! ہماری خوش قسمتی ہے کہ رمضان المبارک کاعظیم الشان، اور مقدّس مہینہ اپنی تمام تررَحمتوں، برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ ہمارے درمیان موجود ہے، اکثر دن گزر گئے ہیں اور کچھ ابھی باقی ہیں، اس مبارک مہینہ میں اللہ کریم کی رَحمت ومغفرت کا دریائے فضل وکرم خُوب جوش پر ہے، اس مبارک مہینے میں انسان خود بخود نیکیوں کی طرف راغب ہو جاتا ہے، اور قلب وجگر پر رُوحانیّت کی فضا چھائی رہتی ہے، اس ماہِ مبارک میں ہمیں اپنی اِصلاح کرنی ہیں، یہ سنہری موقع ہے، جو لوگ بالخصوص ہمارے نوجوان غفلت وسستی کا شکار ہیں، وہ اس مبارک ماہ کو غنیمت جانتے ہوئے، اپنے تمام گناہوں اور نافرمانی والی زندگی سے توبہ کرکے، اپنی عاقبت سنوار سکتے ہیں، لہٰذا ہر مسلمان ماہِ غفران کی مبارک ساعتوں سے فائدہ اُٹھائے، اور سچی توبہ کرکے اللہ ورسول کا پیارا بن جائے!۔

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ر: ٤٢٥٠، صـ٧٢٥.

دعا

اے اللہ! ہمیں رمضان المبارک کے صدقے تمام گناہوں سے سچی تَوبہ کرنے، اس پر مستقیم رہنے، اور زیادہ سے زیادہ اعمالِ صالحہ کی بجاآوری کی توفیق مرحمت فرما، رمضان شریف کی خُوب خوب برکتیں نصیب فرما، ہمیں بُری صحبت سے بچ کر اچھی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما، نیک صحبت کے اثرات وفوائد نصیب فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

عید الفطر

(اشوّال المکرّم ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۵/۲۵ء)

الحمد لله ربّ العالمین، والصّلاةُ والسّلامُ علی خاتمِ الأنبیاءِ والمرسَلین، وعلی آلہِ وصحبہِ أجمعین، أمّا بعد: فأعوذُ باللہِ مِن الشّیطانِ الرّجیم، بسمِ اللہ الرّحمنِ الرّحیم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰھمّ صلِّ وسلِّم وبارِك علی سیِّدِنا ومولانا وحبیبِنا محمّدٍ وعلی آلہِ وصَحبہِ أجمعین.

محترم بھائیو! رمضان کے روزوں، عبادات، تلاوتِ قرآن، تراویح، ترجمہ وتفسیر کا پڑھنا پڑھانا، لیلۃ القدر کی عبادات، گریہ وزاری، اور سچی توبہ کے بعد، اللہ تعالی کی طرف سے اہلِ ایمان کو، بطورِ انعام عید الفطر کا دن عطا فرمایا گیا، یہ دن بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے، ہمارے لیے اس میں خوشی ومسرّت کا اِظہار جائز رکھا گیا ہے؛ تاکہ قلبی خوشی کے ساتھ ساتھ، نعمتِ الٰہی اور اس کے فضل واحسان پر اِظہارِ تشکر بھی ہو جائے۔

صدقۂ فطر واجب ہے

حضراتِ گرامی قدر! متعدّد احادیثِ مبارکہ سے صدقۂ فطر کا وُجوب ثابت ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے: «فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الفِطْرِ ...عَلَى العَبْدِ وَالحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ

وَالكَبِيرِ مِنَ المُسْلِمِينَ»[1] "رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے، چاہے وہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا"۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سرکارِ دوعالَم ﷺ نے مکّہ شریف کی گلیوں میں مُنادی بھیج کر یہ اعلان کروایا: «أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ الفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ»[2] "صدقۂ فطر ہر مسلمان مرد و عورت، آزاد و غلام، چھوٹے بڑے پر واجب ہے"۔

صدقۂ فطر کے اَحکام

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی نے ہمیں رمضان المبارک میں دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ صدَقات وخیرات، مسکینوں کو کھانا کھلانے، حسبِ استطاعت ضرورت مندوں کی مدد کرنے کی توفیق اور سعادت عطا فرمائی، آج ہم پر عید الفطر کا خوشیوں بھرا مبارک دن سایہ فگن ہے، عید الفطر کے روز بھی اللہ تعالی نے ہمیں صدقۂ فطر کے ذریعے، محتاج وضرورت مندوں کے ساتھ تعاوُن اور اُن کی مدد کا مَوقع فراہم کیا ہے۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی ہر صاحبِ نصاب پر واجب ہے، "صدقۂ فطر کے وُجوب کے لیے صاحبِ نصاب کے مال: سونے، چاندی، روپے، یا مالِ تجارت پر سال گزر جانا ضروری نہیں، بلکہ اگر عید کے دن بھی کسی کے پاس، ضروریاتِ زندگی سے زائد سامان، بقدرِ نصاب موجود ہو، تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے"[3]

(۱) "صحيح البخاري" ر: ۱۵۰۳، صـ۲٤٥ ملتقطاً.

(۲) "سنن الترمذي" باب ما جاء في صدقة الفطر، ر: ٦٧٤، صـ١٧٢.

(۳) "ردّ المحتار" كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ٦/ ١٣٢.

کہ وہ اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے بھی اسے ادا کرے[1]۔

صدقۂ فطر ہر اُس مسلمان کو دے سکتے ہیں جسے زکات دے سکتے ہیں، اور اسے نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا چاہیے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: «أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ»[2] "نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صدقۂ فطر نمازِ عید سے پہلے ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے"، ورنہ نماز کے فوراً بعد تو صدقۂ فطر ضرور ادا کر دینا چاہیے؛ کہ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: «مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلاَةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَة، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلاَةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ»[3] "جس نے صدقۂ فطر نمازِ عید سے پہلے ادا کیا، وہ مقبول زکات ہے، اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا، تو وہ دیگر صدَقات کی طرح ایک صدقہ ہے"۔

صدقۂ فطر کی مقدار تقریباً دو ۲ کلوگرام گندم، یا اس کی قیمت ہے (پاکستان میں اس سال یہ رقم ایک سو پچیس ۱۲۵ روپے فی کس مقرّر کی گئی ہے)، اور جن حضرات کو اللہ تعالی نے نعمتِ مال سے زیادہ نوازا ہے، کہ اُن کے گھروں میں ایک وقت میں کئی کئی قیمتی، اور انواع واَقسام کے کھانے پکائے اور کھائے جاتے ہیں، قیمتی مکان، قیمتی لباس کی نعمت انہیں میسّر ہے، تو اَیسے حضرات کھجور، بادام، پستہ، کشمش، یا منقّی وغیرہ قیمتی چیزوں کے حساب سے صدقۂ فطر ادا کریں، یہ اُن کے لیے زیادہ بہتر

(۱) "الدرّ" كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ٦/ ١٤٥، ١٤٦.

(۲) "صحيح البخاري" باب الصدقة قبل العيد، ر: ١٥٠٩، صـ٢٤٥.

(۳) "سنن أبي داود" كتاب الزكاة، باب زكاة الفطر، ر: ١٦٠٩، صـ٢٣٩.

ہے؛ تاکہ محتاجوں، ضرورت مندوں کا زیادہ فائدہ ہو، اور وہ بھی اچھے انداز سے اپنی ضرورتیں پوری کر سکیں، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «زَكَاةُ الْفِطْرِ عَلَى كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ، ذَكَرٍ وَأُنْثَى، صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ، ...صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ»(۱) "صدقۂ فطر ہر چھوٹے بڑے، اور آزاد وغلام، مرد وعورت پر کھجور کا ایک صاع ہے، اور گیہوں کا آدھا صاع (تقریبًا ۲ کلوگرام)"۔

صدقۂ فطر روزے کو پاک کرنے کا ذریعہ ہے

صدقۂ فطر ہم سے رمضان شریف میں سرزد ہونے والی کوتاہیوں اور غلطیوں کا کفّارہ بھی ہے، جیسا کہ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: «فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصِّيامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ»(۲) "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر، بے کار باتوں اور فحش گوئی سے روزے کو پاک کرنے، اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے مقرّر فرمایا"۔ صدقۂ فطر کے مَصارِف وہی ہیں جو زکات کے ہیں، یعنی جن لوگوں کو زکات دی جاسکتی ہے، انہیں کو فطرہ بھی دے سکتے ہیں، اور جنہیں زکات نہیں دے سکتے، انہیں فطرہ بھی نہیں دیا جاسکتا(۳)۔

صدقۂ فطر، عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیرات کہنا، اور نمازِ عید

میرے بزرگو ودوستو! اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾

(۱) "مصنَّف عبد الرزّاق" باب زکاۃ الفطر، ر: ۵۷۶۱، ۳/ ۳۱۱، ملتقطاً.

(۲) "سنن أبي داود" کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر، ر: ۱۶۰۹، صـ۲۳۹.

(۳) "الدرّ" کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ٦/ ۱۷۲.

﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾[1] "یقیناً مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا، اور اپنے رب تعالی کا نام لے کر نماز ادا کی"۔ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ہے کہ ﴿تَزَكّٰى﴾ سے مراد صدقۂ فطر ادا کرنا ہے، "اور رب تعالی کا نام لینے" سے مراد عیدگاہ کے راستہ میں تکبیرات کہنا ہے، اور یہاں "نماز" سے مراد نمازِ عید ہے[2]۔

عید کے اَحکام وآداب

برادرانِ اسلام! عید کے دن اپنے اَہل وعِیال اور دیگر قَرابتداروں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا، اور ٹوٹے تعلقات کو جوڑنا ہے، کہ عید کی صبح فرشتے تمام راستوں کے کنارے کھڑے ہوکر، مسلمانوں کو گناہوں کی مُعافی، رب تعالی کی رِضا، اور اس کی عطا وبخشش کی خوشخبری سناتے ہیں۔

عید کے دن حجامت بنوانا، ناخن ترشوانا، غُسل کرنا، مسواک کرنا، نیا یا دُھلا ہوا اچھا لباس پہننا، خوشبو لگانا، نمازِ فجر محلّے کی مسجد میں ادا کرنا، عیدگاہ جلد آنا، نمازِ عید کے لیے ایک راستے سے آنا اور دوسرے سے واپس جانا، یہ سب باتیں عید کی سنّتیں اور مستحبات سے ہیں۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: «كَانَ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إِذَا خَرَجَ يَوْمَ العِيدِ فِي طَرِيقٍ، رَجَعَ فِيْ غَيْرِهِ»[3] "رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نمازِ عید کے لیے ایک راستے سے جاتے، اور دوسرے سے واپس تشریف لاتے"،

---

(۱) پ۳۰، الأعلى: ۱۴، ۱۵.

(۲) "التفسيرات الأحمديّة" صـ۷۴۰.

(۳) "سنن الترمذي" أبواب العيدَين، ر: ۵۴۱، صـ۱۴۲.

ایک راستے سے جانے اور دوسرے سے واپسی میں بہت سی حکمتیں ہیں: (۱) حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک راستے سے عید گاہ کو جاتے، اور دوسرے سے واپس آتے؛ تاکہ دونوں راستوں کو برکت حاصل ہو جائے، (۲) دونوں طرف کے لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بروزِ عید بھی فیض پائیں، (۳) ہر طرف کے منافقین وکفّار مسلمانوں کی کثرت کو دیکھ کر دبے رہیں، (۴) راستوں میں بھیڑ کم ہو، (۵) دونوں راستوں کے فُقراء پر خیرات ہو جائے، (۶) اہلِ قرابت کی قبور جو ان راستوں میں واقع ہیں ان کی زیارت ہو جائے، (۷) اور دونوں راستے ہماری نماز وایمان کے گواہ بھی بن جائیں[1]۔

نمازِ عید مسجد میں ہو چاہے عید گاہ میں، وہاں تک پَیدل جانا (گاڑی میں یا سواری پر جانا بھی جائز ہے)، نمازِ عید کے لیے اطمینان ووَقار، اور نگاہ کچھ نیچی کیے ہوئے جانا، آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دینا، یہ باتیں بھی عید کی سنّتوں اور مستحبَّات میں سے ہیں۔

نمازِ عید سے پہلے کچھ کھالینا

عزیز دوستو! نمازِ عید کو جانے سے پہلے، طاق عدد میں چند کھجوریں کھا لینا سنّت ہے، ناشتہ بھی کیا جاسکتا ہے، کھجوریں نہ ہوں تو کوئی بھی میٹھی چیز کھالینی چاہیے، حضرت سیّدنا بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَخْرُجُ يَومَ الفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ»[2] "عید الفطر کے دن جب تک حضور نبیٔ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کچھ کھا نہ لیتے، عید گاہ کو تشریف نہ لے جاتے"۔

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" عیدَین کی نماز کا باب، پہلی فصل، تحت ر: ۱۴۳۴، ۲/۳۵۶، ملخصًا۔

(۲) "سنن الترمذي" أبواب العيدَين، ر: ٥٤٢، صـ١٤٢.

اذان اور اِقامت کے بغیر عیدَین کی نماز

برادرانِ اسلام! نمازِ عید کے لیے نہ اذان ہوتی ہے، نہ اِقامت کہی جاتی ہے، حضرت سیّدنا جابر بن سمُرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: «صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ العِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ، بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ» "میں نے بارہا عیدَین کی نماز نبئ کریم ﷺ کے ساتھ، اذان اور اِقامت کے بغیر ادا کی ہے"۔ لہذا اصحابۂ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اسی پر عمل رہا، کہ عید کی نماز اور نوافل کے لیے اذان نہ دی جائے[1]۔

محترم بھائیو! عید کا دن عظمت ورفعت کے ساتھ ساتھ، اللہ تعالی کی طرف سے روزہ داروں کی مہمانی، اِنعام واِکرام اور گناہوں کی بخشش کا دن بھی ہے، اس دن روزہ رکھنا گناہ ہے۔ عید کے دن خوشی کا اظہار بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس دن ملائکہ راستوں میں کھڑے آواز دیتے ہیں، کہ اے مسلمانو! آج تمہاری دعوت کا دن ہے؛ کیونکہ کل تک تو اللہ تعالی نے تمہیں روزے کا حکم دے رکھا تھا، لہذا تم نے روزے رکھے، عبادت کی۔ نمازِ عید کے بعد صَدا کی جاتی ہے، کہ سُن لو! اللہ تعالی نے تمہارے گناہ مُعاف فرما دیے ہیں! تم خوشی خوشی اپنے گھروں کو لَوٹ جاؤ!؛ کہ آج کا دن تمہارے لیے اِنعام واِکرام کا دن ہے[2]۔ لہذا ہمیں بھی عید کے دن زیادہ سے زیادہ اعمالِ صالحہ بجالانے ہیں، ضرورت مندوں کا خیال رکھنا ہے، اور سب کے ساتھ حسنِ اَخلاق وحسنِ سُلوک سے پیش آنا ہے!۔

---

(١) المرجع نفسه، ٥٣٢، صـ١٤٠.

(٢) "شعب الإيمان" ٢٣- باب في الصيام، ر: ٣٦٩٥، ٣/ ١٣٦٢ باختصارٍ.

عید خوشی اور فرحت کا دن ہے

عزیز دوستو! ہمیں اللہ تعالی نے بے شمار اِنعام واِکرام سے نوازا ہے، عید الفطر پورے جوش وجذبہ سے مَنانی ہے؛ کہ یہ ہماری یکجہتی کی عظیم مثال ہے، جو رہتی دنیا تک قائم رہے گی، ان شاء اللہ مسلمان اسلامی اُصول وضوابط کے مطابق عید کی خوشیاں منائیں گے۔ عید کا دن خوشی اور فرحت، رشتہ داروں سے حُسنِ سُلوک، دوستوں اور پڑوسیوں سے ملاقات اور غریب ومستحقین کی مدد کا دن ہے؛ کیونکہ باہمی میل ملاپ اور ہمدردی سے محبت بڑھتی ہے، دلوں کی کدُورتیں دُور ہوتی ہیں، مُصافحہ (ہاتھ ملانے) سے گناہ جھڑتے ہیں، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ، إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا»(۱) "جب دو۲ مسلمان آپس میں ملتے اور مُصافحہ کرتے ہیں، تو ان کے جُدا ہونے سے پہلے ان دونوں کی مغفرت کردی جاتی ہے"۔

میرے محترم بھائیو! عید کے دن ہر جائز طریقہ سے خوشی کا اِظہار کرنا چاہیے، ایک دوسرے کو مبارکباد دینا، اور آپس میں مصافحہ ومعانقہ بھی کرنا چاہیے، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے مُعانقہ کے بارے میں فرمایا: «كَانَتْ تَحِيَّةُ الْأُمَمِ وَخَالِصُ وُدِّهِمْ، وَأَوَّلَ مَنْ عَانَقَ إِبْرَاهِيمُ عليه الصلاة والسلام»(۲) "گلے ملنا مختلف اَقوام کا سلام اور ان کی بہترین دوستی (کا مَظہر) تھا، اور سب سے پہلے مُعانقہ کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں"۔ لہٰذا عید کے دن جائز طَور پر اظہارِ خوشی،

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في المصافحة، ر: ۵۲۱۲، صـ۷۳۱.

(۲) "الإخوان" لابن أبي الدنيا، باب في مُعانقة الإخوان، ر: ۱۲۵، صـ۱۸۰.

مُصافحہ ومُعانقہ، رشتہ دار، عزیز واَقارب اور دوست واَحباب کی دعوت وغیرہ بھی خوشی ومسرّت کے اظہار کا ایک بہترین انداز ہے۔

عید کا دن خوشی کا دن ہے

عزیزانِ محترم! عید کا دن خوشی کا دن ہے، اس دن اعمالِ صالحہ کی کثرت کے ساتھ ساتھ خوشی کے اِظہار کا بھی حکم دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ منوّرہ تشریف لائے، اُس زمانے میں اَہلِ مدینہ سال میں دو ۲ دن خوشی منایا کرتے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟» "یہ دو ۲ دن کیسے ہیں؟" لوگوں نے عرض کی کہ زمانۂ جاہلیت سے ہم اِن دنوں میں خوشی مناتے آئے ہیں، فرمایا: «إِنَّ اللهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْراً مِنْهُمَا: (١) يَوْمَ الأَضْحَى، (٢) وَيَوْمَ الْفِطْرِ»[1] "اللہ تعالی نے اُن دو ۲ دنوں کے بدلے، اُن سے بہتر دو ۲ دن تمہیں عطا فرما دیے ہیں: (۱) یومِ اَضحیٰ، (۲) اور یومِ فطر"۔

محترم بھائیو! عید کے دن دیگر لوگوں کے ساتھ ساتھ، خصوصاً اپنے اَہل وعِیال کے ساتھ خوشی کا اِظہار کرنا بھی ضروری ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ میرے ہاں حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، اُس وقت اَنصار کی دو ۲ بچیاں میرے پاس وہ اَشعار گا رہی تھیں، جو اَنصار نے کہے تھے، حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں گیت گائے جا رہے ہیں؟! وہ عید کا دن تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(١) "سنن أبي داود" كتاب الصلاة، ر: ١١٢٤، صـ١٧٠.

نے فرمایا: «يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّ لِكُلِّ قومٍ عِيداً، وهذا عِيدُنَا»[1] "اے ابوبکر! ہر قَوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے، اور آج ہماری عید ہے!"۔

نمازِ عید کا طریقہ

پہلی رکعت

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! نمازِ عید کی ادائیگی واجب ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو ۲ رکعت نمازِ عید الفطر واجب کی نیّت کرکے، دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائیں، اور "اللہُ اکبر" کہہ کر ناف کے نیچے باندھ لیں، پھر سب آہستہ سے ثناء پڑھیں، پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر تکبیر، یعنی "اللہ اکبر" کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں، پھر اسی طرح دوسری بار بھی کانوں تک ہاتھ اُٹھائیں، "اللہ اکبر" کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں، تیسری بار پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھائیں اور "اللہ اکبر" کہہ کر ہاتھ باندھ لیں (یہاں ایک قاعدہ یاد رکھ لیجیے کہ جہاں تکبیر یعنی "اللہ اکبر" کے بعد کچھ پڑھنا ہے وہاں ہاتھ باندھنے ہیں، اور جہاں کچھ نہیں پڑھنا وہاں ہاتھ چھوڑ دینے ہیں)۔ اب امام صاحب آہستہ سے تعوّذ وتسمیہ یعنی "اعوذ باللہ" اور "بسم اللہ" پڑھ کر بلند آواز سے "سُورۂ فاتحہ" اور کوئی سورت پڑھیں گے، آپ مقتدی حضرات اس دَوران خاموش رہیں گے؛ کیونکہ مقتدی پر خاموشی واجب ہے، قرأت مکمل کرنے کے بعد رکوع وسجود کریں گے، اور دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔

دوسری رکعت

دوسری رکعت میں پہلے قرأت ہوگی، یعنی "سورۂ فاتحہ" وسُورت پڑھی جائے گی، پھر رکوع میں جانے سے پہلے تین ۳ تکبیریں ہوں گی جیسے پہلی رکعت میں

(۱) "صحيح البخاري" كتاب العيدَين، ر: ۹۵۲، صـ۱۵۳.

تھیں، یعنی پہلی، دوسری اور تیسری تکبیر میں ہاتھ کانوں تک اُٹھاکر چھوڑ دیں گے، اور چوتھی تکبیر میں بغیر ہاتھ اُٹھائے صرف "اللہ اکبر" کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں گے، اور نماز پوری کرکے سلام پھیر دیں گے"[1]۔

نماز کے اختتام پر دو ۲ خطبے پڑھے جائیں گے، خطبے میں فطرانے کے اَحکام بتائے جائیں۔ جیسے جمعہ اور نکاح کا خطبہ سننا واجب ہے، اسی طرح عیدَین کا خطبہ سننا بھی واجب ہے، اس کے بعد دعا ہوگی، اور پھر سب لوگ آپس میں عید ملیں، اور ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کریں۔

دعا

اے اللہ! ہم میں جو صاحبِ نصاب ہیں، انہیں اپنی مالی حیثیت کے مطابق صدقۂ فطر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، عید کے دن کی خوشیاں نصیب فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ملک وقوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "بہارِ شریعت" حصّہ چہارُم، عیدَین کا بیان، ۱/۷۸۱، ۷۸۲، ملتقطاً۔

محبتِ قرآنِ کریم

(جمعۃ المبارک ۶ شوّال المکرّم ۱۴۴۱ھ-۲۹/۵/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

قرآنِ کریم کا مقام ومرتبہ

برادرانِ اسلام! قرآنِ کریم خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ کی نازل کردہ آخری آسمانی بابرکت کتاب ہے، یہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کا وہ عظیم معجزہ ہے، جس میں شک وشُبہ کی کوئی گنجائش نہیں، اس میں ہمارے لیے ہر طرح کا وعظ ونصیحت اور ضروری رَہنمائی کا بیان ہے۔ قرآنِ کریم سے محبت اور اس کے اَحکام پر عمل ہی میں ہماری عزّت وناموَری ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾(۱) "یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب اُتاری، جس میں تمہاری ناموَری ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں؟!"۔

عزیزانِ محترم! قرآن کریم اللہ تعالی کی توحید، اور اس کے رسولوں کی

(۱) پ۱۷، الأنبياء: ۱۰.

رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے، یہ وہ کلامِ مقدّس ہے جو لوگوں کو سیدھی راہ دکھا کر، شاہراہِ جنّت پر گامزن کرتا ہے، خالقِ کائنات جلّ جلالہ اس کتاب مقدّس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ﴾[1] "یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی راہ ہے"۔

میرے عزیز دوستو! یہ وہ کلامِ پاک ہے، جس میں ہر خشک وتَر کا بیان ہے، اس کی آیات حکمت سے معمور ہیں، اس کے کلمات مفصَّل ہیں، یہ کتاب بے کار فضول باتوں اور تحریف وتبدیل سے محفوظ ہے، اللہ ربّ العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۙ﴿۴۱﴾ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ﴾[2] "یقیناً وہ عزّت والی کتاب ہے، باطل کو اس کی طرف راہ نہیں، نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، اُتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے (ربّ تعالی) کا"۔

صالحین کی قرآنِ کریم سے محبت کا عالَم

حضراتِ گرامی قدر! اللہ تعالی کے نیک اور صالح بندوں نے، ہمیشہ قرآنِ کریم کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنایا، محبتِ قرآن کی شمع کو اپنے دلوں میں جلائے رکھا، محبوبانِ الٰہی جب کلامِ ربّانی کی صدائے پُراثر سنتے تو سجدہ ریز ہوجاتے، ان کے قلوب واَرواح پر برکاتِ قرآنی واَنوارِ ربّانی کا نُزول ہوتا، ان کی آنکھیں پُرنم اور دل بارگاہِ ربُّ العزّت میں جھک جاتے، وہ جُوں جُوں قرآنِ کریم سنتے، اُن کی قرآنِ پاک سے محبت اور

---

(۱) پ۱۵، الإسراء: ۹.
(۲) پ۲٤، حٰمٓ السجدة: ٤١، ٤٢.

حدّتِ عشق میں مزید اضافہ ہوتا جاتا۔ قرآنِ پاک سے محبت کرنے والوں اور اس کا اثر قبول کرنے والوں سے متعلق، اللہ ربّ العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا﴾[1] "وہ ٹھوڑی کے بَل گرتے ہیں روتے ہوئے، اور قرآنِ کریم اُن کے دل کا جھکاؤ مزید بڑھاتا ہے"۔

حضراتِ گرامی قدر! اللہ کے محبوب وصالح بندوں کا، قرآنِ پاک سے بہت گہرا تعلق ہوا کرتا ہے، وہ جب تلاوت کرتے ہیں، تو ان کی محبت اور درد بھری تلاوت سننے کے لیے، ملائکہ نازل ہوتے ہیں، حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت سیّدنا اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، ایک بار رات کے وقت سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی، تو اُن کا گھوڑا جو قریب ہی بندھا ہوا تھا، اچانک اُس نے اُچھل کُود اور بِدکنا شروع کر دیا، جب آپ تلاوتِ قرآن موقوف کرتے تو گھوڑا بھی اُچھل کُود موقوف کر دیتا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر تلاوت شروع کی تو گھوڑے نے پھر سے بِدکنا شروع کر دیا، اس طرح کئی بار ہوا، آپ کے صاحبزادے یحییٰ گھوڑے کے قریب ہی لیٹے ہوئے تھے، لہذا آپ نے تلاوتِ قرآن موقوف کر دی؛ کہ کہیں انہیں گھوڑے سے چوٹ نہ آجائے، جب آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا، تو بادل کی طرح کوئی نورانی چیز سایہ کیے نظر آئی، جس میں چراغوں کی طرح رَوشنی تھی، لیکن جب باہر نکلے تو کچھ نظر نہ آیا، صبح بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر تمام ماجرا سنایا، تو مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «تِلْكَ الْمَلَآئِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا، لاَ تَتَوَارٰى مِنْهُمْ»[2] "وہ فرشتے

---

(۱) پ۱۵، الإسراء: ۱۰۹.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب فضائل القرآن، ر: ۵۰۱۸، صـ۸۹۹.

تھے جو تمہاری آواز کے قریب آ گئے تھے، اگر تم پڑھتے رہتے تو وہ صبح تک یونہی رہتے، اور لوگ بھی واضح طَور پر اُن کا مشاہدہ کر لیتے!"۔

تلاوتِ قرآنِ کریم کی فضیلت

حضراتِ گرامی قدر! اللہ ربّ العالمین نے اس مقدّس کتاب کی تلاوت کرنے والوں کے لیے، بے حد اجر و ثواب اور رحمت و برکات رکھی ہیں، یہ وہ یکتا وعالی شان کتاب ہے، جس کے ایک حرف پڑھنے پر اللہ رب العزّت نے دس ۱۰ نیکیاں رکھی ہیں، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنْ كِتَابِ الله، فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لاَ أَقُولُ: الٓمٓ حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلاَمٌ حَرْفٌ، وَمِيمٌ حَرْفٌ»[۱] "جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا، اس کے لیے اس کے عوض ایک نیکی ہے، اور ایک نیکی کا ثواب دس ۱۰ گنا ہوتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ "الم" ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے"۔

محترم بھائیو! قرآنِ کریم اللہ رب العالمین کی اَنمول نعمتوں میں سے ایک عظیم ترین نعمت ہے، یہ کلام پاک بروزِ قیامت اپنی تلاوت کرنے والوں کی سفارش وشَفاعت بھی کرے گا، حدیثِ پاک میں فرمایا: «اقْرَءُوا الْقُرْآنَ؛ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعاً لأَصْحَابِهِ»[۲] "قرآنِ پاک پڑھا کرو؛ کہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شَفاعت کرے گا"۔

---

(۱) "سنن الترمذي" أبوابُ فضائل القرآن، ر: ۲۹۱۰، ۵/ ۱۷۵.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب صلاة المسافرين، ر: ۱۸۷٤، صـ۳۲۵.

محبت اور ادب واحترام کے ساتھ اس مقدّس کتاب کی تلاوت کرنے والا، عظیم اجر وثواب کے ساتھ ساتھ اطمینانِ قلبی اور پختگیٔ ایمان کی دَولت سے بھی مالامال ہوتا ہے، اس کی باربار تلاوت سے اکتاہٹ کے بجائے، محبتِ الٰہی اور حلاوتِ عشق میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ جو لوگ اچھے انداز سے قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں، وہ بڑے خوش نصیب ہیں، اور جن کے لیے اس کی تلاوت میں کوئی دُشواری ہے، وہ لوگ بھی بڑے بخت آور ہیں؛ کہ نبیٔ کریم ﷺ نے انہیں دُگنے ثواب کی نویدِ مسرّت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ، مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِيْ يَقْرَؤُهُ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ، فَلَهُ أَجْرَانِ»[1] "جو قرآن پڑھنے میں ماہر ہے، وہ کراماً کاتبین کے ساتھ ہے، اور جو رُک رُک کر قرآن پڑھتا ہے، اور پڑھنا اُس پر دشوار ہے، یعنی اس کی زبان آسانی سے نہیں چلتی، تکلیف کے ساتھ الفاظ ادا کرپاتا ہے، اس کے لیے دُگنا ثواب ہے"۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَثَلُ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ، مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيْدٌ، فَلَهُ أَجْرَان»[2] "اُس شخص کی مثال جو قرآنِ پاک پڑھتا ہے اور اُس کا حافظ ہے، وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہے جو قرآن پاک کو لَوحِ محفوظ سے لکھتے ہیں، اور اُس کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، اور اُس کی تکرار (یعنی یاد) کرتا ہے، حالانکہ وہ اس پر دشوار ہے، تو اُس کے لیے دو۲ اَجر ہیں"۔

---

(١) "سنن أبي داود" باب في ثواب قرآءة القرآن، ر: ١٤٥٤، صـ٢١٧.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب التفسير، باب، ر: ٤٩٣٧، صـ٨٨٠.

حضراتِ محترم! کلامِ ربّانی کی تلاوت کا شغف ربُّ العالمین سے محبت کی ایک عظیم علامت ہے، جو لوگ قرآنِ پاک سے محبت کے باعث، شب وروز اس کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں، اور اس کی تعلیمات کو اپنی ذات پر لاگو کرتے ہیں، ان کا ظاہر بھی مطلعِ انوار ہے، اور باطن بھی بقعۂ نور ہے، دنیا میں بھی ان کی قدر ومنزلت بلند کردی جاتی ہے، اور جنّت میں بھی ان کو مقاماتِ رفیعہ پر فائز کیا جائے گا۔

قرآنِ پاک میں غور وفکر کی تاکید

جانِ برادر! قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا، محبت بھری نگاہ سے اسے دیکھنا، اور اس میں غَور وفکر کرنا سب عبادت ہے، ایک آیت سمجھ کر پڑھنا، بنا سمجھے پڑھنے سے بہت بہتر ہے، اللہ ربّ العالمین ہمیں قرآنِ مجید کے اَحکام میں غور وفکر کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾[1] "تو کیا قرآن میں غور نہیں کرتے؟!"۔

مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "ہر شخص کا غَور کرنا علیحدہ علیحدہ ہے، مجتہدین قرآنِ پاک میں غَور کرکے شرعی مسائل نکالیں، صالحین اس میں غَور وفکر کرکے اَسرار ورُموز معلوم کریں، علمائے کرام غَور کرکے اَحکام کی حکمتیں معلوم کریں، اور عوام قرآنِ کریم میں غَور کرکے ایمان کو تازہ کریں"[2] اور علمائے کرام سے مسائل سیکھیں۔

محبتِ قرآن اور اس کے دینی ودنیوی فوائد

عزیزانِ مَن! اللہ ربّ العالمین محبتِ قرآنِ مجید سے سرشار بندوں کے لیے کشادگی وآسانی پیدا فرماتا ہے، ان کے لیے خیر وبھلائی بڑھادی جاتی ہے، ان کے پاس

---

(١) پ٥، النِّساء: ٨٢.

(٢) "تفسیر نور العرفان" پ٥، نِساء، زیرِ آیت: ٨٢، صـ١٤٣۔

فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور شیاطین گھروں سے نکل جاتے ہیں، محبتِ قرآنِ پاک سے محروم لوگوں کے لیے تنگی ہوتی ہے، خیر وبرکت کم ہوتی ہے، اور شیاطین ایسے گھروں میں داخل ہوجاتے ہیں، لہذا جس نے اپنے دل کو قرآنِ کریم اور اس کی محبت سے آباد کرلیا، وہ اطمینان وسکون پاکر حقیقی معنی میں کامیاب وکامران ہوگیا۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: «إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ مَأْدُبَةُ الله، فَخُذُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ شَيْئاً أَصْفَرَ مِنْ خَيْرٍ مِنْ بَيْتٍ، لَيْسَ فِيهِ مِنْ كِتَابِ الله شَيْءٌ، وَإِنَّ الْقَلْبَ الَّذِي لَيْسَ فِيهِ مِنْ كِتَابِ الله شَيْءٌ، خَرِبٌ كَخَرَابِ الْبَيْتِ الَّذِي لَا سَاكِنَ لَهُ»[1] "یقیناً یہ قرآنِ کریم اللہ کا ایک دستور ہے، تو اس میں سے اپنی استطاعت کے مطابق لے لو، میرے علم کے مطابق اس گھر سے زیادہ خیر وبرکت سے محروم کوئی چیز نہیں، کہ جہاں اللہ کی کتاب (قرآنِ کریم) میں سے کچھ بھی نہ ہو، اور جس دل میں اللہ کی کتاب میں سے کچھ نہیں، وہ ویران ہے اُس غیر آباد گھر کی طرح ہے، جس میں کوئی رہنے والا نہیں"۔

لہذا قرآنِ کریم کی تلاوت سے اپنے گھروں کو آباد کیجیے، اور اپنے بچوں کو اس کی تعلیمات سے رُوشناس کرائیے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَن قَرَأَ الْقُرآنَ وَتَعَلَّمَهُ وَعَمِلَ بِهِ، أُلْبِسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَاجاً مِنْ نُورٍ ضَوْؤُهُ مِثْلُ ضَوْءِ الشَّمْسِ، وَيُكْسَى وَالِدَيْهِ حُلَّتَانِ لَا يُقَوَّمُ بِهِمَا الدُّنْيَا، فَيَقُولَانِ: بِمَ كُسِينَا؟ فَيُقَالُ: بِأَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرآنَ»[2] "جس نے قرآنِ پاک کو پڑھا، اسے سیکھا اور اُس پر

(۱) "سنن الدارمي" باب فضل من قرأ القرآن، ر: ۳۳۰۷، ۲/ ۵۲۱.

(۲) "مُستدرَك الحاكم" ذكر فضائل سور وآي متفرّقة، ر: ۲۰۸۶، ۲/ ۷۹۱.

عمل کیا، اُسے قیامت کے دن نور کا ایسا تاج پہنایا جائے گا، جس کی رَوشنی سورج کی رَوشنی کی طرح ہوگی، اور اُس کے والدین کو دو۲ ایسے قیمتی لباس پہنائے جائیں گے، جو دنیا بھر سے افضل وقیمتی ہوں گے، تو وہ کہیں گے کہ ہمیں کس وجہ سے یہ لباس پہنایا گیا ہے؟ کہا جائے گا کہ تمہارے بچے کے قرآنِ کریم کی تعلیمات پر عمل کے سبب سے"۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! قرآنِ پاک کی تعلیمات پر عمل کرنا، انسان کے لیے شفا کا باعث بھی ہے، کہ قرآن ہر ظاہری وباطنی، روحانی اور جسمانی بیماری کے لیے شفا ہے، اللہ ربّ العالمین کا فرمان ہے: ﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾[1] "ہم قرآن میں وہ چیز اُتارتے ہیں، جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رَحمت ہے"۔ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "اس سے مراد اَمراضِ ظاہرہ وباطنہ، جہالت وگمراہی وغیرہ دُور ہوتے ہیں، ظاہری وباطنی صحت حاصل ہوتی ہے، اعتقاداتِ باطلہ اور اَخلاقِ رذیلہ دفع ہوتے ہیں، عقائدِ حقّہ ومَعارفِ الٰہیہ، صفاتِ حمیدہ اور اچھے اَخلاق حاصل ہوتے ہیں؛ کیونکہ یہ کتابِ مبین ایسے علوم ودلائل پر مشتمل ہے، جو وَہمانی وشیطانی ظلمتوں کو اپنے انوار سے نیست ونابُود کر دیتے ہیں، اور اس کا ایک ایک حرف برکتوں کا خزانہ ہے، جس سے جسمانی اَمراض اور آسیب بھی دُور ہوتے ہیں"[2]۔

اللہ جَلَّ جَلالُہ نے ارشاد فرمایا: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ

(۱) پ۱۵، الإسراء: ۸۲.

(۲) "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" پ۱۵، اِسراء، زیرِ آیت: ۸۲، ۵۴۱-۵۴۲، ملخصًا۔

اللّٰهِ﴾[1] "اللہ تعالی نے سب سے اچھی کتاب اُتاری، کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے، دوہرے بیان والی، اس سے ان کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل یادِ خدا کی طرف رغبت میں نرم پڑتے ہیں"۔

یہ چار ۴ صفتیں قرآن شریف کی ہیں، جو بہترین کتاب یکساں فصیح وبلیغ ہے، اس کے دوہرے بیان ہیں، یعنی وعدے کے ساتھ وعید، رَحمت کے ساتھ عذاب، ظلمت کے ساتھ نور کا ذِکر ہے، اور یہ بار بار پڑھی جانے والی ایسی کتاب ہے، جو ہر بار نیا لُطف دیتی ہے، اولیاء اللہ کا یہ حال ہوتا ہے کہ اللہ کے ذِکر اور تلاوتِ قرآنِ پاک سے، ان پر ایسی رقّت طاری ہوتی ہے کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور دل چَین پاتے ہیں۔

قرآنِ کریم کے ساتھ تجدیدِ تعلق ومحبت

عزیزانِ گرامی قدر! مَوت سے پہلے زندگی کو غنیمت جانیں، اعمالِ صالحہ وتلاوتِ قرآنِ کریم کو اپنی عادت بنائیں، اور اپنی شَفاعت کا سامان کریں؛ تاکہ ہمیں جنّت کے اعلیٰ درجات، اور ربِ حنّان ومنّان کی رِضا وخوشنودی حاصل ہو، اس کی آیاتِ کریمہ میں غور وفکر کریں، اس کے مَعانی کو سمجھنے کی کوشش کریں، اور اس کے اَحکام اور نصیحتوں سے استفادہ کریں؛ تاکہ ہمارا تعلق اللہ، رسول اور قرآنِ پاک سے مزید پختہ ہوجائے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾[2] "یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اُتاری برکت والی؛ تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقل مند نصیحت حاصل کریں"۔

---

(۱) پ۲۳، الزمر: ۲۳.

(۲) پ۲۳، ص: ۲۹.

لہٰذا خصوصی اہتمام کے ساتھ اپنا تعلق کلامِ پاک سے مزید مضبوط کریں، اس کے اَحکام کو مصطفٰی جانِ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کے مطابق اپنی زندگی میں لاگوکریں، اور قرآنِ پاک سے اپنی عملی محبت کا ثبوت دیں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں قرآنِ عظیم سے سچی محبت عطا فرما، اس سے ہدایت و نصیحت حاصل کرنے اور اسے سیکھنے سکھانے کی سعادت نصیب فرما، قرآنِ مجید کو ہمارے دلوں کی بہار، آنکھوں کا نور اور غموں کا مداوا بنا، ہمیں روزانہ اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرما، اپنے بچوں کو حافظِ قرآن بنانے کی سعادت عطا فرما، تمام فرائض و واجبات کی ادائیگی بحسن و خوبی انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

جنگِ اُحداور سیّد الشہداء امیرِ حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

(جمعۃ المبارک ۱۳ شوّال المکرم ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۶/۵ء)

الحمد لله ربّ العالمین، والصّلاةُ والسّلامُ علی خاتمِ الأنبیاءِ والمرسَلین، وعلی آلهِ وصحبهِ أجمعین، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّیطانِ الرّجیم، بسمِ الله الرّحمٰنِ الرّحیم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك علی سیِّدِنا ومولانا وحبیبِنا محمّدٍ وعلی آلهِ وصَحبهِ أجمعین.

حضراتِ محترم! **اُحُد** ایک پہاڑ کا نام ہے، جو مدینۂ منوّرہ سے تقریباً تین ۳ میل کے فاصلہ پر ہے، چونکہ حق وباطل کا یہ عظیم معرکہ اسی پہاڑ کے دامن میں پیش آیا تھا، لہذا یہ جنگ **غزوۂ اُحُد** کے نام سے مشہور ہے، اور قرآنِ مجید کی مختلف آیتوں میں بھی، پروَرگارِ عالم نے اس جنگ کے واقعات کا ذکر فرمایا ہے۔

اس جنگ کا اِجمالی واقعہ

عزیزانِ گرامی قدر! جنگِ اُحد کا اِجمالی واقعہ یہ ہے، کہ جنگِ بدر میں شکست کھانے پر کفّار کو بڑا رَنج واَلم تھا، لہذا انہوں نے انتقام کی غرض سے، ایک بڑا لشکر تیار کرکے مدینۂ منوّرہ کا قصد کیا، جب رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خبر ملی کہ لشکرِ کفّار میدانِ اُحد میں اُترا ہے، تو مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے اصحابِ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے مشورہ فرمایا، اس مُشاورت میں عبد اللہ بن اُبَی بن سلول منافق کو بھی بلایا گیا، جو اس سے

پہلے کبھی کسی مشورہ کے لیے نہیں بُلایا گیا تھا۔ اکثر انصار اور عبد اللہ بن اُبَی کی یہ رائے ہوئی، کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینۂ طیّبہ ہی میں تشریف رکھیں، اور جب کفّار یہاں آئیں تب اُن سے مقابلہ کیا جائے، یہی مرضی سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی تھی، لیکن بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے یہ ہوئی کہ مدینۂ طیّبہ سے باہر نکل کر کفّار سے لڑنا چاہیے، اور اسی پر انہوں نے اِصرار بھی کیا، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے، اور اَسلحہ زیبِ تن فرما کر باہر تشریف لائے، حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر ان اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نَدامت ہوئی اور انہوں نے عرض کی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رائے دینا اور اس پر اِصرار کرنا ہماری غلطی تھی، ہمیں مُعاف فرما دیجیے! اور جو مرضیٔ مُبارک ہو وہی کیجیے! حضور رحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہتھیار پہن کر جنگ سے پہلے اسے اُتار دے"۔

مشرکین میدانِ اُحد میں بدھ یا جمعرات کو پہنچے تھے، اور رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعۃ المبارک کے دن بعد نمازِ جمعہ، ایک انصاری کی نمازِ جنازہ پڑھ کر، اُحد شریف کی طرف روانہ ہونے کے لیے لشکر تیار کیا، اور پندرہ ۱۵ شوّال ۳ ہجری بروز ہفتہ میدانِ اُحد پہنچے۔ پہاڑ کا ایک درّہ جو لشکرِ اسلام کے پیچھے تھا، اس طرف سے اندیشہ تھا کہ کسی وقت دشمن پشت پر سے آکر حملہ کر دے؛ لہٰذا حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا عبد اللہ بن جُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس ۵۰ تیر اندازوں کے ساتھ وہاں مامور فرمایا، کہ اگر دشمن اس طرف سے حملہ آور ہو، تو تیر اندازی کر کے اُسے دفع کر دیا جائے، ساتھ ہی انہیں حکم دیا کہ "ہماری فتح ہو یا شکست، کسی حال میں یہاں سے مت ہٹنا، اور اس جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا!"۔

منافقین کی شرارت

عبد اللہ بن اُبَی بن سلول منافق جس نے مدینہ طیّبہ میں رہ کر جنگ کی رائے دی تھی، اپنی رائے کے خلاف کیے جانے کے سبب برہم ہوا، اور کہنے لگا کہ حضور ﷺ نے نَو عمر لڑکوں کا کہنا تو مان لیا، اور میری بات کی پرواہ نہیں کی! عبد اللہ بن اُبَی کے ساتھ تین سو ۳۰۰ منافق بھی تھے، اس نے ان سے کہا کہ جب دشمن لشکرِ اسلام کے مقابل آجائے، عین اس وقت بھاگ اُٹھنا؛ تاکہ لشکرِ اسلام میں اَبتری کی کیفیت پیدا ہو جائے، اور تمہیں دیکھ کر دیگر لوگ بھی بھاگ نکلیں!۔

اللہ ورسول کی اِطاعت کے فوائد

مسلمانوں کے لشکر میں کُل تعداد مع ان منافقین کے ایک ہزار تھی، اور مشرکین تین ہزار تھے۔ مقابلہ ہوتے ہی عبد اللہ بن اُبَی منافق اپنے تین سو ۳۰۰ ساتھیوں کو لے کر بھاگ نکلا، حضور ﷺ کے سات سو ۷۰۰ اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضور نبئ کریم ﷺ کے ساتھ رہ گئے، اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو ثابت قدم رکھا، یہاں تک کہ مشرکین کو شکست ہوئی۔ اس وقت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھاگتے ہوئے مشرکین کے پیچھے پڑ گئے، اور حضور سیّدِ عالم ﷺ نے جس جگہ قائم رہنے کے لیے فرمایا تھا وہاں قائم نہ رہے، اس پر مسلمانوں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ دکھا دیا، کہ بدر میں اللہ ورسول کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح حاصل ہوئی تھی، یہاں حضورِ اکرم ﷺ کے حکم پر عمل ترک کرنے کے باعث نتیجہ یہ ہوا، کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے ان کا رُعب اور ان کی ہیبت دُور فرمائی، مشرکین نے پلٹ کر دوبارہ حملہ کر دیا، اور مسلمانوں کو شدید نقصان ہوا۔

رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت جمی رہی، جس میں حضرات ابوبکر و علی و عباس و طلحہ اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، اسی جنگ میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ اقدس بھی شہید ہوئے، اور چہرۂ اقدس پر زخم بھی آیا، اسی واقعہ سے متعلق یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی[1]: ﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾[2] "اے حبیب یاد کیجیے! جب آپ صبح کو اپنے دَولت خانہ سے برآمد ہوئے، مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے، اور اللہ تعالی سنتا جانتا ہے!"۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے

اس جنگ کے دَوران جب مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارکہ پر زخم آیا، تو حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس حال میں ملاحظہ کیا، کہ رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چہرۂ انور سے خون صاف کرتے ہوئے (اللہ تعالی کے ایک ایسے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر فرما رہے تھے، جنھیں ان کی قوم نے اِیذا دی تھی، اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دعا کر رہے تھے: «رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي؛ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ»[3] "یارب میری قوم کو بخش دے! یہ نادان ہیں!"۔

اس وقت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چند صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ پہاڑ کی ایک گھاٹی میں تشریف فرما تھے، اور چہرۂ انور سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے، اور حضرت سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۴، آل عمران، زیرِ آیت: ۱۲۱، ص۱۱۸-۱۱۹، ملخصًا۔

(۲) پ٤، آل عمران: ١٢١.

(۳) "صحيح مسلم" كتاب الجهاد، باب غزوة أحد، ر: ٤٦٤٦، صـ٧٩٩.

اپنے ہاتھوں سے خون مبارک دھورہی تھیں، مگر خون رُک نہیں رہا تھا، بالآخر کھجور کی چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا گیا، اور اس کی راکھ زخم پر رکھی گئی، تب خون فوراً ہی تھم گیا[1]۔

حضراتِ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ثابت قدمی اور جان نثاری

برادرانِ اسلام! اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَاۙ وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَاؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾[2] "جب تم میں سے دو ۲ گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامَردی (بزدلی) کرجائیں، اور اللہ تعالی ان کا سنبھالنے والا ہے، اور مسلمانوں کو اللہ تعالی ہی پر بھروسا کرنا چاہیے!"، یہ دونوں گروہ انصار میں سے تھے: ایک بنی سلَمہ قبیلہ خزرج میں سے، اور دوسرا بنی حارثہ قبیلہ اَوس میں سے، یہ دونوں لشکر کے بازُو تھے، جب عبد اللہ بن اُبَی بن سلول منافق بھاگا، تو ان لوگوں نے بھی واپس جانے کا قصد کیا، اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور انہیں اس سے محفوظ رکھا، اور وہ حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ثابت قدم رہے، یہاں اللہ تعالی نے اسی نعمت واحسان کا ذکر فرمایا ہے[3]۔

حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے صحابہ کی حوصلہ افزائی

حضرت سیّدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تیر اندازی میں انتہائی باکمال تھے، یہ بھی دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے ساتھ ساتھ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دِفاع میں تیر چلارہے تھے، بلکہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم خود اپنے دستِ مبارک سے تیر اُٹھا اٹھا کر انہیں دیتے اور فرماتے: «ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي»[4] "(اے سعد) تم پر میرے ماں باپ

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب المغازي، ر: ٤٠٧٥، صـ٦٩٠.

(٢) پ٤، آل عمران: ١٢٢.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۴، آل عمران، زیرِ آیت: ۱۲۲، ص۱۱۹، ملخصًا۔

(٤) "صحيح البخاري" كتاب المغازي، ر: ٤٠٥٥، صـ٦٨٦، ٦٨٧.

قربان ہوں! تیر برساتے جاؤ!"۔

ایک اَور آزمائش

محترم بھائیو! جنگِ اُحد میں جب کافروں نے بکواس کی، اور شیطان نے یہ جھوٹی اَفواہ پھیلائی، کہ محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم شہید ہوگئے، تو اس بات پر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو بہت اِضطراب ہوا، اُن میں سے کچھ لوگ شدّتِ غم کے سبب واپس جانے لگے، پھر جب نِدا کی گئی کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف رکھتے ہیں، تب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک جماعت واپس آگئی، حضور سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں اس پر ملامت کی، انہوں نے عرض کی کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فِدا ہوں! آپ کی شہادت کی خبر سُن کر ہمارے دِل ٹوٹ گئے، اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا! اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُؕ اَفَاۡىٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْؕ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْــٴًـاؕ وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ﴾[1] "محمد تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اَور رسول بھی ہو چکے، تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں، تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے ؟ اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا، اللہ تعالی کا کچھ نقصان نہ کرے گا، اور عنقریب اللہ تعالی شاکروں کو صلہ دے گا!"۔

خواتینِ اسلام کے کارنامے

اس جنگ میں مَردوں کی طرح خواتین نے بھی مجاہدانہ جذبات کے ساتھ حصہ لیا، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ، اور حضرت سیّدہ بی بی اُمِّ سُلیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے بارے میں، حضرت سیّدنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بیان ہے، کہ یہ دونوں

---

(۱) پ٤، آل عمران: ١٤٤.

مشکیزے میں پانی بھر بھر کر لاتیں، اور مجاہدین خصوصًا زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ اسی طرح حضرت ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی والدہ سیّدہ اُمِ سلیط رَضِیَ اللہُ تعالٰی عنہا بھی برابر پانی کا مشکیزہ بھر کر لاتیں، اور مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں[1]۔

شہدائے اُحد کا مقام ومرتبہ

عزیزانِ محترم! جو خوش نصیب مسلمان اس معرکہ میں شہید ہوئے، ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ﴾[2] "جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، ہرگز انہیں مُردہ نہ خیال کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں"۔

حضرت سیّدنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، سیّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ، جَعَلَ اللهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ، تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا، وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَأْكَلِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِيلِهِمْ، قَالُوا: مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا: أَنَّا أَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ؛ لِئَلَّا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ، وَلَا يَنْكُلُوا عِنْدَ الْحَرْبِ! فَقَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ: أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُم!» "جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہوئے، اللہ تعالی نے ان کی رُوحوں کو سبز پرندوں کے قالب عطا فرمائے، وہ جنّتی نہروں پر سَیر کرتے پھرتے ہیں، جنّتی میوے کھاتے ہیں، سونے کی ان قندیلوں میں رہتے ہیں جو زیرِ عرش معلّق

(١) "صحيح البخاري" كتاب المغازي، ر: ٤٠٦٤، ٤٠٧١، صـ٦٨٧، ٦٨٩.
(٢) پ٤، آل عمران: ١٤٤.

ہیں، جب انہوں نے کھانے پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے، تو کہا کہ ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے، کہ ہم جنّت میں زندہ ہیں، ہمیں رزق دیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں، اور جنگ کے وقت پیچھے نہ رہیں! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا!"۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ﴾ [آل عمران: ١٦٩] ...إِلَى آخِرِ الْآيَة»[1] "تب اللہ تعالی نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی"۔

شہید ہونے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور مقتول کفّار

میرے بزرگو ودوستو! اس جنگ میں سترّ ۷۰ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے جامِ شہادت نوش فرمایا، جن میں سے چار ۴ مہاجر اور چھیاسٹھ ٦٦ انصار صحابہ تھے۔ تیس ۳۰ کی تعداد میں کفّار بھی نہایت ذِلّت کے ساتھ قتل کیے گئے[2]۔

مسلمانوں کی مفلسی کا عالَم

عزیزانِ محترم! اس جنگ میں مسلمانوں کی مفلسی کا یہ عالم تھا، کہ شہدائے کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے کفن کے لیے کپڑا بھی میسر نہیں تھا۔ حضرت سیّدنا مصعب بن عمیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ حال تھا، کہ بوقتِ شہادت ان کے بدن پر صرف ایک چادر اتنی تھی، کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے، اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا تھا، بالآخر سر چھپادیا گیا اور پاؤں پر اِذخر گھاس ڈال دی گئی[3]۔ شہدائے کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم خون

(١) "سنن أبي داود" باب في فضل الشهادة، ر: ٢٥٢٠، صـ٣٦٥.

(٢) "مدارج النبوّت" جزءِ دوم، صـ۱۳۳۔

(٣) "صحيح البخاري" كتاب المغازي، ر: ٤٠٤٧، صـ٦٨٥.

میں لتھڑے ہوئے دو دو شہید ایک ایک قبر میں دفن کیے گئے، ان میں جسے قرآنِ کریم کی سمجھ زیادہ ہوتی اسے آگے رکھتے[1]۔

شہدائے اُحد کی زیارت

حضورِ سیّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم شہدائے اُحد کی قبروں کی زیارت کے لیے گاہے گاہے تشریف لے جایا کرتے، اور مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق و حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا بھی یہی معمول رہا۔ ایک بار حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لے گئے تو کہا کہ "یااللہ! تیرا رسول گواہ ہے کہ اس جماعت نے تیری رضا کی طلب میں جان دی ہے"، پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "قیامت تک جو کوئی مسلمان ان شہیدوں کی قبروں پر زیارت کے لیے آئے گا، اور انہیں سلام کرے گا، تو یہ شہدائے کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اس کے سلام کا جواب دیں گے!"[2]۔

شانِ سیّد الشہداء امیر حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

محترم بھائیو! حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ یہ آیتِ مبارکہ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾[3] "جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، ہرگز انہیں مُردہ خیال نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں"، سیّدنا امیر حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والے حضرات کی شان میں نازل ہوئی"[4]۔

---

(١) المرجع نفسه، ر: ٤٠٧٩، صـ٦٩٠، ٦٩١، ملخصاً.

(٢) "مدارج النبوّت" جزءِ دُوم، صـ۱۳۵۔

(٣) پ٤، آل عمران: ١٤٤.

(٤) "مستدرَك الحاكم" تفسير سورة الحج، ر: ٣٤٥٧، ٤/ ١٢٩٩.

سیّدنا حمزہ، اللہ ورسول کے شیر ہیں

حضرت سیّدنا امیر حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرت کے بیان، اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مبارک ذکر کو اللہ تعالی نے وہ رفعت، عظمت اور مقبولیت وبلندی عطا فرمائی، کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذکر صرف زمین والے ہی نہیں کرتے، بلکہ آسمان والے بھی آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہیں، "مستدرَکِ حاکم" میں روایت ہے کہ حضراتِ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے فرمایا: جب سیّدنا امیرِ حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شہید ہوئے، تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ارشاد فرمانے لگے: «لَنْ أُصَابَ بِمِثْلِكَ أَبداً» "آپ کی جدائی سے بڑھ کر میرے لیے کوئی اَور صدمہ نہیں ہو سکتا!"، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے حضرت سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا اور اپنی پھوپھی جان حضرت سیّدہ صفیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا: «أَبْشِرَا! أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ حَمْزَةَ مَكْتُوبٌ فِي أَهْلِ السَّمَاوَاتِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَسَدُ اللهِ وَأَسَدُ رَسُولِهِ»[۱] "خوش ہو جاؤ! ابھی جبریلِ امین عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میرے پاس آئے، اور اُنہوں نے مجھے خوشخبری سنائی، کہ حضرت حمزہ کا نامِ مبارک آسمان والوں میں "حمزہ بن عبد المطلب، اللہ اور اس کے رسول کا شیر" لکھا ہوا ہے"۔

حضرت سیّدنا حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنّت میں

میرے بزرگو ودوستو! سیّدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ارشاد فرمایا: «دَخَلْتُ الْجَنَّةَ الْبَارِحَةَ فَنَظَرْتُ، فَإِذَا جَعْفَرٌ يَطِيرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ، وَإِذَا حَمْزَةُ مُتَّكِئٌ عَلَى سَرِيرٍ»[۲] "گزشتہ شب

---

(۱) "مستدرَك الحاكم" ذكر إسلام حمزة، ر: ٤٨٨١، ٥/ ١٨٢٩.

(۲) المرجع نفسه، ر: ٤٨٩٠، ٥/ ١٨٣٢.

جب میں جنّت میں داخل ہوا، تو میں نے دیکھا کہ جعفر جنّت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں، اور حمزہ ایک تخت پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں"۔

حضرت سیّدہ فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا بیان ہے، کہ میں ایک دن اُحد کے میدان سے گزر رہی تھی، جب حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر کے پاس پہنچ کر میں نے عرض کیا: «اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ الله!» "اے رسول اللہ کے چچا! آپ پر سلام ہو! تو مجھے یہ آواز آئی: «وَعَلَيْكِ السَّلاَمُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه»[1]۔

حیاتِ شہدائے کرام

اس جنگ کے چھیالیس ۴۶ سال بعد، بعض شہدائے اُحد رضی اللہ تعالٰی عنہم کی قبریں جب کھل گئیں، تو ان کے کفن سلامت اور بدن تر و تازہ تھے، اور تمام اہلِ مدینہ اور دیگر لوگوں نے دیکھا کہ شہدائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں، اور جب زخم سے ہاتھ اٹھایا جاتا تو تازہ خون بہنے لگتا"[2]۔ جب نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر، ان کے دامن سے وابستہ، ان مقدّس و پاکیزہ ہستیوں کا یہ عالَم ہے، تو پھر خود مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان کیا ہوگی! ع

یہ شان ہے خدمتگاروں کی سرکار کا عالَم کیا ہوگا![3]

(۱) "مدارج النبوّت" جزءِ دوم، ص۱۳۵۔

(۲) ایضًا۔

(۳) کلام نجم نعمانی۔

دعا

اے اللہ! دینِ اسلام کی خاطر ان صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قربانیوں کا صدقہ! ہمیں بھی اپنے دین کی سربلندی کے لیے، ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کا جذبہ نصیب فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی بھی توفیق عطافرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطافرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

یومِ شہادتِ مزاراتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام

(جمعۃ المبارک ۱۳شوّال المکرم ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۶/۵ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

حضراتِ محترم! **یومِ شہادتِ جنّت البقیع**، مدینۂ منوّرہ کے مشہور قبرستان، بقیع الغَرقد میں موجود اہلِ بیتِ اَطہار، حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر مبارک ہستیوں کے مزارات کو، مسمار وشہید کیے جانے والے دن کو کہا جاتا ہے۔

پہلی شہادت

عزیزانِ گرامی قدر! عبد الرحمن جبرتی (متوفّٰی ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۲ء) کی رپورٹ کے مطابق، سن ۱۲۲۰ ہجری/ ۱۸۰۵ء کو وہابی خارجی دہشتگردوں نے، مدینۂ منوّرہ کا ڈیڑھ سال تک مُحاصرہ کیے رکھا، پھر اس میں قحط سالی پیدا کرنے کے بعد شہر میں داخل ہوئے، اور سوائے مَرقدِ سرکارِ اعظم ﷺ، باقی تمام مزاراتِ مقدّسہ کے گنبد شہید کر ڈالے[1] اور مدینۂ منوّرہ پر اپنا ناجائز قبضہ جما لیا۔

---

(۱) "تاريخ عجائب الآثار في التراجم والأخبار" سنة ۱۲۲۰، ۳/ ۹۱.

قابض وہابیوں کی شکست

برادرانِ اسلام! سن ۱۲۲۷ ہجری (۱۸۱۲ء) میں محمد علی مصری کی فوج نے، مدینۂ منوّرہ کے لوگوں کے ساتھ مل کر شہرِ مدینہ پر قابض وہابی خارجی دہشتگردوں کا مُحاصرہ کیا، بہت سے وہابی خارجیوں کو قتل کیا، اور بہتوں کو بابِ شامی کے نزدیک ایک قلعہ (جہاں وہ پناہ لیے ہوئے تھے) سے گرفتار کیا[1]۔ وہابی خارجی تسلُّط سے آزادی کے بعد اُن مسمار مزاراتِ مقدّسہ کو دوبارہ تعمیر کرایا گیا۔

دوسری شہادت

محترم بھائیو! سن ۱۳۴۴ ہجری (۱۹۲۵ء) میں، ایک بار پھر وہابی خارجیوں نے مدینۂ منوّرہ پر حملہ کیا، اور عبد العزیز بن عبد الرحمٰن بن سعود نے، آٹھ ۸ شوّال المکرّم کے دن بقیع شریف کو دوبارہ شہید کرکے ویران کر دیا[2]۔ اسی مناسبت سے آٹھ ۸ شوّال المکرّم کا دن، یومِ شہادتِ جنّت البقیع سے مشہور ہوا۔

عوامی ردِّ عمل

عزیزانِ محترم! جنّت البقیع اور دیگر مقدّس مقامات کی بے حرمتی نے، عام لوگوں میں وہابیہ خارجیہ کے خلاف ایک نفرت اور غم وغصے کی لہر پیدا کر دی۔ بہت سارے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک سے، کئی لوگوں نے وہابیہ خارجیہ کے اس غلط اِقدام کی مذمّت بھی کی۔

آذربائیجان، اُزبکستان، تُرکمنستان، ایران، ترکی، افغانستان، عراق، چین،

---

(۱) "خزانة التواريخ النجديّة" ٤/ ١٧٤.

(۲) المرجع نفسه، ٨/ ١٥٩.

مغولستان، ہندوستان وغیرہ کے لوگوں نے، خطوط اور دیگر مُراسلاتی اور مُواصلاتی ذرائع سے، غم وغصے کا اِظہار کیا[1]، اور اپنے اپنے مذمتی پیغامات کے ذریعے، گویا اس اقدام کو مرقدِ نبوی ﷺ کی شہادت کا پیش خیمہ قرار دیا؛ کیونکہ ان وہابیوں کے پیشواؤں نے، انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام قدّست أسرارہم کی قبور پر بنے گنبدوں کو بھی، منہدم کرنا ضروری قرار دے رکھا ہے، ابنِ قیم لکھتا ہے کہ "قبروں پر تعمیر شدہ عمارتوں کو ڈھانا واجب ہے، اگر کو مسمار اور ویران کرنا ممکن ہو، تو ایک دن بھی تاخیر جائز نہیں "[2]۔

میرے بزرگو ودوستو! مزاراتِ انبیاء واولیاء کو مسمار کرنا تو بڑی بات ہے، قبروں پر بیٹھنے، بلکہ ان پر تکیہ لگانے، اور قبروں پر پاؤں رکھنے سے بھی مُردوں کو اِیذاء ہوتی ہے، احادیثِ صحیحہ سے یہی بات ثابت ہے۔ حضرت سیّدنا عُمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضورِ اقدس ﷺ نے مجھے ایک قبر پر ٹیک لگائے دیکھا تو فرمایا: «انزِلْ مِنَ الْقَبْر، لَا تؤذِي صَاحبَ الْقَبْرِ وَلَا يُؤْذِيك»[3] "قبر سے اُتر جاؤ! نہ تم صاحبِ قبر کو اِیذاء دو، نہ وہ تمہیں تکلیف دے!"۔

کسی نے حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا؟ تو فرمایا: «كَمَا أَكرهُ أَذى المُؤمنِ فِي حَياته، فَإِنِّي أَكرهُ أَذاهُ بعدَ مَوته!»[4] "مجھے جس طرح زندہ مسلمان کو اِیذاء دینا پسند نہیں، ویسے ہی مُردہ کو تکلیف دینا بھی ناپسند ہے!"۔

---

(١) "بقيع الغرقد" صـ٥٢، ٥٣.

(٢) "زاد المعاد" ٣/ ٤٤٣، ٤٤٤، ملتقطاً.

(٣) "مسند الإمام أحمد" مسند عُمارة بن حزم الأنصاري، ر:٣٨، ٣٩/ ٤٧٥.

(٤) المرجع نفسه.

حضرت سیّدنا عَمرو بن حَزم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھ کر فرمایا: «لَا تُؤْذِي صَاحِبَ هذا الْقَبْرِ!»[1] "اس قبر والے کو تکلیف مت پہنچاؤ!"۔

اس اِیذاء کا تجربہ بھی تابعینِ عظام اور دیگر علمائے کرام نے (جو صاحبِ بصیرت تھے) کر چکے ہیں۔ ابو قلابہ بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کہتے ہیں کہ "میں ملکِ شام سے بصرہ کو جارہا تھا، رات کو خندق میں اُترا، وضو کیا، دو ۲ رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، جب جاگا تو صاحبِ قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے، اور کہتا ہے: «لقدْ آذيتَني مُنْذُ اللَّيْلَةِ!»[2] "اے شخص تم نے مجھے رات بھر ایذاء دی ہے!"۔

اور اظہر من الشمس ہے، کہ قبور کو کھودنا، ان پر موجود گنبدوں کو مسمار کرنے کے لیے بلڈوزر چلانا، جس میں یقیناً اہلِ قبور کی توہین اور انہیں اِیذاء دینا بھی ہے، اور یہ بات ہمارے دین اسلام میں ہرگز جائز نہیں۔

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ مسلمان کی عزّت مُردہ وزندہ برابر ہے۔ محقق علی الاِطلاق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ "فتح القدیر" میں فرماتے ہیں کہ "اس بات پر اتفاق ہے کہ مُردہ مسلمان کی عزّت وحُرمت، زندہ مسلمان کی طرح ہے"[3]۔ جب عام مسلمانوں کے حق میں یہ حکم ہے، تو پھر خواص اولیاء، صحابۂ کرام واہلِ بیتِ اَطہار قُدِّسَتْ اَسرارُہم کے مزارات پر بلڈوزر چلاکر، انہیں مسمار کرنا، کس قدر بے حرمتی وبے ادبی کا کام ہے!۔

---

(١) "الأسامي والكُنى" ٥/ ١٩٩.

(٢) "شرح الصدور" باب ما ينفع الميّت في قبره، ر: ٢٥، صـ٢٩٠.

(٣) "فتح القدير" فصل في الدفن، ٢/ ١٠٢.

شریعتِ مطہَّرہ میں مزاراتِ اولیاء تو اپنی جگہ، عام قبورِ مسلمین بھی مستحقِ تکریم وممتنع التوہین ہیں (یعنی ان کی توہین منع ہے)، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں، کہ قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے؛ کہ قبر کی چھت بھی حقِ میّت ہے[1]۔

ہر سال ۸ شوّال المکرّم کو، یومِ انہدامِ جنّت البقیع کی مناسبت سے، سارے مسلمانانِ عالم، مزاراتِ مقدّسہ کی بے حرمتی کی پُرزور مذمت کرتے ہیں، اور وہاں کی موجودہ حکومت سے، اس مبارک قبرستان کے مزاراتِ مقدسہ کی، فی الفور تعمیرِ نو کا مطالبہ کرتے ہیں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں مزاراتِ مقدّسہ کا ادب واحترام نصیب فرما، وہابیہ خارجیہ کے فتنوں سے محفوظ فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی، بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "القنية" كتاب الكراهية والاستحسان، باب فيما يتعلّق ...إلخ، صـ١٦٧.

اسلام کا نظریہ عدل ومُساوات

(جمعۃ المبارک ۲۰ شوّال المکرّم ۱۴۴۱ھ - ۱۲/۶/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

دینِ اسلام کا نظریہ عدل ومُساوات

عزیزانِ محترم! اسلام کی نظر میں تمام لوگ بحیثیتِ انسان، حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، عزّت وآبرُو کے ساتھ جینے کا سب کو یکساں حق حاصل ہے، دینِ اسلام رنگ ونسل، قومیت ووطنیت، اور اونچ نیچ کے سارے امتیازات کا یکسر خاتمہ کر کے، ایک عالمگیر عدل ومُساوات کا آفاقی تصوّر پیش کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی گورے کو کالے پر، اور کسی کالے کو گورے پر، رنگ ونسل، ذات پات، مُلک اور قبیلے کی بنیاد پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں فضیلت کا معیار صرف ایک چیز ہے، اور وہ ہے تقویٰ وپرہیزگاری، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾(۱) "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا، کہ آپس میں پہچان رکھو، یقیناً اللہ عزّوجلّ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ ہے، جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے، یقیناً اللہ جاننے والا خبردار ہے"۔

اسی طرح حضور نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى»(۲) "اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، اور تمہارا باپ آدم علیہ السلام بھی ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر، اور کسی کالے کو گورے پر، تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت حاصل نہیں"۔

یورپ کا طرزِ عمل

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! مُساوات کا یہ اُصول انسانیت کی بنیاد ہے، اسی اُصول کے تحت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے بین َالاَقوامی سطح پر جُمہوری، عادِلانہ اور مہذّب انسانی مُعاشرے کی بنیاد رکھی، یہی اُصول وضوابط آگے چل کر عالمی جُمہوریت کے قیام کی بنیاد بنا، لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ زمانۂ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد، اس اُصول کو صحیح طور پر نہیں اپنایا گیا، آج اَقوامِ متحدہ کے منشور میں مُساواتِ انسانی سے متعلق قوانین تو موجود ہیں، مگران پر سنجیدگی سے کما حقّہ

(۱) پ۲٦، الحُجرات: ۱۳.

(۲) "مسند الإمام أحمد" ر: ۲۳٤۸۹، ۳۸/ ٤۷٤.

عمل نہیں کیا جاتا، طاقتور ممالک نیٹو (NATO) کے اتحادی لشکر، اور ویٹو پاور (Veto Power) کے نام پر، کمزور ممالک کو ظلم وستم کا نشانہ بنا رہے ہیں، ان کے بنیادی انسانی حقوق تک پامال کر رہے ہیں، بالخصوص اسلامی ممالک کے ساتھ امتیازی سُلوک برتا جارہا ہے، کشمیر وفلسطین، عراق، یمن، شام اور افغانستان میں ہونے والے لاکھوں مسلمانوں کے قتلِ عام سے چشم پوشی کی جارہی ہے، مسلمان ماؤں بہنوں کی عزّت وعصمت دَری پر انسانی حقوق کی تنظیمیں NGO's، مذمّت کے دو۲ بول بولنے سے بھی قاصر دکھائی دیتی ہیں، مغربی ممالک میں مسلمان خواتین کے حجاب پر پابندیاں لگائی جارہی ہیں، انہیں جنسی طور پر ہراساں کیا جارہا ہے، ہر داڑھی والے مسلمان کو دہشتگرد خیال کیا جاتا ہے، دنیا بھر میں کہیں بھی دہشتگردی ہو، اس کا اِلزام مسلمانوں کے سر تھوپ دیا جاتا ہے، جن کے نام میں لفظِ "محمد" آتا ہے، انہیں ویزہ جاری کرنے میں پس وپیش سے کام لیا جاتا ہے، لیکن کیا مجال ہے کہ کوئی سیاستدان، جج، صحافی یا انسانی حقوق کی تنظیم، مسلمانوں کے ساتھ بطورِ انسان اس امتیازی سُلوک کے خلاف آواز بلند کر سکے!!۔

قانون کا یکساں اِطلاق

برادرانِ اسلام! اسلامی تعلیمات کی آئینہ دار ریاستِ مدینہ، دنیا کی وہ واحد اور اوّلین ریاست تھی، جس میں قانون کا اِطلاق سب کے لیے یکساں اور برابر تھا، آج دنیا کے ہر ملک میں، ہر چیز سے متعلق قانون موجود تو ہے، لیکن ہر شخص چاہے وہ امیر ہو یا غریب، صدر ہو یا وزیرِ اعظم، اُن پر اِس قانون کا یکساں اِطلاق عملاً کہیں رائج نہیں، آج مسندِ اقتدار پر براجمان کرپٹ عناصر (Corrupt Elements) نے، قانون کی گرفت سے محفوظ رہنے کے لیے، منتخب اسمبلیوں سے "استثناء" کے قانون منظور

کروا رکھے ہیں، وہ جس قدر چاہیں قانون شکنی کریں، قانون نافذ کرنے والے ادارے انہیں اُس وقت تک گرفتار نہیں کرسکتے، جب تک وہ اقتدار کی کرسی سے علیحدہ نہیں ہوجاتے، جبکہ دوسری طرف دینِ اسلام میں بلاتفریقِ مذہب، عدل وانصاف اور انسانی مُساوات کے تمام تقاضے پورے کیے جانے کے اُصول وضوابط موجود ہیں۔

چنانچہ ایک بار بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنتِ اَسوَد نے چوری کی، یہ قبیلہ قریش میں عزّت ووَجاہت کا حامل تھا، لہذا لوگ چاہتے تھے کہ وہ عورت سزا سے بچ جائے، اور مُعاملہ کسی طرح ختم ہوجائے، حضور نبئ کریم ﷺ سے مُعافی کی درخواست کی گئی، حضور رحمتِ عالم ﷺ نے ناراض ہوکر فرمایا: «إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا»[1] "تم سے پہلے لوگ اسی لیے تباہ وبرباد ہوئے، کہ وہ کمزوروں پر بلاتامّل حد قائم کرتے، جبکہ اُمراء سے درگزر کیا کرتے تھے، قسم ہے ربِ عظیم کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر فاطمہ بنتِ محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا!"۔

حاکمِ وقت اور عام ملازم کی یکساں اُجرت

محترم بھائیو! خلیفۂ اوّل حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرتِ مبارکہ پر نظر دَوڑائیں، تو مُساوات کی ایسی مثال دیکھنے کو ملتی ہے، کہ بے اختیار زبان "سبحان اللہ" پکار اٹھتی ہے۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتابُ أحاديْث الْأنْبياءِ، ر: ٣٤٧٥، صـ٥٨٦.

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد، حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ باہمی مُشاورت اور اتفاقِ رائے سے ریاستِ مدینہ کے حکمران وخلیفہ چُنے گئے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی خلافت کے دوسرے روز ہی کچھ چادریں لے کر (فروخت کرنے کی غرض سے) بازار جارہے تھے، حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دریافت کیا کہ آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ فرمایا: (بغرضِ تجارت) بازار جارہا ہوں، حضرت سیّدنا عمرِ فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: آپ یہ کیا کررہے ہیں؟ اب آپ مسلمانوں کے امیر ہیں! یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: (اگر میں یہ کام چھوڑ دُوں) تو پھر میرے اہل وعِیال کہاں سے کھائیں گے؟ حضرت سیّدنا عمرِ فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ واپس چلیے، اب آپ کے اِخراجات حضرت ابوعبَیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ طے کریں گے۔

پھر یہ دونوں حضرات سیّدنا ابوعبَیدہ بن جرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تشریف لائے، حضرت سیّدنا ابوعبیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «أَفرَضُ لك قُوتَ رجلٍ من المهاجرينَ، ليس بأفضلِهم ولا أوكَسِهم، وكِسوةَ الشِّتاءِ والصَّيفِ، إذا أخلقتَ شيئاً رددتَه وأخذتَ غيرَه!» "میں آپ (حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق اور آپ کے اَہل وعِیال کے لیے) ایک اَوسط درجے کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ کرکے روزینہ، اور موسمِ سرما وگرما کا لباس مقرّر کرتا ہوں، اس طور پر کہ جب وہ لباس قابلِ استعمال نہ رہے، تو واپس دے کر دوسرا لے لیا کریں!"۔ چنانچہ حضرت ابوعبَیدہ بن جرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے آدھی بکری کا گوشت، لباس اور روٹی مقرّر کردی[1]۔

---

(١) "تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، صـ٦٣، ملخصاً.

خلفائے راشدین کے نزدیک مُساوات کی کیا اہمیت تھی؟ اس کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ حضرت سیّدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «خرجَ عمرُ حاجّاً من المدينة إلى مكّةَ إلى أن رجعَ، فما ضرب فسطاطاً ولا خباءً، إلّا كان يُلقي الكساءَ والنطعَ على الشجرةِ، ويستظلّ تحتَها»[1] "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عازمِ حج ہوکر مدینۂ طیّبہ سے روانہ ہوئے، آمد ورفت میں آپ کے لیے کوئی سائبان یا خیمہ نہیں لگایا گیا، جہاں قیام فرماتے، اپنے کپڑے اور بستر کسی درخت پر ڈال کر خود ہی سایہ کر لیا کرتے"۔

برادرانِ اسلام! ان واقعات میں ہمارے حکمران طبقے کے لیے بڑی نصیحتیں ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ سادگی اپنائیں، پروٹوکول کے نام پر اپنے اور عوام کے بیچ امتیازی خلیج ہرگز حائل نہ ہونے دیں، اسلام کے درسِ مُساوات کو یاد رکھیں، سہولیات اور تنخواہ ایک اَوسط درجہ کے ملازم کی اُجرت کے برابر لیں، شاہ خرچی سے بچ کر ملک وقوم کی حقیقی خدمت انجام دیں، تب ان کی رِعایا انہیں خیر وبرکت کی دعائیں دے گی، جس سے ان کی دنیا اور آخرت سنوَر جائے گی، اور ہمارا ملک حقیقی معنی میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوجائے گا!۔

بلا تفریق عدل و مُساوات

عزیزانِ محترم! عدل ومُساوات کا جو نظام دینِ اسلام نے دیا ہے، دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قَول وفعل سے عدل ومُساوات کی بہترین مثالیں قائم فرمائیں، انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اَہل وعِیال، رشتہ داروں،

(١) "الرياض النضرة" الفصل ٩، الجزء ٢، صـ٣٦٨.

دوستوں، ہمسایوں، ملازموں، الغرض سبھی کے ساتھ عدل ومُساوات اور انصاف کا مُعاملہ کرے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾[1] "اے ایمان والو! اللہ تعالی کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ، انصاف کے ساتھ گواہی دیتے! اور تم کو کسی قوم کی عداوَت اس پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو! وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالی سے ڈرو! یقیناً اللہ تعالی کو تمہارے کاموں کی خبر ہے"۔

حضراتِ گرامی قدر! عدل وانصاف اور مُساوات پر مبنی دُرست فیصلے، اَقوامِ عالَم کی کامیابی وکامرانی کے لیے اہم ترین سبب وذریعہ ہیں، عدل ومُساوات مُعاشرے میں امن واِستحکام کے لیے بھی انتہائی ضروری ہے؛ کہ اس سے لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے، اور اس کی برکت سے دینِ اسلام کی افضلیّت واَہمیّت اُجاگر ہوتی ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ مُساوات کی تعلیم

میرے محترم بھائیو! انسان کی جان، مال، ناموس کی حفاظت، امن وامان اور سکون، اسلامی قوانین کی اوّلین ترجیح میں سے ہے۔ دینِ اسلام نے جہاں ایک مسلمان کی جان، مال اور عزّت وآبرُو کے تحفّظ کا حکم دیا ہے، وہیں غیر مسلموں پر ظلم وزیادتی اور بحیثیت انسان امتیازی سُلوک سے بھی روکا ہے، ان سے حُسنِ اَخلاق سے پیش آنے اور عدل وانصاف قائم کرنے کا بھی درس دیا ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ

---

(١) پ٦، المائدة: ٨.

وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾[1] "اللہ تعالی تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دِین میں نہ لڑے، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا، کہ ان کے ساتھ احسان کرو، ان سے انصاف کا برتاؤ برتو، یقیناً انصاف والے اللہ تعالی کو محبوب ہیں"۔

اسی طرح آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَذَفَ ذِمِّيّاً، حُدَّ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِسِيَاطٍ مِنْ نَارٍ»[2] "جس نے کسی ذِمّی پر ناحق تہمت لگائی، بروزِ قیامت اس پر آگ کے کوڑوں سے حد قائم کی جائے گی"۔

غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف کی ایک مثال

جانِ برادر! اسلام دینِ رَحمت ہے، جس نے غیروں کے ساتھ بھی مُساوات، ہمدردی، غمخواری ورَواداری اور عدل وانصاف کی تاکید فرمائی ہے، مصطفیٰ جانِ رَحمت ﷺ کی پوری حیاتِ طیبّہ کے دَوران ایک واقعہ بھی اَیسا نہیں ملتا، جس میں نبیٔ رحمت ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو، بلکہ رحمتِ عالمیان ﷺ نے ہمیشہ عدل وانصاف سے کام لیا، جیسا کہ اَنصار کے ایک شخص طُعمہ بن اُبیرق جو بظاہر مسلمان تھا، اُس نے اپنے ہمسایہ قتادہ بن نعمان کی زِرہ چُرا کر آٹے کی بوری میں، زَید بن سمین یہودی کے گھر چھپادی، جب زِرہ کی تلاش ہوئی اور طُعمہ پر شُبہ ہوا تو وہ انکار کرتے ہوئے قسم کھاگیا۔

بوری پھٹی ہوئی تھی اور آٹا اس میں سے گرتا جاتا تھا، اس کے نشان سے لوگ یہودی کے مکان تک پہنچے اور بوری وہاں مل گئی، یہودی نے کہا کہ طُعمہ اس کے

(۱) پ۲۸، الممتحنة: ۸.

(۲) "المعجم الكبير" بابُ الواو، ر: ۱۳۵، ۲۲/ ۵۷.

پاس رکھ گیا ہے، یہود کی ایک جماعت نے بھی اس کی گواہی دی، طُعمہ کی قَوم نے یہودی کو چور ثابت کرنے، اور طُعمہ کو بَری کرانے کے عزم سے قسمیں کھائیں، طُعمہ کے مُوافق اور یہودی کے خلاف جھوٹی گواہیاں دیں؛ تاکہ پوری قوم رُسوا نہ ہو، ان کی خواہش تھی کہ رسولِ کریم ﷺ طعمہ کو بَری کرکے یہودی کو سزا دیں، تب اللہ تعالی نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی: ﴿يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا﴾[1] "آدمیوں سے چُھپتے ہیں اور اللہ تعالی سے نہیں چُھپتے! اللہ تعالی ان کے پاس ہے، جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، اور اللہ تعالی ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے"[2]۔

سرورِ کونَین ﷺ نے عدل و مُساوات کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے، یہودی کے حق میں فیصلہ دیا، اور غیر مسلم ہونے کی وجہ سے اس سے کوئی امتیازی سُلوک نہیں برتا۔

حاکمِ وقت اور جج صاحبان کی ذمہ داری

حضراتِ گرامی قدر! اسلام میں قاضی وجج کو یہ مقام وحق حاصل ہے، کہ وہ عدل وانصاف اور مُساوات کی خاطر، حاکمِ وقت کو بھی بلوا کر عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر سکتا ہے، حاکمِ وقت اور جج صاحبان پر یہ فرض ولازم ہے، کہ ملک و مُعاشرے میں عدل، مُساوات اور انصاف قائم کریں، کسی سے امتیازی سُلوک نہ ہونے پائے،

---

(١) پ٥، النساء: ١٠٨.

(٢) "تفسير ابن كثير" پ٥، النساء، تحت الآية: ١٠٨، ٢/ ٤٠٥.

حقدار کو حق دلائیں، مظلوم کو ظالم سے نَجات دلائیں، اور نسلی و مذہبی امتیاز کے بغیر عدل ومُساوات کا لحاظ رکھتے ہوئے، انصاف کے مطابق فیصلہ کریں، ہر شعبہ، ہر طبقہ اور ہر فرد کو عدل وانصاف فراہم کیا جائے، ذات پات کی بنیاد پر کسی سے کوئی امتیازی سُلوک ہرگز نہ برتا جائے۔

اسی طرح ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے اپنے دائرۂ کار کے مطابق ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب، افسر وماتحت، سب کے ساتھ مُساویانہ برتاؤ کریں، اور رنگ ونسل یاذات پات کی بنیاد پر، کسی قسم کی تفریق کا مُظاہرہ ہرگز نہ کریں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں بلاتفریق عدل وانصاف کی توفیق عطا فرما، سب کے ساتھ یکساں سُلوک اور مُساوات کا برتاؤ کرنے کی توفیق دے، کسی سے ظلم وزیادتی اور حق تلفی سے محفوظ فرما، ہمارا عدالتی نظام بہتر بنا، سب لوگوں کے لیے انصاف کا حصول آسان کر دے، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی، بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

ذہنی، نفسیاتی اور فکری انتشار کے نتائج

(جمعۃ المبارک ۲۰ شوّال المکرّم ۱۴۴۱ھ - ۱۲/۶/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! دَورِ جدید کا ایک سنگین مسئلہ یہ بھی ہے، کہ انسانی مُعاشرہ شدید ذہنی، نفسیاتی اور فکری انتشار کا شکار ہو رہا ہے، اَخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں، باہمی تعلقات خود غرضی اور مفاد پرستی کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں، خاندان اور ملک وقوم کے نام پر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹی جا رہی ہیں، انسانیت سسک رہی ہے، مذہبی شدّت پسندی میں اضافہ ہو رہا ہے، محبت واُلفت کے جذبات پروان چڑھنے کے بجائے، مُعاشرے میں عدم برداشت اور انتہاء پسندی پر مبنی غیر اَخلاقی رویہ فروغ پا رہا ہے، اور یہ صورتحال کسی طور پر بھی قابلِ قبول نہیں؛ کیونکہ ذہنی وفکری انتشار اگر مُعاشرے کی جڑوں میں بیٹھ جائے، تو دلوں میں نفرتیں اور کدُورتیں اس قدر بڑھ جاتی ہیں، کہ قَومیں اپنی شناخت تک کھو بیٹھتی ہیں، ہمارے مُعاشرے کے ذی شُعور لوگوں کو چاہیے، کہ اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کریں، اور غیر ضروری اَبحاث میں اپنا وقت اور

توانائی ضائع کرنے کے بجائے، اس بارے میں غور وفکر کریں کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کے لیے پیار، محبت اور اُلفت پر مبنی، ایک پُرسکون مُعاشرہ کیسے تشکیل دے سکتے ہیں؟۔

ذہنی وفکری انتشار کے اَسباب

عزیزانِ محترم! دَورِ حاضر کے نِت نئے اُٹھنے والے فتنوں اور ذہنی وفکری انتشار سے نَجات کے لیے، سب سے پہلے ہمیں اس کے اَسباب اور درپیش چیلنجز (Challenges) پر غور کرنا ہوگا، بادیُ النظر میں ٹی وی، اَخبارات، انٹرنیٹ (Internet) اور سوشل میڈیا (social media) کے پلیٹ فارمز (Platforms) انسانی صحت کے لیے سخت ضرر رَساں اور ذہنی وفکری انتشار کا باعث بن رہے ہیں، ان ذرائعِ اِبلاغ کا بے حد اور کثرت سے استعمال، ذہنی ونفسیاتی اختلاج(Confusion) کا سبب بن رہا ہے، لوگوں میں یہ احساس پیدا ہورہا ہے، کہ انٹرنیٹ (Internet) اور سوشل میڈیا (social media) کے ذریعہ ان کی نگرانی کی جارہی ہے، ان کی سرگرمیاں ریکارڈ ہورہی ہیں، لوگ عدمِ تحفظ کے احساس کے سبب پریشان رہنے لگے ہیں، ایک دوسرے کے متعلق وَہم اور وَسوَسوں میں مبتلا ہورہے ہیں، دِماغی خلل اور ذہنی دَباؤ کے اَمراض میں اضافہ ہورہا ہے، سوشل میڈیا کا استعمال ہمارے بچوں کو حقیقت کی دنیا سے دُور لے جارہا ہے، وہ ایک پرفیکٹ زندگی (Perfect life) کی تلاش میں اس حد تک آگے نکل رہے ہیں، کہ ناکامی کی صورت میں خود کو نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتے، ساری ساری رات سوشل میڈیا کا استعمال سے، نیند پوری نہ ہونے کے باعث بھی ذہنی دَباؤ اور انتشار میں اضافہ کر رہا ہے، جس کے سبب انسان مثبت طرزِ زندگی سے دُور ہوتا جارہا ہے۔

حضراتِ گرامی قدر! فکری انتشار میں اضافے کے اَسباب میں سوشل میڈیا کے ساتھ ساتھ، بیک وقت کئی طرح کا رائج نصابِ تعلیم بھی ہے، کہیں نام نہاد سیکولر ولبرل سوچ (Secular and liberal thinking) کے نام پر اِلحادی فکر (Atheistic thought) کو پروموٹ (Promote) کیا جا رہا ہے، کہیں فرقہ وارانہ تعصب کو ہوا دی جا رہی ہے، کہیں اولیول (O-Level) کے نام پر مذہب بیزار فکر کو پروان چڑھایا جا رہا ہے، اور اس پر مزید یہ کہ مذہب کے نام پر بعض عناصر اپنی کم علمی، اور دین سے دُوری کے باعث انتہاء پسندی، باہمی نفرت، عدم برداشت اور جارحیت کو ہمارے مزاج کا حصہ بنانے میں کوشاں ہیں، جس کا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ عالَمی سطح پر مسلمانوں کا غلط امیج (Image) پیش ہو رہا ہے، ہم ساری دنیا سے کٹ کر اپنے ہی خول میں بند ہوتے جا رہے ہیں، سفارتی سطح پر اَقوامِ عالَم کی اَخلاقی حمایت سے محرومی ہمارا مقدّر بنتی جا رہی ہے، دنیا بھر میں لاکھوں مسلمانوں کی شہادت کے باوُجود ہمیں اور ہمارے مذہب کو دہشتگردوں کا حامی قرار دیا جا رہا ہے، اور ایک ہم ہیں کہ اسلام کو درپیش ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے بجائے فرقہ وارانہ اختلافات کے سبب، مختلف گروہوں میں بٹ کر کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔

عزیزانِ مَن! اسلام تو اتحاد، اتفاق اور یکجہتی کی دعوت ودَرس دیتا ہے؛ کیونکہ اتفاق واتحاد کی بدَولت مُعاشَرتی، اقتصادی اور ذہنی وفکری قوّت میں اضافہ ہوتا ہے، اور انسان نفسیاتی وفکری انتشار کا شکار ہونے سے محفوظ رہتا ہے، خالقِ کائنات عزّوجلّ نے قرآنِ پاک میں ہمیں باہم اتحاد واتفاق کے ساتھ رہنے کا حکم دیا، ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾(۱) "سب مل کر اللہ تعالی کی رَسّی مضبوط تھام لو، اور آپس میں فرقوں میں نہ بٹ جانا!" یعنی دِینِ اسلام کے اُصول وقواعد اور اللہ ورسول کے فرامین پر عمل پیرا رہنا ہے؛ کیونکہ اتفاق وہی اچھا ہے جو اللہ ورسول کی اِطاعت پر کیا جائے، ان کا راستہ چھوڑ کر اتفاق اتفاق نہیں، بلکہ کمزوری اور بدبختی ہے۔

ہمارے فکری انتشار کے سبب آج مسلمانوں کی نااتفاقی اور باہمی افتراق، ایک بہت بڑے چیلنج کی شکل اختیار کر چکا ہے، عالمِ کفر ہر سَمت سے مسلمانوں کی تباہی وبربادی کے درپَے ہو چکا ہے، اسی کی نشاندہی کرتے ہوئے رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: «يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ، كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا» "عنقریب دیگر اَقوام تم پر یُوں ٹوٹ پڑیں گی، جیسے بھُوکے لوگ کھانے سے بھرے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں" کسی نے عرض کی کہ کیا ایسا ہماری قلّت کے باعث ہوگا؟ فرمایا: «بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ المَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ» "بلکہ اُن دنوں تم اکثریت میں ہوگے، لیکن ایسے بے کار ہوگے جیسے سیلاب کا لایا ہوا کُوڑا، اللہ تعالی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رُعب نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دے گا!"، سائل عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! بزدلی کیا ہے؟ فرمایا: «حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ المَوتِ»(۲) "دنیا کی محبت اور مَوت کو ناپسند کرنا"۔

(۱) پ٤، آل عمران: ١٠٣.

(۲) "سنن أبي داود" باب في تداعي الأمم على الإسلام، ر: ٤٢٩٧، صـ٦٠٣ .

لہذا ضروری ہے کہ تمام مسلمان اپنے فُروعی اختلافات بھلاکر، اتفاق واتحاد کی لڑی میں جُڑ جائیں، اور جہاں کہیں ہمارے کسی بھی مسلمان ملک یا مسلمان بھائی کو کوئی تکلیف، پریشانی یا کوئی بھی مصیبت پیش آئے، تو دنیا بھر کے تمام مسلمان اور مسلم ممالک، اسے اپنی تکلیف سمجھیں؛ کہ مسلمان سب ایک جان کی مانند ہیں، حضرت سیّدنا ابوموسیٰ اَشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً» "مسلمان مسلمان کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کے سہارے مضبوط رہتا ہے"۔ رَحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرماکر، اپنے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کرکے اشارہ فرمایا[1]۔

فکری انتشار... عالَمِ اسلام کو درپیش ایک چیلنج

میرے محترم بھائیو! ذہنی وفکری انتشار کے سبب، عالَمِ اسلام کو تکفیری سوچ کا چیلنج بھی درپیش ہے، تکفیری سوچ، فکری انتشار سے مغلوب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ بعض لوگ غلط تجزیہ وتحلیل کے ذریعے، تکفیری مکتبِ فکر کو اسلام سے منسوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری زندگی اصلاحِ امّت میں کوشاں رہے، اور اسی کا درس بھی دیتے رہے۔ حجۃ الوَداع کے موقع پر میدانِ عرَفات میں اپنی اُمّت کو ایک یادگار وعظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں تعلیماتِ اسلامیہ کی رَوشنی میں زندگی کا لائحۂ عمل پیش کیا۔ اس خطبہ کا ہر ہر جملہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے،

---

(۱) "صحيح البخاري" باب نصر المظلوم، ر: ٢٤٤٦، صـ٣٩٤.

ہر جملہ میں ہدایت ورَہنمائی کے بہت سے پہلو نمایاں ہیں، اس خطبہ میں ایک اَہم وصیت انسانی جانوں کے خون کی حرمت بھی بیان فرمائی۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّاراً، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ»[1] "میرے بعد کفر کی طرف مت لَوٹ جانا، کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو!"۔ محدثینِ کرام اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "کافروں جیسے مت ہو جانا، اسلام پر ثابت قدم رہنا، اور مسلمانوں کی جان ومال کو مُباح (حلال) مت جاننا؛ کہ ان سے لڑائی کرکے انہیں قتل کرو، اور ان کا مال چھینو! یہ کام مسلمانوں کا نہیں کفّار کا ہے"[2]۔

محترم بھائیو! کسی بھی غلطی یا گناہ پر کفر کا فتویٰ لگانا، یا کسی کو بلاوجہِ شرعی کافر کہہ دینا، دینِ اسلام میں غُلو کہلاتا ہے؛ کیونکہ مسلمان کو کافر کہنا سخت حرام اور اسے قتل کرنے کے مترادِف ہے، حضرت سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيْهِ: يَا كَافِرُ! فَهُوَ كَقَتْلِه، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِه!»[3] "آدمی اپنے مسلمان بھائی کو "اے کافر!" کہہ کر پکارے، تو یہ اسے قتل کرنے کے مترادِف ہے، اور مؤمن پر لعنت کرنا بھی ایسا ہی ہے!"۔

میرے عزیز! مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا بھی بے حد ضروری ہے، فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ "کسی کو بطورِ گالی کافر کہا تو وہ کافر نہ ہوگا، اور اگر کافر

---

(١) "صَحيحُ البخاري" باب الإنصاتِ للعُلَماءِ، ر: ١٢١، صـ٢٦.

(٢) "نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری" کتاب العلم، ۱/۴۱۴، ملخصاً۔

(٣) "المعجم الكبير" أبو قلابة عن عمّه ...إلخ، ر: ٤٦٣، ١٨/ ١٩٤.

جان کر کہا، تو کہنے والا خود کافر ہو گیا"[1]۔ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو ہر گز کافر نہیں کہہ سکتا، اور ایسا صرف اسی صورت میں ممکن ہے، جب کہنے والا نِرا جاہل ہو، یا پھر وہ شدید ذہنی و فکری انتشار سے مغلوب ہو، اور ایسے عناصر سے متاثر ہو جو ایک منظّم سازش کے تحت، مذہب کے نام پر سوشل میڈیا (social media) اور لٹریچر (Literature) کے ذریعے فرقہ واریت اور تعصب کی آگ لگانے میں مصروف ہیں، اور مسلمان نوجوانوں کو کنفیوز (Confuse) کر کے اسلامی تعلیمات سے متنفر کرنے کی کوشش میں ہیں، اس مکروہ کھیل میں صرف فرقہ واریت کا ہی عمل دخل نہیں، بلکہ سوشل میڈیا پر فرضی پیجز (Pages) اور آئی ڈیز (IDs) کے ذریعے، یہود ونصاریٰ بھی پوری طرح سرگرمِ عمل ہیں، لہٰذا ہمیں اس سازش سے پوری طرح باخبر رہنے، اور اس کا قلع قمع کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

مذہبِ اسلام کی تعلیمات

حضراتِ گرامی قدر! مذہبِ اسلام ایک آسان، معتدِل اور اِفراط وتفریط سے پاک دِین ہے، اس کی تمام تعلیمات چاہے وہ عقائد سے متعلق ہوں یا عبادات سے، مُعاملات سے تعلق رکھتی ہوں، یا مُعاشرت سے، تمام تر تعلیمات عدل وانصاف اور میانہ روی پر مبنی ہیں، نہ ان میں اِفراط ہے، کہ عمل کرنے والا ملال و تنگ دلی کا شکار ہو جائے، اور نہ تفریط وجفا ہے کہ صاحبِ حق کا حق مارا جائے، بلکہ ہر میدان میں ایک درمیانی اور معتدِل راہ اختیار کی گئی ہے۔

قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں اس پر کثیر دلائل موجود ہیں، چنانچہ ایک بار

---

(١) "الفتاوى الهنديّة" كتاب السير، الباب ٩ أحكام المرتدّين، ٢/ ٢٧٨.

نبئ کریم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو مخاطب کرکے فرمایا: «إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَه، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا»[1] "یقیناً دینِ اسلام آسانی کا دِین ہے، اور جو بھی اِس دِین میں بے جا سختی کرے گا، تو بالآخر دِین ہی اُس پر غالب آجائے گا، اس لیے میانہ روی اختیار کرو، اور ایک دوسرے کے ساتھ مل جُل کر رہو، اور لوگوں کو دِین کی طرف راغب کرنے والی اچھی باتیں بتاتے رہو!"۔ لہٰذا دینی مُعاملات میں ذہنی انتشار کا شکار ہوکر، ہمیں سختی اور تنگ نظری کا مُظاہرہ کرنے کے بجائے، پیار محبت کے ساتھ دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینی چاہیے۔

فکری انتشار کی مذمت

عزیزانِ محترم! کسی کی تعریف وتعظیم، ادب واحترام میں حد سے گزر جانا، عبادات ومُعاملات، بزرگانِ دِین، علمائے کِرام یا مقدّس مقامات کے ادب واحترام میں غیرِ حرام کو حرام، اور حرام کو حلال مان لینا، یا غیرِ فرض کو فرض جاننا، اور کسی مخلوق کو خدا یا خدا کے مثل ماننا، یہ سب غُلو، انتہاء پسندی اور فکری انتشار کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح گناہِ کبیرہ کے سبب مسلمان کو کافر قرار دینا، مسلم ریاست کو کُفرستان قرار دینا، وہاں بسنے والوں کی جان، مال، عزّت وآبرُو کو حلال جاننا، اُن کا اور اُن کے اہل وعِیال کا قتل جائز سمجھنا، انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار دینا، مسلم ریاست میں اسلام وجِہاد کے نام پر بم دھماکے کرنا بھی ظلمِ عظیم ہے، ذہنی ونفسیاتی انتشار پر کنٹرول رکھتے ہوئے، ہمیں غُلو اور اِفراط وتفریط سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب: الدينُ يُسرٌ، ر: ۳۹، صـ۱۰.

الْحَقَّ﴾[۱] "اے کتاب والو! اپنے دِین میں زیادتی نہ کرو! اور اللہ تعالی پر جو بات کہو سچ کہو!"۔

مفسّرینِ کرام اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "غیرِ فرض کو فرض اور حلال کو حرام سمجھ لینا، نبیوں ولیوں کو خدا یا خدا کی طرح مان لینا، عالموں پیروں کو حرام وحلال کا مالک سمجھ لینا، دِین میں غُلُو ہے، اُن لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو طیّب وحلال چیزوں کو حرام جاننا تقویٰ، اور ترکِ دنیا کو دِین سمجھ لیتے ہیں، تقویٰ حلال سے بچنے کا نام نہیں، بلکہ حرام سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ بعض لوگ گوشت نہیں کھاتے، بعض بھنگ وچرس پیتے ہیں، پھر بھی اپنے آپ کو کامل وَلی سمجھتے ہیں، بعض اپنے پیروں مَولویوں کو حرام وحلال کا مالک جانتے ہیں، کہ جس چیز کو اُن کے مَولویوں نے حرام کہہ دیا، اگرچہ اُس کی حُرمت پر کوئی شرعی دلیل نہ بھی ہو، تب بھی وہ اُسے حرام ہی کہتے ہیں، اور جو کفریات اُن کے بزرگوں کی زَبان وقلم سے نکل گئے اُن کو دُرست سمجھتے ہیں، یہ سب غُلو، زیادتی، شدّت پسندی (اور فکری انتشار کا نتیجہ) ہے"[۲]۔

فکری انتشار سے بچنے کا طریقہ

برادرانِ اسلام! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ ہمیشہ سختی وغُلُو والے کاموں سے بچ کر، آسانی واِعتِدال کی راہ اختیار کرتے، دوسروں کو بھی یہی تعلیم وتربیت دیتے، اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے: «مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَالَمْ يَكُنْ إِثْماً، فَإِنْ كَانَ إِثْماً كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِنَفْسِهِ، إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ

(١) پ٦، النسآء: ١٧١.

(۲) "تفسیرِ نعیمی" پ٦، النساء، زیرِ آیت: ۱۷۱، ٦/۱۳۰، ملتقطاً۔

حُرْمَةُ اللهِ فَيَنْتَقِمَ للهِ بِهَا»[۱] "رسولُ اللہ ﷺ کو جب بھی دو ۲ باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا، تو آپ ﷺ ہمیشہ اُن دو ۲ میں سے آسان کو اختیار فرماتے، بشرطیکہ وہ گناہ کی بات نہ ہو، اور اگر وہ گناہ ہوتو آپ ﷺ سب سے زیادہ اُس بات سے دُور رہا کرتے۔ نیز رسول اللہ ﷺ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے اِنتقام نہ لیتے، مگر جب اللہ تعالی کی حُرمت پامال ہوتے دیکھتے، تو اللہ کی خاطر انتقام لیا کرتے تھے"۔

اس حدیثِ پاک کی شرح میں محدثینِ کِرام فرماتے ہیں کہ "دنیا کی باتوں میں سے جن دو ۲ باتوں کا اختیار دیا جاتا، یا دُنیاوی مُعاملات میں کسی تنازع کے وقت جب دو ۲ باتیں پیش کی جاتیں، اور دونوں میں کوئی گناہ نہ ہوتا، تو اُسے اختیار فرماتے جو آسان ہوتی"[۲]، لہٰذا ہمیں بھی غُلُو، زیادتی اور فکری انتشار کا شکار ہو کر مشکل اَمر کو اختیار کرنے کے بجائے، آسان اور معتدِل کام کو اپنانا چاہیے۔

حضراتِ گرامی قدر! شریعتِ اسلامیہ میں سختی وشدّت پسندی کا کوئی مقام نہیں، بلکہ ہمارا دین آسانی اور خلقِ خدا کی خیر خواہی کا دِین ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾[۳] "اللہ تعالی تم پر آسانی چاہتا ہے، اور تم پر دُشواری نہیں چاہتا"۔

میرے عزیز دوستو! چاہے مُعاملہ نماز روزہ ودیگر عبادات کا ہو، یا آپس کے لین دَین، میل جول، دوستی کا، یا آپس کے اختلافات ودشمنی کا مُعاملہ ہو، زندگی کے ہر موڑ پر

---

(١) "صحيح البخاري" باب صفة النَّبِيّ ﷺ، ر: ٣٥٦٠، صـ٥٩٧.

(۲) "نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری" کتابُ المناقب، باب صفۃِ النبی ﷺ، ۷/۴۲۔

(٣) پ٢، البقرة: ١٨٥.

اسلام ہمیں اعتدال، میانہ روی، آسانی اور نرمی کا درس دیتا ہے، فکری انتشار سے مغلوب ہوکر دینی مُعاملات میں سختی اور بداَخلاقی سے پیش آنا، اللہ تعالی اور اُس کے حبیب کریم ﷺ کو انتہائی ناپسند ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾[1] "تو کیسی عمدہ اللہ تعالی کی مہربانی ہے کہ اے حبیب! تم اُن کے لیے نرم دل ہوئے، اور اگر تم تُندمزاج سخت دل ہوتے، تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے"۔

میرے بھائیو! اگر ہم اعتدال اور میانہ روی کے سنہری اُصول کو اختیار کرلیں، تو ہمارا مُعاشرہ ذہنی، نفسیاتی اور فکری انتشار جیسی بے شمار برائیوں، اور مشکلات سے خود بخود نَجات حاصل کر سکتا ہے، لہٰذا کسی بھی مُعاملے میں اگر شریعتِ مطہّرہ سے کوئی رخصت موجود ہو، تو اپنے فکری انتشار سے مغلوب ہوکر، بلاوجہ دوسرے مسلمانوں کو سختی اور پریشانی میں نہیں ڈالنا چاہیے، نرمی، اعتدال پسندی اور وُسعتِ قلبی ونظری کا مُظاہرہ کرنا چاہیے، اللہ کریم ہمیں ذہنی وفکری انتشار سے بچائے رکھے، اور دینی مُعاملات میں اپنی عقل وفکر کے گھوڑے دَوڑانے کے بجائے، علمائے حقّہ سے رُجوع کی توفیق عطا فرمائے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں باہمی محبت واُلفت، اتفاق واتحاد اور ذہنی کشادگی نصیب فرما، دہشتگردوں کے باطل نظریات: مسلمان کو کافر کہنے، قتل وغارتگری، بےعلم فتوی دینے، اور ملک وقوم کی مخالفت وبغاوت سے محفوظ فرما، بہترین انداز میں اسلام

---

(۱) پ٤، آل عمران: ١٥٩.

کی دعوت دینے کی سعادت عطا فرما، ہمارے علماء ومفتیانِ کرام کے علم وعمل میں برکتیں نصیب فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطافرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطافرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

اسلام میں رزقِ حلال کی اہمیت

(جمعۃ المبارک ۲۷ شوّال المکرّم ۱۴۴۱ھ - ۱۹/۶/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ وَالسّلامُ عَلى خاتم الأنبياءِ وَالمرسَلين، وعَلى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجمَعِيْن، وَمَن تَبِعَهُم بِإِحْسَانٍ إِلى يَوْمِ الدِّين، أَمّا بَعد: فَأَعُوذُ بِالله مِنَ الشّيطانِ الرَّجِيْم، بِسْمِ الله الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللَّهُمَّ صلِّ وسلِّمْ وبارِكْ علَى سيِّدِنَا ومولانا وحبيبِنا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہٗ نے ہر انسان، حیوان، جن اور چرند وپرند، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، سب کے رزق کا ذمّہ اپنے کرم پر لے رکھا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾[1] "زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں، جس کا رزق اللہ تعالی کے ذمۂ کرم پر نہ ہو"۔ جس جاندار کا جب تک اور جتنا رزق لکھا ہے، وہ وعدے کے مطابق اُسے ضرور مل کر رہے گا؛ لہٰذا عقلمند انسان مال ودَولت اور پیسہ کمانے کو مقصدِ حیات ہرگز نہ بنائے، بلکہ اس میں میانہ روی اختیار کرے۔

حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رَحمت ﷺ نے فرمایا: «أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ؛ فَإِنَّ نَفْساً لَنْ تَمُوْتَ حَتّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا، فَاتَّقُوا اللهَ وَأَجمِلُوْا فِي

(۱) پ۱۲، هود: ٦.

الطَّلَبِ، خُذُوْا مَا حَلَّ، وَدَعُوْا مَا حَرُمَ»[١] "اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور روزی کمانے میں میانہ رَوی اختیار کرو؛ کیونکہ کوئی بھی اپنا رزق پورا کیے بغیر نہیں مرے گا، اگرچہ اس میں دیر ہو جائے، لہٰذا اللہ تعالی سے ڈرو اور اچھے طریقے سے روزی حاصل کماؤ، جو حلال ہے اُسے لے لو، اور جو حرام ہے اُسے چھوڑ دو"۔

دینِ اسلام میں رزقِ حلال کی ترغیب

عزیزانِ محترم! رزقِ حلال کے لیے جدوجہد، اور اس کے لیے وسائل واَسباب اختیار کرنا، ضروری اور عبادت ہے، بندہ رزقِ حلال کی خاطر ہر جائز طریقہ اختیار کرے، اور نتیجہ اپنے رب تعالیٰ پر چھوڑ دے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۫ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾[٢] "اے لوگو! کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال وپاکیزہ ہے، اور شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو، یقیناً وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے"۔ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو حلال وطیّب کھانے کا حکم دیا، اور حرام وگندی چیزوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، چونکہ انسانی اَخلاق وکردار پر غذا کا گہرا اثر پڑتا ہے، حلال رِزق سے دل نورانی ہوتا، جبکہ حرام غذا دل میں تاریکی اور غفلت پیدا کرتی ہے، لہٰذا رزقِ حلال کی خاطر جائز پیشہ اختیار کرنا عبادت قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالی نے رِزق حلال کے حصول کے لیے، جد وجہد کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ

---

(١) "سنن ابن ماجه" كتابُ التِّجارة، ر: ٢١٤٤، صـ٣٦١.

(٢) پ٢، البقَرة: ١٦٨.

كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں، اور اللہ کا اِحسان مانو! اگر تم اُس کے بندے ہو"۔

رزقِ حلال کی ترغیب سے متعلق، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیبّہ طاہرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ»[2] "سب سے پاکیزہ کمائی وہ ہے، جسے آدمی اپنی محنت سے کما کر کھائے"۔ لہٰذا حصولِ رزق کے لیے صِرف وصِرف جائز طریقہ اپنائیں، حرام وناجائز سے ہمیشہ بچتے رہیں، اور رزقِ حلال کی کوشش وسعی کے ساتھ ساتھ حرام سے بچنے، اور حلال میں برکت کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعا بھی کرتے رہیں، فرمانِ خداوندی ہے: ﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾[3] "اللہ تعالی اپنے بندوں پر لُطف وکرم فرماتا ہے، جسے چاہے روزی دیتا ہے، اور وہی قوّت وعزّت والا ہے"۔

حرام مال سے بچنا فرض ہے

حضراتِ گرامی قدر! خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ نے جہاں رزقِ حلال کمانے کی تاکید فرمائی، وہیں چوری، ڈکیتی، سُود، رشوت، مالی خُرد بُرد اور ناپ تول میں کمی جیسے حرام وباطل طریقوں سے، مال حاصل کرنے سے بھی منع فرمایا، اللہ رب العالمین نے حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ

---

(١) پ٢، البقرة: ١٧٢.

(٢) "سنن النَّسائي" كتاب البُيوع، ر: ٤٤٥٦، الجزء السابع، صـ٢٥٥.

(٣) پ٢٥، الشُورىٰ: ١٩.

هَوٰى ﴾(۱) "کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں، اور اس میں زیادتی نہ کرو؛ کہ تم پر میرا غضب اُترے، اور جس پر میرا غضب اُترا یقیناً وہ ہلاک ہو گیا"۔ یعنی مقرّر کردہ حد سے تجاوُز مت کرو، فضول خرچی، ضرور تمندوں کو بھوکا چھوڑنا، رزق کو ضائع کرنا اور حرام روزی کمانا، یہ سب حد سے تجاوُز کرنا ہے۔

میرے بزرگو ودوستو اور بھائیو! ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی محنت سے کما کر حلال کھائے، حرام وناجائز کمانا کھانا، دوسروں کا مال دبا لینا، لُوٹ مار کرنا، یہ سب ممنوع وحرام کام ہیں، اللہ تعالی نے کسی کا مال ناحق کھانے سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾(۲) "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ"، اس سے معلوم ہوا کہ جبری خرید وفروخت، دوسروں کے مال کو نیلام کرنا، کسی کی دُکان یا زمین پر جبراً قبضہ کرنا، یا اُس کا کرایہ تھوڑا اور مالک کی مرضی کے خلاف دینا، یہ سب حرام وناجائز کام ہیں، اور ان سے خود کو بچانا انتہائی ضروری ہے۔

یورپ کا سُودی نظامِ معیشت

عزیزانِ محترم! آج دنیا بھر میں یورپ کا سُودی نظامِ معیشت رائج ہے، یہ نظام رزقِ حرام کا بنیادی سبب ہونے کے ساتھ ساتھ، غیر متوازِن اور بے شمار شرعی، اَخلاقی اور مُعاشی قباحتوں کا حامل ہے، اس سُودی نظامِ معیشت کے سبب امیر وغریب کے مابین مالی خلیج بڑھتی جا رہی ہے، امیر، امیر تر، اور غریب غریب تر ہوتا جا رہا ہے،

(۱) پ۱٦، طٰهٰ: ۸۱.
(۲) پ۵، النسآء: ۲۹.

مُعاشرتی توازُن بگڑ رہا ہے، عالمی طاقتیں ورلڈ بینک (World Bank) اور آئی ایم ایف (IMF) کے ذریعے کمزور اور غریب ممالک کا استحصال کر رہی ہیں، انہیں قرضوں کی زنجیر میں جکڑا جا رہا ہے، بجٹ کے بہانے ان کی مُعاشی اصلاحات میں مَن پسند شرحِ سُود مقرّر کروائی جا رہی ہے، جس کے سبب نہ چاہتے ہوئے بھی اسلامی ممالک اور اس کے غریب عوام، سُود کے دَلدَل میں دھنستے جا رہے ہیں، نیز اپنے رزق میں حرام کی آمیزش کے بھی مرتکب ہو رہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالی اور اس کے آخری رسول ﷺ نے رزقِ حلال کمانے کی خاطر، ہمیں بطور متبادِل اسلامی نظامِ معیشت نہ صرف عطا فرمایا ہے، بلکہ جابجا سُود کی مذمّت بھی بیان فرمائی ہے۔

سُود اور تجارت میں فرق بیان کرتے ہوئے اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿ اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾[1].

وہ لوگ جو سُود کھاتے ہیں، قیامت کے دن ایسے کھڑے ہوں گے، جیسے وہ کھڑا ہوتا ہے جسے آسیب نے چُھو کر مخبوط بنا دیا ہو؛ یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا: بیع (تجارت) بھی تو سُود ہی کی مانند ہے، اور اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور سُود حرام کیا، تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی، اور وہ (سُود سے) باز رہا، تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا، اور اس کا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اور جو اَب ایسی حرکت

---

(۱) پ۳، البقرة: ۲۷۵.

کرے گا وہ دوزخی ہے، وہ اس میں مدّتوں رہیں گے"۔

اس آیتِ مبارکہ میں سُود کی حرمت، اور سُود خوروں کی شامت کا بیان ہے، کہ انہیں طویل مدّت تک جہنم میں رہنا ہے۔

سُودی کاروبار اور لین دَین کی ممانعت

حضراتِ گرامی قدر! سُودی لین دَین اور کاروبار میں ملوّث مسلمانوں سے اللہ عزّوجلّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾[۱] "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو! اور اگر تم مسلمان ہو تو جو سُود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو!"۔ اس آیتِ مبارکہ میں حکم دیا گیا، کہ سُود کی حرمت نازل ہونے کے بعد، سابقہ مطالبہ بھی ترک کرنا ضروری ہے، اور پہلے سے مقرّر کیا ہوا سُود بھی اب لینا جائز نہیں۔

اب اتنے واضح اَحکام کے باوُجود بھی اگر کوئی سُود سے باز نہ آئے، تو اس کے لیے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾[۲] "پھر اگر ایسا (سُودی لین دَین ترک) نہ کرو، تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا یقین کرلو!! اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو، نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ، نہ تمہیں نقصان ہو"۔

یہ وعید و تہدید میں مبالغہ و تشدید ہے، ورنہ کس کی مجال کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا تصوّر بھی کر سکے! لیکن سُودی مُعاملات ترک نہ کرنے والا، اللہ و رسول سے مقابلے کی ٹھان کر، یقیناً دنیا و آخرت میں ذلیل ورُسوا ہوگا۔

---

(۱) پ۳، البقَرة: ۲۷۸.
(۲) پ۳، البقَرة: ۲۷۹.

ایک اَور مقام پر ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾[1] "اے ایمان والو! سُود دُونا دُون (زیادتی پر زیادتی) نہ کھاؤ، اور اس امید پر اللہ سے ڈرو کہ تمہیں کامیابی ملے!"۔

میرے بھائیو! سُود دَر سُود کھانے کی یہ لعنت، ہزاروں سال سے چلی آرہی ہے، اور آج بھی یورپ کے سُودی نظامِ معیشت کی صورت میں، دنیا بھر میں رائج ہے، آج بھی اگر قرض ادا کرنے کی میعاد پوری ہو جائے، اور قرضدار کے پاس ادا کرنے کی کوئی صورت نہ ہو، تو قرض خواہ سُودی رقم میں اضافہ کرکے مدّت بڑھا دیتا ہے۔

یاد رکھیے! حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سُودی دستاویز لکھنے والے، اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی، اور فرمایا: «هُمْ سَوَاءٌ»[2] "یہ سب لوگ گناہ میں برابر کے شریک ہیں"۔

اسی طرح حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «الرِّبَا سَبْعُونَ حُوباً، أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ»[3] "سُود خوری کے ستر ۷۰ حصے ہیں، ان میں سے کم تر یہ ہے کہ کوئی اپنی ماں سے بدکاری کرے"۔

ایک اَور روایت میں دوجہاں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «دِرْهَمُ رِباً يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ، أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زِنْيَةً»[4] "سُود کا ایک

---

(١) پ٤، آل عمران: ١٣٠.
(٢) "صحيح مسلم" باب لعن آكل الربا ومؤكله، ر: ٤٠٩٣، صـ٦٩٧.
(٣) "سنن ابن ماجه" باب التغليظ في الربا، ر: ٢٢٧٤، صـ٣٨١.
(٤) "سنن الدارقُطني" كتاب البيوع، ر: ٢٨١٩، ٣/ ١٩.

درہم جسے آدمی جان بوجھ کر کھائے، چھتیس ۳۶ بار زِنا سے بڑھ کر سنگین جرم ہے"۔

اسلامی نظامِ معیشت

حضراتِ ذی وقار! اپنے اہل وعِیال کے لیے حلال ذرائعِ آمدَن اور مواقع، صرف اسی صورت پیدا کیے جاسکتے ہیں، جب ہم اپنے کاروبار اور لین دَین میں سُودی نظامِ معیشت کو ترک کرکے، اسلامی نظامِ معیشت رائج کرنے میں کامیاب ہوجائیں، لیکن صد افسوس کہ اسلامی نظامِ معیشت، عالمِ اسلام سمیت پوری دنیا میں کہیں بھی، بالکل ٹھیک ٹھیک نافذ العمل نہیں! سُود، جُوا اور لاٹری وغیرہ نے، دنیا بھر کی معیشت کو اپنے بدبودار جال میں جکڑ رکھا ہے۔

اس بھیانک جُرم میں جہاں مسلم عوام ملوّث ہیں، وہیں مسلم حکومتیں بھی اس ظالمانہ نظامِ معیشت کو تبدیل نہ کرنے کے، جُرم میں شریک ہیں۔ سُود کے خاتمے اور متبادلات کی کتنی ہی اسکیمیں پاکستان کے مقتدر اداروں: اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت اور تحقیقی اداروں کے پاس موجود ہیں، لیکن کوئی بھی حکومت اس طرف سنجیدہ جد وجہد کے لیے آمادہ نہیں، ان حالات میں اکثر بینک غیر اسلامی اسکیموں کو مختلف اسلامی نام دے کر، عوام کے دینی جذبے کا بھی استحصال کر رہے ہیں، اس سلسلے میں سنجیدہ اور مسلسل جد وجہد کے بغیر، غیر اسلامی نظامِ معیشت سے چھٹکارا نہیں پایا جاسکتا!۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے مُعاشی استحکام کے لیے، مُعاشی عدل وانصاف کا عملی نظام پیش فرمایا، سُود کا خاتمہ کیا، رِشوت کو ممنوع قرار دیا، اور ہر اُس لین دَین کی ممانعت فرمادی، جس میں کسی کی مجبوری سے غلط فائدہ اٹھایا جا رہا ہو۔ نبیٔ رحمت ﷺ کی ان تعلیمات کو آج بھی اگر عملی جامہ پہنایا جائے، تو یقیناً مُعاشی واقتصادی

خوشحالی جنم لے سکتی ہے، غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے، اور ہم اپنے بچوں کو رزقِ حلال کا لقمہ کھلا کر، آج بھی ایک مہذّب اور صالح مُعاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں!!۔

حصولِ رزق کے جائز وسائل

عزیزانِ گرامی قدر! خالقِ کائنات کا کروڑہا کروڑ احسان! کہ اس نے حصولِ رزق کے بے شمار وسائل وذرائع پیدا فرمائے؛ تاکہ بندہ اپنے اور اپنے اہل وعِیال کے لیے کوشش، محنت اور بھاگ دَوڑ کر کے کھیتی باڑی، تجارت، ملازمت اور دیگر حلال کاموں کے ذریعے رزق حاصل کر کے، بآسانی زندگی کا گزر بسر کر سکے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾[1] "وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین تابع کر دی، تو اس کے بنائے ہوئے راستوں میں چلو، اور اس کے دیے ہوئے رزق میں سے کھاؤ، اور اسی کی طرف تمہیں اٹھنا ہے"۔

یعنی اللہ تعالی نے یہ زمین ہمارے لیے مناسب طَور پر نرم فرمادی ہے، کہ ہم اپنے رہنے کے لیے اس میں مکانات وغیرہ بناتے ہیں، کھیتی باڑی کرتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں، نہ زمین کو لوہے کی طرح سخت بنایا، نہ پانی کی طرح نرم اور پتلا، کہ اس پر کچھ کام ہی نہ کیا جا سکے، لہٰذا اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہوئے، صرف حلال وطیّب روزی کمانے، کھانے، اہل وعِیال، ضرورتمندوں اور محتاجوں کو کھلانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالی ہم سب کو رزقِ حلال کمانے، ناجائز وحرام ذرائع آمدَن اور دوسروں کا حق مارنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!۔

---

(۱) پ۲۹، الملك: ۱۵.

دعا

اے اللہ! ہمارے رزقِ حلال میں وسعتیں اور برکتیں عطا فرما، ہمیں حلال اور جائز ذرائعِ آمدن اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی، بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطافرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطافرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

تزکیۂ نفس

(جمعۃ المبارک ۴ ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ - ۲۶/۶/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ وَالسّلامُ عَلى خاتم الأنبياءِ وَالمرسَلين، وعَلى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجمَعِيْن، وَمَن تَبِعَهُم بِإحْسَانٍ إِلى يَوْمِ الدِّين، أَمّا بَعد: فَأَعُوذُ بِالله مِنَ الشّيطانِ الرَّجِيْم، بِسْمِ الله الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللَّهُمَّ صلِّ وسلِّمْ وبارِكْ علَى سيِّدِنَا ومولانا وحبيبِنا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

طہارتِ نفس

میرے محترم بھائیو! نفس (باطن) کی پاکیزگی اور طہارت کا حصول ناممکن تو نہیں، مگر اس کے لیے کچھ محنت ضرور کرنی پڑتی ہے، جو جس قدر اللہ ورسول کے اَحکام کی پیروی کرتا ہے، اس پر فضلِ الٰہی اُسی قدر زیادہ ہوتا ہے، جو مسلمان اپنے دل کو باوُجود نفسانی وشیطانی طاقتوں کے، پاکیزہ وصاف ستھرا رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، اس کے لیے اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۞ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا﴾[1] "قسم ہے جان کی! اور اس کی جس نے اسے ٹھیک ٹھیک بنایا! پھر اس کی بدکاری وپرہیزگاری دل میں ڈالی"۔

---

(۱) پ۳۰، الشمس: ۷، ۸.

نفسِ امّارہ پر بھروسا بہت بڑی غلطی ہے

محترم بھائیو! انبیائے کِرام علیہم السلام معصوم ہیں، اُن پر اُن کے ربِ کریم کا خصوصی فضل وکرم ہے، لہٰذا اِن حضراتِ مقدّسہ تک شیطان کی رَسائی نہیں ہوتی، جو انبیائے کرام علیہم السلام وصالحین کے نقشِ قدم پر چلتا رہے، ان شاء اللہ کامیابی اس کا بھی مقدّر ہوگی، لیکن نفسِ امّارہ اور شیطان، انسان کو گمراہی کی طرف مائل، اور ہدایت سے دُور کرنے کی پوری کوشش میں رہتے ہیں، جس سے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ﴾[1] "نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے، سِوائے اس کے جس پر میرا رب مہربانی فرمائے"۔ لہٰذا کوئی اپنے نفس وباطن پر بھروسا نہ کرے، بلکہ ہر وقت اس کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے!۔

نفس کی پاکیزگی کامیابی کی ضمانت ہے

عزیز دوستو! جو شخص تجارت کرتا ہے، حساب کے وقت اس کا ہدَف اپنے منافع کی سلامتی ہوتا ہے، وہ تجارت کو ترقی دینے کے لیے دوسروں سے مدد بھی لیتا ہے، اور کامیاب وترقی پانے والوں کے طریقے پر عمل کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اسی طرح عقل راہِ آخرت کی تاجر ہے، اس کا ہدَف تزکیۂ نفس وباطن ہے؛ کیونکہ نفسِ انسان کی پاکیزگی اور اس کا ستھرا پن، آخرت کی کامیابی وکامرانی کا ایک بہترین ذریعہ ہے، لہذا اس کی دیکھ بھال اور اصلاح کی شدید ضرورت رہتی ہے، اللہ رب العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾[2] "وہ مراد کو پہنچا جس

---

(۱) پ۱۳، یوسف: ۵۳.

(۲) پ۳۰، الشمس: ۹، ۱۰.

نے اس (نفس وباطن) کو پاکیزہ کرلیا، اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے (گناہوں میں) دَبائے رکھا"۔

یعنی کامیاب وہی ہے جس نے اپنے باطن کو پاک وستھرا کرلیا، ان کامیاب لوگوں میں سرِفہرست انبیائے کرام علیہم السلام ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی سے مطلع فرمایا، اسی لیے وہ حضرات نبوّت سے پہلے بھی معصوم ہوتے ہیں، اور انہی کے طفیل انسان کو اچھائی وبرائی کی اطلاع دے دی؛ تاکہ لوگ اچھے کام کریں، اور برے اعمال سے بچتے رہیں۔ خالقِ کائنات جل جلالہ نے انسان کو بالکل مجبور اور بے بس نہیں بنایا، بلکہ اسے کچھ اختیار بھی دیا ہے، اسی لیے انسان جو نیکی یا بُرائی کرتا ہے، اپنے اختیار سے کرتا ہے۔

تزکیۂ نفس کے فوائد

عزیزانِ محترم! اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرام کردہ چیزوں سے نفس وباطن کو بچانے، اور انہیں حلال وطیّب کی طرف پھیرنے کا نام تزکیۂ نفس ہے۔ اس کے فوائد سے متعلق رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الإيمان: (١) مَنْ عَبَدَ اللهَ وَحْدَه فَإِنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، (٢) وَأَعْطٰى زَكاةَ مَالِه طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُه ... (٣) وَزَكّٰى عَبْدٌ نَفْسَه» "تین ۳ کام ایسے ہیں کہ جو انہیں انجام دے گا، ایمان کا مزہ پالے گا: (۱) وہ جو اللہ وَحدَہ کی عبادت کرے، کہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، (۲) وہ جو خوشی سے اپنے مال کی زکاۃ ادا کرے، (۳) اور وہ بندہ جو گناہوں سے اپنے نفس وباطن کا تزکیہ کرتا رہے" کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! آدمی کے اپنے نفس وباطن کے تزکیہ

سے کیا مراد ہے؟ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «يَعْلَمُ أَنَّ اللهَ مَعَهُ حَيْثُ مَا كَانَ»[1] "یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرے ساتھ ہے"۔

تزکیۂ نفس کی اہمیت

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! تزکیۂ نفس وباطن اس قدر ضروری اور عظیم کام ہے، جسے انجام دینے کے لیے رب تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ ومقرّب انبیاء ورُسُل کو مبعوث فرمایا، انبیائے کِرام علیہم السلام نے لوگوں کو پاک وستھرا کرکے، انہیں اعلیٰ مَراتب پر فائز کیا، گمراہی سے پھیر کر اللہ رب العالمین کی طرف متوجّہ کیا، پروَردگارِ عالَم ارشاد فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾[2] "وہی اللہ ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں، انہی میں سے ایک رسول (محمدِ عربی) بھیجا، جواُن پر اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں، اور انہیں پاکیزہ وستھرا کرتے ہیں، اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، اور یقیناً وہ لوگ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے"۔

"یعنی حضور احمدِ مجتبیٰ ﷺ کو بھیجا؛ تاکہ لوگوں کو قرآن وحدیث کا علم سکھائیں، لوگوں کو قرآن پڑھنا آجائے، حضور قرآن پڑھتے ہیں ہمیں سکھانے کے لیے، ہم پڑھتے ہیں سیکھنے کے لیے، دل کی پاکیزگی حضورِ اکرم ﷺ کی نگاہِ کرم سے ملتی ہے، ایمان واعمال پاکیزگی کے اسباب ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کو سمجھنا اتنا آسان نہیں کہ ہر ایک اپنی اپنی عقل سے سمجھ لے، اگر ایسا ہوتا تو نبئ کریم ﷺ کو نہ

---

(١) "السنن الكبرى" للبَيهقي، كتاب الزكاة، ٤/ ٩٦.

(٢) پ٢٨، الجمعة: ٢.

بھیجا جاتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہدایت کے لیے حدیثِ پاک کی بھی ضرورت ہے، قرآنِ مجید کو اپنی عقل سے سمجھنے کے بجائے، آقائے کائنات ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنا ہے، ورنہ آدمی گمراہ ہو جاتا ہے، جب حضور ﷺ تشریف لائے تو لوگوں کی اکثریت جاہل تھی، سرکارِ دوعالم ﷺ کے فیض اور نگاہِ کرم سے پاک وصاف اور نورِ علم سے منوّر ہوگئے، اور تاقیامت ہوتے رہیں گے، کہ پاک وستھرا کرنے والا، نبوّت کا یہ سورج نہ غروب ہوگا، نہ اسے گرہَن لگے گا، نہ اس پر کوئی بادل آئے گا!""[1]۔

تزکیۂ نفس کے لیے گناہوں سے چھٹکارا ضروری ہے

رفیقانِ گرامی قدر! تزکیۂ نفس وباطن کے لیے ضروری ہے، کہ اسے جملہ باطنی اَمراض اور گناہوں سے چھٹکارا دلایا جائے، عقلمند وہی ہے جو نفس وباطن کی سرکشی سے ہوشیار رہے، اسے گناہوں سے باز رکھنے کے لیے لگام دے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ہم سب کے آقا ومولا ﷺ نے فرمایا: «لَيْسَ الشَّدِيدُ مَنْ غَلَبَ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ مَنْ غَلَبَ نَفْسَه»[2] "طاقتور وہ نہیں جو لوگوں پر غالب رہے، بلکہ طاقتور تو وہ ہے جو اپنے نفس وباطن پر غالب رہے"۔

تزکیۂ نفس کا ایک اہم ذریعہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ہے

عزیزانِ محترم! اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا بھی تزکیۂ نفس کا ایک اہم ذریعہ ہے، صحابۂ کِرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول تھا کہ وہ اپنے صدَقات، تاجدارِ رسالت ﷺ کے دستِ مبارک سے خیرات کروا کر دعائیں لیا کرتے تھے، اللہ ربُّ

(۱) "تفسیر نور العرفان" پ۲۸، جمعہ، زیرِ آیت: ۲، صـ۸۸۲، ۸۸۳، ملتقطاً ملخصًا۔

(۲) "صحيح ابن حِبّان" باب الفَقر والزُّهد والقناعة، ر: ۷۱۵، صـ۱۷۲.

العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿ خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَ تُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ ﴾[1] "اے حبیب! مسلمانوں کے اَموال میں سے زکاۃ لیجیے، جس سے آپ انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردیں، اور ان کے حق میں دعائے خیر کیجیے، یقیناً تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین وسکون ہے"۔

تزکیۂ نفس جہنم کی آگ سے دُوری کا باعث ہے

عزیز دوستو! راہِ خدا میں خرچ کرنے والے مسلمانوں کو، اپنے باطن کی پاکیزگی نصیب ہونے کے ساتھ ساتھ، بروزِ قیامت جہنم کی آگ سے بھی دُور رکھا جائے گا، حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا مال، غزوات اور راہِ خدا میں بھی خرچ کیا کرتے، مسجدِ نبوی کی مقدّس زمین، جس میں مرکزِ عشق ومحبت گنبدِ خضراء، جنّت کی کیاری اور منبرِ رسول واقع ہے، یہ بھی حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی خرید کر وقف کی ہے، آپ نے بہت سے غلام آزاد کیے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے صدقات وخیرات کیا کرتے، آپ کے ہر ہر صدقہ میں اعلیٰ درجے کا اِخلاص پایا جاتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا الۡاَتۡقَى ۙ الَّذِيۡ يُؤۡتِيۡ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴾[2] "جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، اور ستھرا و پاکیزہ ہونے کے لیے اپنا مال اللہ کی راہ میں دیتا ہے، اسے جہنم کی آگ سے بہت دُور رکھا جائے گا"۔ لہٰذا قیامت تک جو کوئی حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، اِخلاص کے ساتھ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے گا، اسے بھی یہ فضیلتیں اور برکتیں حاصل ہوں گی۔

---

(١) پ١١، التوبة: ١٠٣.

(٢) پ٣٠، الليل: ١٧، ١٨.

تزکیۂ نفس کے لیے بارگاہِ الٰہی سے استعانت

اعمالِ صالحہ، صدقات وخیرات اور صحبتِ صالحین اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ، بندے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع لائے، اپنے نفس وباطن کی اصلاح وتزکیہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے استعانت ومدد مانگتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ کی دعائے مبارکہ ہمارے لیے ذریعۂ ہدایت ونَجات ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ اس طرح دعا کیا کرتے: «اللّٰهُمَّ! آتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا»[1] "اے اللہ! میرے نفس وباطن کو تقویٰ سے آراستہ فرما، اس کا تزکیہ اور تصفیہ فرما، یقیناً تُو ہی سب سے بہتر پاکیزگی بخشنے والا ہے، اور تُو ہی نفس وباطن کا مالک ومَولیٰ ہے"۔

دعا

اے اللہ! ہمیں نفسِ امّارہ اور شیطان کے مکر وفریب سے بچنے، اور اس پر غالب رہنے کی توفیق عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی، بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(١) "صحيح مسلم" كتاب الذكر والدعاء والتوبة، ر: ٦٩٠٦، صـ١١٨١.

دجّال اور قربِ قیامت

(جمعۃ المبارک ٦ ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ - ۲۸/٦/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ وَالسّلامُ عَلى خاتم الأنبياءِ وَالمرسَلين، وعَلى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجمَعِيْن، وَمَن تَبِعَهُم بِإحْسَانٍ إِلى يَوْمِ الدِّين، أَمّا بَعد: فَأَعُوذُ بِالله مِنَ الشّيطانِ الرَّجِيْم، بِسْمِ الله الرَّحْمنِ الرَّحِيْم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللَّهُمَّ صلِّ وسلِّمْ وبارِكْ علَى سيِّدِنَا ومولانا وحبيبِنا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

دجّال کی وجہِ تسمیہ

برادرانِ اسلام! لغت کے اعتبار سے دَجَّال کا مادّہ دَجل ہے، جس کا معنی ہے "شیطانی چالوں سے دوسروں کو دھوکے میں ڈالنا، حقیقت کو چھپانا، جھوٹ بولنا اور غلط بیانی کرنا ہے"۔ چونکہ دجّال میں یہ سب عُیوب موجود ہیں، لہٰذا اسے دَجّال کہتے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں دَجّال سے مراد وہ جھوٹا مسیح[1] ہے، جو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، آخری زمانے میں ظاہر ہوگا، اور خدائی کا جھوٹا دعویٰ کرے گا۔

حضراتِ محترم! واضح رہے کہ دجّال کے نام کے ساتھ لفظِ "مسیح" بمعنی اسمِ مفعول ہے، یعنی ممسوح العین، "ایک آنکھ کا کانا"، جبکہ حضرت سیّدُنا عیسیٰ رُوح اللہ

(۱) انظر: "صحيح مسلم" باب ذكر الدجّال، ر: ۷۳۷۷، صـ۱۲۷۳.

علیہ السلام کا لقب مسیح بمعنی اسمِ فاعل ہے، یعنی برکت کے لیے چُھونے والے، اور چُھو کر مُردوں کو زندہ، اور بیماروں کو اچھا کرنے والے، لہٰذا باہم کوئی تعارُض نہیں [۱]۔

دجّال کا حُلیہ

حضراتِ گرامی قدر! دَجّال ایک نوجوان کافر مرد ہے، پستہ قد اور عظیم الجثّہ (یعنی بہت موٹا) سرخ رنگت کا مالک، ایک آنکھ سے کانا، گھنگریالے بالوں والا ہے [۲]۔

حضرت سیّدُنا عُبادہ بن صامِت رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنِّي قَدْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّال، حَتَّى خَشِيتُ أَنْ لَا تَعْقِلُوا. إِنَّ مَسِيحَ الدَّجَّالِ رَجُلٌ قَصِيرٌ أَفْحَجُ، جَعْدٌ أَعْوَرُ، مَطْمُوسُ الْعَيْنِ، لَيْسَ بِنَاتِئَةٍ وَلَا حَجْرَاءَ، فَإِنْ أُلْبِسَ عَلَيْكُمْ، فَاعْلَمُوا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ!» [۳] "میں نے تمہیں دجّال سے متعلق اتنی باتیں بتا دی ہیں، کہ تمہاری عقل میں نہ سمانے کا خدشہ لاحق ہونے لگا ہے۔ یقیناً دجّال پست قامت، ٹیڑھے پاؤں والا، گھنگھریالے بالوں والا، اس کی ایک آنکھ ہموار (یعنی برابر) ہے، وہ آنکھ نہ اُبھری ہوئی ہے، اور نہ دھنسی ہوئی، اگر تم پر اشتباہ ہو، تو جان لو کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے" (جبکہ دجّال کانا ہے!)۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ لَا يَخْفَى عَلَيْكُمْ، إِنَّ اللهَ لَيْسَ

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" دجّال کا ظہور، فصلِ اوّل، ۷/۲۱۰۔

(۲) "صحيح البخاري" باب ذكر الدجّال، ر: ۷۱۲۸، صـ۱۲۲۷، باختصار.

(۳) "سنن أبي داود" باب خروج الدَّجّال، ر: ۴۳۲۰، صـ۶۰۶.

بِأَعْوَرَ -وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى عَيْنِهِ- وَإِنَّ المَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ العَيْنِ اليُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ»[1] "اللہ تعالیٰ تم سے چُھپا ہوا نہیں، اللہ عزّوجلّ کانا نہیں، اور مسیح دجّال داہنی آنکھ سے کانا ہے، اس کی آنکھ گویا اُبھرے ہوئے انگور کی مانند ہے"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ، اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اے لوگو! دجّال کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر، اسے خدا نہ سمجھ لینا، اس کے بندہ ہونے کی دلیل، اس کی اپنی کانی آنکھ ہے، وہ اپنے آپ کو شفا نہ دے سکے گا۔ دجّال کی داہنی آنکھ کانی بھی ہوگی، اور اوپر کو انگور کی طرح اُبھری ہوئی بھی، جو ہر شخص کو نظر آئے گی، وہ اپنے اس عیب کو دُور نہ کر سکے گا"[2]۔

حضراتِ ذی وقار! مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارُض معلوم ہوتا ہے؛ کہ ایک روایت کے مطابق "دجّال کی آنکھ بالکل سپاٹ ہوگی" (یعنی نہ اُبھری ہوئی، نہ دھنسی ہوئی)، جبکہ دوسری روایت میں "انگور کی طرح اُبھری ہوئی" فرمایا۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ "مرقاۃ المفاتیح" کے حوالے سے، دونوں روایتوں میں تطبیق یوں فرماتے ہیں کہ "دجّال کی ایک آنکھ تو ہوگی ہی نہیں، وہ حصہ سر کے پیچھے کی طرح صاف ہوگا، دوسری آنکھ کانی ہوگی، اُبھرے ہوئے انگور کی طرح۔ یا اس کی ایک آنکھ کبھی صاف سپاٹ ہوگی، اور کبھی اُبھرا ہوا انگور۔ یا کسی کو وہ آنکھ سپاٹ نظر آئے گی، اور کسی کو اُبھرا ہوا انگور۔ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیثوں کے خلاف نہیں، جن میں اس

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِي﴾ ر: ٧٤٠٧، صـ١٢٧٤.

(۲) "مرآۃ المناجیح" "قیامت کے سامنے ہونے والی علامات اور دجّال کا بیان، پہلی فصل، ۷/۲۱۰۔

کی آنکھ کو ابھرے ہوئے انگور کی مانند فرمایا گیا ہے"[1]۔

دجّال کا موجودہ ٹھکانہ

عزیزانِ مَن! ایک بار حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے پیارے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو، نماز کے بعد اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہنے کا حکم دیا، اور پھر ارشاد فرمایا: «أَتَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟» "کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟"

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں!۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «إِنِّي -وَاللهِ!- مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ، وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ؛ لِأَنَّ تَمِيماً الدَّارِيَّ، كَانَ رَجُلاً نَصْرَانِيّاً، فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ، وَحَدَّثَنِي حَدِيثاً وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ الدَّجَّالِ، حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ، مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلاً مِنْ لَخْمٍ وَجذَامَ، فَلَعِبَ بِهِمِ المَوْجُ شَهْراً فِي الْبَحْرِ، ثُمَّ أَرْفَؤُوا إِلَى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ حِينَ مَغْرِبِ الشَّمْسِ، فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ، فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ، لَا يَدْرُونَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ؛ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ، فَقَالُوا: وَيْلَكِ مَا أَنْتِ؟ فَقَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، قَالُوا: وَمَا الْجَسَّاسَةُ؟ قَالَتْ: أَيُّهَا الْقَوْمُ! انْطَلِقُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ، فَإِنَّهُ إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ، قَالَ: لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلاً فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً. قَالَ: فَانْطَلَقْنَا سِرَاعاً حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ، فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقاً، وَأَشَدُّهُ وِثَاقاً، مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى

---

(۱) ایضاً، ۷/۲۱۲۔

عُنُقِهِ، مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ، قُلْنَا: وَيْلَكَ مَا أَنْتَ؟ قَالَ: قَدْ قَدَرْتُمْ عَلَى خَبَرِي، فَأَخْبِرُونِي مَا أَنْتُمْ؟ قَالُوا: نَحْنُ أُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ».

"میں نے تمہیں کسی بات کی ترغیب یا ڈرانے کے لیے جمع نہیں کیا، بلکہ صرف اس لیے جمع کیا ہے، کہ (تمہیں یہ واقعہ سناؤں کہ) تمیم داری ایک نصرانی شخص تھے، وہ میرے پاس آئے اور اسلام پر بیعت کی، مسلمان ہو گئے، اور مجھے ایک بات بتائی جو اُس خبر کے مطابق ہے، جو میں تمہیں دجّال کے بارے میں پہلے ہی بتا چکا ہوں، چنانچہ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ "بنو لخم" اور "بنو جذام" کے تیس ۳۰ آدمیوں کے ہمراہ، ایک بحری جہاز میں سوار تھے، انہیں ایک مہینے تک سمندر کی مَوجیں (طوفان کے سبب) دھکیلتی رہیں، پھر ایک دن غروب آفتاب کے وقت سمندر میں ایک جزیرے کے قریب پہنچے، پھر وہ لوگ چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر سوار ہو کر جزیرے تک گئے، تو وہاں انہیں ایک عجیب سی مخلوق ملی، جو موٹے اور گھنے بالوں والی تھی، بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے اگلے اور پچھلے حصے کو وہ پہچان نہیں سکے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تیرا خانہ خراب! تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں جسّاسہ (جاسوسہ) ہوں، ہم نے کہا کہ جسّاسہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تم لوگ اندر گرجے میں اس شخص کے پاس چلو، جو تمہاری خبر کے بارے میں بہت بے چین ہے، جب اس نے نام بتایا تو ہم گھبرائے کہ کہیں وہ شیطان نہ ہو! (بہرحال) ہم جلدی جلدی گرجے تک پہنچے، وہاں اندر ایک بہت بھاری بھرکم شخص تھا، ہم نے اتنی بڑی جسامت والا (یعنی پستہ قامت اور بہت موٹا) اور ایسا مضبوط بندھا ہوا شخص پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، اس کے ہاتھ کندھوں تک، اور گھٹنے ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے، ہم نے

پوچھا کہ کم بخت! تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ جب تم نے مجھے پا لیا ہے اور مجھ سے واقف ہو گئے ہو، تو مجھے بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم عرب کے لوگ ہیں" (اس کے بعد سیّدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے اپنے بحری سفر، طوفان، جزیرہ میں داخل ہونے اور جسّاسہ سے ملنے کی تفصیل دُہرائی):

اس نے پوچھا: «أَخبِرُونِي عَنْ نَخلِ بَيْسَانَ! قُلْنَا: عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِر؟ قَالَ: أَسْأَلُكُمْ عَنْ نَخْلِهَا، هَلْ يُثْمِرُ؟ قُلْنَا لَهُ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ لَا تُثْمِرَ! قَالَ: أَخْبِرُونِي عَنْ بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةِ! قُلْنَا: عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِر؟ قَالَ: هَلْ فِيهَا مَاءٌ؟ قَالُوا: هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ، قَالَ: أَمَا إِنَّ مَاءَهَا يُوشِكُ أَنْ يَذْهَبَ! -قَالَ: أَخْبِرُونِي عَنْ عَيْنِ زُغَر! قَالُوا: عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِر؟ قَالَ: هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ؟ وَهَلْ يَزْرَعُ أَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ؟ قُلْنَا لَهُ: نَعَمْ، هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ، وَأَهْلُهَا يَزْرَعُونَ مِنْ مَائِهَا، قَالَ: أَخْبِرُونِي عَنْ نَبِيِّ الْأُمِّيِّينَ مَا فَعَلَ؟ قَالُوا: قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ- قَالَ: أَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ؟ قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ؟ فَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ عَلَى مَنْ يَلِيهِ مِنَ الْعَرَبِ وَأَطَاعُوهُ -قال-: قَالَ لَهُمْ: قَدْ كَانَ ذَاكَ؟ قُلْنَا: نَعَمْ.

قَالَ: أَمَا إِنَّ ذَاكَ خَيْرٌ لَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ! وَإِنِّي مُخْبِرُكُمْ عَنِّي، إِنِّي أَنَا الْمَسِيحُ الدجّالُ، وَإِنِّي أُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الْخُرُوجِ، فَأَخْرُجُ فَأَسِيرُ فِي الْأَرْضِ، فَلَا أَدَعُ قَرْيَةً إِلَّا هَبَطْتُهَا فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ، فَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا، كُلَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدَةً، أَوْ

وَاحِداً مِنْهُمَا، اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتاً، يَصُدُّنِي عَنْهَا، وَإِنَّ عَلَى كُلِّ نَقْبٍ مِنهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُونَهَا».

"کیا بیسان (اُردن کا ایک شہر جو اسرائیل کے قبضے میں ہے) کی کھجوروں کے درختوں پر پھل آتے ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں، اس نے کہا کہ وہ زمانہ قریب ہے، جب ان درختوں پر پھل نہیں آئیں گے! پھر اس نے بحیرۂ طبریّہ (اسرائیل کے شمال مشرق میں اُردن کی سرحد کے قُرب) میں پانی سے متعلق پوچھا؟ ہم نے کہا کہ اس میں بہت پانی ہے، اس نے کہا کہ عنقریب اس کا پانی خشک ہو جائے گا! پھر اس نے زُغَر کے چشمہ کا حال دریافت کیا (جو اسرائیل کی مشرقی سَمت میں واقع ہے) کہ اس چشمے میں پانی ہے؟ اور کیا اس کے قریب کے لوگ اس پانی سے کاشتکاری کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں، پھر اس نے پوچھا کہ ناخواندہ لوگوں کے نبی کے بارے میں بتاؤ کہ اس نے کیا کیا؟ ہم نے کہا کہ وہ مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے ہیں، اس نے پوچھا کہ کیا عربوں نے ان سے جنگ کی؟ ہم نے کہا: ہاں، اس نے پوچھا: انہوں نے عربوں سے کیا مُعاملہ کیا؟ ہم نے اسے تمام واقعات بتائے، کہ جو لوگ عربوں میں عزیز تھے، اُن پر حضور اکرم ﷺ نے غلبہ حاصل کر لیا، اور انہوں نے حضور کی اِطاعت قبول کر لی! اس نے کہا کہ اُن کے حق میں اِطاعت ہی بہتر تھی!۔

(پھر اس نے کہا کہ) اب میں تمہیں اپنا حال بتاتا ہوں: میں مسیحِ دجّال ہوں، عنقریب مجھے نکلنے کا حکم دیا جائے گا، میں باہر نکلوں گا اور زمین بھر میں سَیر کروں گا، یہاں تک کہ کوئی آبادی ایسی نہیں چھوڑوں گا جہاں میں داخل نہ ہوں، چالیس ۴۰ راتیں برابر گشت میں رہوں گا، لیکن مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ میں داخل نہیں ہو سکوں

گا، وہاں جانے سے مجھے روک دیا جائے گا، جب بھی میں ان میں سے کسی ایک شہر میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا، تو فرشتہ مجھے تلوار سے روکے گا، ان شہروں کے تمام راستوں پر فرشتے مقرّر ہوں گے"۔

یہ واقعہ سنانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے، اپنا عصا شریف منبر پر مار کر فرمایا: «هَذِهِ طَيْبَةُ! هَذِهِ طَيْبَة! هَذِهِ طَيْبَةُ!» "یہ ہے طیبہ! یہ ہے طیبہ! یہ ہے طیبہ!"۔ اس کے بعد مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «أَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ ذَلِكَ؟» "کیا میں تم سے یہی سب نہیں بیان کرتا تھا؟" لوگوں نے عرض کی: جی ہاں!۔ (پھر فرمایا:)... «أَلَا إِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ، مِنْ قِبَلِ الْمْشْرِقِ مَا هُوَ، مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ»[1] "ہوشیار رہو! کہ دجّال شام کے سمندر (جانبِ شمال) میں ہے، یا یمن کے سمندر (جانبِ جنوب) میں، نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے! وہ مشرق کی جانب ہے! وہ مشرق کی جانب ہے!"۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ مذکورہ بالا حدیث شریف کے آخری جزء ... «أَلَا إِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ» ... إلخ، کی شرح میں دجّال کے ٹھکانے اور سَمت سے متعلق فرماتے ہیں کہ "اس فرمانِ عالی کی بہت سی شرحیں کی گئیں، بہترین شرح یہ ہے کہ دجّال کبھی بحرِ شام (جانبِ شمال) میں مقیّد رہتا ہے، اور کبھی بحرِ یمن (جانبِ جنوب) کی جیل میں رکھا جاتا ہے، آج کل ان دونوں جیلوں میں نہیں، بلکہ مدینہ منورہ سے مشرقی جانب میں ہے۔ یا یہ مطلب

---

(۱) "صحيح مسلم" باب قصّة الجسّاسة، ر: ۷۳۸٦، صـ۱۲۷٦، ۱۲۷۷.

ہے کہ وہ شامی یا یمنی جیلوں میں مقیّد رہتا ہے، مگر قریبِ خُروج مدینہ منوّرہ میں ان اَطراف سے نہ آئے گا، بلکہ مشرق کی طرف سے آئے گا"(۱)۔

خُروجِ دجّال کا وقت

حضراتِ گرامی قدر! آج کل یہود ونصاریٰ میں سے بعض لوگ، یہ دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ دجّال کا خُروج ہوچکا ہے، اور وہ اس کذّاب سے ملاقات بھی کر چکے ہیں، یاد رکھیے! یہ سب دعوے فی الحال جھوٹے اور بلا ثبوت ہیں؛ کیونکہ ہمارے نبئ برحق ﷺ نے خُروجِ دجّال سے قبل، بعض ایسی نشانیوں سے متعلق بیان فرمایا ہے، کہ جب تک وہ نشانیاں وُقوع پذیر نہ ہوجائیں، اُس وقت تک دجّال کا خُروج نہیں ہوسکتا!۔

حضرت سیّدُنا نافع بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، کہ نبئ رحمت ﷺ کے پاس مغرب کی طرف سے کچھ لوگ، اُونی کپڑوں میں ملبوس آئے، ان کی ملاقات حضورِ اکرم ﷺ سے ایک جھاڑی کے پاس ہوئی، جبکہ وہ کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، میں نے دل میں سوچا کہ چل کر ان کے اور حضور سرورِ عالَم ﷺ کے درمیان جاکر کھڑا ہوجاؤں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نبئ کریم ﷺ کے ساتھ کوئی دھوکا کردیں! پھر میں نے سوچا کہ ممکن ہے رسولِ کریم ﷺ ان کے ساتھ آہستہ سے بات کر رہے ہوں، بہرحال میں چلتا ہوا ان کے اور حضور رحمتِ عالم ﷺ کے درمیان آکر کھڑا ہوا، میں نے حضور پُرنور ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے نکلنے والے چار ۴ کلمات محفوظ کرلیے، جنہیں میں اپنے ہاتھ پر شمار کر رہا تھا، حضور سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" "قیامت کے سامنے ہونے والی علامات اور... الخ، پہلی فصل، ۷/۲۲۹، ملتقطاً۔

«تَغْزُونَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللهُ، ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللهُ، ثُمَّ تَغْزُونَ الرُّومَ فَيَفْتَحُهَا اللهُ، ثُمَّ تَغْزُونَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللهُ!».

"تم لوگ جزیرۂ عرب میں جہاد کرو گے، اللہ عزّوجلّ تمہارے ہاتھ پر فتح دے گا، پھر فارس والوں سے جہاد کرو گے، ربّ تعالی اس میں بھی تمہیں فتح دے گا، پھر رُوم سے جہاد کرو گے، اللہ عزّوجلّ اُن پر بھی فتح عطا فرمائے گا، پھر دجّال سے جہاد کرو گے، تو اللہ ربّ العالمین اس پر بھی تمہیں فتح یابی نصیب فرمائے گا!"۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدُنا نافع رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: "اے جابر! اسی لیے ہم سمجھتے ہیں کہ دجّال کا خُروج اُس وقت تک نہیں ہوگا، جب تک رُوم فتح نہ ہو جائے!"[1]۔

جنگِ عظیم اور خُروجِ دجّال

حضراتِ محترم! خُروجِ دجّال کی بڑی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ اس کے خُروج سے قبل دنیا کو ایک اَور عالمی جنگ کا سامنا ہوگا، اور قسطنطینیہ (ترکی) جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہوگا، دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «الْمَلْحَمَةُ الْعُظْمَى، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ، وَخُرُوجُ الدَّجَّالِ، فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ!»[2] "جنگِ عظیم، فتحِ قسطنطینیہ، اور خُروجِ دجّال، سب سات ۷ مہینوں کے اندر اندر واقع ہوگا!"۔

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الفِتن، ر: ۷۲۸٤، صـ۱۲٥٦.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ۲۲۳۸، صـ٥۱۳. [وقال أبو عيسى]: "هذا حديثٌ غريبٌ لا نعرفه إلّا من هذا الوجه". و"المعجم الكبير" باب الميم، أبو بحريّة عن معاذ بن جبل، ر: ۱۷۳، ۲۰/ ۹۱. و"مستدرَك الحاكم" كتاب الفِتن والملاحم، ر: ۸۳۱۳، ٤/ ٤۷۳. سكت عنه الذهبيُ في "التلخيص".

خُروجِ دجّال سے پہلے دنیا کی حالتِ زار

حضراتِ گرامی قدر! خُروجِ دجّال سے چند سال قبل، دنیا میں دھوکا فریب اور جھوٹ عام ہو جائے گا، فاسق وفاجر لوگ اہم مُعاملات میں رائے زَنی کریں گے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ سِنِينَ خَدَّاعَةً يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ» "دجّال کے خُروج سے پہلے چند سال، دھوکا اور فریب کے ہوں گے، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا بنا کر پیش کیا جائے گا، خِیانت کرنے والے کو امانتدار، اور امانتدار کو خائن قرار دیا جائے گا، اور ان میں رُوَیبضہ بات کریں گے"، عرض کی گئی: روَیبِضہ کون ہیں؟ فرمایا: «الْمَرْؤُ التَّافِهُ يَتَكَلَّمُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ»[1] "گھٹیا قسم کے لوگ، عام عوام کے اہم مُعاملات میں اپنی رائے دیں گے!"۔

میرے عزیز بھائیو! آج نام نہاد مہذّب دنیا، اور دجّالی میڈیا کا کردار ہمارے سامنے ہے، نیوز چینلز (News Channels) پر فاسق وفاجر، اور کم علم لوگ چوبیس ۲۴ گھنٹے، حقائق کو توڑ مروڑ کر، دنیا کے سامنے پیش کرنے میں مصروف ہیں، وہ

---

(۱) "مسند البزّار" مسند عوف بن مالك الأشجَعي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، ر: ٢٧٤٠، ٧/ ١٧٤. و"البداية والنهاية" كتاب الفِتن والمَلاحم وأشراط الساعة والأمور العظام يوم القيامة، ذكر خُروج الدجّال بعد وُقوع الملحمة الرُّومية وفتح القُسطنطينية، ١٩/ ١١٩. وقال ابن كثير: "وهذا إسنادٌ جيّدٌ قويٌّ، تفرّد به أحمدُ من هذا الوجه". و"مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" كتاب الفِتن، باب في أيام الصبر وفيمَن يتمسّك بدينه في الفِتن، ر: ١٢٢٢٨، ٧/ ٢٨٤. وقال الهيثمي: "رواه البزّار، وقد صرّح ابنُ إسحاق بالسماع من عبد الله بن دينار، وبقيّة رجالِه ثِقات".

جھوٹ کو سچ کہیں تو دنیا سچ مان لیتی ہے، اور اگر چمکتے سورج کی طرح رَوشن سچ کو جھوٹ کہہ دیں، تو عوام الناس تو رہے ایک طرف، اچھے خاصے پڑھے لکھے اور باشُعور قسم کے لوگ بھی، ان کی ہاں میں ہاں ملاتے نظر آتے ہیں!۔

اسی طرح ہمارا عدالتی نظام بھی سب کے سامنے ہے! کس طرح چور لیٹروں اور ملکی خزانہ لُوٹنے والے کرپٹ عناصر (Corrupt Elements) کو، باعزّت بَری کر دیا جاتا ہے، جبکہ غُربت واِفلاس سے مجبور ہو کر معمولی جُرم کرنے والا عام شہری، سالہا سال تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے سڑتا رہتا ہے! دجّال کے خُروج سے قبل دنیا کی جس حالتِ زار سے متعلق، رسولِ محتشم ﷺ نے آگاہ فرمایا تھا، آج وہ حالات بڑی تیزی سے پیدا ہو رہے ہیں! لہٰذا علمائے دین کو چاہیے، کہ اپنی تقریروں اور خطباتِ جمعہ میں، مسلمانوں کو فتنۂ دجّال سے متعلق، وقتاً فوقتاً ضروری آگاہی دیتے رہیں؛ تاکہ وہ اُس کے دَجل وفریب کا شکار ہونے سے بچے رہیں!۔

خُروجِ دجّال کا مقام

عزیزانِ گرامی قدر! حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: «أَنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ، يُقَالُ لَهَا: خُرَاسَانُ، يَتْبَعُهُ أَقْوَامٌ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ»[1]

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي بكر الصديق رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ر: ١٢، ١/ ١٩٠. و"سنن ابن ماجه" كتاب الفِتن، ر: ٤٠٧٢، ٢/ ١٣٥٣. و"مستدرك الحاكم" كتاب الفِتن والملاحم، أمّا حديث أبي عوانة، ر: ٨٦٠٨، ٤/ ٥٧٣. وقال الحاكم: "هذا حديثٌ صحيحُ الإسناد ولم يخرجاه". وقال الذهبي: "صحيح".

"دجّال مشرق کے ایک علاقہ سے ظاہر ہوگا، جسے خُراسان کہا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ ایسے لوگ ہوں گے، جن کے چہرے گویا تہہ بہ تہہ ڈھال (یعنی گول، چپٹے اور گوشت سے بھرے) ہوں گے"۔

فتنۂ دجّال سے آگاہی اور اُس کی علامات

حضراتِ محترم! دجّال کا فتنہ وفساد کس قدر بڑا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی امّتوں کو، اس سے خبردار کرتے رہے، اس سے بچنے کی تلقین کرتے رہے۔ حضرت سیّدُنا اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الأَعْوَرَ الكَذَّابَ، أَلاَ إِنَّهُ أَعْوَرُ! وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ! وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ: "كَافِرٌ"!»[1] "ہر ایک نبی نے اپنی اپنی قوم کو کانے کذّاب (دجّال) کے فتنے سے ڈرایا، خبردار! یقیناً وہ کانا ہے! اور یقیناً تمہارا رب کانا نہیں! اور یقیناً اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہے: "کافر"۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ، أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ!»[2] "حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور قیامت کے درمیان، دجّال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں!"۔

اسی طرح حضرت سیّدُنا ہِشام بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ رَأْسَ الدَّجَّالِ مِنْ وَرَائِهِ حُبُكٌ حُبُكٌ، فَمَنْ قَالَ:

---

(١) "صحيح البخاري" باب ذكر الدجّال، ر: ٧١٣١، صـ١٢٢٨.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند المدنيّين، ر: ١٦٢٥٥، ٢٦/ ١٨٧. و"صحيح مسلم" كتاب الفِتن، باب في بقية من أحاديث الدجال، ر: ٧٣٩٥، صـ١٢٧٩.

أَنْتَ رَبِّي افْتُتِنَ، وَمَنْ قَالَ: كَذَبْتَ! رَبِّيَ اللهُ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ، فَلَا يَضُرُّهُ -أَوْ قَالَ-: فَلَا فِتْنَةَ عَلَيْهِ!»[۱] "دجّال کا سر پیچھے سے گنجا معلوم ہوگا، جو شخص اس سے یہ کہہ لے گا کہ تُو میرا رب ہے، وہ اس کے فتنے میں مبتلا ہوجائے گا، اور جو اس کی تکذیب کر کے کہے گا، کہ میرا رب تو اللہ ہے، میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں، تو وہ اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا!" (یا یہ فرمایا کہ) "اس پر کوئی آزمائش نہیں آئے گی!"۔

حضرت سیّدُنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجّال کے بارے میں ارشاد فرمایا: «إِنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَاراً، فَنَارُهُ مَاءٌ بَارِدٌ، وَمَاؤُهُ نَارٌ!»[۲] "اُس دجّال کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، اور اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگا، اور اُس کا پانی آگ ہوگی!"۔

ایک اَور مقام پر حضرت رِبعی بن حراش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ حضرت سیّدُنا حذیفہ اور ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی مقام پر اکٹھے ہوئے، تو حضرت سیّدُنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: «لَأَنَا بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ أَعْلَمُ مِنْهُ، إِنَّ مَعَهُ نَهْراً مِنْ مَاءٍ وَنَهْراً مِنْ نَارٍ، فَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ نَارٌ، مَاءٌ، وَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ مَاءٌ،

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند المدنيّين، ر: ١٦٢٦٠، ٢٦/ ١٩١. و"مستدرَك الحاكم" كتاب الفِتن والملاحم، أمّا حديث أبي عوانة، ر: ٨٥٥١، ٤/ ٥٥٤. وقال الحاكم: "هذا حديثٌ صحيحٌ على شرط الشيخَين ولم يخرجاه". وقال الذهبي:"على شرط البخاري ومسلم". و"مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" كتاب الفتن، باب ما جاء في الدجّال، ر: ١٢٥٢١، ٧/ ٣٤٢، ٣٤٣. وقال الهيثمي: " له حديثٌ في الصحيح غير هذا. رواه أحمد، ورجالُه رجالُ الصحيح، ورواه الطَبَراني".

(۲) "صحيح البخاري" باب ذكر الدجّال، ر: ٧١٣٠، صـ١٢٢٧، ١٢٢٨.

نَارٌ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَأَرَادَ الْمَاءَ، فَلْيَشْرَبْ مِنَ الَّذِي يَرَاهُ أَنَّهُ نَارٌ، فَإِنَّهُ سَيَجِدُهُ مَاءً!».

"دجّال کے ساتھ جو چیزیں (شعبدے) ہوں گی، میں انہیں دجّال سے زیادہ جانتا ہوں! اس کے ساتھ پانی کی ایک نہر ہوگی، اور ایک نہر آگ کی ہوگی، جسے تم آگ سمجھو گے وہ پانی ہوگا، اور جسے تم پانی سمجھو گے وہ آگ ہوگی، تم میں سے جو شخص اسے پائے اور پیاس کے مارے پانی پینا چاہے، تو اس میں سے پیے جسے وہ آگ دیکھے، تو وہ اسے پانی پائے گا"۔ (اس پر) حضرت سیّدنا ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے سنا ہے!"[1]۔

زمانۂ دجّال میں غذائی قلّت

عزیزانِ محترم! خُروجِ دجّال کے وقت سخت غذائی قلّت اور قحط کا سامنا بھی ہوگا، تمام غذائی اَجناس اور پانی کے دستیاب ذخائر، دجّال اور اس کے گروہ کے قبضے میں ہوں گے، مسلمان بُوند بُوند کو ترس جائیں گے، اور غذا کے طور پر سوائے ذکرِ الٰہی کے اَور کوئی چیز دستیاب نہیں ہوگی۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، خُروجِ دجّال سے قبل پیش آنے والے شدائد کا ذکر فرمایا، تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ اُس دن کونسا مال بہترین ہوگا؟ حضور رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «غُلَامٌ شَدِيدٌ يَسْقِي أَهْلَهُ الْمَاءَ، وَأَمَّا الطَّعَامُ فَلَيْسَ» "وہ طاقتور غلام (خادم یا ملازم) جو اپنے گھر والوں (یا مالک) کو پانی لا کر پلا سکے، جبکہ کھانا تو ہوگا ہی نہیں"، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ پھر اہلِ

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الفتن، باب ذكر الدجّال، ر: ٧٣٧١، صـ١٢٧٠.

ایمان مؤمنین کی غذا کیا ہوگی؟ نبئ کریم ﷺ نے فرمایا: «التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَالتَّحْمِيدُ وَالتَّهْلِيلُ» "تسبیح، تکبیر، تحمید اور تہلیل"۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی، کہ اس وقت اہلِ عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا: «الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَلِيلٌ»[1] "اس وقت اہلِ عرب تعداد میں بہت تھوڑے ہوں گے"۔

میرے عزیز دوستو! غذا فراہم کرنے والی دنیا کی سب سے بڑی کمپنیوں کا، آج دجّالی قوّتوں کی ملکیت میں ہونا محض اتفاق نہیں ہے، بلکہ یہ سب دجّال کی آمد کے سلسلے میں، ان لوگوں کی طرف سے کی جانے والی پلاننگ (Planning) اور تیاریوں کا حصہ ہے، ہم مسلمانوں کو بنظرِ غائر اس کا مُشاہدہ کرنے، اور عالمی حالات و واقعات کو سمجھنے کی بھی اشد ضرورت ہے!۔

دجّال کی مدّتِ اِقامت اور اس کے اختیارات

برادرانِ گرامی! دجّال کا خُروج در حقیقت اللہ رب العالمین کی طرف سے، اپنے بندوں کی بہت بڑی آزمائش ہوگی، حضرت سیّدُنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: «مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند النساء، ر: ٢٤٤٧٠، ٤١/١٨. و"مسند أبي يعلى" مسند عائشة، ر: ٤٦٠٧، ٨/٧٨. و"مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" كتاب الفِتن، باب فيما بين يدي الدجّال من الجهد، ر: ١٢٥٠٠، ٧/ ٣٣٥. وقال الهيثمي: "رواه أحمد وأبو يعلى، ورجالُه رجال الصحيح". و"البداية والنهاية" كتاب الفِتن والملاحم وأشراط الساعة والأمور العظام يوم القيامة، ذكر أحاديث منثورة في الدجّال، ١٩/ ١٧٧. وقال ابن كثير: " تفرّد به أحمد، وإسنادُه صحيحٌ فيه غرابة، وتقدّم في حديث أسماء وأبي أمامة شاهدٌ له، والله أعلم".

السَّاعَةِ خَلْقٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ!»[1] "حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والی کوئی بھی مخلوق، (فتنہ وفساد وآفت) میں دجّال سے بڑی نہیں!"۔

زمانۂ دجّال کے حالات بیان کرتے ہوئے رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: «أَرْبَعُونَ يَوْماً، يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ»[2] "چالیس ۴۰ دن میں سب سے پہلا دن سال بھر کے برابر، دوسرا دن مہینے بھر کے برابر، اور تیسرا دن ہفتے بھر کے برابر ہوگا، جبکہ باقی تمام ایّام عام دنوں کی طرح" یعنی چوبیس چوبیس گھنٹوں کے ہوں گے۔

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ، مُنْذُ ذَرَأَ اللهُ ذُرِّيَّةَ آدَمَ، أَعْظَمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ!»[3] "جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کو زمین میں آباد کیا، یقیناً کوئی فتنہ دجّال کے فتنہ سے زیادہ شدید نہیں ہوا"، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «مَعَهُ جَنَّةٌ وَنَارٌ، فَنَارُهُ جَنَّةٌ، وَجَنَّتُهُ نَارٌ»[4] "ایک باغ اور ایک آگ اس کے ہمراہ ہوگی، جو جہنّم دکھائی دے وہ آرام کی جگہ ہوگی، اور جو دیکھنے میں جنّت معلوم ہوگی، وہ حقیقۃً آگ ہوگی"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فَيَدْعُوهُمْ فَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ وَيُصَدِّقُونَهُ، فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ أَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرَ، وَيَأْمُرُ الأَرْضَ أَنْ تُنْبِتَ

(١) "صحيح مسلم" كتاب الفتن، ر: ٧٣٩٥، صـ١٢٧٩.
(٢) "صحيح مسلم" باب ذكر الدجّال، ر: ٧٣٧٣، صـ١٢٧١.
(٣) "سنن ابن ماجه" أبواب الفتن، ر: ٤٠٧٧، ٢/ ١٣٥٩.
(٤) "صحيح مسلم" باب ذكر الدجّال، ر: ٧٣٦٦، صـ١٢٦٩.

فَتُنْبِتَ»[۱] "دجّال ایک قوم کو (اپنی ذات پر ایمان لانے کی) دعوت دے گا، وہ قبول کریں گے، اور اس کی تصدیق کریں گے۔ پھر وہ آسمان کو حکم دے گا کہ بارش برسائے تو وہ پانی برسائے گا، زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اُگائے گی"۔

خَرقِ عادت (بظاہر ناممکن کاموں) پر اسے قدرت دی جائے گی، جس کا اظہار وہ وقتاً فوقتاً کرتا رہے گا، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: «ثُمَّ يَأْتِي الخَرِبَةَ فَيَقُولُ لَهَا: أَخْرِجِي كُنُوزَكِ، فَيَنْصَرِفُ مِنْهَا فَيَتْبَعُهُ كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ»[۲] "پھر دجّال کسی ویرانے میں آکر (زمین کو) حکم دے گا، کہ اپنے خزانے نکال دے! اور جب وہ وہاں سے واپس لَوٹے گا، تو خزانے اس کے پیچھے ایسے چل پڑیں گے، جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کی اتّباع کرتی ہیں"۔

اسی طرح ایک اَور روایت میں، حضرت سیّدُنا مغیرہ بن شُعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہے، کہ دجّال کے بارے میں نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جتنا میں نے پوچھا اتنا کسی نے نہیں پوچھا، حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھ سے فرمایا: «مَا يَضُرُّكَ مِنْهُ؟» "تجھے اس سے کیا ضرر پہنچے گا؟" میں نے عرض کی: لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الفتن، باب ما جاء في فتنة الدجّال، ر: ۲۲۴۰، صـ ۵۱۴ ملخّصاً. [وقال أبو عيسى]: "هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريب، لا نعرفه إلّا من حديث عبد الرحمن بن يزيد بن جابر".

"بہارِ شریعت" مَعاد و حشر کا بیان، حصّہ ۱، ۱/۱۲۰، ۱۲۱، ملخّصاً۔

(۲) "سنن الترمذي" باب ما جاء في فتنة الدجّال، ر: ۲۲۴۰، صـ۵۱۴. [وقال أبو عيسى]: "هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريب، لا نعرفه إلّا من حديث عبد الرحمن بن يزيد بن جابر".

اور پانی کی نہر ہو گی! نبیٔ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذَلِكَ!»(۱) "یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے!"۔

شارحِ بخاری حضرت علّامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "دجّال اصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے، ایک طرف تو اللہ تعالیٰ اسے خَرقِ عادت پر قدرت عطا فرمائے گا، یہاں تک کہ مُردے بھی جِلائے گا (یعنی زندہ کرے گا)، بارش برسائے گا، کھیتی اُگائے گا، وغیرہ وغیرہ، جس سے کمزور ایمان والے اس کے پھندے میں پھنس جائیں گے، مگر ساتھ ہی ساتھ ایسی نشانیاں بھی اس کے ساتھ ہوں گی، جو اس کے جھوٹے ہونے کی بیّن دلیل ہوں گی، مثلاً کانا ہونا، یہ عیب ہے، اور معبود وہ ہے جو ہر عیب سے پاک ہے! معبود وہ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے، اگر یہ معبود ہوتا تو کانا کیوں ہوتا؟ اور بالفرض اس کی ایک آنکھ کانی تھی، تو اسے درست کیوں نہیں کر لیا؟ نیز اس کی پیشانی پر ک، ف، ر لکھا ہو گا، اگر وہ معبود ہوتا تو اسے مٹا کیوں نہیں دیا؟"(۲)۔

دجّال کے اوّلین پیروکار

عزیزانِ محترم! بعض روایات کے مطابق دجّال کے اکثر پیروکار یہود ہوں گے۔ حضرت سیّدُنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ إِصْبَهَانَ، سَبْعُونَ أَلْفاً، عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ»(۳) "اصفہان کے ستّر ہزار یہودی دجّال کے پیروکار ہوں گے، جن پر

(۱) "صحيح البخاري" باب ذكر الدجّال، ر: ۷۱۲۲، صـ۱۲۲۷.
(۲) "نزہۃ القاری" کتاب الفتن، باب ذکر الدجّال، تحت ر: ۲۹۰۰، ۸/۸۷۶-۸۷۷۔
(۳) "صحيح مسلم" كتاب الفتن، ر: ۷۳۹۲، صـ۱۲۷۸.

طیلسان نامی لباس ہوگا"۔

میرے عزیز! طیلسان ایک خاص قسم کا لباس (مثلِ شال) ہے، جو زینت کے طور پر کندھے اور سر ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسلام کے ابتدائی دَور میں جب تک یہ یہود کا نشانِ خاص رہا ممنوع رہا، اور جب اس کا رَواج عام ہوگیا، تب یہ مُباح (جائز) ہوگیا۔ دجّال کے اوّلین ستر ہزار پیَروکار جو قومِ یہود سے ہوں گے، ان کی خاص نشانی یہی ہے، کہ وہ "طیلسان" لباس استعمال کرتے ہوں گے۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی قدّس سرّہٗ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اس زمانہ میں یہود شہرِ اصفہان میں کثرت سے ہوں گے، اصفہان ایران کا مشہور شہر ہے، یہیں دجّال کا زور زیادہ ہوگا، اور دجّال کے پہلے مُعاون ومددگار یہود ہوں گے"[1]۔

مدینہ منوّرہ میں تین زَلزلے

عزیزانِ گرامی قدر! دجّال اپنے سفید گدھے پر، بَرق رفتاری کے ساتھ دنیا بھر کا گشت کرے گا، مکّہ معظّمہ اور مدینہ منوّرہ کے سوا، دنیا کا کوئی خطّہ ایسا نہ ہوگا جہاں دجّال نہ پہنچا ہو، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «المَدِينَةُ يَأْتِيهَا الدَّجَّالُ، فَيَجِدُ المَلائِكَةَ يَحْرُسُونَهَا، فَلَا يَقْرَبُهَا الدَّجَّالُ، وَلَا الطَّاعُونُ إِنْ شَاءَ اللهُ!»[2] "دجّال مدینہ طیّبہ کے پاس آئے گا، اور فرشتوں کو اس کی حفاظت پر مامور پائے گا، ان شاء اللہ عزّوجلّ نہ دجّال مدینہ طیّبہ میں آسکتا ہے، نہ ہی طاعون!"۔

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" قیامت کے سامنے والی علامات اور دجّال کا بیان، پہلی اوّل، ۷/۲۲۲۔

(۲) "صحيح البخاري" باب ذكر الدجّال، ر: ٧١٣٤، صـ١٢٢٨.

حضرت سیّدُنا ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ!»[1] "مسیح دجّال کا رُعب ودَبدَبہ، مدینہ منوّرہ میں داخل نہیں ہوسکتا، اُس دن مدینہ شریف کے سات ۷ دروازے ہوں گے، ہر دروازے پر دو ۲ فرشتے بطورِ مُحافظ موجود رہیں گے!"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدُنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «يَجِيءُ الدَّجَّالُ حَتَّى يَنْزِلَ فِي نَاحِيَةِ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ!»[2] "دجّال مدینہ منوّرہ کے ایک کنارے اُترے گا، پھر مدینہ منوّرہ تین ۳ بار (زلزلے سے) لرز اُٹھے گا، جس کے سبب سارے کافر اور منافق لوگ، یہاں سے نکل کر دجّال کے پاس پہنچ جائیں گے!"۔

فتنۂ دجّال سے بچاؤ کے طریقے

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! فتنۂ دجّال کی شدّت اور غلبہ اس قدر ہوگا، کہ کسی مسلمان کے پاس اس سے دُور بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا، اس کے شبہات کا اثر اِس قدر قوّی ہوگا، کہ مضبوط سے مضبوط ایمان والا بھی لڑکھڑا جائے گا۔ حضرت سیّدُنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ، فَوَاللهِ! إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ،

(١) المرجع نفسه، باب لا يدخل الدجال المدينة، ر: ١٨٧٩، صـ٣٠٢.
(٢) المرجع السابق، باب ذكر الدجال، ر: ٧١٢٤، صـ١٢٢٧.

فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ -أَوْ لِمَا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ-»[1] "جو شخص دجّال سے متعلق سنے، تو چاہیے کہ اُس سے دُور بھاگے؛ کیونکہ جو اس کے پاس جائے گا، اگرچہ اپنے آپ کو مؤمن سمجھتا ہو، وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑے گا؛ کیونکہ دجّال کے لائے ہوئے شکوک وشبہات ہی کچھ ایسے خطرناک ہوں گے، کہ آدمی ڈگمگا جائے!"۔

دجّال کے فتنے سے بچنے کے لیے سورۂ کہف کی آیات

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدُنا نوّاس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دجّال کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ! وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ، وَاللهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ! فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ؛ فَإِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ!»[2] "اگر دجّال نکلا اور میں تمھارے درمیان موجود رہا، تو تم سے پہلے میں اُس کا مقابلہ کرکے غلبہ پاؤں گا! اور اگر وہ نکلے اور میں تم میں نہ رہوں، تو ہر شخص خود اُس کا مقابلہ کرے گا، اور میرے بعد بھی اللہ ہر مسلمان کا والی اور وارِث ہے۔ تو تم میں سے جو اُسے پائے، اس پر "سورۂ کہف" کی ابتدائی آیات تلاوت کرے؛ کیونکہ یہ اس کے فتنے کا بچاؤ ہیں"۔

سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتوں کی فضیلت

ایک اَور روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِن فتنَة الدَّجَّالِ!»[3] "جو شخص

---

(١) "سنن أبي داود" باب خروج الدَّجَّال، ر: ٤٣١٩، صـ٦٠٦.
(٢) المرجع نفسه، ر: ٤٣٢١، صـ٦٠٦-٦٠٧.
(٣) "صحيح مسلم" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، ر: ١٨٨٣، صـ٣٢٦.

"سورۂ کہف" کی ابتدائی دس۱۰ آیات یاد کرلے، وہ دجّال کے فتنہ سے بچالیا جائے گا!"۔

سورۂ کہف کی آخری دس آیات

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ، كَانَتْ لَهُ نُوراً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ مَقَامِهِ إِلَى مَكَّةَ، وَمَنْ قَرَأَ بِعَشْرِ آيَاتٍ مِنْ آخِرِهَا، ثُمَّ خَرَجَ الدَّجَّالُ لَمْ يَضُرَّهُ!»[۱] "جو کوئی "سورۂ کہف" پڑھے، تو وہ بروزِ قیامت اُس کے لیے وہاں سے لے کر مکۂ مکرّمہ تک کی مسافت جتنا نور ہی نور ہوجائے گا، اور جو اِس سورت کی آخری دس۱۰ آیات پڑھے، پھر اگر دجّال نکلا، تو اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا!"۔

دجّال سے مقابلے کے لیے مسلمانوں کا پڑاؤ

حضراتِ ذی وقار! دجّال سے مقابلہ کرنے کے لیے، مسلمانوں کا پڑاؤ دِمشق کے قریب "غُوطہ" کے مقام پر ہوگا، حضرت سیّدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْغُوطَةِ، إِلَى جَانِبِ مَدِينَةٍ يُقَالُ لَهَا دِمَشْقُ، مِنْ خَيْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ!»[۲] "(دجّال سے) جنگ کے دَوران مسلمانوں کا پڑاؤ، شہرِ دِمشق کی ایک جانب "غُوطہ" کے مقام پر ہوگا، اور دِمشق شام کے شہروں میں سے ایک بہترین شہر ہے!"۔

آسمان سے نازل ہونے کے بعد، حضرتِ سیّدُنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام مسلمانوں

---

(۱) "المعجم الأوسط" باب الألف، من اسمه أحمد، ر: ۱٤٥٥، ۲/ ۱۲۳.
و"مستدرَك الحاكم" كتاب فضائل القرآن، ذكر فضائل سُور وآي متفرّقة، ر: ۲۰۷۲، ۱/ ۷٥۲. و قال الحاكم: "هذا حديثٌ صحيحٌ على شرط مسلم ولم يخرجاه. ورواه سفيان الثوري، عن أبي هاشم فأوقفه".

(۲) "سنن أبي داود" باب في المعقل من الملاحم، ر: ٤۲۹۸، صـ٦۰٤.

کے ساتھ مل کر، دجّال اور اس کے لشکر کے خلاف جہاد فرمائیں گے، جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگی۔

دَجّال کا خاتمہ

میرے بزرگو، دوستو اور بھائیو! قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق، حضرتِ سیّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام زندہ ہیں، اور قُربِ قیامت میں آسمان سے نُزول فرمائیں گے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام جب دوبارہ تشریف لائیں گے، تب لوگوں سے اسلام کی خاطر لڑیں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیز کو قتل کریں گے، جِزیہ موقوف کریں گے، اور دجّال کو قتل کریں گے[1]۔

اللہ ربّ العزّت نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو ایسا بلند مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے، کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام جب بھی کسی ایسے کافر کے پاس سے گزریں گے، جس کے مقدّر میں ایمان نہیں، وہ وہیں مَر جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ»[2] "حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام جیسے ہی کسی کافر کے پاس سے گزریں گے، آپ کی سانس کی خوشبو پہنچتے ہی وہ مَر جائے گا، اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی سانس کی خوشبو، آپ کی حدِ نگاہ تک پھیلتی ہوگی"۔

دجّال کی نظر جونہی حضرتِ سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر پڑے گی، وہ پگھلنے لگے گا، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ»[3]

(١) "سنن أبي داود" باب خروج الدَّجّال، ر:٤٣٢٤، صـ٦٠٧، ملخّصاً.
(٢) "صحيح مسلم" كتاب الفتن وأشراط الساعة، ر: ٧٣٧٣، صـ١٢٧١.
(٣) المرجع نفسه، ر: ٧٢٧٨، صـ١٢٥٤.

"دجّال اس طرح پگھلے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے"۔

وہ بچنے کے لیے آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے دُور بھاگنے کی کوشش کرے گا، حضرت سیّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اُس لعین کا تعاقُب فرمائیں گے، یہاں تک کہ بیت المقدس کے قریب، "لُد" نامی ایک بستی کے دروازے پر اُسے پکڑلیں گے، اور وہیں نیزے کے وار سے اُسے ہلاک فرمائیں گے۔ حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «يَأْتِي الْمَسِيحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، هِمَّتُهُ الْمَدِينَةُ، حَتَّى يَنْزِلَ دُبُرَ أُحُدٍ، ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ، وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ»(۱) "مسیحِ دجّال مشرق کی طرف (یعنی خُراسان) سے آئے گا، اس کا ارادہ مدینہ منوّرہ کا ہوگا، حتّی کہ جبلِ اُحد کے پیچھے اُترے گا، پھر فرشتے اس کا منہ ملکِ شام کی طرف پھیر دیں گے، اور وہ وہیں ہلاک ہوگا!"۔

ایک اَور روایت میں ہے: «فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ "لُدٍّ"، فَيَقْتُلَهُ»(۲) "حضرتِ سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام دجّال کا پیچھا کریں گے، یہاں تک کہ اسے بابِ "لُد" میں پائیں گے، تو وہیں اسے قتل کر دیں گے"۔

دجّال کا ذکر قرآنِ مجید میں نہ ہونے کی وجہ

عزیزانِ گرامی قدر! بعض حضرات کا کہنا ہے، کہ احادیثِ مبارکہ میں فتنۂ دجّال کو تاریخِ انسانیت کا سب سے بڑا فتنہ قرار دیا گیا ہے، پھر قرآنِ مجید میں اس کا ذکر

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الحج، ر: ۳۳۵۱، صـ۵۷۹.

(۲) "سنن الترمذي" باب ما جاء في فتنة الدجّال، ر: ۲۲۴۰، صـ۵۱۴.
[وقال أبو عيسى]: "هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريب، لا نعرفه إلّا من حديث عبد الرحمن بن يزيد بن جابر".

کیوں نہیں کیا گیا؟ بعض اہلِ علم نے اس اعتراض کے جواب میں، سورۃ الانعام کی آیت بطورِ دلیل پیش کی، کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾[1] "وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے، جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی، کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اُس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی، کہہ دیجیے کہ انتظار کرو، یقیناً ہم بھی منتظر ہیں!"۔

حضراتِ گرامی قدر! جن نشانیوں کا ذکر اس آیتِ مبارکہ میں کیا گیا ہے، ایک حدیث شریف کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان میں سے دجّال بھی ایک نشانی ہے۔ حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ، لَا يَنْفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ، أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْراً: (١) طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، (٢) وَالدَّجَّالُ، (٣) وَدَابَّةُ الْأَرْضِ»[2] "تین ۳ نشانیاں جب نمودار ہو جائیں، تو پھر کسی کو اب ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا، جو پہلے سے ایمان نہ لاچکا ہو، یا اپنے ایمان میں بھلائی نہ کمائی ہو، وہ نشانیاں یہ ہیں: (۱) سورج کا مغرب سے نکلنا، (۲) دجّال کا خُروج، (۳) اور اللہ کی مخلوق (دابۃُ الارض) کا نکلنا"۔

---

(١) پ٨، الأنعام: ١٥٨.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ٣٩٨، صـ٧٩.

عزیزانِ محترم! دجّال کا ذکر قرآنِ پاک میں واضح طور پر نہ ہونے کا، حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، مگر عدمِ ذکر میں حکمتِ الٰہی شاید، حدیثِ پاک کی اَہمیت کو اُجاگر کرنا بھی ہے، جیسے شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا[1]، غیر شادی شدہ زانی کے لیے کوڑوں کے علاوہ جلاوطنی کی سزا[2]، پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کی حُرمت کا ذکر[3] صرف احادیثِ مبارکہ میں ہے، بالکل ایسے ہی دجّال کا ذکر بھی واضح طور پر صرف احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے، لہٰذا جس طرح ہم دیگر کئی مسائلِ شرعیہ کو صرف احادیثِ مبارکہ کی بنیاد پر تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح دجّال سے متعلق اُمور پر بھی ایمان رکھنا ہم پر لازم ہے؛ کیونکہ احادیثِ مبارکہ جہاں قرآنِ پاک کے اَحکام کی تفسیر وشرح بیان کرتی ہیں، وہیں بعض ایسے مسائل بھی بیان کرتی ہیں، جن کا ذکر بظاہر قرآنِ پاک میں موجود نہیں۔

فتنۂ دجّال سے پناہ کی دعا

عزیزانِ مَن! فتنۂ دجّال سے پناہ طلب کرنے کے لیے، ہمیں اللہ رب العالمین کے حضور دعا گو رہنا چاہیے؛ کہ یہ ہمارے پیارے آقا ﷺ کی سنّت اور تعلیم ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ فتنۂ دجّال سے یوں پناہ مانگا کرتے تھے: «أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ!»[4] "اے اللہ میں فتنۂ دجّال سے تیری پناہ مانگتا ہوں!"۔

(١) المرجع نفسه، كتاب الحدود، ر: ٤٤١٤، صـ٧٤٩، ٧٥٠.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الشهادات، ر: ٢٦٤٩، صـ٤٢٩.

(٣) المرجع نفسه، كتاب النكاح، ر: ٥١٠٩، صـ٩١٤.

(٤) "سنن أبي داود" باب ما يقول بعد التشهّد، ر: ٩٨٤، صـ١٥٠.

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی، دجّال کے فتنہ، فساد اور شُرور سے محفوظ فرما، ایمان کی سلامتی عطا فرما، ہمارا خاتمہ بالخیر ہو، دجّال اور اس کی پیَروی کرنے والوں کو نیست ونابود فرما۔ ہمیں تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی، بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

اسلام اور یورپ کے تناظُر میں عورت کی آزادی

(جمعۃ المبارک: ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ - ۰۳/۰۷/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

اسلام کی آمد سے قبل عورت کی حالتِ زار

برادرانِ محترم! اسلام کی آمد سے قبل، انسانیت ظلم وستم کی چکّی میں پِس رہی تھی، ہر طرف جہالت کا گھٹاٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا، قتل وغارتگری کا بازار خوب گرم تھا، کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہیں تھا۔ ایسے حالات میں مُعاشرے کی کمزور ترین صِنفِ نازک عورت بھی محفوظ نہیں تھی، جہالت کے اُس دَور میں عورت کی حیثیت جنسی تسکین کے سامان سے زیادہ نہیں تھی، مظلوم عورت کئی لوگوں کی راحت کا سامان بننے پر مجبور تھی۔

صرف یہی نہیں، بلکہ بچہ پیدا ہونے کی صورت میں، بچے کے باپ کی تعیین کا طریقہ بھی بڑا عجیب تھا، بچے کی ماں یا کوئی ماہر قیافہ شناس، عورت اپنے نَومولود بچے کے اعضاء اور شکل وصورت وغیرہ دیکھ کر، جس مرد کی طرف اشارہ کرتی، وہی اس بچے کا باپ تصوّر کر لیا جاتا۔ اسی طرح ایّامِ ماہواری میں بھی عورت کے ساتھ انتہائی توہین

آمیز سُلوک برتا جاتا، عورت کو مارنا پیٹنا، اسے اپنے جوتے کی نوک برابر سمجھنا، اور اکثر وبیشتر مُعاملات میں اس کی حق تلفی کرکے اپنی اَنا کو تسکین پہنچانا، مَرد کی شان تصوّر کی جاتی، بحیثیت ماں، بیوی، بیٹی اور بہن، عورت کا کوئی معزّز مقام ومرتبہ نہیں تھا۔

عزیزانِ مَن! دَورِ جاہلیت میں خواتین کو، بالکل حقیر درجہ کا حامل خیال کیا جاتا تھا، کسی کے گھر بیٹی کی ولادت نہایت ہی معیوب بات سمجھی جاتی تھی، اُس بچی کا والد مارے شرم کے، دن بھر لوگوں سے منہ چُھپائے پھرتا رہتا۔ قرآنِ پاک میں دَورِ جاہلیت کے اس منظر کی عکّاسی یوں کی گئی ہے: ﴿ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌۚ(۵۸) یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴾[1] "جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے، تو دن بھر اُس کا منہ کالا رہتا ہے، اور وہ غصہ کھاتا ہے، لوگوں سے چُھپتا پھرتا ہے، اس بِشارت کی برائی کے سبب، کیا اسے ذِلّت کے ساتھ رکھے گا؟ یا اسے مٹی میں دَبادے گا؟ ارے بہت ہی بُرا حکم لگاتے ہیں!"۔

میرے عزیز بھائیو! ذرا سوچیے کہ جو مُعاشرہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دَرگور کرتا ہو، وہ عورت کو کوئی معزّز مقام ومرتبہ کیسے دیتا؟ الغرض کفر وشرک کی گرد سے اَٹے اُس مُعاشرے میں کوئی بھی شخص، کمزور، بے بس اور مظلوم عورت کی دادرَسی، اور اُس کے حق میں آواز بلند کرنے کے لیے تیار نہیں تھا، ایسے دِگرگوں حالات میں اسلام کا سورج طلوع ہوتا ہے، ظلم وستم کے بادل چھٹ ہیں، اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ عورت کو عزّت واحترام کے اس بلند مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں، جس کا دَورِ جاہلیت میں

(۱) پ ١٤، النحل: ٥٨، ٥٩.

کسی عورت نے تصوّر بھی نہیں کیا ہو گا!۔

آزادیٔ نسواں کا مغربی نظریہ اور اُس کی حقیقت

عزیزانِ گرامی قدر! دینِ اسلام نے عورت کو بحیثیت ماں، بہن، بیوی اور بیٹی جس قدر عزّت واحترام سے نوازا، اُس کی مثال دنیا کا کوئی مذہب، ملک، جُمہوریت، یا حقوقِ نسواں کے لیے کام کرنے والی این۔جی۔اوز (NGOs) تا قیامت پیش نہیں کر سکتیں!۔ آج نام نہاد ترقی یافتہ یورپی ممالک، آزادیٔ نسواں کا ڈھنڈورا پیٹتے نہیں تھکتے، بلکہ اس کی آڑ میں اسلامی تعلیمات پر تنقید کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے! جبکہ یورپ جسے آزادیٔ نسواں (Freedom of women) گردانتا ہے، وہ ہمارے نزدیک فحاشی اور بے حیائی ہے۔ اللہ رب العالمین مسلمانوں کو اس سے آگاہی دیتے ہوئے، اس کی ممانعت پہلے ہی فرما چکا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے، اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے!"۔

عزیزانِ گرامی! اگر آپ بنظرِ غائر دَورِ جاہلیت، اور یورپ کے موجودہ طرزِ زندگی کا جائزہ لیں، تو آپ پر یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی، کہ حالیہ یورپی طرزِ زندگی، دَورِ جاہلیت ہی کی ایک جدید شکل ہے، جس طرح دَورِ جاہلیت میں عورت ظلم وستم کی چکّی میں پِس رہی تھی، اسی طرح یورپ آج اُسے تہذیب و تمدّن، اَخلاقیات اور اَحکامِ

---

(۱) پ۱۸، النور: ۱۹.

شریعت سے آزادی کا لالچ دے کر، مُعاشرتی ذِلّت سے دوچار کررہا ہے، آزادیٔ نسواں اور مَردوں کے شانہ بشانہ چلنے کے دلفریب یورپی نعروں نے، عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر، ڈانس کلب (Dance Club) اور جسم فروشی کے اڈّوں تک پہنچادیا، فیشن کے نام پر اس کی عزّت، عصمت اور حیاء کی چادر تار تار کر کے رکھ دی، جو عورت اپنی صنفی نزاکت کے سبب اپنے شوہر کے لیے راحت وآرام اور چین وسکون کا سبب تھی، آج یورپ نے اسے کام کاج کی مشین بنا کر، اس سے اس کی نزاکت چھین لی، نیز اسے کئی کئی مَردوں کی ہوَس کا شکار بناکر رکھ دیا!!۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! یورپی مُعاشرہ، عورت کی آزادی، اس کی عزّت، احترام اور حقوق کی خاطر نہیں چاہتا، بلکہ اسے آزادیٔ نسواں کے نام پر فحاشی وبے حیائی کے دَلدَل میں دھکیل کر، عورت کی عزّت وعصمت اور حرمت کو پامال کرنا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ایک طرف تو عورتوں کے حقوق، اُن کی مُعاشرتی آزادی اور عزّت واحترام کی بات کرتا ہے، جبکہ دوسری طرف یہی لوگ اپنے شراب نوشی اور زِنا کے اڈّے چلانے کے لیے، ہر سال دنیا بھر سے ہزاروں عورتوں کی خرید وفروخت کا مکروہ دھندہ بھی کرتے ہیں، اور ان کے نزدیک یہ کوئی معیوب عمل بھی نہیں ہے، بلکہ وہ اسے بھی ایک قسم کی تجارت ہی خیال کرتے ہیں۔

شراب نوشی کی حرمت

افسوس کہ شراب وزِنا کی یہ دونوں لعنتیں اور برائیاں، آج اسلامی ممالک میں بھی عام ہوتی جارہی ہیں، یاد رکھیے! شراب نوشی گناہِ کبیرہ، حرام اور جہنم میں لے جانے والا شیطانی کام ہے! ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ

وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! شراب، جُوا، بُت اور جُوئے کے تیر چلانا ناپاک ہی ہیں، شیطانی کام ہیں، تواِن سے بچتے رہنا؛ تاکہ تم فلاح پاؤ!"۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَعَنَ اللهُ الْخَمْرَ، وَشَارِبَهَا، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ»[2] "اللہ تعالی نے لعنت فرمائی، شراب پر، اُسے پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، اسے بنانے اور بنوانے والے پر، اسے اُٹھانے والے پر، اور اس پر جس کے لیے اُٹھائی جائے"۔

بدکاری کی حرمت

اسی طرح زِنا کی حرمت بیان کرتے ہوئے اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾[3] "بدکاری کے پاس مت جاؤ! یقیناً وہ بے حیائی اور بہت ہی بُرا راستہ ہے"۔

میرے بھائیو! یورپ ہمیں فحاشی اور بے حیائی کے دلدل میں دھکیلنا چاہتا ہے! آزادئ نسواں کے لیے "میرا جسم میری مرضی" جیسے نعرے ان کے خطرناک عزائم کی عکّاسی کرتے ہیں، مشرق ومغرب کی ہر عورت کو یہ معلوم ہونا چاہیے، کہ یہ نعرہ اُن کی عزّت واحترام اور آزادی کے لیے نہیں، بلکہ فحاشی وعُریانیت کے کاروبار کو ترقی

---

(۱) پ۷، المائدة: ۹۰.

(۲) "سنن أبي داود" باب العصير للخمر، ر: ۳٦٧٤، صـ٥٢٧.

(۳) پ١٥، بني إسرائيل: ۳۲.

دینے کے لیے بلند کیا جارہا ہے! یہی وجہ ہے کہ آج اُن کا کوئی بھی تجارتی اشتہار، عورت کے وُجود سے خالی نہیں ہوتا، آپ کسی بھی دفتر، دکان یا فیکٹری میں چلے جائیے، تقریبًا ہر جگہ گاہکوں (Customers) کو متوجہ کرنے، اور ان کا دل لُبھانے کے لیے، نوجوان لڑکیوں کو نیم برہنہ لباس میں کھڑا کردیا جاتا ہے، گویا عورت نہ ہوئی، ایک شوپیس (Show Piece) ہوکر رہ گئی، جب چاہا، جہاں چاہا، کھڑا کرکے مال بنالیا!۔

یورپ میں ایسی عورتوں کو جنسی طور پر کس قدر ہراساں اور پریشاں کیا جاتا ہے؟ اس کا اندازہ یورپی ممالک میں عورتوں کے ساتھ ہونے والی، جنسی زیادتیوں اور قتل کے واقعات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے!۔

یورپ میں آزادئ نسواں اور اس کے نتائج

عزیزانِ محترم! یورپ جس آزادئ نسواں کی بات کرتا ہے، اس کے بھیانک اور تباہ کن نتائج، ہر سال ہزاروں خواتین کے ساتھ جنسی زیادتی، مار پیٹ، تشدّد اور اُن کے قتل کی صورت میں دنیا کے سامنے آرہے ہیں، اس نام نہاد آزادی کے سبب آج یورپ میں عورت کے ساتھ جو کچھ ہورہا ہے، ایسا تو شاید دَورِ جاہلیت کی کسی عورت کے ساتھ بھی نہیں ہوا ہوگا!۔

یورپی شماریاتی آفس "یورو اسٹیٹ" (Eurostate) کی سال ۲۰۱۷ء کے اَعداد وشمار سے تیار کردہ رپورٹ کے مطابق: "یورپی یونین کے رکن ممالک میں سے فرانس، جرمنی اور برطانیہ میں، عورتوں کے قتل کی شرح سب سے بلند رہی، اور ان میں بھی فرانس پہلے نمبر پر رہا۔ فرانس میں ایک سال کے دَوران ۱۰۹ عورتیں قتل کی جاتی ہیں، اور برطانیہ میں ہر تین ۳ میں سے ایک عورت کو تشدّد کا نشانہ بنایا گیا۔ جرمنی میں

۳۸۰، برطانیہ میں ۲۲۷ اور اسپین میں ۱۱۳ عورتیں مَردوں کے ہاتھوں قتل ہوئیں۔ اٹلی میں سال ۲۰۱۸ء کے دَوران قتل ہونے والی عورتوں کی تعداد ۱۴۲ رہی"[1]۔

ترکی کی قومی اَسمبلی کے **"عورت مرد مُساوی مَواقع کمیشن"** کی رپورٹ کے مطابق: "یورپی یونین ممالک میں، ۱۵ سال سے بڑی ہر تین ۳ عورتوں میں سے ایک، مَردوں کے ہاتھوں جسمانی یا جنسی تشدّد کا سامنا کر رہی ہے"[2]۔

اسی طرح معروف ویب سائٹ **"انڈیپنڈنٹ اردو"** کے مطابق: "ہَنگری (Hungary) کی یونیورسٹیز کے دو ہزار طلبہ وطالبات سے کیے گئے، انٹرویوز اور سوال ناموں کے نتائج یہ ظاہر کرتے ہیں، کہ اس آزادی واختلاط کے ماحول میں، ۳۴ فیصد طالبات کو جنسی ہَراسانی کا سامنا، اور ۱۶ فیصد طالبات کو جنسی تشدّد کا نشانہ بننا پڑا۔

یہی صورتِ حال رومانیہ (Romania)، جرمنی (Germany)، پولینڈ (Poland)، ڈنمارک (Denmark) میں بھی پائی جاتی ہے۔ جرمنی (Germany) میں خواتین پر جنسی تشدّد اور ہَراسانی کی شرح ۵۸ فیصد ہے، جبکہ پولینڈ (Poland) میں ایک تحقیقی جائزہ میں حصہ لینے والی، ۴۵۱ میں سے ۸۸ فیصد خواتین، پندرہ ۱۵ سال کی عمر کے بعد، کسی نہ کسی شکل میں جنسی ہَراسانی اور تشدّد کا شکار رہیں۔ نیدر لینڈ (Netherlands) میں ہَراسانی کے حوالہ سے گیارہ سو خواتین سے جمع کردہ معلومات کی روشنی میں، دن کی روشنی میں گلیوں اور بازاروں میں

---

(۱) "یورواسٹیٹ رپورٹ، برائے سال ۲۰۱۷ء": https://www.trt.net.tr/

(۲) "عورت مرد مُساوی مَواقع کمیشن رپورٹ": https://www.trt.net.tr/

۹۴فیصد خواتین کو ہَراساں کیا گیا۔

خواتین کے ساتھ یہ امتیازی روِیہ ایسے حالات میں اختیار کیا گیا ہے، جب خواتین کی یکساں نمائندگی کے اصول کی بنا پر، یورپی پارلیمنٹ (European Parliament) میں خواتین کی تعداد ۳۸فیصد ہے، اور خواتین یورپی ممالک کے کسی شہر کی انتظامیہ یا عدلیہ میں، ۳۳فیصد تک نمائندگی رکھتی ہیں، لیکن ان تمام مَناصب پر خواتین کی نمائندگی کے باوُجود، مُعاشرے، تعلیمی مراکز، کاروباری اور پیشہ وارانہ اداروں میں، نہ انہیں تحفظ ملا، نہ عزّت واحترام، حتی کہ سیاسی میدان میں قیادت کے مقام تک پہنچنے والی خواتین کو بھی، یورپ (Europe) اور امریکہ (United States) کی حد تک جنسی ہَراسانی اور تضحیک کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ اَعداد وشمار بتاتے ہیں کہ ایسی خواتین کی ۲۵فیصد آبادی، جنسی حملوں کا نہ صرف شکار رہیں، بلکہ بعض اوقات جسمانی تشدّد کا بھی شکار ہوئیں۔ وہاں کے قانون کی نگاہ میں صنفی مُساوات کے باوُجود، ہر شعبہ میں خواتین تعصب، تفریق اور استحصال کا شکار ہیں"[1]۔

دینِ اسلام میں عورت کی آزادی اور اُس کے فوائد

حضراتِ محترم! یورپی فکر کے مقابل، اسلامی نظامِ زندگی میں، ایک مسلمان خاتون کو جس قدر آزادی اور اختیار حاصل ہے، یورپ میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں۔ ہر مسلمان خاتون چاہے وہ شادی شدہ ہو، یا غیر شادی شدہ، امیر ہو یا غریب، بالغہ ہو یا نابالغہ، وہ ہر طرح کی فکرِ کسب ومُعاش سے آزاد ہے، اُسے اپنا گھر بار چلانے، بال بچوں کو پالنے، اور تعلیمی اِخراجات پورے کرنے کے لیے، آدھی آدھی رات تک یورپین عورتوں (European

(۱) https://www.independenturdu.com

(womens) کی طرح کام کاج نہیں کرنا پڑتا، بلکہ اُسے یہ حکم ہے کہ گھر میں آرام وسکون سے رہے، اور ان اِخراجات کا انتظام اُس کا باپ، بھائی، شوہر یا بیٹا کرے گا!۔

اسلامی مُعاشرے کی بعض خوبیاں

میرے عزیزو! اسلام دنیا کا واحد دین ومذہب ہے، جس میں ایک عورت کی کَفالت، یعنی کھانے پینے، رہائش، علاج مُعالجہ اور تعلیم وغیرہ کی ذمہ داری کے لیے، چار چار مرد موجود رہتے ہیں، اگر نابالغ ہے تو اس کی پروَرش باپ کے ذمہ ہے، باپ نہ رہے تو بھائی اس ذمہ داری کو نبھاتا ہے، جب شادی ہو جائے تو کَفالت کا ذمّہ شَوہر پر ہے، اور اگر خدانخواستہ باپ، بھائی اور شوہر تینوں وفات پاجائیں، تو اب یہ فریضہ بیٹا انجام دیتا ہے، اور اگر بالفرض وہ بھی نہ رہے، تو اسلام اَخلاقی طَور پر بیوہ عورت سے نکاح کرکے، اسے سہارا دینے کی تعلیم دیتا ہے، خود حضور نبئ کریم ﷺ نے بیوہ اور مطلّقہ خواتین سے شادی کرکے، انہیں "امّہات المؤمنین" کے بلند مقام ومرتبہ سے نوازا!۔

اس کے علاوہ ایک مسلمان خاتون کو، جتنا لاڈ پیار اور عزّت واحترام ملتا ہے، وہ یورپی آزادئ نسواں کی دلدادہ عورت کو ہرگز نصیب نہیں ہوسکتا، اسلامی مُعاشرے میں عورت جب چھوٹی بچی ہوتی ہے، تو باپ اور بھائیوں کا سارا پیار اور محبت اُسے ملتا ہے، مسلمان باپ اپنے بیٹوں کی نسبت، بیٹیوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں، بھائی اپنی بہنوں پر جان نچھاوَر کرتے ہیں، ان کی عزّت کے مُحافظ ہوتے ہیں، لہٰذا عورت کو مُعاشرے میں کسی طرح کا خوف محسوس نہیں ہوتا؛ کیونکہ اُسے یہ معلوم ہے کہ اس کے بھائی اس کی طرف اٹھنے والی ہر میلی نگاہ کو پھوڑ دیں گے! شادی کے بعد اس کا شوہر اُس کے ناز نخرے

اٹھاتا اور خیال رکھتا ہے، اس کی چھوٹی بڑی ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے، جبکہ مسلمان خاتون کے بڑھاپے میں اولاد اس کی خدمت پر مامور ہوتی ہے۔

الغرض زندگی کے کسی بھی موڑ پر، مسلمان خاتون اکیلی نہیں، جبکہ اس کے برعکس یورپی مُعاشرے میں پلنے بڑھنے والی عورت بڑی مظلوم ہوتی ہے، بچپن میں ماں باپ کی شفقت سے محروم رہتی ہے؛ کیونکہ ماں اور باپ دونوں کام کاج اور دفتری مصروفیات کے سبب، بچوں کو ٹھیک سے وقت نہیں دے پاتے، شادی ہوجائے تو گھریلو اِخراجات کے نصف حصے کی ادائیگی بیوی کے ذمّہ بھی ہوتی ہے۔

شُترِ بے مُہار جیسی جنسی آزادی کے باعث، عورت اپنے بوائے فرینڈ (Boyfriend) اور مرد اپنی گرل فرینڈ (Girl friend) کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، ناجائز تعلقات رکھتا ہے، اور اپنی بیوی کو اس کے مقام و مرتبہ کی حیثیت کے مطابق وقت اور توجہ نہیں دیتا، جس کے باعث میاں بیوی کا رشتہ ناچاقیوں کا شکار ہوکر رہ جاتا ہے، اور پھر نَوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے! علیحدگی کی صورت میں اگر بچے بھی ساتھ ہوں، تو یورپی عورت اپنی اور ان بچوں کی کَفالت کی خاطر، ہر صحیح وغلط کام کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے، جبکہ بڑھاپے میں وہی اولاد، اس ماں کو مرنے کے لیے، اولڈ ہاؤسز (Old Houses) میں چھوڑ کر، دنیا کی رنگینیوں میں کھوجاتی ہے!!۔

اسلام اور عورت کا اَخلاقی، مالی اور مُعاشرتی تحفظ

حضراتِ ذی وقار! یورپ کے مقابلے میں، دینِ اسلام خاتون کو اَخلاقی، مالی اور مُعاشرتی طور پر کتنا تحفظ فراہم کرتا؟ اسے کس قدر عزّت و احترام سے نوازتا ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک

میں، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کا حکم دیتے ہوئے، ماں کے ساتھ حُسنِ سُلوک کی خاص طور پر الگ سے تاکید فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾[1] "ہم نے آدمی کو تاکید کی، اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی، اسے پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے، اور اسے جنا بھی تکلیف سے"۔

ماں کا مقام

دینِ اسلام میں عورت کو بحیثیتِ ماں، کیا مقام ومرتبہ اور ادب واحترام حاصل ہے، اس سے متعلق ایک روایت میں ہے، کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آکر عرض گزار ہوا: یا رسولَ اللہ! میری طرف سے سب سے زیادہ بھلائی کا حقدار کون ہے؟ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «أُمُّكَ» "تمھاری ماں" اُس نے عرض کی: پھر کون؟ رسولِ محتشم ﷺ نے فرمایا: «[ثُمَّ] أُمُّكَ» "پھر بھی تمھاری ماں" اُس نے کہا: پھر کون؟ رسولِ مکرّم ﷺ نے فرمایا: «[ثُمَّ] أُمُّكَ» "پھر بھی تمھاری ماں" وہ عرض کرنے لگا: پھر کون؟ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: «ثُمَّ أَبُوكَ»[2] "پھر تمھارا باپ" اس بات کا زیادہ حقدار ہے، کہ تم اُس سے حسنِ سُلوک کرو!۔

بیوی کا مقام

اسی طرح ایک اَور حدیثِ پاک میں بیویوں کے حقوق کی رعایت پر تاکید کرتے ہوئے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ؛ فَإِنَّكُمْ

---

(١) پ٢٦، الأحقاف: ١٥.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٥٩٧١، صـ١٠٤٥.

أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ الله، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ الله، ...وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ»[۱] "خواتین کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو! تم نے انہیں اللہ تعالی کی امان میں لیا، اُن کی شرمگاہوں کو اللہ تعالی کے حکم سے اپنے لیے حلال کیا... تم پر اُن کو ان کا کھانا اور کپڑے مہیا کرنا لازم ہے!"۔

بیٹیوں کا مقام

بیٹی کے رُوپ میں بھی دینِ اسلام ایک عورت کے ساتھ حُسنِ سُلوک، اور باعتبارِ صِنف بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح نہ دینے کی تلقین کرتا ہے، محسنِ انسانیت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: «مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا -قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ- أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ»[۲] "جس کے ہاں بچی پیدا ہوئی، اور اُس نے جاہلیت کے طریقے پر اسے زندہ درگور نہ کیا، نہ اُسے حقیر وذلیل سمجھا، اور نہ لڑکوں کو اس کے مقابلے میں ترجیح دی، تو اللہ تعالی اس شخص کو جنّت میں داخل فرمائے گا"۔

ایک اَور مقام پر ام المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْراً مِنَ النَّارِ»[۳] "جو بیٹیاں دے کر آزمایا جائے، پھر اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، تو وہ بیٹیاں اپنے اس باپ کے لیے جہنم کی

---

(۱) "صحيح مسلم" باب حَجَّة النَّبِيِّ ﷺ، ر: ۲۹۵۰، صـ۵۱۵.

(۲) "سنن أبي داود" باب في فضل من عال يتامى، ر: ۵۱۴۶، صـ۷۲۳.

(۳) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصلة والأدب، ر: ۶۶۹۳، صـ۱۱۴۶.

آگ سے ڈھال بن جائیں گی!"۔

میرا جسم میری مرضی

حضرات ذی وقار! عورت کام کاج اور محنت مَشقّت کے لیے نہیں، بلکہ گھر کی زینت کے لیے پیدا کی گئی ہے، وہ گھر کی ملکہ ہے، اس کا کام گھر کا نظم ونسق چلانا، صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا، بچوں کی دیکھ بھال کرنا، اور اپنی زیب وزینت کا خیال رکھنا ہے۔ جبکہ گھر کے تمام اَفراد کی کَفالت کا ذمّہ مَرد پر ہے، دن بھر کی مَشقت کے بعد شام کو جب مرد گھر واپس لَوٹے، تو عورت کو یہ حکم ہے کہ خاوند کا خوشدلی سے استقبال کرے، اس کا منہ ہاتھ دھلائے، اور اُسے کھانا وغیرہ پیش کرے۔

اس کے برعکس یورپی کلچر (European culture) میں کَفالت کی جتنی ذمّہ داری ایک مرد پر ہے، اتنی ہی ذمّہ داری عورت پر بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ دن بھر کام کاج کے سلسلہ میں گھر سے باہر رہنے والی یورپی عورت، جب شام کو گھر واپس لَوٹتی ہے، تو وہ اس قابل نہیں رہتی کہ اپنے شوہر یا بچوں کے لیے وقت نکال سکے، ان کے لیے کھانا تیار کر سکے، یا بچوں کی تعلیم وتربیت پر توجہ دے سکے، انہی وُجوہ کی بِناء پر یورپ میں خانگی مسائل اور طلاق کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے۔

میرے عزیز بھائیو! غربت واِفلاس کے باوُجود خوشحال اور محبت بھری زندگی گزارنے والے مسلمانوں پر، یورپ حیران وپریشان ہے! وہ لوگ اس مُعاملہ میں مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں، آزادئ نسواں کے نام پر ہمارے خاندانی نظام (Family system) کو تباہ وبرباد کر دینا چاہتے ہیں! یہی وجہ ہے کہ وہ ورلڈ بینک (World Bank) اور آئی، ایم، ایف (IMF) کی صورت میں ہمارے سالانہ

بجٹ، اور مُعاشی پالیسیوں پر اثر انداز ہو کر، مَن مانے ٹیکس لاگو کرواتے ہیں؛ تاکہ ہر طرف غربت اور مہنگائی ہو، اور گھریلو اِخراجات پورے نہ پڑنے کے باعث، مجبوراً گھر کے سبھی اَفراد، ماں ہو یا باپ، بیٹا ہو یا بیٹی، کام کاج کے نام پر گھر سے باہر نکلیں۔ ماں بیٹے میں اور باپ بیٹی کے مابین کوئی امتیاز یا شرم وحیا باقی نہ رہے، مُعاشرہ مادر پدر آزادی کی راہ پر چل پڑے، بچوں پر ماں کی صورت میں تربیت ونگہبانی کا سسٹم ختم ہو جائے، انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو، تاکہ یہ لوگ شرم وحیا کی پیکر مسلمان خواتین سے، آزادیٔ نسواں کے نام پر، فحاشی وعُریانیت پر مبنی "میرا جسم میری مرضی" جیسے غلیظ اور بدبودار ایجنڈے کی تکمیل کرواسکیں!!۔

در اصل یہ لوگ عورت کی آزادی نہیں چاہتے، بلکہ عورت تک پہنچنے کے لیے اپنی مادر پدر آزادی چاہتے ہیں!!۔

عورت کا مقصدِ تخلیق

عزیزانِ محترم! اللہ رب العالمین نے مرد کو عورت کی نسبت جسمانی طور پر طاقتور بنایا ہے؛ تاکہ وہ مشقّت اور محنت مزدوری کرسکے، جبکہ عورت کا صِنفِ نازک ہونا ہی اس بات پر دلیل ہے، کہ وہ مَردوں کی طرح بھاری کام کاج کے لیے پیدا نہیں کی گئی، بلکہ اُسے یہ حکم ہے کہ وہ شان وشوکت کے ساتھ اپنے گھر میں رہے، پنج وقتہ نماز ادا کرے، اپنی عزّت وعصمت کی حفاظت کرے، اپنے بال بچوں اور گھر کی دیکھ بھال کرے، اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے، اور شوہر جب وہ کام کاج کی تھکن سے چُور ہو کر واپس گھر لَوٹے، تو اس کا خوشدلی سے استقبال کرے، اُسے راحت وآرام پہنچانے کی پوری کوشش کرے؛ تاکہ وہ ہر دنیاوی فکر وغم سے آزاد ہو کر ذہنی طور پر مطمئن اور پُرسکون رہے!۔

خالقِ کائنات عزّوجلّ عورت کا مقصدِ تخلیق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾[(۱)] "اُس (اللہ عزّوجلّ) کی نشانیوں میں سے ہے، کہ اُس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے جوڑے بنائے؛ تاکہ اُن سے آرام پاؤ، اور تمھارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی، یقیناً اس میں دھیان کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں!"۔

ایک اَور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا﴾[(۲)] "وہی اللہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اُسی میں سے اُس کا جوڑا بنایا؛ تاکہ وہ اُس سے چین پائے"۔ یعنی مرد عورت کی طرف سے محبت واُلفت پاکر چین وسکون میں رہتا ہے، جب آدمی گھر لَوٹتا ہے توگھر کے پُرسکون ماحول کی بدَولت، اُس کے دن بھر کی تھکن دُور ہوجاتی ہے۔

حرفِ اخیر

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! دینِ اسلام مسلمان خاتون کو اپنی عزّت، عصمت اور وقار کو برقرار رکھنے، اور اسے مُعاشرے کی بُری نگاہوں سے بچانے کے لیے، اسے مَرد وزَن کے اختلاط سے بچنے کا حکم دیتا ہے؛ تاکہ گلی کوچے کے لوگ اسے ہَوسناک نظروں سے نہ دیکھ پائیں! لیکن افسوس صد افسوس! کہ یورپی تہذیب کے دِلداہ بعض مسلمان، اہلِ یورپ کی اندھی تقلید میں، اپنا وقار اور حقیقی

(۱) پ۲۱، الروم: ۲۱.

(۲) پ۹، الأعراف: ۱۸۹.

پہچان کھو رہے ہیں، اسلامی تعلیمات اب انہیں اپنی ترقی کی راہ میں حائل، سب سے بڑی رکاوَٹ محسوس ہو رہی ہیں، خاص طور پر **"میرا جسم میری مرضی"** گروہ (Group) سے تعلق رکھنے والی وہ عورتیں، جو اسلامی تعلیمات کو اپنے پاؤں کی نہ صرف بیڑیاں سمجھتی ہیں، بلکہ ان حُدود کو توڑ کر باہر نکلنا پسند کرتی ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ دوسروں کو بھی فحاشی وبے حیائی کے اس مکروہ کھیل میں شریک کرنا چاہتی ہیں۔

ایسی عورتیں خواتینِ اسلام کے تقدّس کو پامال کر رہی ہیں؛ لٰہذا اس سے پہلے کہ یہ بدبودار طوفانِ بدتمیزی وبدتہذیبی ہمارے گھروں تک آن پہنچے، ہمیں اس کی روک تھام کے لیے عملی اِقدامات کرنے ہوں گے! ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے گھر والوں، نیز آس پاس کے ماحول کو، صوم وصلاۃ کا پابند بنانے کے ساتھ ساتھ، پردے (حجاب) کی تلقین بھی کرے! اور اس کی اہمیت واِفادیت سے آگاہ کرے۔ اللہ کریم ہمیں اَحکامِ شرعیہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے، اور یورپ کے آزادیٔ نسواں جیسے دلفریب نعروں کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمارے قول وعمل میں شرم وحیاء نصیب فرما، بے حیائی اور بے شرمی سے محفوظ فرما، ہماری خواتین کو نیک سیرت، باپردہ بنا اور باکردار بنائے رکھ، ہمیں خواتین کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما، ان میں سستی وکاہلی سے بچا۔ ہمیں تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی، بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

مُعاشرتی برائیوں کا سدِّباب

(جمعۃ المبارک ۱۸ ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ - ۱۰/۷/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

عزیزانِ محترم! کسی بھی مُعاشرہ سے جب تک برائیوں کا خاتمہ نہ ہو جائے، وہ مُعاشرہ ترقی وکامیابی نہیں پاسکتا! اس میں سُدھار پیدا نہیں ہوسکتا! مُعاشرتی برائیاں لوگوں کو آہستہ آہستہ دیمک کی طرح چاٹ کر کھوکھلا کر دیتی ہیں، بظاہر خوبصورت اور خوب سیرت نظر آنے والے انسان، جانوروں سے بھی بدتر ہوجاتے ہیں، لہٰذا ایسے اَفراد پر مشتمل مُعاشرہ اچھائیوں اور خوبیوں سے عاری ہو کر، وَحشی درندوں کی طرح اپنے گرد وپیش کے دیگر اَفراد اور قوم وملت کو، تباہ وبرباد کرکے رکھ دیتا ہے۔ آج ہم انہی مُعاشرتی برائیوں میں سے چند کا ذکر، اور ان کے اِزالہ کے اسباب بیان کریں گے۔

ظلم اور اس کا انجام

برادرانِ اسلام! دنیا بھر میں جب جب کسی مُعاشرہ میں ظلم وستم، اور جبر واستبداد کا رویہ اختیار کیا گیا، اور طاقت کے نشے میں اس حقیقت کو فراموش کیا گیا، کہ اللہ رب العالمین اس کائنات کا خالق ومالک ہے، جو ظلم وستم اور زیادتی کرنے والوں کو کسی طور پر پسند نہیں فرماتا! اور وہ جب چاہے ظالموں کو آنِ واحد میں اپنے غضب سے نشانۂ عبرت بنا سکتا ہے! تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ جب کبھی ایسا ہوا، بڑے دردناک اور بھیانک نتائج دیکھنے کو ملے!۔

قومِ نُوح، قومِ ابراہیم، اصحابِ مدیَن اور عاد وثمود کی سرکشی، اور ان کے عبرتناک انجام کو خود اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں بیان فرمایا: ﴿اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ۬ وَقَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ﴾[1] "کیا انہیں اپنے سے اگلوں کی خبر نہ آئی؟! نُوح کی قوم اور عاد اور ثمود، اور ابراہیم کی قوم اور مدیَن والے، اور وہ بستیاں جو اُلٹ دی گئیں! ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے تھے، تو اللہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرتا، بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے!"۔

حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْه» "اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیے رہتا ہے، یہاں تک کہ جب پکڑتا ہے تو وہ (ظالم) بچ کر

---

(۱) پ ۱۰، التوبة: ۷۰.

نکل نہیں پاتا!"۔ اس کے بعد نبئ کریم ﷺ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ﴾[1]

"ایسے ہی تیرے پروردگار کی گرفت ہے، جب وہ ظالم بستی والوں کو گرفت میں لیتا ہے! یقیناً اس کی گرفت سخت دردناک ہے!"۔

حرص اور لالچ

حضراتِ گرامی قدر! انسان اگرچہ بوڑھا ہو جائے، مگر اس کی دنیاوی طمع اور لالچ میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَتَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ: (١) الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ، (٢) وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ»[2] "آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے، مگر اس میں دو ۲ چیزیں ہمیشہ جَوان رہتی ہیں: (۱) مال کی لالچ، (۲) اور طویل عمر کی تمنّا"۔

جب ہمیں معلوم ہے کہ حرص اور لالچ ہلاکت وگمراہی کا باعث ہیں، تو ہر صورت ہمیں قناعت اختیار کرنی چاہیے، اور اللہ تعالی کی عطا پر ہر حال میں راضی رہنا چاہیے! اسی میں ہماری کامیابی، مُعاشرہ کی فلاح و کامرانی، دنیا وآخرت کا سکون، اللہ ورسول کی خوشنودی، اور دُخولِ جنّت کا راز پوشیدہ ہے!۔

---

(١) پ١٢، هود: ١٠٢. و"صحيح البخاري" ر: ٤٦٨٦، صـ٨٠٧.

(٢) "صحيح مسلم" باب كَرَاهَةِ الْحِرْصِ ...، ر: ٢٤١٢، صـ٤٢١.

حرص اور لالچ کا علاج

میرے بزرگو ودوستو! اس مُعاشرتی مرض کا علاج صبر وقناعت ہے، یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو مل جائے، اس پر راضی رہ کر اللہ کا شکر بجالائے، اور اس عقیدہ پر جم جائے کہ انسان جب ماں کے پیٹ میں تھا، اسی وقت فرشتہ رب تعالیٰ کے حکم سے انسان کے بارے میں چار ۴ چیزیں لکھ دیتا ہے: اس کی (۱) عمر، (۲) روزی، (۳) اس کی نیک بختی، (۴) یا بد نصیبی۔

یہی انسان کا نوشتہ تقدیر ہے، لہٰذا اسے وہی ملے گا جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے، اس کے بعد یہ یقین جان کر اللہ تعالیٰ کی رضا، اور اس کی عطا پر راضی ہو جائیں، اور یہ کہہ کر لالچ کے قلعے کو ڈھادیں، کہ جو میری تقدیر میں تھا وہ مجھے ملا، اور جو میری تقدیر میں ہوگا وہ آئندہ بھی ملے گا۔ اور اگر کسی کمی کے باعث دل بے چین وپریشان ہو، اور نفس اِدھر اُدھر لپکنے لگے، تو صبر کی طاقت کے ذریعے نفسِ شریر کی لگام کھینچ لیں، اس طرح رفتہ رفتہ قلب میں قناعت کا نُور چمک اٹھے گا، اور حرص ولالچ کا میلا بادل چھٹتا چلا جائے گا، ان شاء اللہ!۔

مرضِ حسد

رفیقانِ گرامی قدر! مُعاشرتی برائیوں میں سے ایک حسد بھی ہے، یہ کسی بھی مُعاشرہ کی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ہے، حاسد شخص دوسرے کی نعمت کے زَوال کی تمنّا کرتا ہے، دوسروں کے پاس موجود نعمتوں سے جلتا ہے۔ حسد کے انہی خطرات ومضرّات کے سبب ہمیں اللہ تعالی نے حکم فرمایا، کہ ہم حاسد کے شر سے حفاظتی تدبیر کریں، اس سے اللہ کی پناہ چاہیں، ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ

اِذَا حَسَدَ﴾(۱) "(آپ فرمادیجیے! کہ میں ربّ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں) حاسِد کے شرّ سے، جب وہ مجھ سے جَلے"۔

بعض لوگ ایسے تنگ دل ہوتے ہیں، کہ دوسروں کی بھلائی اور بہتری کو اچھی نظر سے نہیں دیکھ سکتے، خاص طور پر اپنے رشتہ داروں، عزیزوں، دوستوں اور ہم پیشہ اَفراد کو، جب اچھی اور آسُودہ حالت میں دیکھتے ہیں، تو اُن کے سینوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ خوشحال لوگوں کی نعمتیں اور آسُودگی اُن سے چِھن کر ہمیں مل جائے!۔

میرے عزیز دوستو! حسد ایک بدترین جُرم ہے، اس سے ہر مسلمان کو بچنا بے حد ضروری ہے، حسد ایک ایسی برائی ہے جو کبھی کسی امّت کے لیے جائز نہیں رہی، جب بھی کوئی قوم اس برائی میں مبتلا ہوئی وہ ہلاکت میں پڑ گئی۔ نیز حسد ایمان کے بھی مُنافی ہے، مصطفیٰ جانِ رَحمت ﷺ نے فرمایا: «لَا يَجْتَمِعُ فِي جَوْفِ عَبْدٍ: الْإِيْمَانُ وَالْحَسَدُ»(۲) "کسی بندہ کے سینے میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہو سکتے"۔ کسی مُعاشرے کے اَفراد کا آپس میں حسد نہ کرنا، اُس مُعاشرے کی بھلائی کی ضمانت ہے، اور مسلمان کے سچے ایمان کی دلیل ہے۔

غُرور و تکبّر

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! تکبر ایک بُری رَوِش اور مُعاشرے کی برائیوں میں سے ایک ہے، جس کا اثر عملاً ظُہور میں آتا رہتا ہے، تکبر یہ ہے کہ انسان خود کو

---

(۱) پ۳۰، الفلق: ٥.

(۲) "صحيح ابن حِبّان" باب فضل الجهاد، ر: ٤٥٨٧، صـ٧٩٩.

دوسروں سے بہتر اور فائق سمجھے، اپنے کاموں کو دوسروں سے اچھا اور اونچا جانے، کہ میں نے جیسا کام کیا ویسا کسی کا نہیں ...وغیرہ وغیرہ۔ اسی خیال سے اُس کے دل میں غرور پیدا ہوتا ہے، اور اسی بنا پر شیطان کو مَردود قرار دیا گیا، ربِ کریم ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾[1] "تُو یہاں سے اُتر جا! تجھے یہ حق حاصل نہیں کہ یہاں رہ کر غرور کرے، نکل جا! تُو ذلّت والوں میں سے ہے!" کہ انسان تیری مذمّت کرے گا، اور ہر زبان تجھ پر لعنت کرے گی، اور یہی تکبّر والے کا انجام ہے[2]۔

تکبر کا ایک علاج

محترم حضرات! حضرت سیِّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ رَحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: «الْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِيءٌ مِنَ الْكِبْرِ»[3] "سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے دُور ہو جاتا ہے" یعنی جو شخص مسلمانوں کو سلام کر لیا کرے، وہ ان شاء اللہ متکبر نہیں ہو گا، اس کے دل میں عجز و نیاز ہو گا[4]۔

بدگمانی اور اس کا حکم

عزیزانِ محترم! ظن کے معنیٰ گمان کرنے کے ہیں، سُوئے ظن یعنی بدگمانی وغلط سوچ رکھنا۔ بُرا گمان کبھی اپنے متعلق، کبھی دوسروں سے متعلق، اور کبھی اللہ تعالیٰ

---

(١) پ٨، الأعراف: ١٣.

(٢) "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" پ٨، الاَعراف، زیرِ آیت: ۱۳، صـ۲۷۲۔

(٣) "شعب الإيمان" ٦١- باب في مقاربة ...إلخ، ر: ٨٧٨٦، ٦/ ٢٩٣٤.

(۴) "مرآۃ المناجیح" اچھی باتوں کا بیان، سلام کا باب، تیسری فصل، زیرِ حدیث: ۴۶۶۶، ۶/۲۸۰۔

کے بارے میں بھی ہوتا ہے۔ بدگمانی دِینی خرابی کا بھی باعث ہے، بدگمانی میں گرفتار شخص شیطان کے دامِ فریب میں پھنسا رہتا ہے، حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، دوسروں کے بارے میں منفی سوچ رکھتا ہے، بدگمانی سے عدمِ اعتماد کی فِضا پیدا ہوتی ہے، نفرتیں پھیلتی ہیں، برائیوں میں اضافہ ہوتا ہے، گمراہیاں جنم لیتی ہیں، اور باہمی تعلقات بھی بہت متاثر ہوتے ہیں۔

بدگمانی سے بچنا اہلِ ایمان اور صالحین کا طریقہ ہے، خالقِ کائنات جلّ جلالہ اہلِ ایمان کو بدگمانی سے روکتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ١ؗ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ﴾[1] "اے ایمان والو بہت گمان سے بچو! یقیناً بعض گمان گناہ بھی ہوتے ہیں"۔ اس آیتِ مبارکہ کے تحت مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "مسلمان بھائی کے بارے میں بدگمانیاں مت کیا کرو! اس کے کام یا کلام میں اچھا پہلو نکل سکتا ہو، تو اسے خواہ مخواہ بُرے پہلو پر محمول مت کرو! بعض گمان حرام ہیں، جیسے ربّ تعالیٰ پر بدگمانی کہ "وہ مجھے ہرگز نہیں بخشے گا"، یا مسلمان پر بلاوجہ بدگمانی کرنا"[2]۔

بدگمانی کا علاج

عزیزانِ مَن! بدگمانی کی عادت ختم کرنے کے لیے، بذاتِ خود اُس شخص سے واضح بات پُوچھ لینی چاہیے، جس کے بارے میں بُرا خیال آتا ہو۔ دوسرے کے بارے میں زیادہ سوچنے، اور بلاوجہ رائے قائم کرنے سے گریز کرنا بے حد لازم وضروری ہے، اپنی منفی سوچوں پر قابو رکھنے، بدگمانی دُور کرنے کی کوشش، غلطی پر دوسروں کو مُعاف کر دینے، اور

---

(۱) پ ۲٦، الحُجُرات: ١٢.

(۲) "تفسیر نور العرفان" پ۲۶، الحجرات، زیرِ آیت: ۱۲، ص۸۲۴، ۸۲۵، ملخصًا۔

دوسروں کو اپنے سے اچھا سمجھنے سے بھی بدگمانی کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «احْتَرِسُوْا مِنَ النَّاسِ بِسُوءِ الظَّنِّ»[1] "لوگوں کے بارے میں بدگمانی سے بچو!"۔

لہٰذا ان تمام برائیوں کے ساتھ ساتھ، شریعت میں حرام وممنوع، ہر خرابی اور بری چیز سے نہ صرف خود بچیں، بلکہ دوسروں کی اصلاح کرکے انہیں بھی بچانے کی کوشش کریں؛ تاکہ ایک صالح مُعاشرہ تشکیل پاسکے، اور تمام مُعاشرتی برائیوں کا سدِّباب ہوسکے۔

دعا

اے اللہ! ظلم وستم کرنے سے محفوظ فرما، ہمیں توفیق دے اور اس قابل بنا کہ ہم ظالم کا ہاتھ روک سکیں، مظلوم کی مدد کر سکیں، اے اللہ! ہمیں حسد، غرور وتکبّر، حرص، طمع اور بدگمانی وغیرہ مُعاشرتی برائیوں، اور ان کے اثرات سے دنیا وآخرت میں مامون فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی، بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "المعجم الأوسط" بابُ الألف، من اسمه أحمد، ر: ۵۹۸، ۱/ ۱۸۱.

اسلام اور یورپ میں نظریۂ ذاتیات

(جمعۃ المبارک ۲۵ ذو القعدہ ۱۴۴۱ھ - ۱۷/۷/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

دینِ اسلام کا نظریۂ ذاتیات

(Privacy Ideology)

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام کا نظریۂ ذاتیات یعنی ایک فرد کی نجی زندگی، بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ دینِ اسلام اپنے ماننے والوں کو، کسی کی پرسنل لائف (Personal Life) میں مُداخلت کرنے، ٹوہ میں میں رہنے، یا تجسس میں مبتلا ہوکر اس پر نظر رکھنے کی، ہرگز اجازت نہیں دیتا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾[1] "اے ایمان والو! بہت گمان سے بچو! یقیناً بعض گمان گناہ

(۱) پ۲٦، الحجُرات: ۱۲.

بھی ہوتے ہیں۔ اور عیب مت ڈھونڈو! اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو! کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا! اور اللہ سے ڈرو! یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے!"۔

کسی کے پوشیدہ اُمور سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے، ہر وقت اُس کی ٹوہ میں لگے رہنا، مُعاشرے میں خرابی اور بگاڑ کا سبب بنتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے کسی کی نجی زندگی میں مُداخلت سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ، أَفْسَدْتَهُمْ»[1] "اگر تم لوگوں کے پوشیدہ اُمور کی ٹوہ میں رہوگے، تو اُن کے مُعاملات خراب کردوگے"۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ! لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ؛ فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ، يَتَّبِعُ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ»[2] "اے وہ لوگو جو زبان سے تو ایمان لائے، مگر ابھی ایمان اُن کے دلوں میں داخل نہیں ہوا! مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی کھوج نہ لگایا کرو!؛ کیونکہ جو مسلمانوں کے راز کے درپے ہوگا، اللہ تعالی اُس کے راز کے درپےَ ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالی جس کے درپےَ ہو جائے اُسے اُس کے گھر کے اندر بھی رُسوا کردیتا ہے"۔

ذاتی بُغض ورنجش یا کسی اَور پرخاش کے سبب، کسی سے بدلہ لینے، یا اُسے

---

(١) "سنن أبي داود" باب في النهي عن التجسّس، ر: ٤٨٨٨، صـ٦٨٩.
(٢) المرجع نفسه، باب في الغيبة، ر: ٤٨٨٠، صـ٦٨٨.

بدنام کرنے کی غرض سے، اُس کے نجی مُعاملات کی کھوج میں رہنا، انتہائی غیر اَخلاقی وغیرِ شرعی بات ہے، اور حدیثِ پاک میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا إِخْوَاناً!»[1] "تجسّس نہ کرو! خبریں معلوم نہ کرو! ایک دوسرے سے بُغض نہ رکھو! اور سب بھائی بھائی بن کر رہو!"۔

حضراتِ گرامی قدر! دینِ اسلام میں پرائیویسی (Privacy) کی کس قدر اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، کہ ایک بار ایک خاتون نے، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی، کہ میں بَسا اوقات اپنے گھر میں اَیسی حالت میں ہوتی ہوں، کہ مجھے پسند نہیں کہ کوئی (غیر مَرد) مجھے اُس حالت میں دیکھے، جبکہ بعض لوگ بنا اِجازت اندر چلے آتے ہیں[2]، اس پر اللہ ربّ العالمین نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾[3] "اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اَور گھروں میں نہ جاؤ، جب تک اجازت نہ لے لو! اور ان کے ساکِنوں پر سلام نہ کر لو! یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان دو! پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ جب بھی بے مالکوں کی اجازت

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب النكاح، ر: ۵۱۴۳، صـ۹۲۰.

(۲) "تفسیر نور العرفان" پ۱۸، نور، زیرِ آیت: ۲۸، صـ۵۶۳۔

(۳) پ۱۸، النور: ۲۷، ۲۸.

کے ان گھروں میں نہ جاؤ! اور اگر تم سے کہا جائے کہ "واپس جاؤ" تو لَوٹ جاؤ! یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے، اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے!"۔

اسی طرح بلااجازت دوسروں کے خط، یا موبائل فون (Mobile Phone) سے میسج (Message) پڑھنا، یا چوری چھپے اُن کی باتیں سننا بھی انتہائی معیوب عمل ہے، دینِ اسلام سختی سے اس کی ممانعت فرماتا ہے، حدیثِ پاک میں ایسے شخص کے بارے میں نبیٔ کریم ﷺ نے سخت وعید سناتے ہوئے ارشاد فرمایا: «مَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، أَوْ يَفِرُّونَ مِنْهُ، صُبَّ فِي أُذُنِهِ الآنُكُ يَوْمَ القِيَامَةِ!»[1] "جو شخص لوگوں کی باتیں سنتا ہے، حالانکہ وہ اسے سنانا نہیں چاہتے، بلکہ وہ اس سے دُور بھاگتے ہیں، تو قیامت کے دن اس کے کان میں سیسہ (ایک دھات) پگھلا کر ڈالا جائے گا!"۔

حضراتِ محترم! بلااجازت دوسروں کے گھروں میں جھانکنا بھی، اسلام کے نظریۂ ذاتیات (Privacy Ideology) کے خلاف ہے، اور اس بات کی خلاف ورزی کے مرتکب ہونے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: «لَوِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِكَ أَحَدٌ وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ، خَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ، مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ»[2] "اگر کوئی بلااجازت تمہارے گھر میں جھانکے، اور تم کنکر پھینک کر اُسے مارو، جس سے اس کی آنکھ پھُوٹ جائے، تو تم پر کوئی گناہ نہیں"۔

"صحیح مسلم" کی روایت میں ہے: «مَنِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ،

---

(١) "صحيح البخاري" باب مَن كذبَ في حُلمه، ر: ٧٠٤٢، صـ١٢١٤.
(٢) "صحيح البخاري" كتاب الدِيات، ر: ٦٨٨٨، صـ١١٨٦.

فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَفْقَئُوا عَيْنَهُ»[1] "جو کسی کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے، تو اس (گھر والوں) کے لیے جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں!"۔

اسی طرح ایک اَور روایت میں ہے: «مَنِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَفَقَئُوا عَيْنَهُ، فَلَا دِيَةَ لَهُ، وَلَا قِصَاصَ!»[2] "جو بلا اجازت کسی کے گھر میں جھانکے، اس پر اگر وہ لوگ اس کی آنکھ پھوڑ دیں، تو نہ اس کی دِیت ہے نہ ہی کوئی قصاص!"۔

حضراتِ مَن! دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت جانا تو بہت دُور کی بات ہے، دینِ اسلام تو یہاں تک تاکید فرماتا ہے، کہ کوئی شخص خود اپنے گھر میں بھی اچانک داخل نہ ہو، اور اندر آنے سے قبل کسی نہ کسی طرح، مثلاً کھنکار کر، یا کوئی آواز پیدا کر کے، اپنے اہلِ خانہ کو خبردار کرے؛ تاکہ اس کی ماں، بہن یا جَوان بیٹی وغیرہ، الغرض جو کوئی عورت گھر میں ہو، اپنے کپڑے اور دوپٹہ وغیرہ درست کر سکے!۔

علاوہ ازیں مذکورہ بالا جن آیات واحادیث میں، تجسس یا ٹوہ لگانے کی ممانعت ہے، وہاں مسلمانوں کی عیب جُوئی کے لیے تجسس یا ٹوہ لگانا مراد ہے۔ لہٰذا ملکی انتظامات کو بہتر بنانے، اور اُسے دشمنوں کی میلی نظر سے بچانے کے سلسلہ میں، خفیہ ایجنسیز (Secret Agencies) کے، جاسوسی سے متعلق اِقدامات اور نیٹ ورکس (Net Works) شرعی طور پر اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱) "صحيح مسلم" باب تحريم النظر في بيت غيره، ر: ٥٦٤٢، صـ٩٦١.
(۲) "سنن النَّسائي" كتاب القسامة، ر: ٤٨٦٤، صـ٦٧٠.

یورپ کا نظریۂ ذاتیات

(Privacy Ideology)

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام کے مقابلے میں، اگر نام نہاد جدید تہذیب کی حامل، مہذّب یورپی دنیا کے رہن سہن، اور ملکی قوانین کا جائزہ لیا جائے، تو واضح طور پر نظر آتا ہے، کہ ایک عام یورپی شہری کی نجی زندگی اور مُعاملات ہرگز محفوظ نہیں، اکثریت تو شاید اس بات سے بھی ناواقف ہو، کہ حقیقی پرائیویسی (Privacy) کہتے کسے ہیں؟ اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے بیشتر ممالک ترقی یافتہ ہونے کے باوُجود، پرائیویسی کے اعتبار سے، انتہائی اَخلاقی پستی کا شکار ہیں، بحیثیت قوم یورپ میں نظریۂ ذاتیات (Privacy Ideology) کا فقدان بہت زیادہ ہے۔

میرے محترم بھائیو! آپ خود ہی سوچیے کہ جس یورپ میں عورتیں نیم برہنہ حالت میں سرِ عام گھومتی ہوں، مرد و عورت پبلک پارکس (Public Parks) میں کھلے عام بوس و کنار کرتے ہوں، کسی گاڑی یا درخت کی آڑ میں بے حیائی کا کام ہوتا ہو، بیوی یا نوجوان بیٹی کا اپنے بوائے فرینڈ (Boyfriend) کو گھر بلا کر، اپنے شوہر یا باپ کے سامنے ہم آغوش ہونا بھی معیوب نہ سمجھا جاتا ہو، اس یورپ کا نظریۂ ذاتیات (Privacy Ideology) کیا اور کیسا ہو سکتا ہے؟!

اپنی تمام تر قباحتوں اور فحاشی کے باوُجود، بفرضِ مُحال اگر یورپ کے نظریۂ ذاتیات، یا حقِ رازداری کو تسلیم کر بھی لیا جائے، تب بھی یورپی اَعداد و شمار کے مطابق، لوگوں کی نجی زندگی میں مُداخلت سے متعلق صورتحال بہت سنگین ہے، سپر پاور کے زعم میں مبتلا، مغرب کے سب سے بڑے نام نہاد جُمہوری مُلک امریکہ ہی کو لے لیجیے،

وہ اپنے آئین میں پرائیویسی یعنی حقِ رازداری سے متعلق، چار بار ترامیم منظور کر چکے ہیں، لیکن اس کے باوُجود عملی طور پر، پورے امریکہ میں ان کا نفاذ کہیں بھی نہیں، اور یہ ترامیم ابھی محض زینتِ اَوراق ہی ہیں۔

نجی زندگی میں مُداخلت کے اسباب

عزیزانِ محترم! کسی کی نجی زندگی میں مُداخلت سے ممانعت کی بنیادی وجہ، عزّت وآبرُو کی حرمت قائم کرنا، اور نجی مُعاملات کی رازداری برقرار رکھنا ہے؛ تاکہ مُعاشرے کو منفی طرزِ عمل سے پاک کرکے، باہمی ہمدردی اور بھائی چارے کو فروغ دیا جاسکے۔ لیکن اس کے باوُجود بعض لوگ کسی کی پرائیویسی پر اثرانداز ہونے سے باز نہیں آتے، اس کے مختلف اسباب ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے، کہ بعض لوگ عادت سے مجبور ہو کر ایسا کرتے ہیں، انہیں دوسروں کے نجی اُمور سے آگاہی، اور برائیوں کی کھوج لگانے میں مزا آتا ہے، لذّت ملتی ہے۔ عام طور پر اس عادتِ بد میں وہ لوگ زیادہ ملوّث پائے جاتے ہیں، جو کام کاج سے فارغ ہوتے ہیں، لہٰذا ٹائم پاس کے طور پر وہ خود کو اس طرح کے غیر اَخلاقی مَشاغل میں مصروف کر لیتے ہیں۔

اسی طرح بعض لوگ بدگمانی، احساسِ کمتری، ذاتی انتقام یا نفرت وعداوَت کے باعث بھی، فریقِ مخالف کے نجی مُعاملات اور راز جاننے کی کوشش کرتے ہیں؛ تاکہ اُسے دوسروں کے سامنے شرمندہ اور کمزور ثابت کرکے، اپنی اَنا کو تسکین پہنچا سکیں، اور اپنے انتقام کی آگ ٹھنڈی کر سکیں!۔

لوگوں کے نجی معاملات کی ٹوہ میں رہنے کے نقصانات

میرے عزیز دوستو! کسی کے نجی مُعاملات میں مُداخلت، تجسس اور ٹوہ میں رہنے کی عادت، ایک ایسی نفسیاتی بیماری ہے، جو انسان کے دل ودماغ میں غم وغصہ، نفرت وعداوَت، بُغض وعناد اور حسد وبے چینی کے بیج بُو دیتی ہے، یہ برائی رفتہ رفتہ اس قدر بڑھ جاتی ہے، کہ گناہوں کی دَلدَل میں اُترنے کے ساتھ ساتھ، جسمانی طور پر بھی بندہ بیمار ہوجاتا ہے، طرح طرح کے پراگندہ خیالات سے ذہن منتشر رہتا ہے، اور نتیجۃً انسان بلڈ پریشر (Blood pressure)، ڈپریشن (Depression) اور احساسِ کمتری کا شکار ہوجاتا ہے!۔

لہٰذا جہاں تک ممکن ہو، دوسروں کے بارے میں حُسنِ ظن رکھیں، بدگمانی اور منفی سوچ سے مغلوب ہوکر، کسی کے نجی مُعاملات کی ٹوہ میں پڑنے کی کوشش ہرگز نہ کریں، اللہ نہ کرے اگر آپ پر کسی کا عیب ظاہر ہو بھی جائے، تب بھی اُسے اپنے سینے کے اندر ہی دفن کردیں، کسی سے بھی ہرگز شیئر (Share) نہ کریں۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً، سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَة»[1] "جس نے (دنیا میں) کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالی بروزِ قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ، سَتَرَ اللهُ عَوْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ كَشَفَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ، كَشَفَ اللهُ

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب المظالم، ر: ٢٤٤٢، صـ٣٩٤.

عَوْرَتَهُ حَتَّى يَفْضَحَهُ بِهَا فِيْ بَيْتِه»[1] "جو اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، اور جو اپنے مسلمان بھائی کا عیب ظاہر کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا عیب ظاہر کر دے گا، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں بھی رُسوائی سے محفوظ نہیں رہ پائے گا!"۔

ہاں البتہ اگر کسی کے عیب کی نَوعیت ایسی ہو، کہ دوسرے مسلمانوں کو اس سے جانی، مالی یا دینی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، تو اس کی تشہیر میں شرعًا کوئی حرج نہیں ہے۔

نجی زندگی اور اُس کے تقاضے

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام کی طرف سے ساڑھے چودہ سو سال سے ہر مسلمان کو، پیدائشی طور پر پرائیویسی (Privacy) کا یہ حق حاصل ہے، کہ کوئی دوسرا شخص اس کی نجی زندگی میں مُداخلت نہیں کر سکتا۔ نجی زندگی میں مُداخلت سے مراد کسی کے احساسات، پوشیدہ راز اور کاروباری وگھریلو زندگی کے حالات وواقعات کی ٹوہ میں پڑنا ہے، اس کی دینِ اسلام میں بلاوجہِ شرعی ہرگز اجازت نہیں!۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! دینِ اسلام کی اِنفرادی وامتیازی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے، کہ یہ دِین لوگوں کے حقوق صرف بیان نہیں کرتا، بلکہ اس کے عملی نفاذ کے لیے اپنے ماننے والوں کو اس حق کا لحاظ رکھنے، اور پاسداری کرنے کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نجی زندگی میں مُداخلت سے متعلق، حقِ رازداری کے تقاضے بیان کرتے ہوئے، دینِ اسلام نے ہر مسلمان کو یہ حکم دیا ہے، کہ جب بھی کوئی کسی کے ہاں جائے، تو گھر وغیرہ میں داخل

---

[1] "سنن ابن ماجه" كتابُ الحُدود، ر: ٢٥٤٦، صـ٤٣٢.

ہونے سے پہلے اس سے اجازت طلب کرے، اور اگر اجازت نہ ملے، تو بغیر ناراض ہوئے واپس لَوٹ جائے۔

غیر تو غیر، بعض اوقاتِ مخصوصہ میں، بچوں اور گھر کے خادموں پر بھی پرائیویسی کا لحاظ رکھتے ہوئے، اجازت لینا لازم قرار دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ﴾[1] "اے ایمان والو! تمہارے غلام وخادم اور تمہارے وہ بچے جو ابھی جوانی کو نہ پہنچے، تین ۳اَوقات: (۱) نمازِ صبح سے پہلے، (۲) دوپہر کو جب تم اپنے کپڑے اُتارے رہتے ہو، (۳) اور نمازِ عشاء کے بعد، تم سے اِجازت لے کر تمہارے پاس آئیں، یہ تین ۳اَوقات تمہارے پردے کے ہیں"۔

اس فرمانِ الٰہی سے معلوم ہوا، کہ نمازِ فجر سے پہلے، دوپہر قَیلولہ کے وقت جب مَرد حضرات آرام کی غرض سے اپنی قمیص اُتار دیتے ہیں، اور خواتین دوپٹے وپردے کا زیادہ اہتمام نہیں کیا کرتیں، اور رات بعد نمازِ عشاء جب سونے کی تیاری کی جاتی ہے، یہ تین ۳اَوقات سونے اور آرام وسکون کے ہیں، لہٰذا ان اَوقات میں بغیر اجازت اپنے گھر کے اندر بھی، دوسروں کے کمرے میں داخل ہونا ممنوع ہے، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مَرد ہو یا عورت، سبھی پر لازم ہے کہ اس حکم پر عمل کریں، اور پرائیویسی (Privacy) سے متعلق تمام اُمور، مثلاً بغیر اجازت کسی کے گھر یا کمرے میں داخل ہونے، ڈائری (Diary) یا خط یا میسج (Message) پڑھنے، چوری چھپے اُن کی باتیں

---

(۱) پ۱۸، النور: ۵۸.

سننے، آڈیو ریکاڈنگ کرنے یا ویڈیو بنانے میں، اُن کے حق کی رعایت کریں، اور ایسا کرنے سے باز رہیں!!۔

پرائیویسی کا لحاظ رکھنے کے فوائد و ثمرات

حضراتِ ذی وقار! اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں، اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری نبی ورسول ﷺ کی خوشنودی ورِضا، اور انسان کی دنیا وآخرت دونوں کی بہتری ہے، دینِ اسلام نے ہر وہ کام جو فتنہ وفساد، بگاڑ وبدامنی اور گناہ وبربادی کی طرف لے جاتا ہو، اُس کے تمام اَسباب ومحرّکات سے منع فرمایا ہے، زندگی گزارنے کے اُصول وضوابط مقرّر فرمائے، جن پر عمل کسی مصلحت سے خالی نہیں۔ رب تعالیٰ کے تمام اَحکام علم وحکمت پر مبنی ہیں، چاہے ہماری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں!!۔

اِنہی آداب واَحکام میں سے ایک، اپنے مسلمان بھائی کی نجی زندگی کا لحاظ رکھنا بھی ہے، کہ یہ طریقہ ثواب اور اُخروی انعام واِکرام کا باعث، اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر دنیاوی فوائد کا بھی حامل ہے، پرائیویسی کے پیشِ نظر، اجازت لے کر داخل ہونے سے گھروں کو عزّت نصیب ہوتی ہے، اور خود ہماری عزّت ووقار میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اہلِ خانہ پردے اور لباس وغیرہ کو درست کر لیتے ہیں، علاوہ ازیں کسی کی پرسنل لائف (Personal life) میں، کسی بھی نَوعیت کی مُداخلت سے قبل اجازت لینا، شُکوک وشُبہات کو ختم کرنے کا بھی مؤثِر ذریعہ ہے، اللہ رب العالمین ہمیں اَحکامِ شریعت کی پاسداری کرنے کی توفیق دے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں لوگوں کے گھروں میں جھانکنے، اور انہیں تکلیف دینے سے محفوظ فرما، گھر وغیرہ میں آنے جانے کے آداب اور اجازت لینے کے اَحکام پر عمل کی توفیق عطا فرما، کسی کی غیبت یا جاسوسی کرنے، اور ٹوہ میں لگنے سے محفوظ فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

حجِ بیت اللہ اور حاضریٔ بارگاہِ اقدس ﷺ

(جمعۃ المبارک ۳ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ - ۲۴/۷/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

حج بیت اللہ کی تیاری

عزیز دوستو! زیارتِ حرمین شریفَین کی تمنّا وشَوق ہر مسلمان کے دل میں مَوجزن رہتا ہے، بعض لوگ استطاعت نہ ہونے کے باعث انتظار ہی میں رہتے ہیں۔ جسے استطاعت ہو اُس پر لازم وضروری ہے، کہ حج بیت اللہ کی تیاری میں کوشاں رہے، فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾(۱) "اللہ تعالی کی خاطر لوگوں پر اِس گھر (بیت اللہ) کا حج ادا کرنا فرض ہے، جو وہاں تک جانے پر قادر ہو!"۔

مسئلہ: اس آیتِ مبارکہ میں حج کی فرضیت کا بیان ہے، اور اس بات کا کہ اس کے لیے استطاعت شرط ہے۔ حدیث شریف میں سیّدِ عالَم ﷺ نے اس کی

(۱) پ٤، آل عمران: ٩٧.

تفسیر، زاد وراحلہ سے فرمائی، زاد یعنی توشہ، کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہیے، کہ جاکر واپس آنے تک کے لیے کافی ہو، اور یہ واپسی کے وقت تک اہل وعِیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہیے، راستے کا امن واَمان بھی ضروری ہے؛ کیونکہ بغیر اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی[1]۔

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک اس کوشش ولگن میں رہے، کہ کسی طرح حجِ بیت اللہ کی سعادت حاصل ہو جائے، سچی لگن کی برکت سے، ایک نہ ایک دن ضرور حاضری ہو ہی جائے گی، ان شاء اللہ!۔

حج کی فرضیت کا اعلان

عزیزانِ محترم! خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ کے عطا کردہ مبارک ایّام میں سے، حج کے دن بھی نہایت اہم ہیں، ان ایّام میں ربِ کائنات جَلَّ جَلالُہ نے ہمارے لیے بھلائی کے مَواقع مہیا فرمائے ہیں، کہ ہم ان مبارک لمحات میں زیادہ سے زیادہ آخرت کا سامان کرسکتے ہیں، لہذا ہم میں سے ہر ایک کو فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے، ہر وقت تیار ومستعد رہنا چاہیے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ﴿۲۷﴾ لِّیَشۡہَدُوۡا مَنَافِعَ لَہُمۡ وَ یَذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ فِیۡۤ اَیَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَہُمۡ مِّنۡۢ بَہِیۡمَۃِ الۡاَنۡعَامِ ۚ فَکُلُوۡا مِنۡہَا وَ اَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِیۡرَ ﴿۫۲۸﴾ ثُمَّ لۡیَقۡضُوۡا تَفَثَہُمۡ وَ لۡیُوۡفُوۡا نُذُوۡرَہُمۡ وَ لۡیَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَیۡتِ الۡعَتِیۡقِ﴾[2] "لوگوں میں حج کی عام ندا کر دو! وہ تمہارے پاس پیدل بھی

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۴، آل عمران، زیرِ آیت: ۹۷، صـ۱۱۲، ۱۰۹۹۔

(۲) پ۱۷، الحج: ۲۷- ۲۹.

حاضر ہوں گے، اور ہر دُبلی اُونٹنی پر بھی، دُور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے؛ تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں، اور مقرّرہ دنوں میں اللہ کا نام لیں، اس بات پر کہ اللہ تعالی نے انہیں روزی دی، بے زبان چوپایوں کی صورت میں، تواِن میں سے تم خود بھی کھاؤ، اور مصیبت زدہ محتاجوں کو بھی کھلاؤ، پھر اپنا میل کچیل دُور کریں، اپنی منّتیں پوری کریں، اور اس آزاد گھر (خانۂ کعبہ) کا طواف کریں"۔

مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے جبلِ ابی قُبَیس پر کھڑے ہوکر، چاروں طرف آواز دی کہ "اے اللہ کے بندو! اللہ کے گھر کی طرف آؤ!" آپ کی اس دعوت کو قیامت تک پیدا ہونے والوں نے سُن لیا، اور سن کر جس نے جتنی بار "لبّيك" کہا، وہ اُتنی بار حج ادا کرے گا، اور جو رُوح خاموش رہی وہ حج نہ کر سکے گی۔ اس آیتِ مبارکہ میں نبیٔ کریم ﷺ کو بھی حکم ہے، کہ آپ لوگوں میں حج کی فرضیت کا اعلان فرما دیجیے"[1]۔

حجِ اکبر

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ رَسُوْلُهٗ﴾[2] "اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن مُنادی پکار دینا ہے، کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں!"۔ اس آیتِ مبارکہ میں "حج کو حجِ اکبر فرمایا؛ اس لیے کہ اُس زمانہ میں عمرہ کو حجِ اصغر کہا جاتا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس حج کو حجِ اکبر اس لیے کہا گیا، کہ اس سال رسولِ

(۱) "تفسیر نور العرفان" پ۱۷، الحج، زیرِ آیت: ۲۷، صـ۵۳۴، ملخصًا۔
(۲) پ۱۰، التوبة: ۳.

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج فرمایا تھا، اور چونکہ یہ جمعہ کے دن واقع ہوا تھا، لہذا مسلمان اس حج کو جو روزِ جمعہ واقع ہو، حجِ وَداع کی یادگار جان کر "حجِ اکبر" کہتے ہیں"[۱]۔

فضائلِ حج

عزیزانِ گرامی قدر! جو مسلمان حج کرتا ہے، اللہ تعالی اس کے سارے گناہ مُعاف فرماکر، اسے گناہوں سے بالکل پاک وصاف فرمادیتا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رَحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ حَجَّ لله فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»[۲] "جس نے اللہ تعالی کی رضا کی خاطر حج کیا، اور اس میں کوئی فحش وگناہ کا کام نہیں کیا، وہ گناہوں سے اَیسا پاک ہو کر لَوٹے گا، جیسا اُس دن تھا جس دن اپنی ماں سے پیدا ہوا تھا"۔ محدثینِ کرام فرماتے ہیں کہ "حجِ مبرور (مقبول) کی علامت یہ ہے، کہ دَورانِ حج حاجی کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے، نہ کسی کو گالی دے، نہ کسی گناہ کا اِرتکاب کرے"[۳]۔

محترم بھائیو! مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «العُمْرَةُ إِلَى العُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالحَجُّ المَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الجَنَّةُ»[٤] "دو ۲ عمروں کے درمیان کیے گئے گناہ مٹادیے جاتے ہیں، اور حجِ مبرور کا ثواب جنّت ہی ہے"۔

نیز رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: «تَابِعُوا بَيْنَ الحَجِّ وَالعُمْرَةِ؛

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۰، التوبۃ، زیرِ آیت: ۳، صـ۳۳۴۔
(٢) "صحيح البخاري" كتاب الحج، ر: ١٥٢١، صـ٢٧٤.
(۳) "نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری" ۴/۲۶۵۔
(٤) "صحيح البخاري" باب وجوب العمرة وفضلها، ر: ١٧٧٣، صـ٢٨٥.

فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الفَقْرَ وَالذُّنُوبَ، كَمَا يَنْفِي الكِيرُ خَبَثَ الحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالفِضَّةِ»[1] "حج وعمرہ کرتے رہا کرو؛ کہ یہ محتاجی اور گناہوں کو ایسا دُور کرتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو دُور کر دیتی ہے"۔

میرے پیارے بھائیو! مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «الْحَاجُّ يَشْفَعُ فِي أَرْبَعِمِئَةِ أَهْلِ بَيْتٍ» یا فرمایا: «مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»[2] "حاجی اپنے گھر والوں میں سے، چار سو اَفراد کی شَفاعت کرے گا، اور وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا، گویا آج ہی اپنی ماں سے پیدا ہوا ہو"۔

جانِ برادر! تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ نے فرمایا: «يُغْفَرُ لِلْحَاجِّ، وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ»[3] "حاجی کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، اور جس کے لیے حاجی استغفار کرے اُس کی بھی مغفرت کر دی جاتی ہے"۔

عزیزانِ محترم! اگر کسی پر حج فرض ہے، تو اسے چاہیے کہ اس سفر کے اِخراجات کے لیے، مالِ حلال ہی استعمال کرے، رشوت وغیرہ حرام مال اس میں صَرف کرنا حرام ہے، نیز وہ حج قابلِ قبول بھی نہیں، اگرچہ ذمّہ سے فرض ساقط ہو جائے گا؛ کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا: «إِذَا قَالَ الْمُلَبِّي: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ! وَعِنْدَهُ مَالٌ حَرَامٌ، قِيلَ لَهُ: لَا لَبَّيْكَ وَلَا سَعْدَيْكَ! حَتَّى تَرُدَّ مَا فِي يَدَيْكَ!»[4] "جو مالِ حرام لے کر حج کو جاتا ہے، جب وہ لبیک کہتا ہے، تو فرشتہ اسے

---

(١) "سنن الترمذي" باب ما جاء في ثواب الحج...، ر: ٨١٠، صـ٢٠٢.
(٢) "مسند البزّار" مسند أبي موسى رضي الله عنه، ر: ٣١٩٦، ٨/ ١٦٩.
(٣) "مسند البزّار" مسند أبي حمزة أنس بن مالك، ر: ٩٧٢٦، ١٧/ ١٣٥.
(٤) "بحر الفوائد المشهور بمعاني الأخبار" حديثٌ آخر، صـ٣٦٦.

جواب دیتا ہے، کہ نہ تیری حاضری قبول، نہ تیری خدمت مقبول، اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود، جب تک تو یہ حرام مال جو تیرے ہاتھ میں ہے، صاحبِ حق کو واپس لَوٹا نہ دے!"۔ اس کے لیے چارۂ کار یہ ہے، کہ اگر مالِ حرام کے علاوہ کچھ مال نہیں، تو قرض لے کر فرض ادا کرے[1]۔

حج کی اقسام اور نیتوں کا بیان

میرے پیارے بھائیو! حج تین ۳ طرح کا ہوتا ہے:

حجِ اِفراد

(۱) ایک یہ کہ صرف حج کرے، اسے اِفراد کہتے ہیں۔ اس میں سلے ہوئے کپڑے اتار کر اِحرام باندھے، پھر دو ۲ رکعت نفل پڑھے اور اس کے بعد یوں کہے: "الٰہی! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، تو اِسے میرے لیے آسان کر دے، اور اسے مجھ سے قبول فرما! میں نے خاص اللہ تعالی کے لیے حج کی نیّت کی"[2]۔

حجِ تمتُّع

(۲) دوسرا یہ کہ وطن سے صرف عمرے کی نیّت کر کے چلے، وہاں پہنچ کر عمرہ ادا کر کے اِحرام کھول دے، اور پھر مکّہ معظمہ سے حج کا اِحرام باندھے۔ اسے تمتّع کہتے ہیں، اس میں اِحرام کے دو ۲ رکعت نفل کے بعد یوں کہے: "الٰہی! میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، تو اِسے میرے لیے آسان کر دے، اور اسے مجھ سے قبول فرما! میں نے خاص

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الحج، شرائطِ حج، ۵۴۹/۸، ملخصًا۔

(۲) "المسلك المتقسّط" باب الإحرام، فصل، صـ۹۹، ۱۰۰.

اللہ تعالی کے لیے عمرہ کی نیّت کی "[1]۔ اور پھر ایامِ حج میں وہیں مکہ مکرمہ سے حج کا اِحرام باندھے، اور احرام کے دو ۲ رکعت نفل کے بعد حج کی نیّت کرے!۔

حجِ قِران

(۳) تیسرا یہ کہ حج وعمرہ کی نیّت ایک ساتھ ایک اِحرام میں، وطن ہی سے کرلے، اور یہ سب سے افضل ہے، اسے قِران کہتے ہیں۔ اس میں بعد سلام نفلِ اِحرام یوں کہے: "الٰہی! میں حج و عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، تو انہیں میرے لیے آسان کردے، اور انہیں مجھ سے قبول فرما! میں نے خاص اللہ تعالی کے لیے حج وعمرہ کی نیّت کی "[2]۔

لَبَّيْكَ

تینوں صورتوں میں اس نیّت کے بعد لبیک بآوازِ بلند کہے، لبیک یہ ہے:

"لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ! لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ! إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ! لَا شَرِيْكَ لَكَ"[3].

جانِ برادار! صدرُ الشریعہ حضرت علّامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ، حج وعمرہ کے سفر کے آداب میں لکھتے ہیں کہ "(۱) جس کا قرض لیا ہو، یا امانت پاس ہو ادا کردے، جن کے مال ناحق لیے ہوں واپس کردے، اگر پتا نہ چلے تو اُتنا مال فقیروں کو دے دے۔ (۲) جس کی بے اجازت سفر مکروہ ہے، جیسے ماں، باپ، شَوہر، انہیں راضی کرے۔ (۳) اس سفر سے مقصود صرف اللہ تعالی اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں، رِیا، شُہرت اور فخر وغرور سے جُدا

---

(۱) المرجع نفسه، صـ۱۰۱.

(۲) المرجع السابق.

(۳) "المسلك المتقسّط" باب الإحرام، فصل، صـ۱۰۰.

رہے۔(۴) عورت کے ساتھ جب تک شَوہر، یا محرم بالغ قابلِ اطمینان نہ ہو، جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے، سفر حرام ہے، اگر کرے گی تو حج ہو جائے گا، مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔(۵) توشہ یعنی خرچ مالِ حلال سے لے، ورنہ قبولِ حج کی امید نہیں"[1]۔

عزیزانِ گرامی قدر! اسی طرح موجودہ حالات کے پیشِ نظر یہ بات بھی ملحوظ رہے، کہ وطنِ عزیز کے ظالم حکمرانوں نے، ماضی میں دیگر مُعاملات کے ساتھ ساتھ، نظامِ حج میں بھی، بے ایمانی اور کرپشن(Corruption) کے کیسے کیسے کرتب وکارنامے دکھائے ہیں، اور کس کس اندازِ فنکاری سے حُجاج کرام کو اَذیت پہنچائی ہے۔ لہذا سابقہ تجربات سے سبق حاصل کرتے ہوئے، آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کریں، اور سفرِ حج میں ایسے لوگوں کی صحبت کا انتخاب کریں، جو دِینی اور دُنیاوی اعتبار سے انتہائی ایماندار بھی ہوں اور امانتدار بھی، نیز خدمتِ قَوم کے جذبہ سے بھی سرشار ہوں۔

حج کے اَحکام وآداب

برادرانِ محترم! حالتِ اِحرام میں شکار کرنا حرام ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ﴾[2] "جب تم اِحرام میں ہو تو شکار حلال نہ سمجھو!"۔ ہر محرِم پر لازم ہے کہ حج کے دَوران اچھے اَخلاق کا مُظاہرہ کرے، کمزور اور خواتین کا خیال رکھے، نیز راستے میں کچرا وگندگی پھیلانے، اور کسی کو تکلیف پہنچانے، یا کسی کے آرام میں خلل ڈالنے سے بچنا بھی بہت ضروری ہے۔

(۱) "بہارِ شریعت" حج کا بیان، آدابِ سفر ومقدّمات حج کا بیان، حصہ ٦، ١/١٠٥١۔
(٢) پ٦، المائدة: ١.

طواف

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: «أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم، أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ»[1] "جب نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مکّہ مکرمہ میں تشریف لائے، سب کاموں سے پہلے وضو کرکے طواف کیا"۔

حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَتَى الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهُ، ثُمَّ مَشَى عَلَى يَمِينِهِ، فَرَمَلَ ثَلَاثاً وَمَشَى أَرْبَعاً»[2] "رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مکّہ مکرمہ تشریف لائے تو حجرِ اَسوَد کے پاس آکر اُسے بوسہ دیا، پھر دہنے ہاتھ کو چلے، اور ابتدائی تین ۳ پھیروں میں رَمَل کیا، اور باقی چار ۴ میں معمول کے مطابق چلے"۔

مقامِ ابراہیم

مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے، جس پر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت کھڑے ہوتے تھے، اور اس میں آپ کے قدموں کے نشان نقش ہو گئے، جو باوُجود طویل زمانہ گزرنے، اور بکثرت ہاتھوں سے مَس ہونے کے، اب تک موجود ہیں۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ﴾[3] "اس میں کھلی نشانیاں ہیں: ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ"۔

ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں، کہ وُحوش ایک دوسرے کو حرم میں اِیذاء

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الحج، ر: ١٦١٤، صـ٢٦١.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الحج، ر: ٢٩٥٣، صـ٥١٧.

(۳) پ٤، آل عمران: ٩٧.

نہیں دیتے، حتی کہ کتے اس سرزمین میں ہرن پر نہیں دَوڑتے، اور وہاں شکار نہیں کرتے، اور لوگوں کے دل کعبہ معظّمہ کے لیے اس قدر بے تاب ہوتے ہیں، کہ صرف اس کی طرف نظر کرنے سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، ہر شبِ جمعہ اَرواحِ اَولیاء اس مبارک گھر کے گرد حاضر ہوتی ہیں۔ اور جو کوئی اس کی بے حرمتی کا قصد کرتا ہے برباد ہو جاتا ہے، انہیں نشانیوں میں سے مقامِ ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں بھی ہیں، جن کا آیتِ مبارکہ میں بیان فرمایا گیا[1]۔

ایک اَور جگہ اسی مقامِ ابراہیم کے بارے میں ارشاد ہوا: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾[2] "ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ!" "اس کو نماز کا مقام بنانے کا حکم استحباب کے لیے ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نماز سے طواف کی دو ۲ رکعتیں مراد ہیں"[3] جو طواف کے بعد بطورِ شکرانہ ادا کی جاتی ہیں۔

حج یا عمرہ میں سعی (یعنی صفا و مروہ کے درمیان دَوڑنا)

عزیزانِ محترم! صفا و مروہ مکّہ مکرّمہ کے دو ۲ پہاڑ ہیں، جو کعبۂ معظّمہ کے مقابل جانبِ شرق واقع ہیں، مروہ شمال کی طرف مائل، اور صفا جنوب کی طرف جبلِ ابی قُبیس کے دامن میں ہے۔ حضرت سیّدہ ہاجرہ اور حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام نے ان دونوں پہاڑوں کے قریب، اس مقام پر جہاں زَمزَم کا کنواں ہے، بحکمِ الٰہی

---

(۱) "تفسير المدارك" پ٤، آل عمران، تحت الآية: ٩٧، ١/ ٢٧٥، ٢٧٦.

"تفسير الخازن" پ٤، آل عمران، تحت الآية: ٩٧، ١/ ٢٧٢، ملخصاً.

(۲) پ١، البقرة: ١٢٥.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ ا، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۲۵، ص۴۲، ملخصًا۔

سکونت اختیار فرمائی۔ اس وقت یہ مقام سنگلاخ بیابان (پتھریلا صحرا) تھا، نہ یہاں سبزہ تھا نہ پانی، نہ خورد ونوش کا کوئی سامان، رِضائے الٰہی کی خاطر اُن مقبول بندوں نے صبر کیا، حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام ابھی بہت کم سن تھے، تشنگی کے باعث جب ان کی حالت غیر ہونے لگی، تو حضرت ہاجرہ بے تاب ہوکر کوہِ صفا پر تشریف لے گئیں؛ کہ کہیں دُور تک پانی کے آثار نظر آجائیں، مگر وہاں سے بھی پانی کا کوئی اثر نہ پایا، تو اُتر کر نشیب کے میدان میں دَوڑتی ہوئی مروہ تک پہنچیں، اس طرح سات ۷ مرتبہ گردش ہوئی، تب اللہ تعالی نے ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾[1] کا جلوہ اس طرح ظاہر فرمایا، کہ غیب سے ایک چشمہ زَمزَم نمودار کیا، اور ان کے صبر واِخلاص کی برکت سے ان کے اتّباع میں، ان دونوں پہاڑوں کے درمیان دَوڑنے والوں کو مقبولِ بارگاہ کیا، اور ان دونوں کو محلِّ اِجابتِ دعا بنایا!۔

زمانۂ جاہلیت میں صفا ومروہ پر دو ۲ بُت رکھے تھے، صفا پر جو بُت تھا اس کا نام اساف، اور جو مروہ پر تھا اس کا نام نائلہ تھا، کفّار جب صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتے، تو ان بُتوں پر تعظیماً ہاتھ پھیرتے، عہدِ اسلام میں بُت تو توڑ دیے گئے، لیکن چونکہ کفّار یہاں مشرکانہ فعل کرتے تھے، لہٰذا مسلمانوں کو صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنا گراں ہوا؛ کہ اس میں کفّار کے مشرکانہ فعل کے ساتھ کچھ مُشابہت ہے[2]۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾[3] "یقیناً صفا

---

(۱) پ۲، البقرة: ۱۵۳.

(۲) "خزائن العرفان" پ۲، البقرة، زیرِ آیت: ۱۵۸، ص۴۳، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶۔

(۳) پ۲، البقرة: ۱۵۸.

اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جواِس گھر کا حج یا عمرہ کرے، اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے"۔ اس سے مسلمانوں کو اطمینان دلایا گیا، کہ چونکہ تمہاری نیّت خالص عبادتِ الٰہی کی ہے، لہٰذا تمہیں کفّار سے مُشابہت کا اندیشہ نہیں، اور جس طرح کعبہ کے اندر زمانۂ جاہلیت میں کفّار نے بُت رکھے تھے، اب عہدِ اسلام میں بُت اٹھا دیے گئے، اور کعبہ شریف کا طواف درست رہا، اور وہ شعائرِ دین میں سے رہا، اسی طرح کفّار کی بُت پرستی سے صفا و مروہ کے شعائرِ دین ہونے میں کچھ فرق نہیں آیا۔

مسئلہ: سعی (یعنی صفا و مروہ کے درمیان دَوڑنا) واجب ہے، حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس پر مُداوَمت (ہمیشگی) اختیار فرمائی ہے، اس کے ترک سے دم دینا، یعنی قربانی واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ: صفا و مروہ کے درمیان سعی، حج و عمرہ دونوں میں لازم ہے۔

مسئلہ: عمرہ ادا کرنے والا، اگر بیرونِ مکّہ سے آئے، تو اسے براہِ راست مکّہ مکرّمہ آکر طواف کرنا چاہیے، اور اگر مکہ شریف کا رہنے والا ہو، تو اسے چاہیے کہ حدودِ حرم سے باہر جائے، اور وہاں سے طوافِ کعبہ کا اِحرام باندھ کر آئے[1]۔

حج و عمرہ میں ایک فرق یہ بھی ہے، کہ حج سال میں ایک ہی بار ہو سکتا ہے؛ کیونکہ عرَفات میں عرَفہ کے دن، یعنی نویں ۹ ذی الحجہ کو جانا، جو حج میں فرض ہے، سال میں ایک ہی بار ممکن ہے، اور عمرہ ہر دن ہو سکتا ہے، اس کے لیے کوئی وقت معیّن نہیں[2]۔

---

(۱) "خزائن العرفان" پ ۲، البقرہ، زیرِ آیت: ۱۵۸، ص۱۰۹۲۔
(۲) "بہارِ شریعت" حج کا بیان، حج کے فرائض، حصّہ ۶، ۱/ ۱۰۴۷، ملخصًا۔

زیارتِ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

میرے بزرگو ودوستو! زیارتِ سراپا طہارت، حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بالقطع والیقین، باجماعِ مسلمین، افضل قُربات واعظم حَسنات سے ہے، جس کی فضیلت وخُوبی کا انکار، گمراہ بددِین، یاکوئی سخت جاہل، سَفیہ غافل، مسخرۂ شیاطین ہی کرے گا، والعیاذ باللہ ربّ العالمین!۔

عزیز دوستو! اس قدر پر تو اِجماعِ قطعی قائم ہے، اور کیوں نہ ہو؟ کہ خود قرآنِ عظیم اس کی طرف بُلاتا، اور مسلمانوں کو رغبت دلاتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾[1] "اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں، اے حبیب! آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، پھر خدا سے مغفرت مانگیں، اور ان کے لیے رسول مغفرت چاہے، تو یقیناً اللہ عزّوجلّ کو خوب تَوبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے"۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: «مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ فَلَمْ يَزُرْنِيْ، فَقَدْ جَفَانِيْ!»[2] "جو حج کرے اور میری زیارت کو حاضر نہ ہو، اُس نے مجھ سے بے وفائی کی!"۔

امام ابنِ عساکر نے حضرت سیّدنا انَس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: «مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِي لَهُ سعَةٌ، ثُمَّ لَمْ يَزُرْنِيْ، فَلَيْسَ لَهُ عُذْرٌ!»[3] "میرا جو اُمّتی باوصفِ قدرت میری زیارت کو حاضر

---

(١) پ٥: النساء: ٦٤.

(٢) "الكامل" لابن عدي، تحت ر: ١٩٥٦- النعمان بن شبل، ٨/ ٢٤٨.

(٣) "إتحاف الزائر وإطراف المقيم للسّائر" فصل ويتعلّق بالزيارة، صـ٢٨.

نہ ہو، اس کے لیے کوئی عُذر نہیں!"۔

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے آداب

عزیزانِ گرامی قدر! "حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے، تو ایسے اِنہماک سے مؤدّب کھڑے ہوتے، کہ دیکھنے والوں کو شُبہ ہوتا، کہ شاید وہ نماز پڑھ رہے ہیں"[۱]۔

برادرانِ اسلام! مَناسکِ حج وزیارتِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے آداب پر مشتمل کتاب "لُباب" میں ہے کہ "حجِ نفل میں زیارتِ قبرِ اطہر المصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ضرور کرنی چاہیے، حج اگر فرض ہو تو پہلے حج ادا کرے، لیکن اگر مدینہ طیّبہ راستے میں ہو، تو پہلے زیارتِ اقدَس سے مشرّف ہو"[۲]۔

امامِ اہلِ سنّت، مجدّدِ دین وملّت، امام احمد رضا محدّثِ بریلوی رحمہ اللہ تعالی نے آدابِ زیارت میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ "خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے، یا ہاتھ لگانے سے بچو! کہ یہ خلافِ ادب ہے، بلکہ چار ۴ ہاتھ کے فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ! یہ اُن کی رحمت کیا کم ہے، کہ تم کو اپنے حضور بُلایا! اور اپنے مُواجَہہِ اقدس میں جگہ بخشی! ان کی نگاہِ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی، اَب خصوصیت اور اِس درجہ قُرب کے ساتھ ہے!"[۳] ع

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو! کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو![۴]

---

(۱) "الشِّفا" فصل في حكم زيارة قبره صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، الجزء۲، صـ۵۵.

(۲) انظر: "المسلَك المتقسّط" باب زيارة سيِّد المرسلين، صـ۵۰۳.

(۳) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحج، باب الجنایات، رسالہ "انور البشارۃ" ۸/۶۰۲۔

(۴) "حدائقِ بخشش" "حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو، صـ۱۲۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حج کی سعادت عطا فرما، اور بارگاہِ اقدس ﷺ کی باادب حاضری نصیب فرما! ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، اور غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

قربانی کے فضائل ومسائل

(جمعۃ المبارک ۲ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ- ۲۴/۷/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

قربانی

عزیزانِ گرامی قدر! اللہ تعالی نے جن وِانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا، ان عبادات میں سے کچھ فرض ہیں اور کچھ واجب، مگر دونوں ہی ضروری ہیں۔ بعض کا تعلّق انسان کے بدن سے ہے، اور بعض کا اس کے مال سے۔ جو عبادات بدن سے متعلق ہیں وہ بدَنیہ کہلاتی ہیں، اور جن کا تعلق مال سے ہے وہ عباداتِ مالیہ کہلاتی ہیں۔ مالی عبادات میں سے ایک عظیم عبادت قربانی بھی ہے۔ قربانی کا مفہوم بہت وسیع ہے، لیکن ہم یہاں صرف اس قربانی کے ضروری فضائل ومسائل کا ذکر کریں گے، جو عیدالاضحیٰ کے موقع پر کی جاتی ہے۔

قربانی کا معنی

علّامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "القربان" سے مراد ہر وہ چیز ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالی کا قُرب حاصل کیا جائے۔ اور عُرف میں قربان بمعنی "نَسیکۃ" یعنی "ذبیحہ" کے استعمال ہوتا ہے"[1]۔

قربانی کا آغاز

عزیزانِ محترم! تخلیقِ انسانیت کے آغاز ہی سے، انسان میں قربانی کا جذبہ کار فرما ہے، قرآنِ مجید میں حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے دو ۲ بیٹوں کی قربانی کا واقعہ موجود ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾[2] "جب دونوں نے ایک ایک نیاز (قربانی) پیش کی، تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نا قبول ہوئی، (ایک دوسرے سے) بولا: قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا! (دوسرے نے) کہا کہ جو خوفِ خدا والے ہیں، اللہ انہی سے قبول کرتا ہے"۔ مطلب یہ کہ قربانی کا قبول کرنا اللہ تعالی کا کام ہے، اور وہ اہلِ تقوی کی قربانی قبول فرماتا ہے۔

اللہ ربّ العالمین کی رضا وخوشنودی کی خاطر عملِ صالح

میرے محترم بھائیو! یہ بات بہت ضروری ہے، کہ ہر نیک کام اللہ ربّ العالمین کی رضا وخوشنودی کی خاطر انجام دیا جائے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾[3] "اے حبیب آپ فرما

---

(١) "مفردات ألفاظ القرآن" القاف، صـ٤١٤، ٤١٥.
(٢) پ٦، المائدة: ٢٧.
(٣) پ٨، الأنعام: ١٦٢.

دیجیے! کہ یقیناً میری نماز، میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا، سب اللہ کے لیے ہے، جو سارے جہان کا ربّ ہے"۔

قربانی ہر امّت کے لیے مقرّر فرمائی گئی

عزیز ہم وطنو! ایمان والی پچھلی امّتوں میں بھی قربانی رائج تھی، اللہ عَزَّوَجَلّ کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا ﴾[1] "ہر امّت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرّر فرمائی"۔

ربِ کریم کو جانوروں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے

خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ ہماری قُربانیوں سے متعلق ارشاد فرماتا ہے: ﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾[2] "اللہ تعالی کو ہرگز نہ اِن کے گوشت پہنچتے ہیں نہ اِن کے خون، ہاں تمہاری پرہیزگاری اللہ تک باریاب ہوتی ہے"۔ یعنی ربِ کریم جَلَّ جَلَالُہٗ کو ان جانوروں کے گوشت اور خون کی قطعًا حاجت نہیں، وہ تو صرف یہ دیکھتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کس قدر اُس کا خوف اور تقویٰ موجود ہے! اِطاعت و فرمانبرداری کے کتنے جذبات مَوجزن ہیں!۔

اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو نانِ شبینہ کے محتاج ہیں، لیکن ان کا جی چاہتا ہے کہ کاش! ہمارے پاس بھی وسائل ہوتے، تو ہم اللہ عَزَّوَجَلّ کی راہ میں قربانیاں پیش کرتے۔ ممکن ہے کہ ان لوگوں کو قربانی نہ کرنے کے باوُجود، محض حسنِ نیّت کا ثواب مل جائے، جو رِیاکاری والی قربانی سے کبھی میسّر نہ آئے!۔

---

(۱) پ۱۷، الحجّ: ۳٤.

(۲) پ۱۷، الحجّ: ۳۷.

قربانی کا حکم

یاد رہے کہ قربانی کرنا بہت ہی پیاری سنّت، اور ایک ایسی عبادت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبی حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی جان کے فِدیہ میں ذبیحہ دے کر، لوگوں کے لیے اس کو مقرّر فرمادیا۔ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے جب اپنے رب تعالی سے نیک اولاد کی دعا کی، تو اللہ تعالی نے انہیں حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی صورت میں بیٹا عطا فرمایا، اور پھر انہیں ذبح کرنے کا حکم دے کر امتحان لیا، حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام جو اپنے رب تعالی کے ہر حکم کو تسلیم کرتے رہے، یہاں تک کہ اپنے پیارے بیٹے کو ذبح کے لیے بھی پیش کر دیا، جبکہ یہ بیٹا آپ کو بڑھاپے میں عطا کیا گیا، اور وہ اس وقت تک آپ کے اکلوتے بیٹے تھے، یہ سب کچھ بیٹے کی محبت پر اللہ تعالی کی محبت کو ترجیح دینے کے سبب ہوا۔

اللہ تعالی نے ان کی اس نیکی کا بدلہ یہ عطا فرمایا، کہ ان کے بیٹے کے فدیہ میں ایک عظیم ذبیحہ بھیج دیا، اس واقعہ کو اللہ تعالی نے یوں بیان فرمایا: ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝۱۰۰ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ۝۱۰۱ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ٞ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۝۱۰۲ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۝۱۰۳ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ۝۱۰۴ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۝۱۰۵ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ۝۱۰۶ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾[1]۔

"ان (ابراہیم) نے کہا: الٰہی مجھے لائق اولاد دے! تو ہم نے اسے ایک عقلمند لڑکے کی خوشخبری سنائی، پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا، تو اس نے کہا

---

(۱) پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۰۰-۱۰۷.

کہ اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا کہ میں تمہیں ذَبح کر رہا ہوں، اب تم دیکھ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ (بیٹے نے جواب میں) کہا کہ اے میرے والد! آپ کو جس بات کا حکم ہوتا ہے آپ وہ کیجیے! اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صابر پائیں گے! تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی، اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا، اس وقت کا حال مت پوچھو! اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! یقیناً تم نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں، یقیناً یہ رَوشن امتحان تھا، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اُس کے فدیہ میں دے کر اُسے بچالیا"۔

ہر دَور میں قربانی کا یہ سلسلہ چلتا رہا، حتی کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی قربانی کا رَواج رہا، مگر ان کا طریقۂ کار یہ تھا کہ جانور ذَبح کرنے کے بعد، اس کا خون کعبۂ معظّمہ کی دیواروں پر لگا دیتے، اور گوشت بتوں کے سامنے اکٹھا کر دیتے تھے، بعد ازاں جب حضور نبئ رحمت ﷺ، خاتم المرسلین کا تاج سجائے مبعوث ہوئے، تو خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ نے قربانی کو باقی رکھتے ہوئے، اپنے حبیبِ کریم اور آپ ﷺ کی اُمّت کو قربانی کا حکم فرمایا، چنانچہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾[1] "تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو!"۔

رحمتِ عالم ﷺ، صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام رضی اللہ تعالی عنہم قربانی کرتے رہے

حضور رحمتِ عالم ﷺ خود بھی، اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اس پر عمل کرتے ہوئے قربانی کرتے رہے۔ حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ، وَأَنَا أُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ»[2] "نبئ کریم ﷺ دو ۲

---

(١) پ٣٠، الكوثر: ٢.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الأضاحي، ر: ٥٥٥٣، صـ٩٨٧.

مینڈھے قربان کیا کرتے، اور میں بھی دو ۲ مینڈھے قربان کرتا ہوں"۔

اسی طرح دیگر صحابۂ کرام وتابعینِ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی قربانی کے جانوروں کی پرورش کرکے، انہیں فربہ کرنے کا خاص اہتمام فرماتے، اور پھر انہیں اللہ کی راہ میں قربان کیا کرتے، چنانچہ حضرت سیّدنا ابو اُمامہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: «كُنَّا نُسَمِّنُ الأُضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُسَمِّنُونَ»[1] "مدینۂ منوّرہ میں ہم اور دیگر مسلمان بھی، قربانی کے جانوروں کی پرورش کرکے انہیں خوب فربہ کیا کرتے تھے"۔

صاحبِ نصاب مقیم حاجی پر بھی عید الاَضحی کی قربانی واجب ہے

محترم بھائیو! حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: «فَلَمَّا كُنَّا بِمِنى، أُتِيتُ بِلَحْمِ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: ضَحَّى رَسُولُ الله ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ بِالْبَقَرِ»[2] "جب ہم مِنیٰ میں تھے، تو میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اَزواج کی طرف سے گائے قربان کی ہے"۔ اس حدیثِ پاک سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کا گائے ذبح کرنا، عید الاضحیٰ کی قربانی کے لیے تھا"[3] جو کہ صاحبِ نصاب پر حج کی قربانی کے علاوہ ہے۔

گائے اور اونٹ میں سات سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں

میرے عزیز ہم وطنو! حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: «اشْتَرَكْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، كُلُّ سَبْعَةٍ فِي بَدَنَةٍ» "حج وعمرہ کے موقع پر، ہم

---

(١) "صحيح البخاري" باب في أضحية النبي ﷺ بكبشين أقرنين، صـ٩٨٧.
(٢) المرجع نفسه، ر: ٥٥٤٨، صـ٩٨٦.
(٣) "فتح الباري" باب الأُضحِية للمسافر والنساء، تحت ر: ٥٥٤٨، ١٠/ ٨.

نبئ کریم ﷺ کے ساتھ، فی اونٹ سات سات لوگ شریک ہوئے"، کسی نے دریافت کیا کہ کیا گائے میں بھی سات سات لوگ شریک ہوسکتے ہیں؟ حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: «مَا هِيَ إِلَّا مِنَ الْبُدْنِ»(۱) "گائے بھی قربانی کے ڈِیل دار (بڑی جسامت والے، بھاری بھرکم) جانور میں سے ہے"۔ اور صحیح بھی یہی ہے کہ گائے اور اونٹ میں سات سات لوگ شریک ہوسکتے ہیں، اور یہی مسلک جُمہور محدثین اور حنفیہ کا ہے۔

فَوت شدگان کی طرف سے قربانی

عزیزانِ محترم! حضرت سیّدنا حنَش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو ۲ مینڈھوں کی قربانی کی: ایک نبئ کریم ﷺ کی طرف سے، اور ایک خود اپنی طرف سے، اور فرمایا: «أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ، فَأَنَا أُضَحِّي أَبَداً»(۲) "رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا، کہ میں اُن کی طرف سے قربانی کروں! لہذا میں ہمیشہ اسی طرح قربانی کرتا رہوں گا!"۔ "یہ اس بات پر دلیل ہے، کہ اگر کوئی فَوت شدہ مسلمان کی طرف سے قربانی کرے تو جائز ہے"(۳)۔

قربانی کے جانور کی عمر

عزیز دوستو! حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ»(٤) "دو ۲ دانت والے (اونٹ کی عمر پانچ ۵ سال، گائے کی عمر

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الحج، ر: ۳۱۸۸، صـ۵۵۳.

(۲) "مستدرَك الحاكم" كتاب الأضاحي، ر: ۷۵۵٦، ۷/ ۲٦۹٤.

(۳) "الكاشف عن حقائق السنن" كتاب الصلاة، تحت ر: ۱٤٦۲، ۳/ ۲۵۲.

(٤) "صحيح مسلم" باب سنّ الأُضحِية، ر: ۵۰۸۲، صـ۸۷٦.

دو۲ سال، اور بکرے کی عمر ایک سال یا اس سے زیادہ) کے علاوہ کسی کی قربانی مت کرو! ہاں اگر دشواری ہو تو اس سے کم عمر والے (جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو، صرف اُس) دُنبہ کی قربانی کرلو!"۔

قربانی کے جانور عیب سے پاک ہوں

برادرانِ اسلام! قربانی کرنے والے کے لیے ضروری ہے، کہ جانور اچھا اور بے عیب خریدے، حضور نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَرْبَعَةٌ لَا يَجْزِيْنَ فِي الْأَضَاحِي: (١) الْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا، (٢) وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا، (٣) وَالْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا، (٤) وَالْكَسِيرَةُ الَّتِي لَا تُنْقِي»[1] "چار۴ قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں: (۱) وہ کانا جانور جس کا کاناپَن صاف معلوم ہو، (۲) ایسا بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو، (۳) ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑاپَن صاف معلوم ہو، (۴) اور ایسا کمزور وناتواں جانور، جس کی ہڈیوں میں گُودا نہ رہا ہو"۔

قدرت کے باوُجود قربانی نہ کرنے پر وعید

قابلِ صد احترام بھائیو! حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا»[2] "جس کے پاس قربانی کرنے کی وسعت وقدرت ہو، پھر بھی وہ قربانی نہ کرے، تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے!"۔ لہٰذا جو لوگ قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوُجود قربانی نہیں کرتے، ان کے لیے لمحۂ فکریہ ہے، اوّل یہی نقصان کیا کم

---

(١) "سنن النَّسائي" كتاب الضحايا، ر: ٤٣٧٧، الجزء ٧، صـ٢٢٨.

(٢) "سنن ابن ماجه" باب الأضاحي واجبة هي أم لا؟ ر: ٣١٢٣، صـ٥٣٤.

تھا کہ قربانی نہ کرنے سے اتنے بڑے ثواب، اور عید گاہ میں مسلمانوں کے عظیم اجتماع ودعا سے محروم ہوگئے، مزید یہ کہ وہ گنہگار بھی ہیں۔

صاحبِ نصاب پر ہر سال ایک قربانی ہے

پیارے بھائیو! حضرت سیّدنا مِخنَف بن سُلیم رَضِیَ اللهُ تَعَالَی عَنْهُ کہتے ہیں، کہ ہم عرفہ میں نبئ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس بیٹھے تھے، تب نبئ رحمت صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «يا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ، فِيْ كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً»[1] "اے لوگو! گھر کے ہر فرد پر، ہر سال ایک قربانی ہے"، یعنی گھر میں جتنے اَفراد صاحبِ نصاب ہوں گے، ان پر قربانی لازم ہوگی۔

لہذا جو استطاعت رکھتا ہو، مگر اس کے پاس جانور خریدنے کے لیے رقم نہیں، تو حکم یہ ہے کہ "اگر قربانی اُس پر واجب ہے، اور اس وقت اس کے پاس روپیہ نہیں، تو قرض لے کر، یا اپنی کوئی چیز فروخت کرکے قربانی کا جانور حاصل کرے، اور قربانی کرے"[2]۔ یا بڑے جانور یعنی اونٹ، گائے وغیرہ میں حصّہ لے کر شراکت داری کرے۔

نصاب کیا ہے؟

ہر بالغ، مقیم مسلمان، مرد وعورت، مالکِ نصاب پر قربانی واجب ہے۔

مالکِ نصاب ہونے سے مراد یہ ہے، کہ اس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا، یا ساڑھے باوَن تولہ چاندی، یا اتنی مالیت کی رقم، یا اتنی مالیت کا مالِ تجارت، یا اتنی مالیت

---

(۱) "سنن ابن ماجه" باب الأضاحي واجبة هي أم لا؟ ر: ۳۱۲۵، صـ۵۳۵.
(۲) "فتاویٰ امجدیہ" "کتاب الاُضحیہ"، ۳/۳۱۵۔

کا حاجتِ اصلیہ سے زائد سامان ہو، اور اس پر شریعتِ مطہّرہ کی طرف سے مقرّر کردہ زکات یا فطرہ، یا خود لازم کردہ منّتِ شرعی کی ادائیگی، یا بندوں کا اتنا قرض نہ ہو، جسے ادا کرکے مذکورہ نصاب باقی نہ رہے[۱]۔

حاجتِ اصلیہ (ضروریاتِ زندگی) سے مراد

فقہائے کرام فرماتے ہیں، کہ حاجتِ اصلیہ (ضروریاتِ زندگی) سے مراد وہ چیزیں ہیں، جن کی عموماً انسان کو ضرورت رہتی ہے، اور ان کے بغیر گزر اوقات میں شدید تنگی ودُشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے رہنے کا گھر، پہننے کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، سواری، علمِ دین سے متعلق حاجت کی کتابیں، اور پیشے سے متعلق اَوزار وغیرہ[۲]۔ اگر "حاجتِ اصلیہ" کی تعریف پیشِ نظر رکھی جائے، تو بخوبی معلوم ہوگا کہ ہمارے گھروں میں بھی کچھ چیزیں ایسی ہیں جو حاجتِ اصلیہ میں داخل نہیں، چنانچہ اگر ان کی قیمت کُل ملاکر ساڑھے باوَن تولہ چاندی کے برابر پہنچ گئی، تو قربانی واجب ہوگئی!۔

قربانی کا ثواب

میرے بزرگو ودوستو! حضرت سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند اصحاب کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ» "تمہارے باپ ابراہیم کی سنّت ہے!" انہوں نے سوال کیا: یا رسولَ اللہ! ان میں ہمارے لیے کیا ثواب ہے؟ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «بِكُلِّ شَعَرَةٍ حَسَنَةٌ!» "جانور کے ہر

---

(۱) "بہارِ شریعت" زکات کا بیان، حصّہ ۵، ۱/۸۷۸، ۸۸۰۔ وقربانی، حصّہ پانزدہم ۱۵، ۴/۱۳۲۔
(۲) "بہارِ شریعت" زکات کا بیان، حصّہ پنجم ۵، ۱/۸۸۰- ۸۸۱۔

بال کے عوض ایک نیکی ہے!" صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسول اللہ! اُون کے بدلے؟ سرورِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ!»[1] "اُون کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے!"۔

بہترین قربانی

محترم دوستو! حضرت سیّدنا ابواُمامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «خَيْرُ الأُضْحِيَّةِ الكَبْشُ»[2] "قربانی کے لیے سب سے بہتر دُنبہ ہے"۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں سب سے محبوب قربانی

جانِ برادر! حضرت سیّدنا ابو اَسوَد انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اپنے ابا جان سے مرفوعًا روایت کرتے ہیں: «أَحَبُّ الضَّحَايَا إِلَى اللهِ، أَعْلَاهَا وَأَسْمَنُهَا»[3] "اللہ تعالی کو سب سے زیادہ، موٹی تازی، اور بلند قامت، یا عمدہ قسم کی قربانی محبوب ہے"۔

قربانی واجب ہونے کی شرائط

"قربانی واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں: (۱) اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں، (۲) اِقامت یعنی مقیم ہونا، لہذا مسافر پر واجب نہیں، (۳) تونگری یعنی مالکِ نصاب ہونا، یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، وہ مراد نہیں جس سے زکات واجب ہوتی ہے۔ یعنی قربانی واجب ہونے کے لیے، مال کا

---

(۱) "سنن ابن ماجه" باب ثواب الأضحية، ر: ۳۱۲۷، صـ۵۳۵.

(۲) "سنن الترمذي" باب [خَيْرُ الأُضْحِيةِ الكَبْشُ] ر: ۱۵۱۷، صـ۳۶۸.

(۳) "التلخيص الحبير" كتاب الضحايا، مدخل، تحت ر: ۱۹۶۶، ٤/ ۳۵۰.

مالِ نامی ہونا شرط نہیں "[1]، نیز اس مال پر سال گزرنا بھی کوئی ضروری نہیں۔

(۴) حُریت یعنی آزاد ہونا، جو آزاد نہ ہو اُس پر قربانی واجب نہیں؛ کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں، لہٰذا عباداتِ مالیہ اُس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس کے لیے شرط نہیں، عورتوں پر واجب ہوتی ہے جس طرح مَردوں پر واجب ہوتی ہے، اس کے لیے بالغ ہونا شرط ہے؛ کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے، اور نہ اُس کی طرف سے اُس کے باپ پر واجب ہے "[2]۔

قربانی کے جانور کی اقسام

"قربانی کے جانور تین ۳ قسم کے ہیں: (۱) اونٹ، (۲) گائے، (۳) بکری۔ ہر قسم میں اُس کی جتنی اَنواع ہیں سب داخل ہیں، نَر اور مادہ، خصّی (وہ جانور جس کے خصیے نکال دیے گئے ہوں) اور غیر خصی، سب کا ایک حکم ہے، یعنی سب کی قربانی ہو سکتی ہے۔ بھینس گائے میں شمار ہے، اس کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔ بھیڑ اور دُنبہ، بکری میں داخل ہیں، ان کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں

قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے: (۱) اونٹ پانچ ۵ سال، (۲) گائے دو ۲ سال، (۳) بکری ایک سال کی۔ اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں، زیادہ ہو تو جائز، بلکہ افضل ہے۔ ہاں صرف دُنبہ یا بھیڑ کا چھ ٦ مہینے کا بچہ، اگر اتنا فربہ ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، تو اُس کی قربانی بھی جائز ہے۔

---

(۱) "بہارِ شریعت" صدقۂ فطر کا بیان، حصّہ ۵، ۱/۹۳۵۔

(۲) "بہارِ شریعت" قربانی کا بیان، مسائلِ فقہیہ، حصّہ ۱۵، ۳/۳۳۲، ملتقطاً۔

قربانی کے شرکاء

قربانی کے سب شرکاء کی نیّت تقرُّبِ الٰہی (یعنی اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنا) ہو، یعنی کسی کا ارادہ گوشت حاصل کرنے کا نہ ہو۔ اور یہ ضروری نہیں کہ وہ تقرُّب ایک ہی طرح کا ہو، یعنی ضروری نہیں کہ سارے شریک قربانی ہی کرنا چاہتے ہوں، بلکہ ایک بڑے جانور (اونٹ یا گائے) میں قربانی اور عقیقہ کی بھی شرکت ہو سکتی ہے؛ کیونکہ عقیقہ بھی تقرُّبِ الٰہی کی ایک صورت ہے۔

جانور ذبح کرنے کے چند ضروری آداب

جانور ذَبح کرنے سے پہلے چُھری کو اچھی طرح تیز کر لیا جائے، اور ذَبح کے بعد جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے، اُس کے تمام اَعضاء سے رُوح نکل نہ جائے، اُس وقت تک اس کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹیں، نہ چمڑا اُتاریں۔

بہتر یہ ہے کہ اگر اچھی طرح ذَبح کرنا جانتا ہو، تو اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے، اور اگر اچھی طرح ذبح کرنا نہیں جانتا، تو دوسرے کو حکم دے کہ وہ ذبح کرے، مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے، کہ وقتِ قربانی خود بھی حاضر ہو۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت سیّدہ فاطمہ زَہراء رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمایا: «قُومِي إِلَى أُضْحِيَّتِكَ فَاشْهَدِيهَا؛ فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكِ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا، كُلُّ ذَنْبٍ عَمِلْتِيهِ» "اُٹھ کر اپنی قربانی کے پاس آؤ؛ کہ اُس کے خون کے پہلے ہی قطرہ میں، جو کچھ ہو چکا سب کی مغفرت ہو جائے گی"، اس پر حضرت سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی: یا نبی اللہ! یہ آپ کی آل کے لیے خاص

ہے؟ یا آپ کی آل کے لیے بھی ہے اور عام مسلمین کے لیے بھی؟ فرمایا: «لَا، بَلْ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةً»[1] "نہیں، بلکہ تمام مسلمین کے لیے عام ہے"۔

قربانی کی کھال اور اُس کی جھول وغیرہ کا حکم

قربانی کا چمڑا، اُس کی جھول (قربانی کے جانوروں پر ڈالا گیا کپڑا) رسّی، اور اُس کے گلے میں ڈلا ہوا ہار، ان سب چیزوں کو صدقہ کر دے۔ قربانی کے چمڑے کو خود بھی اپنے کام میں لا سکتا ہے، یعنی اُس کو باقی رکھتے ہوئے، اپنے کسی کام میں لا سکتا ہے"[2]۔ لیکن اگر اسے بیچے گا تو پھر اس مال کو صدقہ کرے، خود اپنے خرچ میں نہیں لا سکتا۔

ذبح کا طریقہ

قربانی سے پہلے جانور کو چارہ پانی دیں، یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں۔ ایک جانور کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کریں۔ اور پہلے سے چُھری تیز کر لیں، ایسا نہ ہو کہ جانور گرانے کے بعد اُس کے سامنے چُھری تیز کی جائے۔ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں، کہ قبلہ کو اُس کا منہ ہو، اور اپنا داہنا پاؤں اُس کے پہلو پر رکھ کر، تیز چُھری سے جلد ذبح کر دیا جائے، اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے: "إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّماوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفاً وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لله رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، لا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ، بِسْمِ الله اَللهُ أَكْبَرُ".

"میں نے اپنا منہ اُس کی طرف کیا، جس نے آسمان اور زمین بنائے، خاص

---

(١) "مستدرَك الحاكم" كتاب الأضاحي، ر: ٧٥٢٤، ٤/ ٢٤٧.

(٢) "بہارِ شریعت" قربانی کا بیان، مسائلِ فقہیہ، حصّہ ۱۵، ۳/۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۳-۳۴۵، ملتقطاً۔

اسی کا ہوکر، اور میں مشرکوں میں سے نہیں، یقیناً میری نماز، میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا، سب اللہ تعالی کے لیے ہے، جو سارے جہان کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے، اور میں مسلمان ہوں۔ الٰہی! یہ (قربانی) بھی تیری ہی توفیق سے ہے، اور تیرے ہی لیے ہے۔ اللہ کے نام سے، اور اللہ سب سے بڑا ہے" اسے پڑھ کر ذبح کردے۔

قربانی اگر اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي، كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ إِبْرَاهِيْمَ عليه السلام، وَحَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ عليه الصلاة والسلام. "اے اللہ تُو مجھ سے (اس قربانی کو) قبول فرما! جیسے تُو نے اپنے خلیل ابراہیم اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے قبول فرمائی"[1]۔

اس طرح ذبح کرے کہ جانور کی چاروں ۴ رگیں کٹ جائیں، یا کم سے کم تین ۳ رگیں کٹ جائیں۔ اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری پیچھے گردن کے مُہرہ تک پہنچ جائے؛ کہ اس سے جانور کو بلاوجہ تکلیف ہوتی ہے۔

اور اگر دوسرے کی طرف سے ذبح کرتا ہے، تو "مِنِّي" کی جگہ "مِن" کے بعد اُس کا نام لے، جس کی طرف سے ہے[2]۔

گوشت کی تقسیم

قربانی کا جانور اگر مشترک ہے، جیسے گائے یا اونٹ، تو وزن سے گوشت تقسیم کیا جائے، صرف اندازے سے تقسیم نہ کریں۔ پھر اس گوشت کے تین ۳ حصے کر

---

(۱) "بہارِ شریعت" قربانی کا بیان، مسائلِ فقہیہ، حصّہ ۱۵، ۳/۳۵۲، ملتقطاً۔

(۲) ایضاً، ۳/۳۵۳، ملتقطاً۔

کے، ایک حصہ فقراء پر تصدُق (خیرات) کرے، ایک حصہ دوست واَحباب کے یہاں بھیجے، اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے رکھے، اور اس میں سے خود بھی کچھ کھالے، اور اگر اہل وعِیال زیادہ ہوں، تو تہائی سے زیادہ، بلکہ کُل گوشت بھی گھر کے استعمال میں لاسکتا ہے[۱]۔

قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لیے دے دے، مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دے دے، یا کسی فقیر کو دے دے۔ بعض جگہ یہ چمڑا امام مسجد کو دیا جاتا ہے، اگر امام کی تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو، بلکہ اِعانت (مدد) کے طور پر ہو تو حرج نہیں۔ "البحر الرائق" میں مذکور ہے کہ قربانی کرنے والا، بقرعید کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے، اس سے پہلے کوئی دوسری چیز نہ کھائے، یہ مستحب ہے، اس کے خلاف کرے جب بھی حرج نہیں"[۲]۔

دعا

اے اللہ! ہم میں جو صاحبِ نصاب ہیں، انہیں اپنے مال سے بہترین جانور قربان کرنے کی توفیق عطا فرما، ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بُخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشدلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "بہارِ شریعت" قربانی کا بیان، مسائلِ فقہیہ، حصّہ ۱۵، ۳/۳۵۳-۳۵۴، ملتقطاً۔
(۲) ایضًا۔

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام

(جمعۃ المبارک ۹ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ - ۳۱/۷/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت

"حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت، سرزمینِ اہواز میں بمقامِ سوس ہوئی، پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد آپ کو بابل مُلکِ نمرُود میں لے آئے"[1]۔

حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش

عزیزانِ گرامی قدر! اللہ تعالی اپنے برگزیدہ بندوں کو، امتحانات اور آزمائشوں سے گزار کر، کامیابی اور کامرانی سے سرفراز فرماتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اِذِ ابۡتَلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ﴾[2] "جب ابراہیم کو اس کے رب تعالی نے کچھ باتوں سے آزمایا، تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں"۔

(۱) "خزائن العرفان" پ۱، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۲۴، ص۳۴۔

(۲) پ۱، البقرة: ١٢٤.

میرے محترم بھائیو! "جو باتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر آزمائش کے لیے واجب کی تھیں، ان میں مفسرین کے چند اقوال ہیں: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ وہ مَناسکِ حج ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا: اس سے وہ دس ۱۰ چیزیں مراد ہیں، جو اَگلی آیات میں مذکور ہیں، حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک قول یہ ہے کہ وہ دس ۱۰ چیزیں یہ ہیں:

(۱) مونچھیں کتروانا، (۲) کلّی کرنا، (۳) ناک میں صفائی کے لیے پانی استعمال کرنا، (۴) مسواک کرنا، (۵) سر میں مانگ نکالنا، (۶) ناخن ترشوانا، (۷) بغل کے بال دُور کرنا، (۸) مُوئے زیرِ ناف کی صفائی، (۹) ختنہ کرانا، (۱۰) اور پانی سے استنجاء کرنا۔ یہ سب چیزیں حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام پر واجب تھیں، اور ہم پر اِن میں سے بعض واجب ہیں، بعض سنّت"[1]۔

حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام ملکِ نمرُود بابِل میں پرورش پاکر، جب سنِ بلوغ کو پہنچے تو اس پر اللہ جلّ جلالہ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۚ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ

---

(۱) "خزائن العرفان" پ۱، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۲۴، صــ۳۴۔

اِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾(۱).

"ہم نے ابراہیم کو (ان کی ابتدائی عمر میں بالغ ہونے سے) پہلے ہی سے، اس کی نیک راہ عطا کردی، اور ہم اس سے خبردار تھے (کہ وہ ہدایت و نبوّت کے اہل ہیں)۔ جب اس نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ یہ مُورتیں (یعنی بُت جو درندوں پرندوں اور انسانوں کی صورتوں کے بنے ہوئے ہیں) کیا ہیں؟ جن کے آگے تم آسن مارے ہو (اور ان کی عبادت میں مشغول ہو)۔ بولے: ہم نے اپنے باپ دادا کو اِن کی پوجا کرتے پایا (تو ہم بھی ان کی اقتداء میں ویسا ہی کرنے لگے)۔ کہا: یقیناً تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو! بولے: کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیلتے ہو؟ کہا: بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا، جس نے انہیں پیدا کیا، اور میں اس پر گواہوں میں سے ایک گواہ ہوں۔ اور مجھے اللہ کی قسم ہے! میں تمہارے بُتوں کا بُرا چاہوں گا، بعد اس کے کہ تم پیٹھ دے کر (اپنے میلے کو) پھر جاؤ۔ تو اُن سب کو (یعنی بُتوں کو توڑ کر) چُورا کردیا، مگر ایک کو جو اُن سب کا بڑا تھا (چھوڑ دیا، اور ہتھوڑا اس کے

---

(۱) پ۱۷، الأنبياء: ۵۱-۷۰.

کاندھے پر رکھ دیا) کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں (کہ ان چھوٹے بُتوں کا کیا حال ہے ؟) بولے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا؟ یقیناً وہ ظالم ہے! ان میں سے کچھ بولے کہ ہم نے ایک جوان کو انہیں بُرا کہتے سنا، جسے ابراہیم کہتے ہیں۔ (یہ خبر نمرُودِ جبّار اور اس کے اُمراء کو پہنچی تو) بولے: تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ! شاید وہ گواہی دیں (کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا فعل ہے) بولے: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا؟ (آپ نے اس کا تو کچھ جواب نہ دیا، اور شانِ مُناظرانہ سے تعریض کے طور پر ایک عجیب وغریب حجت قائم کی) فرمایا: بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا (اس غصہ سے کہ اس کے ہوتے تم اس کے چھوٹوں کو پوجتے ہو!) اگر بولتے ہوں تو ان سے پوچھو! (وہ خود بتائیں کہ ان کے ساتھ یہ کس نے کیا؟) تو اپنے جی کی طرف پلٹے (اور سمجھے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حق پر ہیں) اور بولے: یقیناً تمہیں ستم گار ہو (جو ایسے مجبوروں اور بے اختیاروں کو پوجتے ہو)۔ پھر اپنے سروں کے بل اَوندھائے گئے، کہ تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں! کہا: تو کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو؟ جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے! تُف ہے تم پر اور ان بُتوں پر! جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو! تو کیا تمہیں عقل نہیں ؟ بولے: ان کو جَلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے! ہم نے فرمایا: اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا! اور انہوں نے اس کا بُرا چاہا، تو ہم نے انہیں سب سے بڑھ کر زیاں کار کردیا"۔ کہ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو بُت پرستی سے روکا، اور نہ ماننے پر اُن کے بُتوں کو توڑ دیا، جس سے معلوم ہوا کہ بُت پرستی کا خاتمہ کرنا اللہ تعالی کو محبوب، اور اس کے حکم سے اس کے پسندیدہ بندوں کا ہمیشہ سے کام رہا ہے، حالانکہ اس کے بدلے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں

ڈالا گیا، مگر اللہ تعالی نے اس آگ کو گلزار بنا کر اس سے نَجات دی، اور کافروں کو ان کے بادشاہ نمرُود سمیت ہلاک وبرباد کردیا!۔

حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عمدہ صفت

میرے بزرگو ودوستو! حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ملکِ شام سے جب مکہ مکرّمہ پہنچے، تو اپنی زَوجۂ محترمہ حضرت سیّدہ ہاجرہ، اور بچے حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، کچھ تھوڑے سے اَسبابِ زندگی کے ساتھ یہاں ٹھہرا کر، نیز اللہ تعالی پر کامل بھروسا کرتے ہوئے واپس چلے، اور کیوں نہ ہو؟ کہ اللہ تعالی پر بھروسا اور توکُّل، حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کا شِعار اور صالحین کا طریقہ ہے۔

حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عمدہ صفت بیان کرتے ہوئے، خالقِ کائنات جلّ جلالہ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾[1] "جب اس سے اس کے رب تعالی نے فرمایا کہ گردن رکھ! تو عرض کی کہ میں نے گردن رکھی، اُس کے لیے جو سارے جہان کا رب ہے"۔

اللہ کے پیارے اللہ کے حکم پر راضی رہتے ہیں، ان حضرات کا اپنے رب تعالی پر کامل بھروسا اور اعتماد ہوتا ہے، انہی میں حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی زَوجہ حضرت سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالی عنہا بھی ہیں، کہ بحکمِ الٰہی حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زوجہ اور دودھ پیتے بیٹے، دونوں کو بیت اللہ شریف کے قریب، صفا ومروہ کے پاس تھوڑی کھجوریں اور تھوڑا سا پانی دے کر، ایسے وقت چھوڑ گئے کہ جب مکۂ مکرمہ میں نہ گزر اوقات کی کوئی چیز تھی، نہ کوئی آبادی تھی، لیکن حضرت سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالی عنہا نے جس

---

(١) پ١، البقرة: ١٣١.

اعتماد و بھروسے کا مظاہرہ کیا، اس کا بیان کچھ یوں ہے:

حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: «وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَاباً فِيْهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقاً، فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ فَقَالَتْ: يَا إِبْرَاهِيْمُ! أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي، الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ! فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَاراً، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ لَهُ: آللّٰهُ الَّذِيْ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا».

"جس وقت حضرت سیّدنا ابراہیم نے انہیں مکہ مکرمہ میں چھوڑا، اس وقت وہاں ایک انسان بھی نہیں تھا، نہ وہاں پانی تھا، ان کے پاس ایک ٹوکری رکھی جس میں کھجوریں تھیں، اور ایک مشکیزہ رکھا جس میں پانی تھا، پھر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام واپس لَوٹنے لگے، تو حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ حضرت سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا پیچھا کیا اور کہنے لگیں: اے ابراہیم! آپ ایسی وادی میں ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں، جہاں کوئی ایک بھی انسان نہیں، نہ کوئی چیز ہے! یہ الفاظ انہوں نے کئی بار دہرائے، مگر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کی طرف مڑ کر نہیں دیکھا، نہ کوئی جواب دیا، اس پر حضرت سیّدہ ہاجرہ نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: جی ہاں، مجھے اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے، تب حضرت سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں، کہ اگر ایسا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع ہونے نہیں دے گا!"۔

حضرت سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اعتماد و بھروسا پہاڑ کی طرح مضبوط تھا، ربّ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہنے کی برکت سے انہیں زمزم شریف نصیب ہوا، آپ نے وہ زمزم پی کر

بچے کو دودھ پلایا، تب ان سے فرشتوں نے کہا: «لاَ تَخَافِي الضَّيْعَةَ؛ فَإِنَّ هَاهُنَا بَيْتَ اللهِ يَبْنِيهِ هَذَا الْغُلاَمُ وَأَبُوهُ، وَإِنَّ اللهَ لاَ يُضِيعُ أَهْلَهُ»[1] "ضائع ہونے کا اندیشہ نہ کرو، یہاں بیت اللہ ہے، جسے یہ بچہ اور اس کے والد تعمیر کریں گے، اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس مقدّس مقام کے باشندوں کو ضائع نہیں فرمائے گا!"۔ عرصۂ دراز کے بعد حضرت سیّدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی، آج ہر طرف سے لوگ جُوق در جُوق حرمین شریفین حاضر ہوتے ہیں، اور وہاں سے برکتیں حاصل کرتے ہیں۔

مکۂ مکرّمہ کے لیے دعا

عزیز ہم وطنو! حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس جنگل بیابان میں، بحکمِ الٰہی اپنی زَوجہ اور دودھ پیتے بچے کو چھوڑ کر، بارگاہِ الٰہی عزّوجلّ میں دعا کی، ارشادِ گرامی ہے: ﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾[2] "جب عرض کی ابراہیم نے، کہ اے رب میرے! اس شہر کو اَمان والا کر دے، اور اس کے رہنے والے، جو اُن میں سے اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں، انہیں طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے"۔ "حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس دعا میں مؤمنین کو خاص فرمایا، اور یہی شانِ ادب تھی، اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور آپ کی دعا قبول فرمائی"[3]۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتابُ أحادِيث الأنبياء، ر: ٣٣٦٤، صـ٥٦١.

(٢) پ١، البقرة: ١٢٦.

(٣) "خزائن العرفان" پ۱، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۲۶، ص۳۵۔

کعبۂ معظّمہ کی تعمیر

پھر جب حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام ایک عرصہ کے بعد واپس تشریف لائے، اور حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام بھی اس قابل ہوئے کہ ان کا ہاتھ بٹا سکیں، تب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ خالقِ کائنات جلّ جلالہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ﴾[۱] "جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی نیوِیں اٹھاتے تھے، یہ کہتے ہوئے کہ اے رب ہمارے! ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما!"۔

یاد رہے کہ پہلی بار کعبۂ معظّمہ کی بنیاد، حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے رکھی، اور بعد طوفانِ نُوح پھر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی بنیاد پر تعمیر فرمائی۔ یہ تعمیر خاص آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے دستِ مبارک سے ہوئی، اس کے لیے پتھر اٹھا کر لانے کی خدمت وسعادت حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کو میسر آئی، دونوں حضرات نے اس وقت یہ دعا کی کہ "یارب ہماری یہ طاعت و خدمت قبول فرما!"[۲]۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے گھر (مسجد) کی تعمیر کرنا، اللہ کے خلیل حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنّتِ عظیمہ، اور اس سلسلے میں تعاوُن کرنا ذبیح اللہ حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی سنّتِ کریمہ ہے۔

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی دعا

میرے بزرگو ودوستو! اللہ جلّ جلالہ نے اولادِ آدم میں، حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کو بزرگی وبڑائی عطا فرمائی، اولادِ اسماعیل میں بنی کنانہ کو بلندی دی، اور بنی کنانہ

---

(۱) پ ۱، البقرة: ۱۲۷.

(۲) "خزائن العرفان" پ۱، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۲۷، ۳۵۔

میں قبیلۂ قریش کو بڑا بلند درجہ عطا فرمایا، پھر قریش سے بنی ہاشم کو چُنا، اور بنی ہاشم سے حضرت سیدنا محمدِ مصطفی احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند فرمایا، اور ان کے لیے عربی زبان کو پسند فرمایا؛ تاکہ اسی پیاری اور پسندیدہ زبان میں، وہ اپنی التجائیں بارگاہِ الٰہی میں کیا کریں۔

حضرت سیّدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے بارگاہِ الٰہی میں جس پیارے انداز سے دعا کی، اس کا ذکر قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اس طرح آیا: ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا﴾(۱) "اے ہمارے رب! ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا کر، اور ہماری اولاد میں سے ایک اُمت تیری فرمانبردار کر! اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا! اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رُجوع فرما!"۔ "وہ حضراتِ مقدّس اللہ تعالیٰ کے مُطیع ومخلص بندے تھے، پھر بھی یہ دعا اس لیے کی، کہ اطاعت واِخلاص میں اَور زیادہ کمال کی طلب رکھتے ہیں؛ کہ ان حضرات کا ذَوقِ طاعت سَیر نہیں ہوتا، سبحان اللہ!۔

حضرت سیّدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام معصوم ہیں، آپ کی طرف سے تو یہ تواضُع ہے، اور اللہ والوں کے لیے تعلیم ہے؛ کہ یہ مقامِ قبولیتِ دعا ہے، اور یہاں دعا وتوبہ سنّتِ ابراہیمی ہے"(۲)۔

وہیں پر یہ دعا بھی کی: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾(۳) "اے ہمارے رب! ان میں

---

(۱) پ۱، البقرۃ: ۱۲۸.

(۲) "خزائن العرفان" پ۱، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۲۸، ص۳۵۔

(۳) پ۱، البقرۃ: ۱۲۹.

ایک رسول انہیں میں سے بھیج، جواِن پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے، اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے، اور انہیں خوب ستھرا فرما دے"۔ "یعنی حضرت سیّدنا ابراہیم و حضرت سیّدنا اسماعیل علیہما السلام کی ذرّیت میں۔

یہ دعا سیّدِ الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے تھی، یعنی کعبہ معظمہ کی تعمیر کی عظیم خدمت بجا لانے، اور توبہ واستغفار کرنے کے بعد، حضرت سیّدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے یہ دعا کی کہ "یارب! اپنے محبوب نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ہماری نسل میں ظاہر فرما، اور یہ شرف ہمیں عنایت کر!"۔ یہ دعا قبول ہوئی، اور ان دونوں صاحبوں کی (مشترک) نسل میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی نہیں ہوا، یعنی اولادِ حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام میں، بلکہ دیگر انبیاء (حضرت ابراہیم کے دوسرے صاحبزادے) حضرت سیّدنا اِسحاق علیہ الصلوۃ والسلام کی نسل سے ہیں"[1]۔

صحابیٔ رسول حضرت سیّدنا عِرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو فرماتے سنا: «إِنِّي عَبْدُ الله، وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْن وَأَبِي مُنْجَدِلٌ فِيْ طِينَتِه، وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ: أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسٰى، وَرُؤْيَا أُمِّي آمِنَةَ الَّتِي رَأَتْ» "میں اس وقت سے اللہ کا بندہ اور آخری نبی ہوں، جبکہ ہم سب کے باپ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام ابھی مٹی سے تخلیق کیے جارہے تھے۔ اور میری یہ بات دھیان سے سن لو! کہ میں اپنے باپ حضرتِ ابراہیم کی دعا ہوں، حضرتِ عیسیٰ کی بِشارت ہوں، اور اپنی والدہ حضرت آمنہ کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا"۔

حضرت سیّدنا عِرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں، کہ جس طرح گزشتہ انبیاء کی

(۱) "خزائن العرفان" پ۱، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۲۹، ص۳۵۔

ماؤں نے خواب دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے بھی، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے وقت، ایک ایسا نُور دیکھا جس کی بدَولت ملکِ شام کے محلّات اُن پر روشن ہوگئے۔ پھر صحابئ رسول نے سورۂ اَحزاب کی یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًاۙ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾[1] "اے غیب کی خبر دینے والے! یقیناً ہم نے آپ کو حاضر گواہ، اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، اللہ کے حکم سے اُس کی طرف بلانے والا، اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا!"۔

حضرت سیّدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو پاکیزگی کی تاکید

عزیزانِ محترم! طہارت، نَجاست، غَلاظت اور ناپاکی کی ضد ہے، اور اس کا معنی پاکیزگی ہے۔ پاکیزگی اہلِ ایمان کا طریقہ اور اللہ تعالی کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندوں کی علامت ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے بلند رُتبہ انبیائے کِرام علیہم الصلاۃ والسلام اور صالحینِ عظام رحمۃ اللہ علیہم کو دیگر اَحکام کے ساتھ ساتھ، خاص طور پر پاکیزگی کی تلقین بھی فرمائی۔

حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اور اُن کے شہزادے حضرت سیّدنا اِسماعیل ذبیح اللہ علیہ الصلاۃ والسلام سے خطاب کرتے ہوئے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾[2] "ہم نے ابراہیم واسماعیل کو تاکید فرمائی، کہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رُکوع وسجود کرنے والوں کے لیے، میرا گھر خوب پاک صاف کریں!"۔

---

(۱) "مستدرَك الحاكم" تفسير سورة الأحزاب، ر: ٣٥٦٦، ٤/ ١٣٣٩.
(٢) پ١، البقَرة: ١٢٥.

مُردوں کو زندہ کرنا

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، جس نے سارے جہان بنائے، انہیں ایک دن فنا کرکے پھر سے مُردوں کو زندہ فرمائے گا۔ اُس نے بارہا اپنے بندوں کو اس کا مُشاہدہ بھی کرایا، کہ وہ یہ کام کس طرح انجام دے گا۔ مفسرینِ کرام نے لکھا ہے کہ سمندر کے کنارے ایک آدمی مرا پڑا تھا، صبح وشام سمندر کی لہروں کے اُتار چڑھاؤ میں، جب پانی چڑھتا تو مچھلیاں اس لاش کو کھاتیں، جب اُتر جاتا تو جنگل کے درندے کھاتے، جب درندے جاتے تو پرند کھاتے، حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ملاحظہ فرمایا، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شَوق ہوا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں، کہ مُردے کس طرح زندہ کیے جائیں گے؟! آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ یارب! مجھے یقین ہے کہ تو مُردوں کو زندہ فرمائے گا، اور ان کے اَجزاء دریائی جانوروں اور درندوں کے پیٹ، اور پرندوں کے پوٹوں سے جمع فرمائے گا، لیکن میں یہ عجیب منظر دیکھنے کی آرزُو رکھتا ہوں!۔

مفسرینِ کرام کا ایک قول یہ بھی ہے، کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل بنایا، تو ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رب العزّت سے اجازت لے کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بِشارت سنانے آئے، کہ اللہ تعالی نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل بنایا ہے! آپ نے بِشارت سن کر اللہ کی حمد کی، اور ملک الموت سے فرمایا کہ اس خُلّت کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا قبول فرمائے، اور آپ کے سوال پر مُردے زندہ کرے! تب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی[1] کی[1] جسے اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ

---

(۱) "تفسیر الخازن" پ۳، البقرة، تحت الآیة: ۲۶۰، ۱/ ۱۹۶، ۱۹۷، ملتقطاً.

الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّيَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ﴾[1] "جب ابراہیم نے عرض کی، کہ اے میرے رب! مجھے دکھا دے تُو کیسے مُردے جِلائے گا؟ فرمایا: کیا تمھیں یقین نہیں؟ عرض کی: یقین کیوں نہیں! مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے! فرمایا: تو اچھا چار ۴ پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لو (پال لو)! پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو، پھر انہیں بُلاؤ! وہ تمھارے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دَوڑتے"۔

"حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے چار ۴ پرندلیے: مور، مرغ، کبوتر، کوّا، انہیں بحکمِ الٰہی ذبح کیا، ان کے پَر اکھاڑے اور قیمہ کرکے، ان کے اجزاء باہم خلط کر دیے، اور اس مجموعہ کے کئی حصے کیے، ایک ایک حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھا، اور سر سب کے اپنے پاس محفوظ رکھے، پھر فرمایا: چلے آؤ! حکمِ الٰہی سے یہ فرماتے ہی وہ اَجزاء اُڑے، اور ہر ہر جانور کے اَجزاء علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے، اور پرندوں کی شکلیں بن کر اپنے پاؤں سے دَوڑتے حاضر ہوئے، اور اپنے اپنے سروں سے مل کر بعینہٖ پہلے کی طرح مکمل ہو کر اُڑ گئے، سبحان اللہ!"[2]۔

حضرت سیّدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی سیرتِ طیّبہ کے ان حسین وجمیل گوشوں میں، ہم اہلِ ایمان کے لیے علم وعمل کے کئی رَہنما اُصول وضوابط موجود ہیں، جنہیں اپنا کر ہم بھی قربِ الٰہی کی اعلیٰ منزل تک رَسائی حاصل کر سکتے ہیں!۔

---

(١) پ٣، البقرة: ٢٦٠.

(٢) "تفسیر خزائن العرفان" پ٣، البقرۃ، زیرِ آیت: ۲۶۰، ۹۷۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اپنے پسندیدہ بندوں، بالخصوص حضرت سیّدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کی توفیق عطا فرما، ان کی طرح ہر وقت اپنی رضا کے حصول کی کوشش، اور اپنے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرنے کی سعادت عطا فرما۔ ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت سے نواز دے، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

کاملُ الحیاء والایمان
حضرت سیّدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(جمعۃ المبارک ۱۶ ذو الحجہ ۱۴۴۱ھ - ۷/۸/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! تاجدارِ رسالت، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صدق ووفا کے پیکر اور سرچشمۂ ہدایت ہیں، ان حضرات کا مقدّس وُجود ظلمت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے ذریعے صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگ ہدایت پاتے ہیں!۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ، بِأَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ»[1] "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی پیروی بھی کروگے، ہدایت پاجاؤگے!"۔

میرے قابلِ صد احترام بھائیو! انہی عظیم ہستیوں میں سے گوناگوں اور منفرِد

---

(١) "جامع بيان العلم" باب ذكر الدليل من ...إلخ، ر: ١٧٦٠، ٢/ ٩٢٥.

خصوصیات کی حامل ایک شخصیت، نیّرِ تاباں حضرت سیّدنا عثمانِ غنی ذو النورَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی ہیں۔ آپ دامادِ رسول اور مسلمانوں کے تیسرے خلیفۂ راشد ہیں۔ حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرتِ طیّبہ، نہ صرف مسلمانوں کے لیے، بلکہ عالَمِ انسانیت کے لیے بھی ایک مشعلِ راہ ہے۔ حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اللہ تعالیٰ نے شرم وحیاء اور پیکرِ جُود وسخا جیسی عظیم صفات سے متّصف فرمایا۔

آپ اُن دَس ۱۰ خوش نصیب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے ہیں، جن کو نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دنیا ہی میں جنّت کی بِشارت عطا فرمادی، اور اُن کے حق میں دو ۲ بار یہ ارشاد فرمایا: «مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ اليَوْمِ!»[1] "آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اسے نقصان نہیں دے گا!"۔

اسمِ گرامی اور شجرۂ نسب

عزیزانِ مَن! امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان بن عفّان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نامِ نامی اسمِ گرامی: عثمان، کنیت: ابو عبد اللہ اور ابو عمر، جبکہ آپ کا لقب "ذو النورَین" ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سلسلۂ نَسَب کچھ اس طرح ہے: عثمان بن عفّان، ابن ابی العاص، ابن اُمیّہ، ابن عبدِ شمس القرشی۔ جبکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی والدۂ ماجدہ کا نام اَروىٰ بنت کُریز بن رَبیعہ بن حبیب بن عبدِ شمس ہے۔

اُمیّہ بن عبدِ شمس کی طرف نسبت کے سبب، آپ کا خاندان بنو اُمیّہ کہلاتا ہے، جو قبیلہ قریش ہی کی ایک شاخ ہے۔ دَورِ جاہلیت میں بھی آپ کا خاندان غیر معمولی جاہ وحَشمت کا حامل تھا، بنو ہاشم کے بعد شرف وسیادت میں کوئی خاندان یا

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب، ر: ۳۷۰۱، صـ۸٤۲.

قبیلہ بنو اُمیّہ کے ہم پلّہ نہیں تھا۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں عبدِ مَناف پر، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے جا ملتا ہے۔ حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نانی محترمہ اُمِّ حکیم البیضاء، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سگی پھوپھی ہیں، اس رشتے سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے قریبی رشتہ دار (یعنی بھانجے) بھی ہیں۔

آپ کی ولادت عام الفیل کے چھٹے سال مکّۂ مکرّمہ میں ہوئی[۱]۔ اعلانِ نبوّت کے بعد حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیّدنا علی المرتضی اور حضرت سیّدنا زَید بن حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بعد، اسلام قبول کرنے والی چوتھی شخصیت، حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ہے[۲]۔

کامل الحیاء والایمان

عزیزانِ محترم! حضرت سیّدنا عثمان بن عفّان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ایسے صحابی ہیں، جنہیں "کامل الحیاء والایمان" بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے کمالِ حیاء کا بیان حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خود اِن الفاظ سے فرمایا: «أَشَدُّ أُمَّتِي حَيَاءً عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ»[۳] "میری ساری اُمّت میں، سب سے زیادہ باحیاء عثمان بن عفّان ہیں"۔

انسان تو کیا ملائکہ اور خود رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بھی، حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے حیاء فرماتے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ عابدہ زاہدہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میرے گھر میں لیٹے ہوئے تھے، اور آپ کی دونوں

---

(۱) "الإصابة" حرف العين، تحت ر: ٥٤٦٤- عثمان بن عفّان، ٤/ ٣٧٧.

(۲) "تاريخ دِمشق" حرف العين، تحت ر: ٤٦١٩- عثمان بن عفّان، ٣٩/ ١٠.

(۳) "حلية الأولياء" ٣- عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، ر: ١٥٨، ١/ ٩٣.

پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں، حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حاضری کی اجازت چاہی، تو مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اجازت عطا فرمادی، اور اسی طرح لیٹے رہے، گفتگو فرماتے رہے۔ پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اجازت مانگی، تو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انہیں بھی اجازت عطا فرمادی، اور اسی طرح لیٹے رہے، محوِ گفتگو رہے۔ پھر حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اجازت چاہی، تب رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُٹھ کر بیٹھ گئے، اور اپنے لباس مبارک کو درست کر لیا، حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی حاضرِ بارگاہ ہو کر گفتگو کرتے رہے۔

جب وہ سب حضرات چلے گئے، تو حضرت عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو آپ نے ان کا کچھ خیال نہ کیا، پھر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو آپ نے ان کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی، لیکن جب حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے، اور اپنے کپڑے بھی درست کر لیے؟! رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ!»[1] "کیا میں اُس شخص سے حیاء نہ کروں، جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں!"۔

جب حضور نورِ مجسّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انصار ومہاجرین میں بھائی چارے کا عقد فرمایا، تو وہاں حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی موجود تھے، اتفاقاً جب ان کے سینے سے کُرتہ ہٹا تو وہاں موجود فرشتے اس مجلس سے ہٹ گئے، حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ملائکہ سے ہٹنے کا سبب پوچھا، تو انہوں نے عرض کی: حضرت عثمان سے ہم کو شرم آتی ہے[2]۔

---

(۱) "صحيح مسلم" باب من فضائل عثمان بن عفّان، ر: ٦٢٠٩، صـ١٠٥٦.

(۲) "مرقاة المفاتيح" باب مناقب عثمان رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، تحت ر: ٦٠٦٩، ١٠/ ٤٣١.

میرے دوستو! حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شرم وحیاء کا یہ عالم تھا، کہ آپ غسل خانہ میں تہبند باندھ کر غسل کرتے، صرف اوپر کا بدن برہنہ ہوتا تھا، تب بھی آپ سیدھے نہ بیٹھتے، حیاء کے مارے جھکے ہوئے ہی غسل فرمایا کرتے[1]۔

حضراتِ گرامی قدر! آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے، کہ جس دن سے دینِ اسلام قبول کیا، اس کے بعد اپنی آنکھوں سے کبھی اپنی شرم گاہ کو نہیں دیکھا، اور خود فرماتے ہیں: «لَا مَسِسْتُ ذَكَرِي بِيَمِينِي مُنْذُ بَايَعْتُ بِهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ»[2] "جب سے رسولِ اکرم ﷺ سے بیعت کی ہے، دائیں ہاتھ سے کبھی شرمگاہ کو نہیں چھوا"۔

میرے عزیز بھائیو! جن کی شرم وحیاء کا یہ عالم ہو، کہ وہ اپنے آپ سے بھی حیاء کریں، تو پھر کیوں نہ انسان، فرشتے اور خود رسول اللہ ﷺ بھی اُن سے حیاء فرمائیں۔

پیکرِ جُود وسخا

حضراتِ محترم! ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمانوں کو میٹھے پانی کی شدید قلّت کا سامنا تھا، شہرِ مدینہ میں (مشہور کنواں) بئرِ رُومہ کے نام سے میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا، سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے فرمایا: «مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ، فَيَجْعَلَ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ، بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ!»[3] "کون ہے جو بئرِ رُومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردے؟ کہ اس کے بدلے جنّت میں اس سے بہتر چیز اسے

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند عثمان بن عفّان، ر: ٥٤٣، ١/ ١٦٠.

(٢) "سُنن ابن ماجه" كتاب الطهارة وسننها، ر: ٣١١، صـ٦٢.

(٣) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب، ر: ٣٧٠٣، صـ٨٤٢.

عطا کی جائے گی!"۔ لہذا حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

ایک بار مسجدِ نبوی کی توسیع کے لیے حضور رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةَ آلِ فُلَانٍ؛ فَيَزِيدَهَا فِي الْمَسْجِدِ، بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ!»(۱) "فُلاں خاندان کے قطعۂ زمین کو خرید کر، کون ہے جو مسجد میں شامل کردے؟ کہ اس کے بدلے جنّت میں اس سے بہتر چیز اسے عطا ہوگی!"۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد سے متّصل وہ قطعۂ زمین خرید کر مسجد میں شامل کر دیا، جس سے مسجد میں لوگوں کے لیے وسعت پیدا ہوگئی۔

حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں دو جہاں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عُسرت کے لشکر (غزوۂ تبوک) پر رغبت دلا رہے تھے، حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر بولے: یارسول اللہ! میرے ذمّہ اللہ کی راہ میں سو ۱۰۰ اونٹ ہیں، ان کے کمبل اور پالان کے ساتھ! آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لشکر سے متعلق پھر رغبت دی، پھر جناب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی: میرے ذمّہ دو سو ۲۰۰ اونٹ ہیں، ان کے کمبل اور پالان کے ساتھ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر رغبت دلائی، تو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر کھڑے ہوگئے اور بولے: یارسول اللہ! میرے ذمّہ تین سو ۳۰۰ اونٹ ہیں مع ان کے کمبل و پالان کے، تب میں نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے اُتر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: «مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذِهِ! مَا عَلَى

---

(۱) "سنن النَّسائي" باب وقف المساجد، ر: ۳٦۰۷، الجزء ٦، صـ۲۳۷.

عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذِهِ!»[1] "اب اس کے بعد عثمان پر کوئی مُؤاخذہ نہیں، وہ جو چاہیں کریں! اس کے بعد عثمان پر کوئی مُؤاخذہ نہیں، وہ جو چاہیں کریں!"۔

آپ کا لقب ذُوالنورَین

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فطری طور پر انتہائی سلیمُ الطبع واقع ہوئے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے عہدِ جاہلیت میں ہی شراب اور بدکاری کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، حالانکہ اس دَور میں ملکِ عرب کا یہ حال تھا، کہ زمانے کی کوئی برائی ایسی نہ تھی، جو انہوں نے اپنا نہ رکھی ہو! شراب و رباب کے رسیا تھے، قتل وغارتگری ان کا پیشہ تھا، مال ودَولت کے حصول کی خاطر چوری اور ڈاکہ زَنی ایک عام سی بات تھی۔ اس کے باوُجود حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ اُس پُرفتن اور پُرآشوب دَور میں بھی، ان تمام برائیوں سے اجتناب کرتے رہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے جُود وکرم اور حُسنِ اَخلاق کی ہر طرف دُھوم تھی!۔

قبولِ اسلام کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کی یہ صفاتِ حمیدہ مزید نکھر آئیں، اور آپ پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی بے بہا عنایات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آپ کی شرافت اور حُسنِ اَخلاق کو دیکھتے ہوئے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے اپنی پیاری بیٹی سیّدہ رُقیّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا کو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے نکاح میں دے دیا۔

برادرانِ اسلام! یہ نکاح اتنا بابرکت تھا، کہ مکّۂ مکرّمہ میں عام طور پر لوگ کہا کرتے تھے کہ "بہترین جوڑا جو کسی انسان نے دیکھا، وہ سیّدہ رُقیّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا اور ان کے شوہرِ نامدار حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا ہے"[2]۔

---

(١) "سنن الترمذي" باب في مناقب عثمان بن عفّان، ر: ٣٧٠٠، صـ٨٤٢.

(٢) "الإصابة" حرف العين، تحت ر: ٥٤٦٤- عثمان بن عفّان، ٤/ ٣٧٧.

بعد اَزاں غزوۂ بدر کے دَوران جب حضرت سیّدہ رُقیّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا وصال ہوا، تو اس پر حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت روئے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا: «مَا يُبْكِيكَ؟» "تم کیوں روتے ہو؟" عرض کی: اس لیے کہ میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دامادی کے شرف سے محروم ہو گیا! رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «هذا جبريلُ بأمرِ الله عَزَّوَجَلَّ أَنْ أُزَوِّجَكَ أُختَها»(1) "یہ جبریلِ امین اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم لے کر تشریف لائے ہیں، کہ میں رُقیہ کی بہن کا نکاح تم سے کر دُوں!"۔

چنانچہ پھر حضرت اُمّ کُلثوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا نکاح آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کر دیا گیا۔ دنیا میں آپ کے علاوہ ایسا کوئی نہیں، جس کے نکاح میں نبی کی دو ۲ بیٹیاں آئی ہوں، اسی لیے آپ کو ذوالنورَین کہا جاتا ہے(2) یعنی دو ۲ نور والے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی نُور ہیں، اور رحمتِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اولاد بھی نُور نُور ہے۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس بات کو اپنے شہرۂ آفاق نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" میں کچھ یوں بیان فرمایا ہے: ؏

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا   تُو ہے عینِ نُور، تیرا سب گھرانا نُور کا

نُور کی سرکار سے پایا دوشالہ نُور کا   ہو مبارک تم کو ذُوالنورَین جوڑا نُور کا(3)

برادرانِ گرامی قدر! رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت سیّدہ اُمّ کُلثوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا

---

(١) "مرقاة المفاتيح" باب مناقب عثمان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، تحت ر: ٦٠٨٠، ١٠/ ٤٤٥.
(٢) "السنن الكبرى" للبَيهقي، كتاب النكاح، ٧/ ٧٣، ملخصاً.
(۳) "حدائقِ بخشش" "صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا، حصّہ دُوم، ص۲۴۶۔

کی وفات پر فرمایا: «لو كان عندي مئةُ بنتٍ تموتُ واحدةٌ بعدَ واحدةٍ، زوّجتُكَ أُخرى!»[1] "اگر میری سو۱۰۰ بیٹیاں بھی ہوتیں، جو ایک کے بعد ایک وفات پاتیں، تو میں یکے بعد دیگرے تمھارے نکاح میں دے دیتا (اے عثمان!)"۔

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «ذاكَ امرؤٌ يُدعَى في الملإِ الأعلى: ذَا النُورَين!»[2] "حضرت عثمان ایسی عظیم الشان ہستی ہیں، جنہیں آسمانوں میں ذوالنورَین کہا جاتا ہے!"۔

حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عشقِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

برادرانِ اسلام! حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عملی نمونہ تھے، ان کے تمام اَقوال واَفعال میں عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم چھلکتا نظر آتا۔ ایک بار وضو کرتے ہوئے مسکرانے لگے، لوگوں نے سبب پوچھا؟ تو فرمایا: «تَوَضَّأَ رَسُولُ الله ﷺ كَمَا تَوَضَّأْتُ، ثُمَّ تَبَسَّمَ»[3] "ایک بار رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایسے ہی وضو فرمایا، جس طرح میں نے وضو کیا، پھر مسکرائے (لہٰذا میں بھی اُسی ادا کو ادا کر رہا ہوں)"۔

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عشقِ رسالت مآب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا، ایک اچھوتا اور انوکھا انداز اس وقت سامنے آیا، جب نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سن ۶ ہجری میں عمرے کا ارادہ فرمایا، تقریبًا چودہ سو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی

---

(١) "مرقاة المفاتيح" باب مناقب عثمان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، تحت ر: ٦٠٨٠، ١٠/ ٤٤٥.

(٢) "الإصابة" حرف العين، تحت ر: ٥٤٦٤، ٤/ ٣٧٧، ٣٧٨.

(٣) "مسند الإمام أحمد" مسند عثمان بن عفّان، ر: ٤٣٠، ١/ ١٣٤.

معیت میں عازمِ سفر ہوئے، کفّارِ قریش نے آپ کو مکۂ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا، سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بات چیت کے لیے بطورِ سفیرِ رسول، حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو روانہ فرمایا؛ تاکہ وہ کفّارِ مکہ کو اس بات کا یقین دلائیں، کہ ہم صرف بغرضِ عمرہ آئے ہیں، ہم جنگ وجدال کا ارادہ ہرگز نہیں رکھتے!۔

حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مکہ مکرّمہ کے اندر پہنچے، اور رُؤسائے قریش سے گفت وشنید کی، لیکن وہ کسی قیمت پر تیار نہ ہوئے، البتہ آپ کو یہ پیش کش ضرور کی، کہ آپ اگر چاہیں تو طواف اور عمرے کے دیگر اَرکان ادا فرمالیں، مگر اس پروانۂ شمعِ رسالت نے یہ کہہ کر انکار کر دیا، کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حدَیبیہ میں تشریف فرما ہوں، اور میں ان سے پہلے طواف کرلُوں! یہ کیسے ممکن ہے؟[1]۔

پیارے بھائیو! یہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہی تھا، کہ حالتِ اِحرام اور کعبۃ اللہ کے سامنے موجود ہونے کے باوُجود، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بغیر عمرہ ادا کرنے کے بجائے، اِحرام کی مزید پابندیوں میں رہنا گوارہ فرمایا!۔

حضرت سیّدنا عثمانِ غنی کا حُسنِ اَخلاق

محترم بھائیو! اَخلاقِ عالیہ، صفاتِ حمیدہ، عاداتِ شریفہ اور خصائلِ کریمہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خمیر میں تھے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بابت فرمایا: «فَإِنَّهُ مِنْ أَشْبَهِ أَصْحَابِي بِي خُلُقاً!»[2] "یقیناً خُلق کے اعتبار سے عثمان، میرے صحابہ میں سب

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" "کتاب الفضائل، باب مناقب عثمان، فصل ثانی، ۸/ ۳۵۴، ملخصاً۔

(۲) "المعجم الكبير" صفة عثمان بن عفّان ...إلخ، ر: ۹۹، ۱/ ۷٦، ۷۷.

سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہیں!"۔

بیعتِ رضوان

پیارے بھائیو! واقعۂ حدَیبیہ کے موقع پر، جب حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کی غلط اَفواہ پھیلی، تب حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تقریبًا چَودہ سو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو جمع کر کے، ان سے جہاد پر بیعت لی، اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر مارتے ہوئے فرمایا: «هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ»[1] "یہ عثمان کا ہاتھ ہے"۔ اس بیعت کو بیعتِ رضوان بھی کہتے ہیں۔

حضرتِ سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا دَورِ خلافت

برادرانِ اسلام! حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا دَورِ خلافت بھی مسلمانوں کے لیے ایک سنہری دَور کی حیثیت رکھتا ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارہ ۱۲ سالہ دَورِ خلافت میں، اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ آذربائیجان، آرمینیا، الجزائر، مُرّاکش، طرابلُس، کسکر، بلخ، نیشاپور، سجستان، کابُل اور بلوچستان جیسے انتہائی اہم علاقے فتح ہوئے۔ سن ۲۸ ہجری میں ملکِ شام کے قریب قُبرص کو بحری جہاد کے ذریعے فتح کیا۔ سن ۳۰ ہجری میں طَبرستان، ۳۳ ہجری میں قُسطنطینیہ سے متّصل مردور، اور جوزجان فتح ہوئے۔ فُتوحات کا یہ سلسلہ حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کے بعد تعطُّل کا شکار ہوگیا[2]۔

---

(۱) "صحيح البخاري" باب مناقب عثمان ...إلخ، ر: ۳۶۹۹، صـ۶۲۲.
(۲) "فانوس" "خلافتِ راشدہ نمبر، صـ۱۸۲، بزمِ انوار القرآن، کراچی۔

واقعۂ شہادت

عزیزانِ مَن! آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دَور خلافت کے آخری ایّام میں، فتنوں اور سازشوں نے خُوب سر اُٹھایا، کابُل سے مُرّاکش تک مفتوحہ علاقوں میں، مختلف مذاہب کی ماننے والی سینکڑوں اَقوام آباد تھیں، فطری طور پر مسلمانوں کے خلاف انتقامی جذبات ان غیر مسلموں میں موجود تھے، مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بچھایا گیا، جس میں یہود، مجوس اور خارجی پیش پیش تھے، اسی سازش کے نتیجہ میں مختلف مقامات سے دو ہزار فتنہ پرداز، اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے، حاجیوں کی وضع قطع میں مدینہ منوّرہ پہنچے، اور حضرت سیّدنا عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مکان کا مُحاصرہ کر لیا، جو چالیس ۴۰ روز تک جاری رہا، باغیوں نے کھانا، پانی اور آمد ورفت کے تمام راستے بند کر دیے، حالات کی سنگینی کا اندازہ کرتے ہوئے، حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضراتِ حسنینِ کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو، حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دروازے پر پہرہ دینے کے لیے مقرر فرمادیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مکان کے اندر آپ کے جانثاروں کی تعداد بھی، مُحاصرہ کرنے والوں سے کہیں زیادہ تھی، جو آپ سے مُحاصرہ توڑنے کی اجازت طلب کرتے رہے، لیکن آپ نے کسی کو اجازت نہیں دی۔

منقول ہے کہ "جب آپ کے جانثار اور غلام ہتھیاروں سے لیس ہو کر اجازت کے لیے حاضر ہوئے، تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اگر تم لوگ میری خوشنودی چاہتے ہو تو ہتھیار کھول دو، اور سنو! تم میں سے جو بھی غلام ہتھیار کھول دے گا، میں نے اُسے آزاد کیا، اللہ کی قسم! خون ریزی سے پہلے میرا قتل ہو جانا مجھے زیادہ محبوب

ہے! بہ نسبت اس کے کہ میں خون ریزی کے بعد قتل کیا جاؤں"[1]۔ یعنی میرا شہید ہونا تو مقدّر ہے، اور رسول الله صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے شہادت کی بِشارت دے رکھی ہے، اگر تم نے جنگ کی، پھر بھی میری شہادت تو ہو کر رہے گی!۔

حضراتِ گرامی! حضرت سیّدنا عبد الله بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، کہ شہادت کے روز جب میں حضرت عثمان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا، تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روزے سے تھے، آپ نے فرمایا: اے عبد الله بن سلام! آج رات میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرّف ہوا، حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان لوگوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کروں! اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آکر روزہ اِفطار کرو! میں نے عرض کی: یا رسول الله! میں آپ کے دربار پُر اَنوار میں حاضر ہو کر روزہ اِفطار کرنا چاہتا ہوں!۔

حضرت سیّدنا عبد الله بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مزید فرماتے ہیں، کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر چلا آیا، اور اسی دن باغیوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو (۱۸ ذی الحجہ بروز جمعہ تقریبًا نمازِ عصر کے وقت) شہید کر دیا[2]۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! حضرت سیّدنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت اور عظمت پر لاکھوں سلام، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھوک، پیاس، مُحاصرہ اور جان کی قربانی دینا تو پسند فرما لیا، مگر اپنی ذات اور خلافت کے دِفاع کی خاطر، مدینہ منوّرہ کی سرزمین اور حرمتِ مسلم کو ہرگز پامال نہیں ہونے دیا! لہٰذا ہمیں بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرتِ مبارکہ سے یہ سبق

---

(۱) "نهاية الأرب في فنون الأدب" ۳/ ۷.

(۲) "كتاب المَنامات" مع موسوعة الإمام ابن أبي الدنيا، ر: ۱۰۹، ۳/ ۷٤.

ملتا ہے، کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر، دینِ اسلام پر جان ومال کی قربانی سے بھی، کسی طرح دریغ نہ کیا جائے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت سے حصہ نصیب فرما، ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل اور کنجوسی سے محفوظ فرما، خوشدلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

اسلام، لبرل ازم اور اِلحاد

(Islam, Liberalism and atheism)

(جمعۃ المبارک ۱۶ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۸/۷ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! کفّار ومشرکین اور مُلحِد وبے دین لوگ، ہمیشہ سے دینِ اسلام کے خلاف برسرِپیکار ہیں۔ حق وباطل کی یہ جنگ تیر وتلوار اور قلم وقرطاس سے لے کر، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and print media) تک ہر محاذ پر، پوری شدّت سے جاری وساری ہے۔ ہر دَور میں اس کے مختلف انداز رہے ہیں، ہمارے زمانے میں اسلام کی خیر خواہی کے نام پر دینِ اسلام کو نقصان پہنچانا، اس کے قطعی اَحکام کو، محض مفروضات کی بنیاد پر، جرح وتنقید کا نشانہ بنا کر پامال کرنا، نام نہاد سیکولرز (Seculars) اور لبرلز ملحِدین (Liberals atheists) کا طرّۂ امتیاز اور پسندیدہ مشغلہ ہے۔

زبان کی سلاست، روانی اور چرب زبانی کے ذریعے، قُلوب واَذہان کو متاثر کرکے، مذہبِ اسلام اور اس کے اَحکام سے باغی کرنا، گویا ان کے فرائضِ منصبی میں سے ہے، اور اگر کچھ نہ بن پڑے، توکم از کم اچھے بھلے مسلمان کو، اس کے عقائد ونظریات سے متعلق، شُکوک وشبہات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اس کا ایک بنیادی سبب، ہماری علمِ دین سے دُوری، لاپرواہی اور توکُّل علی اللہ کی کمی بھی ہے۔ اللہ رب العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾(۱) "جس نے میری یاد سے منہ پھیرا، تو یقیناً اس کے لیے تنگ زندگانی ہے!"۔

آج دنیا بھر میں ہماری پستی، ذلّت اور رُسوائی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے، کہ ہم نے اپنے خالق ومالک جلّ جلالہ اور اس کی یاد ہی سے رُوگردانی کر رکھی ہے!۔

سیکولرازم اور لبرل ازم کی حقیقت

حضراتِ گرامی قدر! دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس کے تمام دینی ودنیاوی اُمور، اللہ رب العزّت کی حاکمیت کے تابع ہیں، جبکہ سیکولرازم (Secularism) اور لبرل ازم (Liberalism) کی بنیاد، مذہب کی پابندی کے انکار (یعنی مادَر پدر آزادی) پر قائم ہے، لہٰذا اسلام کے اصل دشمن سیکولرز اور لبرلز ہیں۔ مغرب کا سیکولر دانشور طبقہ، اور وہاں کے تمام ذرائع اِبلاغ، وہاں کے حکومتی آشیرباد پر، دینِ اسلام کے خلاف فکری لڑائی میں مصروفِ عمل ہیں، جبکہ ان کی اَفواج اور حکومتیں کشمیر، فلسطین، عراق، افغانستان، یمن اور ملکِ شام جیسے مختلف اسلامی

(۱) پ١٦، طٰه: ١٢٤.

ممالک میں، مسلمانوں کے خلاف حملہ آور ہوکر، انہیں گاجر مُولی کی طرح کاٹ رہے ہیں، اور انہیں سیاسی و مُعاشی طور پر تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

آج مسلمانوں کی اکثریت سیکولرازم (Secularism) اور لبرل ازم (Liberalism) کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ مسلم ممالک کے بعض سیکولر حکمران، ادبی، ثقافتی اور صحافتی حلقوں میں، اثر ورُسوخ رکھنے والے بعض لبرلز اور سیکولرز افراد، یہود ونصاریٰ کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ وہ اللہ، رسول اور دینِ اسلام کا نام تو لیتے ہیں، مگر عملاً اسلامی نظام کے نفاذ سے بہت بِدکتے بھی ہیں! یہ لوگ عوام الناس کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کرنے کی مذموم کوشش میں لگے ہیں، کہ ایک شخص بیک وقت مسلمان اور سیکولر یا لبرل بھی ہوسکتا ہے، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے؛ کیونکہ لبرل (Liberal) سے مراد وہ شخص ہے، جو اللہ ورسول کی تعلیمات، اور مذہبی اقدار کی پاسداری سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہو، جبکہ سیاسی و مُعاشی مُعاملات میں، مذہب کی عدمِ مُداخلت کا نام سیکولرازم (Secularism) ہے، یعنی ایک ایسا طرزِ زندگی، جس میں ریاستی اداروں اور دینی مُعاملات کو الگ الگ کر دیا جائے؛ تاکہ دینِ اسلام اور اس کے نفاذ کی کوشش کرنے والے تختِ حکومت پر کبھی نہ آسکیں، اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ نافذ نہ ہوسکے!۔

اس طرح اسلامی حکومت کے قیام سے، جو دینی و دنیاوی مسائل کا حل ہونا ہے، اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جاسکیں؛ کیونکہ آج تک جتنی بھی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں، انہوں نے لوگوں کے مسائل حل کرکے، نا صرف ان کے دلوں پر راج کیا، بلکہ اسلامی جہاد اور تبلیغِ دین کے ذریعہ، ان کی حکومتوں کا دائرۂ کار بھی وسیع ہوتا چلا گیا، جس سے قومِ مسلم کا رُعب ودَبدبہ عرصہ دراز تک کفّار کے قُلوب واَذہان پر طاری

رہا، اور اس بات پر تاریخ کے اَوراق شاہد عدل ہیں۔ اسی لیے آج دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک میں، دینِ اسلام کا حقیقی نمائندہ حکمران تخت پر نہیں آنے دیا جاتا، جو باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکار سکے، اور ان کی ہر بات پر، ہاں میں ہاں ملانے کے بجائے، اپنی بات اور اپنے مطالبات منوا سکے!۔

برادرانِ اسلام! چونکہ اسلامی اَحکام تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہیں، اور ایک مسلمان کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں مکمل رَہنمائی اور تعلیمات موجود ہیں، لہذا آپ خود ہی بتائیے کہ یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ کہ "انسان بیک وقت مسلمان اور سیکولر یا لبرل بھی ہو سکتا ہے"!۔

یاد رکھیے! سادہ لَوح مسلمانوں کو، اپنے دامِ فریب میں پھانسنے، اور انہیں مُلحِد (کافر) بنانے کے لیے، یہ صرف ایک مُغالطہ ہے، وگرنہ لبرل ازم اور سیکولرازم کی صرف تعریف ہی، ان کے اس فریب اور مُغالطے کا پردہ چاک کرنے کے لیے کافی ہے!۔

اِلحاد کا لُغوی وشرعی معنیٰ

حضراتِ گرامی قدر! اِلحاد (Atheism) کا لُغوی معنیٰ میلان اور اِنحراف ہے۔ تفاسیر میں ہے: "اِلحاد حق سے اِعراض واِنحراف کرکے، دوسری طرف مائل ہونا ہے، اسی لیے بغلی قبر کو بھی لحد کہا جاتا ہے؛ کیونکہ وہ بھی ایک طرف مائل کرکے بنائی جاتی ہے"[1]۔

جبکہ اصطلاحِ شرع میں اس سے مراد اِلحاد فی الدین، یعنی دینِ اسلام سے باطل کی طرف انحراف کرنا ہے، جیسا کہ "تفسیرِ کبیر" میں مذکور ہے کہ "ملحِد اصل میں انحراف کرنے والے کو کہتے ہیں۔ پھر بحکمِ عُرف اس لفظ کا استعمال حق (یعنی دینِ

---

(۱) "التفسير الكبير" پ۹، سورة الأعراف، تحت الآية: ۱۸۰، ٥/ ٤١٦.

اسلام) سے، باطل کی طرف انحراف کرنے والے کے لیے خاص ہو گیا"[1]۔

حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: «هُوَ تَبْدِيلُ الْكَلَامِ، وَوَضْعُهُ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ»[2] "کلام کو تبدیل کرنے، اور اسے غیر محل پر محمول کرنے کو "اِلحاد" کہا جاتا ہے"۔ یعنی دین کے نام پر، دین سے دُوری اختیار کرتے ہوئے، غلط قسم کی تاویلات، اور دینی اَحکام میں تحریف کرنا، اور حق سے منحرِف ہو کر اس میں بے بنیاد باتیں داخل کر دینا اِلحاد ہے، اور ایسا کرنے والا مُلحِد (Atheist) ہے۔

مُلحِد کے متعلق حکمِ شرعی

برادرانِ ملّت اسلامیہ! دینِ حق کا مخالف شخص، اگر سرے سے حق کا انکار کرے، اور ظاہراً وباطناً حق (یعنی اسلام) کو قبول نہ کرے، تو وہ کافر ہے۔ اور اگر ظاہراً حق کا اِقرار کرے، مگر دل سے منکِر ہے، تو وہ منافق (Hypocrites) ہے۔ اور اگر بظاہر دینِ حق کا اِقرار تو کرتا ہے، لیکن ضروریاتِ دین میں سے، کسی اَمر کی ایسی تعبیر وتشریح کرتا ہے، جو صحابہ، تابعین اور اِجماعِ امّت کے خلاف ہے، تو گویا وہ شخص اِلحاد کی راہ ہموار کر رہا ہے!!۔

اِلحاد کے اَسباب

عزیزانِ محترم! بدقسمتی سے آج ہم مسلمانوں میں، اِلحادی فکر (Atheistic thought) بڑی تیزی سے فروغ پا رہی ہے، (نعوذ باللہ) اللہ تعالی کی ذات وصفات سے متعلق، شکوک وشبہات پیدا کیے جا رہے ہیں، ناموسِ رسالت اور ختمِ نبوّت کے ایشوز (Issues) پر، جس طرح کے اعتراضات، کلمہ پڑھنے والے لبرلز نے کیے،

---

(١) "التفسير الكبير" سورة فصّلت السجدة، تحت الآية: ٤٠، ٩/ ٥٦٨.

(٢) "تفسير القُرطبي" سورة فصّلت، تحت الآية: ٤٠، الجزء١٥، صـ٣١٩.

ایسے تو شاید کفّار، مشرکین اور یہود وہنود نے بھی نہیں کیے ہوں گے! اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے، کہ ہم لوگوں نے کلمہ تو پڑھ لیا، مگر اس کے معنی ومفہوم پر شاید کبھی غور ہی نہیں کیا، کہ بحیثیت مسلمان ہمارے عقائد ونظریات کیا ہونے چاہییں! ہم نے کبھی یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی، کہ قرآن وحدیث کی صحیح تعلیمات کیا ہیں! ہمیں کس چیز کا حکم دیا گیا ہے، اور کن اُمور سے منع فرمایا گیا ہے؟۔

اپنے بچوں کو بھی دینِ اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات سے آگاہ کرنا، اسلامی اصولوں کے مطابق، ان کی تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی انتہائی اہم اور ضروری ہے؛ تاکہ بچپن ہی سے وہ اسلامی تعلیمات سے رُوشناس ہوں، اور بڑے ہوکر ان طاغوتی قوّتوں کا مقابلہ کرکے، اپنے دین وایمان کی حفاظت کر سکیں!۔

حضراتِ گرامی قدر! آج ہمارے اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں، جو نظامِ تعلیم رائج ہے، اِلحاد کے فروغ میں اس کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔ کل تک جن بچوں کو الف سے اللہ پڑھایا جاتا تھا، آج انہیں الف سے انار، اور ب سے بکری کی تعلیم دی جارہی ہے، ان کی کتابوں میں پنجوقتہ نماز کے لیے دی جانے والی اذان کو، شور وغُل سے تعبیر کیا جارہا ہے! اسکول فنکشنز (Functions) میں مقابلہ حُسنِ قراءت، اور محفلِ حمد ونعت کے بجائے، ڈانس کمپیٹیشن (Dance Competition)، کا انعقاد کرکے، بچوں کو یورپی تہذیب کا دلدادہ بنایا جارہا ہے!۔

اِلحاد کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا ایک سبب، ہمارا دجّالی الیکٹرانک میڈیا (Electronic media) بھی ہے، جو یہود کی فنڈنگ پر ہماری نوجوان نسل کے، غیر پختہ ذہنوں میں یہ بات راسخ کررہا ہے کہ ہر چیز کو، صرف اپنی عقل کے ترازو پر پرکھیں، حتی کہ

آج قرآن وسنّت کے مسلّمہ نظریات کو بھی، اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی بات کی جارہی ہے! آزادیٔ اظہار کے نام پر، لبرلز کہلوانے والے آج کے ملحدوں کو کھلی چھوٹ دی جاچکی ہے، ہمارے دینی مدارس اور علمائے دین، اُن کی ہِٹ لسٹ (Hit List) پر ہیں؛ کیونکہ وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں، کہ اگر ہم عوام الناس کو، علمائے دین سے متنفر کرنے میں کامیاب ہوگئے، تو پھر اِلحادی فکر وفلسفہ کو پھیلنے سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا!۔

وبائے اِلحاد کا سدِّباب

عزیزانِ محترم! اسلام کا لبادہ اوڑھے ملحدین، ہمارے بھائیوں بہنوں کو دینِ اسلام سے متنفر کرنے کے لیے، دن رات کوشاں ہیں، تمام عالمی ذرائعِ اِبلاغ اور مال واقتدار اُن کی مٹھی میں ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہماری سادہ لَوح عوام کے ساتھ ساتھ، آج اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ بھی، اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا نظر آتا ہے! ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں اس فتنے سے خبردار کیا جائے!!۔

لہذا اپنے مسلمان بھائیوں کو فتنۂ اِلحاد سے بچانے کا، سب سے بہترین راستہ یہی ہے، کہ انہیں قرآن وسنّت کی تعلیم دی جائے، اور کم عمری ہی سے اپنے بچوں کو، اسلامی تعلیمات واَحکام سے رُوشناس کرایا جائے۔ اس سلسلے میں اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز، ہسپتال، دینی مدارس اور مساجد کو بطورِ پلیٹ فارم استعمال کیا جائے، اور ان مقامات پر ایسا آسان اور عام فہم لٹریچر (Literature) فراہم کیا جائے، جس میں فتنۂ اِلحاد اور اس کی خرابیوں کو، تفصیل سے بیان کیا گیا ہو۔ مزید معلومات کے لیے جیّد مفتیانِ کرام کے موبائل نمبرز مشتہر کیے جائیں؛ تاکہ عوام الناس کو ان علماء کی طرف رجوع کرنے میں آسانی ہو!۔

غامدی، انجینئر، اور نائیک کے فِتن وفسادات

حضراتِ گرامی قدر! قرآن وحدیث، شرعی اَحکام اور دیگر اُصول وضوابط کی ایسی تاویل، جو تعلیماتِ اسلامیہ کے خلاف ہو، اور چودہ سو سال کے عرصہ میں، کسی صحابی یاعالمِ دین نے ویسی تاویل نہ کی ہو، اسے گمراہی اور اِلحاد کی طرف پیش قدمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اِلحاد کی ہولناکی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ انسان جب ملحِدانہ خیالات ونظریات کو اپنالیتا ہے، تواللہ کا انکار، رُشد وہدایت سے دُوری، مابعد الموت زندگی کو جھٹلانا، اور جنّت وجہنم کے وُجود کا بھی انکاری ہونے لگتا ہے، اور بات جب مزید حد سے تجاوُز کر جاتی ہے، تواللہ ورسول پر سبّ وشتم، اور دینِ اسلام کے رُخِ زیبا کومسخ کرنے کا ہر ممکن وسیلہ اپناتا ہے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾[1] "یقیناً وہ لوگ جو ہماری آیتوں کے مُعاملے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم سے پوشیدہ نہیں، توکیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا؟ یا جو قیامت میں امان سے آئے گا؟ جو جی میں آئے کرو! یقیناً وہ تمھارے کام دیکھ رہا ہے!"۔

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! جاوید غامدی کا نام اور اس کا فساد، ہمارے مُعاشرے میں جانا پہچانا ہے، یہ فتنہ پرور شخص دن بدن اِلحاد کی طرف پیش قدمی کرتا چلا جارہا ہے، وہ آئے روز کوئی نہ کوئی گمراہ کن شوشہ چھوڑتا رہتا ہے، اس کی طرف سے کبھی حیاتِ سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام، کبھی ظہورِ امام مہدی، اور کبھی حدیثِ نبوی کا انکار کیا جاتا ہے۔

(۱) پ ۲٤، حٰم السجدة: ٤٠.

کبھی داڑھی، کبھی حجیتِ اِجماع، کبھی حدِ رَجم، کبھی قرآنِ پاک کی مختلف قراءَتوں، کبھی اسلامی تصوّف، کبھی مرد و عورت کی گواہی میں فرق، اور کبھی زکات کے معیّن نصاب کا انکار کیا جاتا ہے، اور کبھی موسیقی اور شراب نوشی جیسے گناہوں کی حَوصلہ افزائی کے طور پر جھوٹے بہانے لاتا ہے، کہ قرآن میں اس کی ممانعت نہیں۔

اس شخص کی طرف سے کہیں جہاد، مُرتَد کی شرعی سزا، اور مسئلۂ تکفیر کو، قانونِ اِتمامِ حجت کے ذریعے نمٹانے پر زور دیا جاتا ہے، تو کہیں یہ لوگوں کو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی ہزاروں سنّتوں سے بیگانہ کرنے کی، مذموم سازش رَچاتا نظر آتا ہے۔

اسی طرح سوشل میڈیا(social media) کے ذریعے ایک انجینئر محمد علی مرزا نامی شخص، اپنی چرب زبانی اور لوگوں کی کم علمی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے، آئے دن مختلف بزرگانِ دین کی کتب سے عبارات پیش کرکے، ان پر بلاوجہ طعن وتشنیع کرکے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش میں مصروفِ عمل ہے۔

اسی طرح دینِ اسلام کی حقّانیت کے ثبوت، اور مختلف مذاہب کی خرابیوں کے اظہار کے نام پر، گزشتہ کچھ عرصہ سے عالمی سطح پر اپنے دائرۂ کو بڑھاتے ہوئے، اُردُو اور انگلش زبانوں میں کثیر لوگوں کو متاثر کرکے، اپنے دامِ فریب میں پھنسانے والا ذاکر نائیک، درپردہ کئی بار عقائدِ اسلامیہ، بالخصوص مذہبِ حق اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف ہرزہ سرائی کرکے، لوگوں کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش میں لگا ہوا ہے۔

بعض بہروپیے

حالیہ چند مہینوں میں خود اہلِ سنّت وجماعت کا لبادہ اوڑھے، نیم رافضی مولویوں، پیروں اور بعض خود ساختہ سادات نے بھی، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن

وتشنیع کرکے، لبرل ازم کے دلدادہ دین بیزار لوگوں کو مزید موقع فراہم کرر کھا ہے، کہ وہ مذہب بیزار سوچ کو فروغ دے سکیں۔ اگرچہ علمائے اہلِ سنّت وجماعت کی جانب سے، وقتاً فوقتاً ایسے لوگوں کی علمی گرفت کرکے جوابات دیے جاتے ہیں، لیکن اس کام پر بھی باقاعدہ طور پر ایسے ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے، جو اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں تک رَسائی حاصل کرکے، نیز عام سادہ لَوح لوگوں کو بھی ان کی علمی لیاقت کے مطابق رَہنمائی کرکے، ایسے فتنوں کا سدِّباب کر سکیں!!۔

میرے محترم بھائیو! بالفرض اگر تھوڑی دیر کے لیے فہمِ دین کے نام پر، جاوید غامدی، محمد علی مرزا اور ذاکر نائیک جیسے لوگوں کے وضع کردہ اصول وقوانین کو درست مان لیا جائے، تو امّتِ مسلمہ جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکتی نظر آئے گی، ان ملحدانہ اَفکار کے نتیجے میں مذہب بیزاری، دینی تشکیک وتذبذب، اور علمائے امّت ناقابلِ اعتماد مجرِم قرار پاتے ہیں۔

عزیزانِ محترم! غامدی کے نزدیک قرآنِ مجید سمجھنے کے لیے صرف عربی زبان پر مہارت ہونا، اور محمد علی مرزا کے بقول ترجمۂ قرآن پڑھ لینا ہی کافی ہے، اور یوں اقوالِ صحابہ وتابعین، مفسّرین کی تشریحات، اور فقہائے کرام کے قرآن وحدیث سے اخذ کردہ مسائل، بیک جنبشِ قلم ناقابلِ اِلتفات ٹھہرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اِجماع کی حیثیت ایک بدعت، اور علمی اَفسانے سے زیادہ کچھ نہیں! یہ لوگ اسلامی تصوّف کو ایک عالمگیر گمراہی قرار دیتے ہیں۔

طُرفہ تماشا یہ ہے کہ دینِ اسلام میں ہونے والی اس تحریف کو، تحقیق، اِظہارِ حقیقت اور آزادئ اظہارِ رائے قرار دے کر، پرنٹ میڈیا (Print media) اور

الیکٹرانک میڈیا (Electronic media) پر بھرپور پروموٹ (Promote) کیا جارہاہے۔ افسوس کہ ہمارے ٹی وی چینلز، اور تعلیمی ادارے بھی بیرونی فنڈنگ پر، اپنے اپنے پروگرامز، اور نصابِ تعلیم کے ذریعے، اِلحادی فکر (Atheistic thought) کو پھیلانے میں شب وروز سرگرم عمل ہیں، انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا ہی نہیں، شاید اسی صورتِ حال کی عکّاسی کرتے ہوئے شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا: ع

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا اِلحاد بھی ساتھ![1]

وطن پرستی جذبۂ حب الوطنی یا دَہریت؟!

عزیزانِ گرامی قدر! اپنے وطن سے محبت، ہر قوم وملّت کے ہاں جذبہ وتحریک کا سامان ہے، قَومیت یا وطنیت کے نام پر، ان کے جذبات کو اُبھارنے یا ملک چلانے میں بھی حرج نہیں، لیکن اگر جذبۂ حب ُالوطنی کو اس قدر بڑھادیا جائے کہ دین ومذہب کہیں پیچھے رہ جائے، اور وطن کی محبت پہلی ترجیح بن جائے، تو یہ چیز بھی آدمی کو رفتہ رفتہ اِلحاد، یعنی دَہریت (خالق کے انکار) کی طرف لے جانے کا سبب بنتی ہے!۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے اس تلخ حقیقت کو کچھ یوں بیان کیا ہے: ع

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرَہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے![2]

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، تعلیم اور اس کے نتائج، حصّہ سوم، ص۲۳۵۔
(۲) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، وطنیت، حصّہ سوم، ص۱۸۴۔

پیارے بھائیو! ایک سچے مسلمان کی سب سے پہلی ترجیح اس کا دین ہوتا ہے، اور وطن سمیت دیگر تمام اشیاء اس کے لیے ثانوی حیثیت رکھتی ہیں؛ کیونکہ دین ایک ایسی چیز ہے، جس کو جغرافیائی حدود میں محدود نہیں کیا جاسکتا، کہ کوئی مسلمان بامرِ مجبوری اپنا وطن تو تبدیل کر سکتا ہے، لیکن دین ہرگز نہیں بدل سکتا! وطن ہرگز دین کا متبادِل نہیں ہوسکتا، اور دین بدلنے کی مذموم کوشش ایک مُلحِد کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر سینے میں دین اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہو، اور ساتھ ہی وطن سے بھی خوب محبت ہو، تو سونے پر سہاگہ اور لائقِ صد آفرین ہے!۔

سوشل میڈیا مُلحِدوں کا ایک مؤثر پلیٹ فارم

حضراتِ محترم! انٹرنیٹ، فلمیں، ڈرامے، ویب سائٹس اور پرنٹ میڈیا کی صورت میں، آج اِلحاد اور لادینیت کی نشر واِشاعت کے وسائل، اتنے بڑے پیمانے پر، اور اتنی آسانی سے کاروائی کررہے ہیں، کہ ماضی میں اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا تھا! یہی وجہ ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں، سوشل میڈیا (social media) پر کفر واِلحاد کا پرچار کرنے والوں کی تعداد میں، خطرناک حد تک اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ تشویشناک امر یہ ہے کہ دَہریت (Atheism) کے عمیق گھڑے میں گرنے والے، زیادہ تر نوجوانوں کی تعلیم وتربیت دینی ماحول میں ہوئی، لیکن اس کے باوُجود وہ لوگ شیطانی بہکاوے میں جا پھنسے! جس نے انہیں کفر وانحراف کے دہانے پر لا کھڑا کیا!۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا﴾[1] "یقیناً وہ لوگ جو

---

(۱) پ۵، النساء: ۱۳۷.

ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر کفر میں مزید بڑھے، اللہ تعالی ہر گز نہ انہیں بخشے گا، نہ انہیں راہ دِکھائے گا!"۔

میرے عزیز دوستو، بزرگو اور بھائیو! سوشل میڈیا پر مختلف پیجز (Pages) بناکر، کفر واِلحاد کا پرچار کرنے والوں کی تعداد آج لاکھوں میں ہے، ان کا اصل ہدف آج کی نوجوان نسل ہے، جسے مسلمان ہونے کے باوُجود دینی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں، یہ لوگ انہیں دین سے برگشتہ کرکے مُلحِد (Atheist) بنانے میں شب وروز مصروفِ عمل ہیں۔

جبکہ دوسری طرف ہماری حالت یہ ہے، کہ ان ملحِدوں کا راستہ روکنے، اور انہیں مؤثر جواب دینے کے لیے، ہمارے سوشل میڈیا پیجز (Social media pages) نہ ہونے کے برابر ہیں، ان پیجز میں بھی جو لوگ جواب دے رہے ہیں، ان کی دینی معلومات محدود ہیں، اور جو اہلِ علم اور مفتیانِ کرام جواب دے سکتے ہیں، انہیں فیس بک پر اپنی سیلفی شیئرنگ (Selfie sharing) کے مشغلے سے ہی فرصت نہیں!۔

فتنۂ اِلحاد اور علمائے امّت کی ذمّہ داری

عزیزانِ گرامی قدر! ہر گزرتے وقت کے ساتھ صورتحال مزید گھمبیر ہوتی جارہی ہے، سیکولرازم اور لبرل ازم کے حامیوں کا رُوپ دھارے مُلحِد، اپنے مذموم مقاصد میں بظاہر کامیاب ہوتے نظر آرہے ہیں، لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہمارا دینی طبقہ اس اِلحادی طوفان کے آگے پُل باندھنے سے قاصر نظر آتا ہے، اور اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے، کہ ہم نے اپنے مدارس میں دینی طلباء کو یہ بتایا ہی نہیں کہ اِلحاد کیا ہے! اور اس کا مقابلہ کیسے کرنا ہے! کیا یہ ایک تلخ حقیقت نہیں؟ کہ ہم نے تقابلِ اَدیان کے نام پر، انہیں صرف اپنے مخالف فرقوں کا تقابُل اور رَد کرنا سکھایا!

کتنے دینی مدارس اور جامعات ایسے ہیں، جہاں مسیحیت یا ہندومت کے تقابُل سے متعلق مواد پڑھایا جاتا ہے؟۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے علماء دَورِ جدید کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھیں! اور روایتی نصاب کے ساتھ ساتھ الیکٹرانک میڈیا، انٹرنیشنل چیلنجز (International Challenges)، اور ضروریات کو مدّ ِنظر رکھ کر، طلباء کی تعلیم وتربیت کا خوب اہتمام کریں؛ تاکہ ایسے عالمی مبلّغ تیار کیے جا سکیں جو دنیا کے کونے کونے میں جاکر، ہر محاذ پر اسلام کا دِفاع کرتے ہوئے، اس کی حقّانیت کو واضح کر سکیں!۔

ہمارے نصابِ تعلیم میں تصوّف کی حقیقی تعلیمات، جو ہمارے اکابر صوفیہ نے جھوٹ، غیبت، چغلی، وعدہ خلافی، غرور وتکبر، حُبِ جاہ اور دیگر باطنی قلبی رُوحانی اَمراض، نیز بُری خصلتوں کی مذمت بیان فرمائیں، اور ان کی اصلاح وعلاج کا عملی نمونہ بھی پیش کیا، ان تعلیمات کو اصل اُسلوب پر پیش کیا جائے، انہیں باقاعدہ طور پر پڑھایا جائے۔ اس چیز کو نافذ کرنے کے لیے ہمارے اکابر علماء کی سیرت کا مطالعہ کر کے، ان کے طریقۂ کار کے مطابق عملی جامہ پہنایا جائے؛ تاکہ درسگاہوں سے علم وعمل سے مزیّن طلبہ فراغت پاکر، مُعاشرے کی تعمیر واِصلاح میں اپنا اہم ترین کردار ادا کر سکیں!۔

صوفیائے کرام کے کلام کو آلاتِ موسیقی، لہو ولعب اور کوک اسٹوڈیو (Coke Studio) کی رنگین محفل کے بجائے، اسلامی آداب اور انتہائی سوز وگداز کے ساتھ پڑھا جائے؛ تاکہ دلوں میں بزرگوں کی عقیدت ومحبت، اور اس کے ذریعے اللہ تعالی کے قُرب کی راہ مل سکے، نیز خود ساختہ تصوّف، جھوٹی کرامات اور بزرگوں کے نام پر، لوگوں کو اپنے

دامِ فریب میں پھنسانے والے، عیّار و مکّار پیروں فقیروں کا پردہ بھی چاک ہو، اور لوگ اسلامی تعلیمات کی حقیقی رُوح سے آشنا ہو کر، اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکیں !۔

دعا

اے اللہ ! ہمیں ہمیشہ دینِ اسلام پر ثابت قدم رکھ ! سیکولرز، لبرلز اور کفر والحاد کا پرچار کرنے والوں سے محفوظ رکھ، حق کا بول بالا اور باطل قوّتوں کا منہ کالا فرما۔ ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل و کنجوسی سے محفوظ فرما، خوشدلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

یومِ آزادی

(جمعۃ المبارک ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ - ۱۴/۸/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

عزیزانِ گرامی قدر! دنیا کی تمام اَقوام اپنا قومی ومِلّی دن (عیدِ وطنی)، بڑے جوش وخروش اور شان وشوکت سے مناتی ہیں۔

یومِ آزادئ پاکستان

یومِ آزادئ پاکستان ہر سال 14 اگست کو آزادی کے دن کی نسبت سے منایا جاتا ہے، یہ وہ دن ہے جب 1947ء میں انگلستان سے آزاد ہوکر، ملکِ پاکستان معرضِ وُجود میں آیا۔ 14 اگست کا دن پاکستان میں سرکاری سطح پر، قومی تہوار کے طور پر بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، پاکستانی عوام اس روز اپنا قومی پرچم فضا میں بلند کرتے ہوئے، اپنے قومی محسنوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں، ملک بھر کی اہم سرکاری عمارتوں پر بھی چراغاں کیا جاتا ہے۔

اسلام آباد جو پاکستان کا دار الحکومت ہے، اسے خاص طور پر سجایا جاتا ہے، اس دار الحکومت کے مَناظر جشن کا سماں پیش کرتے ہیں، اور یہیں قومی حیثیت کی حامل ایک تقریب کا انعقاد کیا جاتا ہے، جس میں صدر مملکت، وزیرِ اعظم پاکستان، تینوں مسلح اَفواج کے سربراہان اور ملکی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرنے والے قومی ہیروز (National heroes) خاص طور پر شرکت کرتے ہیں۔

ان تقریبات کے علاوہ نہ صرف صدارتی اور پارلیمانی عمارتوں پر قومی پرچم لہرایا جاتا ہے، بلکہ پورے ملک میں سرکاری اور نیم سرکاری عمارتوں پر بھی سبز ہلالی پرچم، پوری آب و تاب کے ساتھ بلندی کا نظارہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔ اس روز ریڈیو اور TV پر براہِ راست صدر اور وزیرِ اعظم پاکستان کی تقریریں نشر کی جاتی ہیں، اور اس عہد و پیما کی تجدید کی جاتی ہے، کہ ہم سب نے مل کر اس وطنِ عزیز کو ترقی، خوشحالی اور کامیابیوں کی بلندی تک لے جانا ہے۔

سرکاری سطح پر یومِ آزادی

سرکاری سطح پر یومِ آزادی انتہائی شاندار طریقے سے مناتے ہوئے، اعلیٰ عہدہ داران اپنی حکومت کی کامیابیوں، اور بہترین حکمتِ عملیوں کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہوئے، اپنی عوام سے یہ عہد کرتے ہیں، کہ ہم اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر بھی، اس وطنِ عزیز کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھیں گے، اور ہمیشہ اپنے رَہنما قائدِ اعظم محمد علی جناح کے قول: "ایمان، اتحاد اور تنظیم" کی پاسداری کریں گے۔

جشنِ آزادی کا مفہوم

آزادی اور جشنِ آزادی کا مفہوم کیا ہے؟ عام لوگ اور بالخصوص نئی نسل کی اکثریت اس سے واقف نہیں۔ ناخواندہ لوگ تو پروپیگنڈے کا شکار ہیں، لیکن بہت سے پڑھے لکھے بھی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں، آزادی کا تصوّر ان سب کے لیے ایک عجوبہ اور خیالی داستان کی حیثیت رکھتا ہے، وہ لوگ بس اتنا سمجھتے ہیں کہ ہم نے 14 اگست کو آزادی حاصل کی۔ کیوں، کیسے اور کس سے حاصل کی؟ ان بنیادی سوالات سے انہیں کوئی غرض نہیں۔ اس بے خبری کا نتیجہ یہ برآمد ہو رہا ہے، کہ 14 اگست اور آزادی کا تصوّر، محض ایک کھوکھلا نعرہ بن کر رہ گیا ہے، اور غل غپاڑا، ہُلّڑ بازی، بے شرمی، بے حیائی اور لاقانونیت اس دن کی پہچان بنتی جارہی ہے!!۔

ہم لوگ سارا سال پاکستان کے مختلف اداروں کی کمزوریوں پر بحث ومُباحثہ میں اُلجھے رہتے ہیں، جو خصوصًا اگست کے مہینے میں مزید دھواں دار صورت اختیار کرلیتا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے کہ گزشتہ ایک سال میں ہم نے بحیثیت پاکستانی، اپنے وطنِ عزیز کی ترقی، اور اَہلیانِ وطن کی بھلائی کے لیے کیا کام کیے؟ ہمارا کونسا عمل صرف اور صرف پاکستان کے مفاد میں تھا؟ تو یقینًا جواب نفی میں ہوگا! جبکہ اس بات پر غور کرنے کے بعد، ہم بہت سی بے مقصد باتوں پر بحث ومُباحثہ سے بھی بچ سکتے ہیں!۔

ہمارا قومی تہوار

14 اگست ہمارا قومی تہوار ہے، جس کا اہتمام پاکستان سے باہر، دیگر ممالک میں مقیم پاکستانی بھی، بڑے جوش وخروش اور قلبی جذبات کے ساتھ کرتے ہیں، یہ دن وہاں موجود پاکستانیوں کے لیے باعثِ فخر ومسرّت ہوتا ہے۔ اس دن نہ

صرف پاکستان، بلکہ بیرونِ ملک پاکستانی بھی اپنے گھروں، دُکانوں، گلیوں، بازاروں اور سواریوں پر، سبز ہلالی پرچم لہراتے ہیں، دنیا کو دکھاتے اور بتاتے ہیں، کہ آج کے دن ہمارا ملک پاکستان آزاد ہوا تھا، نیز دو۲ قومی نظریہ کی اَہمیت بھی اُجاگر کراتے ہیں۔

پاکستان بنانے کے لیے مسلمانوں کی قربانیاں

پاکستان بنانے کے لیے بزرگوں، جوانوں، عورتوں اور بچوں، یعنی ہندوستان کے تمام طبقات کے مسلمانوں نے خوب قربانیاں دیں، تب جا کر 14 اگست 1947ء کا سورج، برصغیر کے مسلمانوں کے لیے آزادی کا پیام لے کر طلوع ہوا، اور ہندوستان کے مسلمانوں کو نہ صرف انگریزوں، بلکہ ہندوؤں کی متوقّع غلامی سے بھی نَجات ملی، اور یہ کوئی آسان سی چیز نہیں تھی، جیسا آج بعض حلقوں میں سمجھا جا رہا ہے۔ نواب سراج الدَولہ سے لے کر ٹیپو سلطان شہید، اور آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر تک کی قربانیاں، ہماری تاریخِ حُریت وآزادی کی لازوال داستانیں ہیں!۔

1857ء کی جنگِ آزادی کے اَلمناک واقعات بھی، اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں، سات سمندر پار سے، تجارت کی غرض سے آنے والے انگریز دہشتگرد ڈاکو (British terrorist bandits) کی، مسلسل سازشوں، ریشہ دوانیوں اور مقامی لوگوں کی غدّاریوں کے نتیجے میں، برصغیر میں مسلمانوں کی حکومتیں، یکے بعد دیگرے زوال کا شکار ہوتی چلی گئیں۔ اگرچہ مسلمان حکمرانوں اور مختلف قبائل کے سرداروں نے، سردھڑ کی بازی لگاکر، اپنی جان ومال کی عظیم قربانیاں دے کر، انگریزوں کا تسلّط روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے، کبھی بھی انگریز کی حکمرانی دل سے تسلیم نہیں کی تھی، انگریزوں اور ان کے نظام سے نفرت اور بغاوت کے واقعات، وقفے وقفے سے سامنے آتے رہتے تھے۔ برطانوی اقتدار کے خاتمے کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے جو عظیم قربانیاں دیں، اور جو بے مثال جدوجہد کی، یہ ان کے اسلام اور دو ۲ قومی نظریہ پر غیر متزلزل یقین کا واضح ثبوت ہے۔ انہی قربانیوں اور مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں، بالآخر پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

جب ہم تحریکِ آزادی کے تاریخی منظرنامہ پر نظر ڈالتے ہیں، تو اس تاریخی جدوجہد میں یہ بات سب سے نمایاں نظر آتی ہے، کہ مسلمان اپنے جُداگانہ اسلامی تشخص پر مُصِر رہے، یہی چیز نظریۂ پاکستان اور علیحدہ وطن کے قیام کی دلیل تھی۔ ہر قسم کے جابرانہ وغلامانہ نظام سے بغاوت کر کے، خالص اسلامی خطوط پر مبنی نظامِ حیات کی تشکیل، ان کا مدّعا اور مقصود تھا، جس کا اظہار واعلان قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بار بار، اپنی تقریروں اور خطابات میں کیا۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ تحریکِ آزادی کے دَوران، برِصغیر کے کونے کونے میں "لے کے رہیں گے پاکستان"، "بن کے رہے گا پاکستان" اور "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ" کے نعرے، برصغیر کے مسلمانوں کے دلی جذبات کے حقیقی ترجمان تھے!۔

دو قومی نظریہ اور قائداعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دو ۲ قومی نظریہ اور اس کی بنیاد کا اندازہ، بانیٔ پاکستان قائداعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس خطاب سے لگایا جاسکتا ہے، جو انہوں نے 8 مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں طلبہ کے اجتماع میں کیا، آپ نے فرمایا کہ "پاکستان اس دن معرضِ وُجود میں آگیا

تھا، جب ہندوستان میں پہلا غیر مسلم مسلمان ہوا تھا"۔اسی طرح 17 نومبر 1945ء کو بابائے قوم نے ایڈورڈ کالج (Edward College) پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم دونوں قوموں میں صرف مذہب کا فرق نہیں، ہمارا کلچر بھی ایک دوسرے سے الگ ہے، ہمارا دین ہمیں ایک ضابطۂ حیات دیتا ہے، جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رَہنمائی کرتا ہے، ہم اس ضابطہ کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں"۔

دو قومی نظریہ کی بنیاد

دو۲ قومی نظریہ کی بنیاد غیر منقسم ہندوستان میں، سب سے پہلے البیرونی (متوفّٰی ۴۴۰ھ/1048ء) نے اپنی تحریر "کتاب الہند" میں پیش کی۔ اس نے واضح طور پر لکھا کہ "مسلمان اور ہندو، دو۲ الگ الگ قومیں ہیں"۔ بلکہ اس نے تو یہاں تک لکھا کہ "ہندو مسلمانوں کو ایک حقیر قوم قرار دیتے ہوئے، ان سے کراہت محسوس کرتے ہیں"[1]۔

پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر معرضِ وُجود میں آیا

ہم علّامہ اقبال اور قائدِ اعظم جیسے زعمائے قوم کی بصیرت کو سلام پیش کرتے ہیں، جنہوں نے کانگریسی ہندو لیڈروں کے جھوٹے پروپیگنڈے: "ہندوستان میں بس ایک قوم، یعنی ہندوستانی بستے ہیں" کا پردہ چاک کرتے ہوئے، مسلمانوں کو باوَر کروایا کہ "ہندوستان میں ایک قوم نہیں، بلکہ دو۲ قومیں ہیں: ہندو اور مسلمان، جن کا رہن سہن، کھانا پینا، قومی ہیروز (National heroes) اور مذہبی عقیدہ، غرض بہت کچھ ایک دوسرے سے جُدا ہے"۔

یوں دو۲ قومی نظریہ، اور پھر اس کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وُجود میں آیا، والحمد للہ!۔

---

(۱) "کتاب الہند" مترجم اردو، باب 1، 1/20-22، ملتقطاً۔

قیامِ پاکستان میں علمائے اہلِ سنّت اور مشائخِ طریقت کا کردار

تاریخِ ہند سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے، کہ جنگِ آزادی 1857ء میں، علمائے اہلِ سنّت اور مشائخِ طریقت کا نہایت بنیادی کردار رہا، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ "شمالی ہند میں انگریزوں کے خلاف، مسلم رائے عامّہ ہموار کرنے، اور پورے خطّے میں انقلاب برپا کرنے کا بنیادی سہرا، انہی قائدین وبزرگانِ دین کے سَر ہے"۔

ان مجاہدین میں مولانا امام بخش صہبائی دہلوی (م ۱۲۷۳ھ/1857ء)، مولانا سیّد احمد اللہ شاہ مدراسی (م ۱۲۷۴ھ/1858ء)، مولانا وہّاج الدین مرادآبادی (م ۱۲۷۴ھ/1858ء)، مجاہدِ اعظم جنگِ آزادیٔ ہند 1857ء بطلِ حُریت، علّامہ مفتی فضلِ حق خیرآبادی شہید (م ۱۲۷۸ھ /1861ء)، مفتی عنایت احمد کاکوروی (م ۱۲۷۹ھ /1863ء)، مفتی صدر الدین خاں آزُردہ دہلوی (م ۱۲۸۵ھ/1868ء)، مولانا رضا علی خان بریلوی (اعلیٰ حضرت کے دادا) (م ۱۲۸٦ھ/1869ء)، مولانا ڈاکٹر وزیر خان اکبرآبادی (م ۱۲۸۹ھ/1873ء)، رئیس المتکلّمین علّامہ نقی علی خان بریلوی (م ۱۲۹۷ھ/1880ء)، مولانا رحمت اللہ کیرانوی (م ۱۳۰۸ھ /1891ء)، حکیم سعید اللہ قادری (م ۱۳۲۵ھ /1909ء) رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کے، انقلابی کارنامے آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اور شہیدِ جنگِ آزادی حضرت مولانا مفتی سیّد کفایت علی کافی مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام تو اس فہرست میں بہت بلند اور نمایاں ہے[1]۔

حضرت علّامہ نقی علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (والدِ اعلیٰ حضرت) کو، ملک میں انگریز اقتدار سے شدید نفرت تھی، آپ نے تاحیات انگریزوں کی سخت مخالفت کی، اور

(۱) "علماءِ ہند کا شاندار ماضی" حصّہ چہارُم م ۴، ص۸۹۴-۸۹۸ ،ملتقطاً۔

انگریزی اقتدار کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ وطنِ عزیز کو انگریزوں کے جبر واستبداد سے آزاد کرانے کے لیے، آپ نے زبردست قلمی ولسانی جہادی خدمات انجام دیں، اس بارے میں چندہ شاہ حسینی لکھتے ہیں کہ "مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انگریزوں کے خلاف، لسانی وقلمی جہاد میں مشہور ہوچکے تھے، انگریز مولانا کی علمی وَجاہت ودَبدبہ سے بہت گھبراتا تھا، آپ کے صاحبزادے مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے، مولانا نقی علی خاں کا ہند کے علماء میں بہت اونچا مقام تھا، انگریزوں کے خلاف آپ کی عظیم قربانیاں ہیں"[1]۔

ملک ہند سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے لیے، علماء نے ایک جہاد کمیٹی بنائی، انگریزوں کے خلاف عملاً جہاد کا آغاز کرنے کے لیے، جہاد کمیٹی نے جہاد کا فتویٰ صادر کیا، اس جہاد کمیٹی میں امام العلماء مولانا رضا علی خاں، علّامہ فضلِ حق خیرآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا نقی علی خاں بریلوی، مولانا احمد اللہ شاہ، مولانا سیّد احمد مشہدی بدایُونی ثمّ بریلوی، جنرل بخت خاں وغیرہم کے اسمائے گرامی، خاص طَور پر قابلِ ذکر ہیں[2]۔

حضرت مولانا نقی علی خاں انگریزوں کے خلاف جہاد کے لیے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے پہنچایا کرتے۔ آپ نے اپنی انگریز مخالف تقریروں سے، مسلمانوں میں جہاد کا جوش ووَلولہ پیدا کیا، بریلی کا جہاد کامیاب ہوا، انگریزوں کو مسلمانوں نے شکست دی، اور بریلی چھوڑنے پر مجبور کردیا[3]۔

---

(۱) دیکھیے: "اُصول الرَشاد" رئیس الاتقیاء حضرت... الخ، ص۲۲-۲۳ بحوالہ "شمس التواریخ"۔

(۲) دیکھیے: "برطانوی مظالم کی کہانی عبد الحکیم خاں اختر شاہجہان پوری کی زبانی" بابِ ا، ص۱۲۶، ملتقطاً۔

(۳) "جواہر البیان فی اَسرار الاَرکان" مختصر حالات حضرت مصنّف علّام، ص۱۰۔

انگریز کی آمد اور برِ صغیر پر اس کے مکمل قبضہ کے بعد، وقت کے تقاضے نے علماء ومشایخ کو، مسندِ دعوت وارشاد سے اُٹھاکر، رسمِ شبیری اداکرنے کے لیے، میدانِ عمل میں اُترنے پر مجبور کردیا۔ 1857ء کے معرکۂ کارزار میں، مذکورہ بالا علماء ومشایخِ اہلِ سنّت نے تحریکِ آزادی کی شمع روشن کی۔

1857ء کی اس جدوجہد کے بعد، امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس قافلۂ حُریت کی فکری آبیاری فرمائی، اور دو ۲ قومی نظریہ کا شُعور دیا۔ دو ۲ قومی نظریہ کا پرچار کیا، اور ہر سطح پر ہندو مسلم اتحاد کا رَد کیا، تحریکِ ترکِ موالات اور تحریکِ خلافت میں مسلمانوں کو متنبہ کیا، کہ ان تحریکوں میں مسلم ہندو اتحاد کا نعرہ لگایا جارہا ہے، جو شرعی حیثیت سے ناجائز ہے[۱]۔

آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور دیگر علمائے اہلِ سنّت: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی، مبلّغِ اسلام علّامہ عبدالعلیم صدیقی (والدِ محترم علّامہ شاہ احمد نورانی)، علّامہ سیّد محمد محدِّثِ اعظم کچھوچھوی (والدِ گرامی شیخ الاسلام علّامہ مدنی وہاشمی میاں)، فقیہِ اعظم ہند علّامہ امجد علی اعظمی، ابوالحسنات علّامہ سیّد محمد احمد قادری، ابوالبرکات علّامہ سیّد احمد قادری، علّامہ عبدالحامد بدایونی، امیرِ ملّت پیر جماعت علی شاہ، شیخ الاسلام خواجہ قمر الدّین سیالوی، علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مفتیٔ سرحد مفتی شائستہ گُل، پیر عبدالرحیم پیر آف بھرچونڈی شریف، پیر آف مانکی شریف اور پیر آف زکوڑی شریف رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم حضرات نے، برصغیر کے مسلمانوں میں

(۱) "شاہکار انسائیکلوپیڈیا قرآنیات" از سیّد قاسم محمود (۲۰۰۹ء)، ص۴۰۲۔

سیاسی شُعور کی بیداری میں، بہت اہم کردار ادا کیا، اور تحریکِ آزادی میں ہراَول دستے کی حیثیت سے کردار ادا کرتے ہوئے "آل انڈیا مسلم لیگ" اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے۔

اکابر اہلِ سنّت کی یہ تاریخی جدوجہد "جماعت رضائے مصطفی"، "شُدھی تحریک"، "تحریکِ خلافت"، "تحریک ترکِ مُوالات وہجرت" اور "آل انڈیا سنّی کانفرنس" کے قیام 1925ء سے لے کر، "بنارس سنّی کانفرنس" 1945ء کے تاریخ سازِ اجلاس، اور 14 /اگست 1947ء کو قیامِ پاکستان تک پھیلی ہوئی ہے۔

بلاشبہ قیامِ پاکستان علماء ومشائخ اور عوامِ اہلِ سنّت کی لازوال جدوجہد اور قربانیوں کا ثمرہ ہے۔ کوئی بھی منصف مزاج مؤرّخ اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا، کہ تحریکِ آزادی کے سفر میں، تکمیلِ پاکستان تک، کوئی ایک موڑ بھی ایسا نہیں، جہاں حضرات علماء ومشائخِ اہلِ سنّت، قوم کی رَہبری ورَہنمائی کے لیے موجود نہ رہے ہوں!۔

ان اکابر علمائے کرام کے لیے، جذبۂ احسان شناسی کا تقاضا ہے، کہ ان کی شاندار خدمات کو، خراجِ تحسین پیش کیا جائے، اور نسلِ نَو کو ان کے بلند کردار سے آگاہی دی جائے!۔

تحریکِ آزادی میں علمائے اہلِ سنّت کی خدمات

آل انڈیا سُنّی کانفرنس:

تحریکِ آزادی میں "آل انڈیا سُنّی کانفرس" نہایت اَہمیت کی حامل ہے۔ اس

کانفرس کا پہلا جلسہ 1925ء، دوسرا 1935ء اور تیسرا 1945ء کو بنارَس میں منعقد ہوا، جس میں کثیر مشایخ، علماءِ کرام اور عوام نے شرکت کی[۱]۔

تحریکِ آزادی کے مخالفین کی گواہی:

تحریکِ آزادی کے مخالفین نے تو یہاں تک کہا کہ "مسلم لیگ مَولویوں اور پیروں کی مدد سے کامیاب ہوئی ہے۔ مَولویوں اور پیروں نے "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگایا، اور ووٹروں کو غضبِ الٰہی سے ڈرا کر، مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے میدان صاف کیا"[۲]۔

مذکورہ بالا حالات وواقعات کی روشنی میں، ہم سب کی ذمّہ داری ہے کہ حامیانِ پاکستان، اور ان کے حقیقی جانشینوں کی بے مثال جد وجہد، اور کوششوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے، مملکتِ خداداد "اسلامی جُمہوریہ پاکستان" کو عملی طور پر ایک عظیم، اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں، اپنا بھرپور مثالی کردار ادا کریں!!۔

ہر فرد اپنی سرکاری یا غیرسرکاری ملازمت، کاروبار یا محنت مزدوری، الغرض ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والا، چاہے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدیدار ہو، یا کم سے کم تر آمدنی پانے والا مزدور، ہر ایک اپنے گرد وپیش کو خُرد بُرد (Corruption) اور دیگر بدعنوانیوں سے پاک صاف کرنے میں، بھرپور کوشش ولگن سے، اپنا اپنا کام محنت اور ایمانداری سے انجام دے، اور اس کی ابتداء خود اپنی ذات اور کردار سے کرے، تو پھر وہ دن دُور نہیں کہ ہر فرد پھر ہر مُعاشرہ، ہر شہر اور ہر قریہ، اور بالآخر ہمارا سارا ملک، دنیا

---

(۱) "سیرتِ امیرِ ملّت" سُنّی کانفرنس، ص۲۷۴۔

(۲) "ماہنامہ کنزالایمان لاہور" اگست ۱۹۹۵ء، تحریکِ پاکستان نمبر، اعترافِ حق، ص۱۸۰۔

کے ترقی یافتہ ممالک کی صفِ اوّل میں شمار ہونے لگے گا، ان شاء اللہ !۔

نعمتِ آزادی اور ہماری ذمّہ داری

میرے محترم بھائیو! آج کی نوجوان نسل یومِ آزادی مناتی تو ہے، مگر اِن میں وہ جوش وجذبہ نظر نہیں آتا جو ہم سے پہلی نسل میں ہوا کرتا تھا۔ ہماری نوجوان نسل کو یاد رکھنا چاہیے، کہ آج اگر ہم ایک آزاد وطن میں سانس لے رہے ہیں، تو یہ اُن شہیدوں کی برکت ہے، جنھوں نے اپنا کل ہمارے آج کے لیے قربان کیا! ہمیں یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے، کہ پاکستان کی بنیادوں میں لاکھوں شہیدوں کا لہو شامل ہے؛ کیونکہ اس ایک آزاد مملکت کے حصول کے لیے، مسلمانوں نے بے شمار قربانیاں دی ہیں!!۔

میرے عزیز دوستو! چونکہ آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے، لہذا اس نعمت کی حفاظت بھی ہماری اجتماعی اور قومی ذمّہ داری ہے۔ آزادی کا جشن مناتے ہوئے ہمیں یہ عہد کرنا ہے کہ "پاکستان کی ترقی کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے، وطنِ عزیز کی سالمیت پر کبھی آنچ نہیں آنے دیں گے، اور وقت آنے پر پاک فوج، پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے شانہ بشانہ کھڑے رہیں گے، جو دہشتگردوں (اور وطن دشمن قوتوں) کے خلاف سربکف ہیں"۔

جشنِ آزادی اور پاکستانی قوم

میرے نوجوان ساتھیو! جشنِ آزادی منانا زندہ قوموں کی ایک نشانی ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم اپنے اُن محسنوں کو نہیں بھولے، جنھوں نے حصولِ آزادی کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، اپنا تَن مَن دَھن سب کچھ قربان کر کے، شجرِ آزادی کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کی!۔

میرے عزیز ہم وطنو! یاد رکھیے کہ جو قومیں اپنے شہداء کو نہیں بھولتیں، وہ تاریخ میں ہمیشہ زندہ وجاوید رہتی ہیں، مگر بدقسمتی سے آج ہماری نسلِ نَو کی اکثریت کو، اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ پاکستان کیسے بنا تھا!!۔

جشنِ آزادی اور ہمارا طرزِ عمل

میری قوم کے نوجوانو! زندہ قوموں کے جشنِ آزادی منانے کا طریقہ یہ ہے، کہ وہ اپنے محسنوں کی قربانیوں کا فخریہ انداز سے ذکر کرتے ہیں، اپنی آنے والی نسلوں کو اُن کے کارناموں سے رُوشناس کراتے ہیں، اپنے شہداء کے لیے دعائے خیر کا اہتمام کرتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے آج کا منچلہ اور اَوباش نوجوان، ہوائی فائرنگ، موٹر سائیکل کا سائلینسر (Silencer) نکال کر سڑک پر ہلّا گلّا کرتے، تیز رفتاری اور وَن ویلنگ (One Wheeling) وغیرہ کے ذریعے شور شرابا کرنے، ماؤں بہنوں کی بے احترامی کرتے ہوئے، نیز آتش بازی (fireworks) کے ذریعے جشن آزادی منانے میں فخر محسوس کرتا ہے، جو کسی طور پر بھی قابلِ قبول، اور قابلِ ستائش قرار نہیں دیا جاسکتا!۔

جشنِ آزادی منانے والا آج کا نوجوان کیا جانے، کہ آزادی کیسے حاصل ہوئی؟ اسے کیا پتہ کہ آزادی کے حصول کے لیے کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں؟ آج سوشل میڈیا پر صرف "یومِ آزادی مبارک" کا اسٹیٹس (Status) اَپ ڈیٹ (update) کرکے ہم سمجھتے ہیں، کہ ہم نے اپنے پاکستانی ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ شاید اِن فیس بُکی مجاہدوں کے وَہم وگمان میں بھی نہ ہو، کہ آزاد وطن کی فضاؤں میں سانس لینے کی کیا کیا قیمت چکانا پڑتی ہے؟! اور خون کے کتنے دریا عبور کرنا پڑتے ہیں؟!

دعا

اے اللہ! ہمیں آزادی کی نعمتِ عظمیٰ پر صحیح معنی میں شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، اَغیار کی ظاہری، باطنی اور ذہنی غلامی سے محفوظ فرما کر حقیقی آزادی نصیب فرما! ہمارے ملک کے ہر طبقہ کے لوگوں، اعلیٰ عہدیداروں کو بھی، ملک وقوم کی ترقی وخدمت کے لیے، بھرپور کردار ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما! ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت نصیب فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

(جمعۃ المبارک ۳۰ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۸/۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! تاجدارِ رسالت، سرورِ کائنات، دو جہاں کے سردار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے، تمام صحابۂ کرام -علیہم الرضوان- روشن ستاروں کی مانند ہیں، مسلمان ان میں سے جسے بھی اپنا آئیڈیل (Ideal) اور رَہبر مان کر پیروی کرے گا، وہ ہدایت پا جائے گا۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ذاتِ والا صفات بھی، اُنہی رَوشن ستاروں میں سے ایک چمکتا اور تابندہ ستارہ ہے، جو صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے مسلمانوں، اور اَقوامِ عالَم کے دل ودماغ پر چھائے گمراہی کے اندھیروں کو، تا صبحِ قیامت اپنے نورانی جلووں سے رَوشن ومنوّر کرتا رہے گا۔

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسلمانوں کے دوسرے خلیفۂ راشد ہیں، اللہ تعالی نے آپ کو شجاعت، بہادُری اور حق گوئی کا پیکر بنایا، اور آپ کو سرچشمۂ ہدایت بنا کر آپ کے ذریعے اسلام کو عزّت بخشی۔ یقیناً آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہ عظیم ہستی ہیں جن

کی دینِ اسلام کے لیے عظیم الشان خدمات ہیں۔ عدل وانصاف پر مبنی آپ کے فیصلوں، کارناموں، فُتوحات اور شاندار کردار سے اسلام کا چہرہ رَوشن ہے۔ آپ تاریخِ انسانیت کی ایک ایسی معروف شخصیت کے مالک ہیں، جس کی عظمت کو اپنے تو اپنے، بیگانے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ بلاشبہ آپ ایک باعظمت، انصاف پسند، عادِل حاکم، شمعِ رسالت کے پروانے اور عظیم صحابئ رسول ہیں۔

اسمِ گرامی اور شجرۂ نسَب

حضراتِ گرامی قدر! امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نامِ نامی اسمِ گرامی عمر، کنیت ابو حفص اور لقب "فاروق" ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سلسلہ نَسَب کچھ اس طرح ہے: عمر بن خطّاب، بن نفیل، بن عبد العُزیٰ، بن ریاح، بن عبد اللہ، بن قُرط، بن رزاح، بن عدِی، بن کعب۔ جبکہ آپ کی والدہ کا نام حَنتمہ، بنت ہاشم، بن مغیرہ، بن عبد اللہ، بن عمر، بن مخزوم ہے[(۱)]۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سلسلۂ نسَب نویں پُشت میں، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جاملتا ہے۔

اسلام قبول کرنے والے آپ چالیسویں صحابی ہیں، آپ سے پہلے اُنتالیس ۳۹ اَفراد نورِ ایمان سے منوّر ہو چکے تھے[(۲)]۔ آپ عامُ الفیل کے تقریباً ۱۳ سال بعد مکّہ مکرّمہ میں پیدا ہوئے، اور اعلانِ نبوّت کے چھٹے سال عین جوانی کی حالت میں مشرّف باسلام ہوئے[(۳)]۔ آپ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفۂ راشد مقرّر ہوئے۔ آپ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتہائی معتمَد صحابی ہیں۔

---

(۱) "أُسد الغابة" باب العين والميم، عمر بن الخطّاب، ٤/ ١٣٧، ١٣٨.

(۲) "المعجم الكبير" أحاديث عبد الله بن عبّاس، ر: ١٢٤٧٠، ١٢/ ٤٧.

(۳) "الطبقات الكبرى" ر: ٥٦- عمر بن الخطّاب، إسلام عمر، ٢/ ٢٣٤.

آپ ان دَس ۱۰ خوش نصیب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے ہیں، جنہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دنیا ہی میں جنّت کی بِشارت دی۔ آپ کا شمار علماء وزاہدین صحابہ میں ہوتا ہے۔

مُرادِ رسول کا قبولِ اسلام

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مُرادِ رسول بھی کہا جاتا ہے؛ کیونکہ آپ وہ عظیم شخصیت ہیں، جن کے لیے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خصوصی طور پر یہ دعا کی: «اللَّهُمَّ أَعِزَّ الإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ: بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ»(۱) "اے اللہ! ان دونوں یعنی ابو جہل اور عمر بن خطّاب میں سے، اپنے پسندیدہ بندے کے ذریعے، اسلام کو عزّت عطا فرما!"۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس طرح دعا کی: «اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً»(۲) "اے اللہ! بطورِ خاص عمر بن خطّاب کے ذریعے، اسلام کو عزّت عطا فرمایا!"۔ چنانچہ حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا کو شرفِ قبول سے نوازا گیا، اور چند ہی روز میں اسلام کا سخت دشمن اسلام قبول کرکے، اس کا سب سے بڑا خیر خواہ اور جانثار مُحافظ بن گیا!۔ ع

وہ عمر جس کے اَعدا پہ شَیدا سقر
اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام!(۳)

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ۳۶۸۱، صـ۸۳۸.

(۲) "سنن ابن ماجه" مقدّمة المؤلِّف، فضل عمر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، ر: ۱۰۵، صـ۲۸.

(۳) "حدائق بخشش" حصہ دوم، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، ص۳۱۲۔

لقب فاروق کی وجہ تسمیہ

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا لقب "فاروق" ہے، جو حق وباطل میں تفریق کے وصف پر، آپ کو اللہ ورسول کی بارگاہ سے عطا ہوا۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کہ آپ کو فاروق کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مجھ سے تین ۳ روز پہلے اسلام قبول کیا، اللہ عزّ وجلّ نے اسلام کے لیے میرا سینہ کھول دیا، اور میں بے ساختہ پکار اٹھا کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، سب اچھے نام اسی کے ہیں"۔

اس وقت رُوئے زمین پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخصیت مجھے محبوب نہیں تھی۔ میں نے اپنی ہمشیرہ سے پوچھا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ اس نے کہا کہ دارِ اَرقم بن ابی اَرقم میں، جو صفا پہاڑی کے نزدیک ہے، حضرت امیر حمزہ اور دیگر صحابۂ کرام گھر کے صحن میں، اور دو جہاں کے سردار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اندر کمرے میں تشریف فرما تھے، میں نے دروازے پر دستک دی تو سب صحابہ اکٹھے ہو گئے، حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ عمر آگیا ہے! یہ سن کر تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود باہر تشریف لائے، اور جیسے ہی میں اندر داخل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے زور سے جھنجھوڑ کر فرمایا: «مَا أَنْتَ بِمُنْتَهٍ يَا عُمَرُ؟!» "عمر تم باز نہیں آؤ گے؟" میں بے ساختہ پکار اٹھا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس کے بندے اور رسول ہیں!"۔

یہ سن کر دارِ اَرقم سے صحابۂ کرام نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا، کہ اس کی گونج کعبۃُ اللہ شریف میں بھی سنی گئی۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! کیا زندگی اور مَوت دونوں صورتوں میں ہم حق پر نہیں ہیں؟! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّكُمْ عَلَى الْحَقِّ إِنْ مُتُّمْ وَإِنْ حَيِيتُمْ» "کیوں نہیں! اللہ کی قسم تم لوگ حق پر ہو، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی!"۔ میں نے عرض کی کہ یا رسولَ اللہ! پھر ہم چُھپ چُھپ کر کیوں رہ رہے ہیں؟ اُس ربِ کریم کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا! ہم ضرور باہر نکلیں گے! چنانچہ ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم کو اس طرح باہر لائے کہ ہماری دو ۲ صفیں تھیں، اگلی صف میں حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ اور پچھلی صف میں مَیں تھا، اور میری حالت یہ تھی کہ میرے اوپر آٹے جیسا غبار تھا، ہم مسجدِ حرام میں داخل ہوئے، تو کفّارِ قریش نے ایک نظر میں مجھے، اور دوسری نظر میں حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کو دیکھا، اس سے اُن پر ایسا خوف طاری ہوا جو پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ اُس دن رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے میرا نام "فاروق" رکھ دیا؛ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے سبب سے حق وباطل میں امتیاز فرمایا[1]۔ ع

فارقِ حق وباطل امام الہدیٰ تیغِ مسلولِ شدّت پہ لاکھوں سلام![2]

حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا مقام ومرتبہ

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ بہت بلند پایہ شخصیت کے حامل تھے، کتبِ احادیث آپ کے فضائل ومَناقب سے مالا مال ہیں۔ آپ کے مقام

(١) "حلية الأولياء" ٢- عمر بن الخطّاب، ر: ٩٣، ١/ ٧٥، ٧٦.

(٢) "حدائق بخشش" حصہ دوم، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، ص۳۱۲۔

و مرتبہ کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ دو جہاں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي، لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ»[1] "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو وہ عمر بن خطّاب ہوتے!"۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ، يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ، فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ!»[2] "تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ ایسے نیک لوگ تھے، جو نبی تو نہیں تھے، اس کے باوُجود فرشتے اُن سے ہم کلام ہوتے تھے، اگر میری امّت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہے"۔

عمر کہیں بھی ہو، حق اس کے ساتھ رہے گا

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشادِ محبوب ربّ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود کہ «الحَقُّ بعدِي مَعَ عمرَ حَيْثُ كَانَ»[3] "عمر کہیں بھی ہو، میرے بعد حق اس کی رَفاقت میں رہے گا!"۔

حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کے نَو حصے لے گئے

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے لیے صحابۂ کرام کا اِجماع ہے کہ «عُمَرَ قَدْ ذَهَبَ بِتِسْعَةِ أَعْشَارِ الْعِلْمِ»[4] "حضرت سیّدنا عمر علم کے نَو ۹ حصے لے گئے!"۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٦٨٦، صـ٨٣٨.

(٢) "صحيح البخارى" كتاب فضائل أصحاب ...إلخ، ر: ٣٦٨٩، صـ٦٢٠.

(٣) "نوادر الأصول" الأصل ١٠٠ في حقيقة ...إلخ، ر: ٧٠٥، صـ٢٧٤.

(٤) "المعجم الكبير" عبد الله بن مسعود الهذلي، باب، ر: ٨٨٠٨، ٩/ ١٦٣.

شیاطینِ جن وانس عمر سے ڈر کے بھاگ جاتے ہیں

حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِينِ الإِنْسِ وَالجِنِّ قَدْ فَرُّوا مِنْ عُمَرَ»[1] "میں شیاطینِ جن وانس کو دیکھتا ہوں کہ وہ عمر سے ڈر کے بھاگ جاتے ہیں"۔

عمر کے اسلام لانے پر آسمان کے فرشتوں نے مبارکباد پیش کی

حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب اسلام لائے، ملأِ اعلیٰ کے فرشتوں نے حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں، تہنیت ومبارکبادیوں کی ڈالیاں نذرانے میں پیش کیں، کہ مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «أَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ: قَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ»[2] "حضرت جبریل نے میرے پاس آکر کہا، کہ عمر کے اسلام لانے پر آسمان والوں نے مبارک باد دی ہے"۔

حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عشقِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی ہی روایت کردہ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں، کہ ایک بار رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ایسی چٹائی پر آرام فرمارہے تھے، جس پر کچھ بچھا ہوا نہیں تھا، سرِ اقدس کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے دیکھا کہ دو جہاں کے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑے ہوئے ہیں، یہ دیکھ کر میں رونے لگا، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَا يُبْكِيكَ؟» "اے عمر! کیوں روتے ہو؟" میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ!

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ۳۶۹۱، صـ۸٤۰.

(۲) "مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة، ر: ٤٤۹۱، ٥/ ۱٦۹۳.

قیصر وکسریٰ دنیا کی تمام آسائشوں اور نعمتوں میں ہیں، جبکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اللہ کے رسول ہیں، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لهما الدنيا، وَلَكَ الآخِرَةُ!»[1] "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو، کہ اُن کے لیے دنیا کی عارضی نعمتیں ہوں، اور تمھارے لیے آخرت کی اَبدی راحتیں ہوں!"۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت وبہادُری

عزیزانِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے، مسلمانوں کی قوّت وعظمت میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا، شروع شروع میں مسلمان چُھپ چُھپ کر عبادت کیا کرتے، لیکن حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد، مسلمانوں نے کعبۃُ اللہ شریف میں اعلانیہ عبادت کا سلسلہ شروع کر دیا۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: «إِنْ كَانَ إِسْلَامُ عُمَرَ لَفَتْحاً، وَإِمَارَتُهُ لَرَحمَةً، وَالله! مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ بِالْبَيْتِ حَتَّى أَسْلَمَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ قَابَلَهُمْ، حَتَّى دَعَوْنَا فَصَلَّيْنَا»[2] "یقیناً حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام ہمارے لیے ایک فتح تھی، اور ان کی اِمارت (خلافت) رحمت تھی۔ اللہ کی قسم! بیتُ اللہ شریف میں نماز پڑھنے کی ہم استطاعت نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا، تب آپ نے مشرکینِ مکّہ کا سامنا کیا، یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا، پھر ہم نے خانۂ کعبہ میں نمازیں ادا کرنا شروع کر دیں"۔

---

(١) "صحيح مسلم" باب في الإيلاء ...إلخ، ر: ٣٦٩٢، صـ٦٣٦.

(٢) "المعجم الكبير" باب، ر: ٨٨٢٠، ٩/ ١٦٥.

ہجرت کے وقت کفّار کے شَر سے بچنے کے لیے، سب مسلمانوں نے خاموشی کے ساتھ ہجرت کی، مگر حضرت سیِّدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی غیرتِ ایمانی نے چُھپ کر ہجرت کرنا گوارا نہیں کیا، آپ نے تلوار ہاتھ میں لی، کعبۃُ اللہ شریف کا طواف کیا، اور کفّارِ مکّہ کو مخاطَب کر کے فرمایا: «شاهتِ الوجوهُ، مَن أرادَ أن تَثكلَه أمُّه، ويُؤتَم ولدُه، وتُرمل زوجتُه، فلْيَلقني وراءَ هذا الوادي» "چہرے خوف زدہ ہوں! اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی ماں اُس پر روئے، اس کے بچے یتیم ہو جائیں، اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، تو اس وادی کے باہر آکر مجھ سے ملے!" مگر کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ آپ کا تعاقُب کرتا[1]۔

مُوافقاتِ حضرت سیِّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضراتِ گرامی قدر! قرآن پاک کی تقریبًا بیس ۲۰ سے زائد آیات مبارکہ ایسی ہیں، جو حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رائے کے مُوافق نازل ہوئیں، یہ بات آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پختہ فہم وفراست اور حکمت ودانائی پر دلالت کرتی ہیں۔ جن آیات مبارکہ میں آپ کی رائے کے مُوافق وحئ الٰہی نازل ہوئی، ان میں مقامِ ابراہیم کو مصلّیٰ بنانے کا حکم، مسلمان خواتین کو پردے کا حکم، جنگِ بدر کے قیدیوں سے متعلق رائے، حُرمتِ شراب کا حکم، منافقین کی نمازِ جنازہ اور ان کی قبور پر جانے کی ممانعت، منافقین کے لیے دعائے مغفرت سے متعلق حکم، مقامِ بدر کی طرف جانے کا مشورہ، حضرت سیِّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ کی پاکیزگی کا بیان، (جبریل کا دشمن، اللہ کا دشمن ہے) کے الفاظ کی مُوافقت، رسول اللہ

(۱) "تهذيب الأسماء واللُّغات" باب العين والميم، عمر بن الخطّاب، ۲/ ۵، ٦.

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حاکم بنانے کا حکم، بغیر اجازت گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت، جنّتیوں کے دو ۲ گروہوں سے متعلق رائے میں، مُوافقت کا حکم شامل ہے[1]۔ ؏

ترجمانِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہم زبانِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام![2]

دَورِ فاروقی کی فُتوحات اور طرزِ حکمرانی

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مدّتِ خلافت، دَس ۱۰ سال، پانچ ۵ ماہ اور اکیس ۲۱ دن ہے۔ آپ کے دَورِ خلافت میں مسلمانوں کو بے مثال فتوحات اور شاندار کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ آپ نے قیصر وکسریٰ (دو ۲ سپر پاور) کی سلطنتوں کو خاک میں روندتے ہوئے اسلام کا پرچم لہرایا!۔ آپ ہی کے دَورِ خلافت میں عراق، مصر، لیبیا، شام، ایران، خُراسان، مشرقی اناطولیہ، جنوبی آرمینیا، اور سجستان فتح ہو کر، مملکتِ اسلامیہ کا حصہ بنے۔ اس طرح اسلامی مملکت کا کُل رقبہ بائیس ۲۲ لاکھ، اِکاوَن ۵۱ ہزار، تیس ۳۰ مربع میل تک پھیل گیا۔ حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی کے دَور خلافت میں، مسلمانوں کا قبلۂ اوّل بیت المقدس یہودی تسلط سے آزاد ہوا!۔

حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مہارت، شجاعت اور عسکری صلاحیت سے، محض دو ۲ سال کے قلیل عرصہ میں ساسانی سلطنت کی شہنشاہیت کو، نہ صرف زیر کرلیا، بلکہ اپنی حُدودِ سلطنت کا انتظام، رِعایا کی جملہ ضروریات کی نگہداشت، اور

---

(١) "تاريخ الخلفاء" الخليفة الثاني عمر بن الخطّاب، صـ٩٩-١٠١، ملتقطاً.

(٢) "حدائقِ بخشش" حصہ دوم، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، صـ۳۱۲۔

دیگر اُمورِ سلطنت کو بھی خوش اُسلوبی اور مہارت سے نبھایا۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے دَور خلافت میں، ایک محتاط اندازے کے مطابق ۳۶۰۰ علاقے فتح ہوئے، تقریبًا ۵۰۰۰ ہزار مساجد تعمیر ہوئیں، یتیم، مسکین، بیوہ خواتین اور بزرگ شہریوں کی مالی مدد کے لیے بیت المال کا شعبہ قائم کیا گیا۔ عدل وانصاف اور مقدّمات کے جَلد فیصلوں کے لیے عدالتیں بنائی گئی، اور ان میں میرٹ پر قاضِی (جج) تعینات کیے گئے۔

ہجری تقویم (کیلنڈر) کا اِجراء بھی کیا گیا جو آج تک رائج ہے۔ مَردم شماری کا اہتمام کیا، دُور دراز علاقوں میں پانی کی فراہمی کے لیے نہریں کھدوائیں، نئے شہر آباد کرائے، قیدیوں کی سہولت کے لیے جیل خانے بنوائے، پولیس ڈیپارٹمنٹ (Police Department) قائم کیا، رِعایا کے جان ومال کی حفاظت اور بیرونی حملوں سے بچاؤ کے لیے، جگہ جگہ فوجی چھاؤنیاں (Military cantonments) بنوائیں۔ مسافروں کی سہولت کے لیے مسافر خانے تعمیر کروائے، لاوارث بچوں کی پرورش وکفالت کے لیے وظائف مقرّر کیے۔ دینی تعلیم کے فروغ کے لیے مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا، ان میں تعلیم دینے والے علماء، ائمہ اور مؤذِّنین کے مُشاہرے (تنخواہ) مقرّر کیے گئے، وقت دریافت کرنے کا طریقہ اِیجاد کیا گیا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے فلاحی اور اِصلاحی اَحکام صادر فرمائے[1]۔

(١) "فتوح البلدان" صـ٢٤٩-٤١٦، مُلّخصاً. "تاريخ الخلفاء" الخليفة الثاني: عمر بن الخطّاب رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، صـ١١٠، ملخّصاً.

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر، خود تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس وقت دی، جب آپ اُحد پہاڑ کو قدم بوسی کی سعادت بخش رہے تھے۔ حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک بار رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُحد پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ کانپنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اپنا پاؤں مبارک مار کر فرمایا: «اثْبُتْ أُحُدُ! فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ»[1] "اے اُحد ٹھہر جا! کہ تمہارے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو ۲ شہید ہیں!"۔

حضراتِ گرامی قدر! ۲۶ ذی الحجہ سن ۲۳ ہجری، نمازِ فجر کے وقت، ابو لؤلؤ فیروز نامی بدبخت (مجوسی) نے موقع دیکھ کر، حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زہر آلود خنجر کے تین ۳ قاتلانہ وار کیے، جو مُہلِک ثابت ہوئے جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ پوری مسجد میں شور برپا ہو گیا، لوگوں نے اس کا پیچھا کیا، تب اس نے مزید گیارہ ۱۱ افراد کو شدید زخمی کر دیا، چھ ۶ افراد بعد میں شہید ہو گئے، اور قاتل نے جب بچنے کی کوئی صورت نہ پائی، تو خود کو بھی اسی خنجر سے مار کر خودکشی کر لی[2]۔

مزارِ پُر انوار

میرے دوستو، بزرگو! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار ۴ دن تک موت وحیات کی کشمکش میں رہے، وقتِ آخر اپنے بیٹے حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا:

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب فضائل أصحاب النبي، ر: ۳٦۷۵، صـ٦۱۷.
(۲) "الطبقات الكبرى" ر: ٥٦- عمر بن الخطّاب، ۱/ ۲۹۳، ۲۹٦، ملتقطاً.

«اذْهَبْ يَا غُلَامُ إِلَى أُمِّ المؤمِنِينَ، فَقُلْ لَهَا: إِنَّ عُمَرَ يَسْأَلُكِ أَنْ تَأْذَنِي لِي أَنْ أُدْفَنَ مَعَ أَخَوَيَّ! ثُمَّ ارْجِعْ إِلَيَّ فَأَخْبِرْنِي» "بیٹا ام المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ کی بارگاہ میں جاکر عرض کرو، کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو عمر اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونا چاہتا ہے! پھر آکر مجھے اُن کے جواب سے آگاہ کرو!"

حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: «فَأَرْسَلَتْ أَنْ نَعَمْ، قَدْ أَذِنْتُ لَكَ!» "ام المؤمنین نے پیغام بھیجا، کہ ہاں میں نے آپ کو اجازت دی!"۔ حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اجازت ملنے کی خبر دی گئی، تو آپ نے فرمایا: الحمد للہ! مجھے اس سے زیادہ اَور کسی بات کی خواہش نہ تھی، اللہ کا شکر ہے کہ میری یہ خواہش پوری ہوگئی ہے!۔

یکم محرّم الحرام ۲۴سنِ ہجری، سجدہ کی حالت میں آپ کی روح مبارک نے پرواز کی، إنّا لله وإنّا إليه راجعون!. آپ کی نمازِ جنازہ حسبِ وصیت حضرت سیّدنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی[1]۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کردیے گئے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و بہادُری سے حصّہ عطا فرما، عدل وانصاف کا بول بالا کرنے کی توفیق دے، ان کی سیرت طیّبہ پر چلتے ہوئے اپنا تن من دھن سب کچھ، تیری راہ میں قربان کرنے کا جذبہ عطا فرما، ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(١) "الطبقات الكبرى" ر: ٥٦- عمر بن الخطّاب، ١/ ٣٠٧، ٣١٠، ملتقطاً.

ہجری کلینڈر

(جمعۃ المبارک ۳۰ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰/۸/۲۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

حرمت والا مہینہ

برادرانِ اسلام! محرّم الحرام کی آمد آمد ہے، یہ وہ ماہِ مقدّس ہے جو مسلمانوں کے لیے نئے ہجری سال کی نوید، اور مسرّت کا پیغام لے کر آتا ہے۔ اس ماہِ مبارک کی اَہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اسے «شهرُ الله»[1] یعنی "اللہ رب العزّت کا مہینہ" قرار دیا ہے، نیز اس کی حرمت قرآنِ پاک میں بھی بیان کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾[2] "یقیناً اللہ کی کتاب میں، اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ ۱۲ مہینے

(١) "سنن أبي داود" باب في صَومِ المُحرَّم، ر: ٢٤٢٩، صـ٣٥٢.
(٢) پ١٠، التوبة: ٣٦.

ہے، جب سے اُس نے آسمان وزمین بنائے، اُن میں سے چار ۴ حرمت والے مہینے ہیں"۔ اور وہ چار ۴ مہینے: (۱) رجب المرجب، (۲) ذو القعدہ، (۳) ذو الحجہ، (۴) اور محرّم الحرام ہیں۔

حضراتِ گرامی! جس وقت ہجری کلینڈر ترتیب دیا جا رہا تھا، اُس وقت محرّم الحرام کی حرمت کے پیشِ نظر، اسے ہجری کلینڈر (Hijri calendar) کے آغاز کا مبدا قرار دیا گیا، جو گزشتہ چَودہ سو سال سے زائد عرصہ سے، آج تک چلا آرہا ہے۔

ہجری کلینڈر کا آغاز

عزیزانِ محترم! ظہورِ اسلام سے قبل بھی دنیا میں مختلف کلینڈر رائج تھے، جن کا آغاز کسی بادشاہ کی پیدائش یا وفات، کسی حادثے، زلزلے یا طوفان جیسے واقعات کی بنیاد پر ہوا کرتا۔ چونکہ عرب مُعاشرہ اتنا متمدّن نہیں تھا کہ انہیں کسی کلینڈر کی ضرورت محسوس ہوتی، لہذا یہ لوگ اپنی سہولت کے لیے اپنی قومی تاریخ کے کسی بھی اہم اور مشہور واقعہ، مثلاً عام الفیل وغیرہ کو بنیاد بناکر، حساب کتاب لگالیا کرتے تھے[1]۔

آمدِ اسلام کے بعد بھی کچھ عرصہ تک کسی کلینڈر (Calendar) کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، اور مسلمان عہدِ رسالت کے مشہور واقعات، مثلاً بعثتِ نبَوی، بیعتِ عُقبہ اور اِذنِ قِتال وغیرہا کو، بطورِ کلینڈر استعمال کرنے لگے۔ تبلیغ واِشاعتِ اسلام، کفّار کے مظالم وریشہ دوانیوں، اور جہاد کے فریضے نے اس قدر مہلت ہی نہ دی، کہ رسول اللہ ﷺ اس کام کی طرف توجہ فرماتے، یہی وجہ ہے کہ بعد ازاں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالی عنہم نے اس اہم کام کی تکمیل فرمائی۔

---

(١) "عمدة القاري" كتاب مناقب الأنصار، ١١/ ٦٥٤، ٦٥٥، ملّخصاً.

اسلامی تقویم (ہجری کلینڈر) کا آغاز بھی اِنہی اُمور میں سے ایک ہے، جس کی وضع کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا، لیکن اسے مسلمانوں میں باقاعدہ رَواج حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دَورِ خلافت میں دیا۔

امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جنہوں نے سب سے پہلے تاریخِ ہجری کی بنیاد ڈالی، وہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں"[1]۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلینڈر کی ابتدائی تاریخ مقرّر کرنے کے حوالے سے لوگوں سے مُشاورت کی، تو کسی نے بعثتِ رسول کو بنیاد بنانے کا کہا، اور کسی نے ہجرتِ رسول کو، اس پر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: «لا بل نُؤرِّخُ لمهاجَرِ رسولِ الله ﷺ؛ فإنّ مهاجَرَه فرّقَ بينَ الحقِّ والباطلِ!»[2] "رسول اللہ ﷺ کی ہجرتِ طیّبہ، حق اور باطل کے درمیان فرق کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا ہم اسی کو تاریخ وسن کے لیے مَبدا مقرّر کریں گے!"۔

امام زُہری وامام شَعبی رحمہما اللہ تعالیٰ سے مروی ہے، کہ کعبۃُ اللہ شریف کی تعمیر سے قبل، بنو اسماعیل حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے آگ میں ڈالے جانے کے دن سے، اور تعمیرِ کعبہ کے بعد تعمیرِ کعبہ سے تاریخ کا حساب کیا کرتے تھے۔ پھر جو قبیلہ تہامہ سے چلا جاتا وہ اپنی علیحدگی کے دن سے تاریخ کا شمار کرتا، اور جو تہامہ میں رہ جاتے وہ سعد، ہند اور جُہَینہ بنی زَید کے تہامہ سے خروج سے حساب رکھتے۔ یہ سلسلہ

---

(۱) "تهذيب الأسماء" الهجرة ابتداء التاريخ الإسلامي، ۱/ ۲۰.

(۲) "تاريخ الطَبَري" ذكر الوقت الذي عمل فيه التاريخ، ۲/ ۳۸۸.

کعب بن لُؤی کی وفات تک جاری رہا، پھر اُن کی وفات کے دن سے حساب ہونے لگا۔ اس کے بعد واقعۂ فیل پیش آیا، تو بنو اسماعیل نے واقعۂ فیل سے تاریخ کا حساب رکھنا شروع کر دیا، اور امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے مسلمانوں نے ہجرتِ نبوی سے تاریخ کا حساب رکھنا شروع کیا[1]۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! بعض علمائے کرام نے ہجری تقویم کی ایجاد کو عہدِ نبوی، اور بعض نے عہدِ فاروقی کی طرف منسوب کیا ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے جب مدینہ منوّرہ تشریف لائے، تو مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجری تقویم یعنی کلینڈر بنانے کا حکم دیا، چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے ہجرت سے شروع کیا۔

واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجری تقویم کی وضع کا حکم دیا تھا، جبکہ اس وضع کی ہوئی ہجری تقویم کا باقاعدہ حساب وکتاب، مسلمانوں نے امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور سے شروع کیا، لہٰذا دونوں اقوال میں کوئی تعارُض وخلاف نہیں"[2]۔

ہجرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عزیزانِ گرامی قدر! ہجرتِ نبوی تاریخِ اسلام، بلکہ تاریخِ عالَم میں ایک عظیم باب ہے، جو اپنے اندر شُجاعت، صبر، توکُّل، امن واَمان، اور رَواداری کی ایک نئی تاریخ رقم کئے ہوئے ہے، اللہ کے حبیب رَحمتِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکّۂ مکرّمہ میں، لوگوں کو تیرہ

---

(۱) "تاريخ الطَبَري" ذكر الوقت الذي عمل فيه التاريخ، ۲/ ۳۹۰، ۳۹۱.

(۲) "تاريخ الطَبَري" ذكر الوقت ...إلخ، ۲/ ۳۸۸. "سیرتِ سیّدالانبیاء" ص۲۴۵۔

۱۳برس تک، اللہ کی توحید کی طرف بُلاتے رہے، اُن کے ذہنوں سے شرک کی جہالت وخُرافات کو مٹاتے رہے؛ تاکہ انسان اپنے ربِ کریم کے قُرب کی اعلیٰ مَنازل حاصل کر سکے، مگر اِس دَوران کفارِ مکّہ والیٔ کونَین ﷺ سے اُلجھتے رہے، رحمتِ عالمیان ﷺ کو تکلیفیں پہنچاتے رہے، یہاں تک کہ نبیٔ رحمت ﷺ کے قتل کے دَرپے ہو گئے، اُن کے اِس ناپاک ارادے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ﴾(۱) "اے حبیب! یاد کیجیے جب کافر آپ کے ساتھ مکر کرتے تھے کہ آپ کو بند کر دیں، یا شہید کر دیں، یا نکال دیں! وہ اپنا سا مکر کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے!"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفّار کے مکر سے اپنے نبیٔ مکرّم ﷺ کی حفاظت فرمائی، حتی کہ آقا کریم ﷺ کفّار کے سامنے سے گزرے، مگر وہ لوگ آپ کو دیکھ نہیں پائے، حضور پُرنور ﷺ نے مُٹھی بھر خاک لے کر، اُن کی طرف پھینکی اور قرآنِ پاک کی یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ﴾(۲) "ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی، اور اُن کے پیچھے ایک دیوار، اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا؛ تو انہیں کچھ دِکھائی نہیں دیتا"، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے کفّارِ مکّہ کے مکر کو دُور فرمایا۔

(۱) پ۹، الأنفال: ۳۰.

(۲) پ۲۲، یس: ۹.

حضرتِ سیّدنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، کہ جب رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم مکۂ مکرّمہ سے ہجرت کرنے لگے، تو سرزمینِ مکّہ سے مخاطِب ہو کر فرمایا: «مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ! وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُوْنِيْ مِنْكِ، مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ!»(۱) "اے سرزمینِ مکّہ! تُو کس قدر پاکیزہ اور مجھے محبوب شہر ہے! اگر مجھے میری قوم یہاں سے نہ نکالتی، تو میں تیرے سِوا کہیں اور سکونت اختیار نہ کرتا"۔ نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم جب مدینۂ منوّرہ پہنچے تو مدینے سے محبت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا: «اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا المَدِينَةَ، كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ!»(۲) "اے اللہ! مکّہ کی طرح مدینہ کو بھی ہمارے لیے پیارا کر دے، بلکہ اُس سے بھی زیادہ!"۔

ہجری تقویم (کلینڈر) سے مراد

عزیزانِ محترم! ہجری تقویم سے مراد تواریخ اور ماہ وسال کا حساب، اسی ہجرت سے لگانا ہے۔ ہجری سال میں مہینوں کے جو نام استعمال ہوتے ہیں، وہ اسلام سے قبل بھی رائج تھے، چونکہ ہجری سال کی تقویم قمری ہے، لہذا اس کا ہر مہینہ چاند کی رؤیت سے شروع ہوتا ہے، جو کبھی انتیس ۲۹، اور کبھی تیس ۳۰ دن پر مشتمل ہوتا ہے۔ قمری سال میں سب سے پہلا مہینہ محرّم الحرام، اور سب سے آخری ماہ ذوالحجہ ہے۔

میرے محترم بھائیو! سنِ ہجری کا آغاز مسلمانوں کے لیے، دینی اور تاریخی اعتبار سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، وہ اہلِ اسلام کو اُس دَور کی یاد دلاتا ہے، جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو مکی دَور کے ابتلاء وآزمائش کی تنگ زندگی سے نجات ملی، اور مدینہ

---

(۱) "سنن الترمذي" أبوابُ المناقِب، ر: ٣٩٢٦، صـ٨٨٣.

(۲) "صحيح البخاري" كتابُ الفضائل المدينة، ر: ٣٩٢٦، صـ٦٦٣.

منوّرہ کی صورت میں، مستحکم وپائیدار استقرار حاصل ہوا، باطل کو شکست اور مسلمانوں کو قوّت اور شان وشوکت نصیب ہوئی، اور کفر اپنی مَوت آپ مرنے لگا۔ ایک وقت وہ بھی آیا کہ جب مسلمان فاتحانہ شان کے ساتھ، اپنے وطن مکّہ مکرّمہ واپس لَوٹے۔

تقویم میں واقعۂ ہجرت کو بنیاد بنانے کا ایک سبب

حضراتِ گرامی قدر! مقامِ غور وفکر ہے کہ مسلمانوں نے اپنے کلینڈر کی تاریخ کا آغاز، فتح ونصرت پر مبنی واقعات کے بجائے، مسکینی اور درماندگی سے بھرپور، واقعۂ ہجرت سے کیوں کیا؟ جبکہ دنیا کی دیگر تمام اَقوام، صرف اپنے اچھے دن یاد رکھتی ہیں، مگر مسلمانوں نے کیوں اپنی تاریخ کو ہجری تقویم کی صورت میں، ہر دم اپنے پیشِ نظر رکھنا مناسب سمجھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سطحی نظر میں واقعۂ ہجرت یقیناً سرورِ کائنات ﷺ، اور ان کے جانثار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے مظلومیت، اور بظاہر پسپائی کی یادگار ہے، مگر فی الحقیقت یہ واقعہ اسلام کے فتح وعروج کا نقطۂ آغاز ہے، جب عشقِ رسول ﷺ سے سرشار مختصر تعداد میں، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان، مَصائب وآلام کی بھٹی میں تپ کر کندن بن گیا، تو اہلِ مدینہ دیوانہ وار اسلام کی طرف کھنچتے چلے آئے، اور انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی، کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیے، اور ہماری قیادت ورَہنمائی فرمائیے! یہی وجہ ہے کہ واقعۂ ہجرت مظلوموں کی پسپائی نہیں، بلکہ فتح کی یادگار ہے!۔

ہجری کلینڈر کی اہم تواریخ اور واقعات

میرے دوستو، بزرگو اور عزیز بھائیو! یوں تو ہجری کلینڈر میں ایک سے بڑھ کر ایک اہم تاریخ اور واقعہ موجود ہے، لیکن ان میں سے بعض اس قدر اہم ہیں، کہ

صدیاں بیت جانے کے باوُجود، اُن کے نُقوش آج بھی تر و تازہ ہیں، جیسا کہ یکم محرّم الحرام اسلامی سال کا پہلا دن ہے، اور اسی دن خلیفۂ راشد امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اسی طرح دَس ۱۰ محرّم الحرام نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یومِ شہادت ہے، جو واقعۂ کربلا کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

اٹھائیس ۲۸ صفر المظفر نواسۂ رسول اور خلیفۂ راشد، امیر المؤمنین حضرت سیّدنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یومِ وفات ہے۔

بارہ ۱۲ ربیع الاوّل سرورِ کائنات، دو جہاں کے سردار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یومِ پیدائش ہے، ساری دنیا میں اس دن کو، عید میلاد النبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے طور پر منایا جاتا ہے۔

بائیس ۲۲ جُمادَی الآخرہ، امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یومِ وصال ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے یارِ غار اور مَردوں میں سب سے پہلے قبولِ اسلام سے شرف یافتہ ہیں۔

تیرہ ۱۳ رجب المرجب، امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یومِ ولادت ہے، آپ چَوتھے خلیفۂ راشد اور دامادِ رسول ہیں۔ ستائیس ۲۷ رجب المرجب کو واقعۂ معراج پیش آیا، اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جاگتی آنکھوں سے، عین بیداری کی حالت میں، رب تعالیٰ کے دیدار کا شرَف حاصل کیا[1]۔

پندرہ ۱۵ شعبان المعظم شبِ براءَت کے نام سے معروف ہے، اس رات سال بھر میں ہونے والے سارے انتظامات، فرشتوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں،

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد الله ...إلخ، ر: ۲۵۸۰، ۱/ ۶۱۱.

کہ اس سال میں فُلاں فُلاں کی موت ہے، فُلاں فُلاں جگہ اتنا پانی برسایا جائے گا، فُلاں کو مالدار اور فُلاں کو غریب بنایا جائے گا، اور جو اس رات میں عبادت کرتے ہیں ان کو عذابِ الٰہی سے چھٹکارا یعنی رہائی ملتی ہے[1]، یہ بڑی مقدّس رات ہے۔

تین ۳ رمضان المبارک، خاتونِ جنّت حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا کا یومِ وفات ہے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی سب سے چہیتی بیٹی ہیں۔ سترہ ۱۷ رمضان المبارک کو غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا، اور اسی تاریخ کو امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے بھی اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ اکیس ۲۱ رمضان المبارک امیر المؤمنین حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یومِ شہادت ہے۔ ستائیس ۲۷ رمضان کی شب لیلۃ القدر کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

یکم شوّال المکرّم عید الفطر کا دن ہے، اسے چھوٹی عید بھی کہتے ہیں۔ پندرہ ۱۵ شوّال المکرّم کو غزوۂ اُحد، اور ستائیس ۲۷ شوّال المکرم کو غزوۂ خندق پیش آیا۔

۹ ذوالحجہ حَجۃ الوَداع کے موقع پر عرفات میں حاضر ہوکر، رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں کئی اہم اُمور پر بہت سی ہدایات واَحکام ارشاد فرمائے۔ اسی دن ہر سال حج کا رکنِ اعظم "وُقوفِ عرَفہ" بھی ادا کیا جاتا ہے۔

دَس ۱۰ ذو الحجہ حج کی ادائیگی کے بعد مسلمان عید الاَضحیٰ کی خوشی مناتے ہیں، اور اللہ کی راہ میں جانور قربان کرکے، سنّتِ ابراہیمی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اسے بڑی عید اور یوم النحر بھی کہا جاتا ہے۔ اٹھارہ ۱۸ ذوالحجہ خلیفۂ ثالث امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان غنی ذوالنورَین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یومِ شہادت ہے۔

---

(۱) "اسلامی زندگی" از مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، شبِ براءت، ۷۷، ملخصًا۔

ہجری کلینڈر کی چند امتیازی خصوصیات

حضراتِ گرامی قدر! ہجری تقویم میں بعض خصائص ایسے ہیں، جو دنیا کے کسی اَور کلینڈر میں نہیں پائے جاتے، مثلاً سنِ ہجری قمری تقویم ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ماہ وسال کی تعیین کے لیے چاند ہی میقات بن سکتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ﴾[1] "چمکتا چاند بنایا، اور اس کے لیے منزلیں ٹھہرائیں؛ تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾[2] "تم سے نئے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ تم فرمادو، کہ وہ لوگوں اور حج کے لیے وقت کی علامتیں ہیں!"۔

ہجری کلینڈر کی بنیاد رؤیتِ ہلال پر ہے، اور چاند کے عُروج وزوال کے مَظاہر، ہر ماہ آسمان پر پوری طرح نمایاں ہوتے ہیں، جسے ہر شخص گھر میں ہو یا باہر، جنگل میں ہو یا بیابان میں، بآسانی ملاحظہ کر سکتا ہے، اور اسے اس کام کے لیے کسی فلکیاتی رصد گاہ (Astronomical observatory) جانے کی ضرورت نہیں۔

گردشِ قمر اور اختلافِ لیل ونہار سے، ماہ وسال کا جو فطری نظام ہے، ہجری سَن اس کے عین مطابق ہے، لہٰذا قمری سال حقیقی سال ہے۔ جب چاند زمین کے گرد ایک چکر پورا کرلے تو مہینہ، اور بارہ ۱۲ چکر پورے کرلے تو سال مکمل ہوجاتا ہے، جبکہ عیسوی سال میں ایسا استقلال نہیں۔ عیسوی سال میں ۳۶۵ دن اور ۶ گھنٹے ہوتے ہیں،

---

(۱) پ۱۱، یونس: ۵.

(۲) پ۲، البقرة: ۱۸۹.

گویا آخری دن چوتھائی کے اختتام پر ہی عیسوی سال مکمل ہو جاتا ہے، اور دن کا بقیہ تین چوتھائی حصّہ اگلے سال میں شمار ہوتا ہے۔ اس طرح پیچ دن میں ہی سال مکمل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تصحیح کے لیے ہر چوتھے سال ماہِ فروری ۲۹ دن کا شمار کیا جاتا ہے[1]۔

جبکہ سَنِ ہجری ابتداء سے اپنی اصل مجوّزہ صورت پر باقی چلا آرہا ہے، اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں، اور یہ وہ منفرد خصوصیت ہے جو دنیا کے کسی دوسرے متداوَل کلینڈر میں نہیں۔

دعا

اے اللہ! اس نئے ہجری سال کو ہمارے لیے، انفرادی واجتماعی مسرّتوں، اور قومی وملّی خوشیوں کا پیامبر بنادے، ہمارے اُلجھے ہوئے ملکی وعالمی مسائل کو سلجھا دے۔ اے اللہ! ہمیں نئے سال میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرما، ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "جوہرِ تقویم" صـ۱ـ

عاشوراء

(جمعۃ المبارک ۸ محرّم الحرام ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۰/۸/۲۸ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتم الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِه وصَحْبِهِ أجمعِين، ومَن تَبِعَهُم بإحسانٍ إلى يَومِ الدِّين، أَمّا بعد: فأعُوذُ بِالله مِنَ الشّيطانِ الرَّجِيم، بِسمِ الله الرَّحمٰنِ الرَّحِيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللَّهُمَّ صلِّ وسلِّمْ وبارِكْ علَى سيِّدِنَا ومولانا وحبيبِنا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! شریعتِ اسلامیہ میں بعض مقدّس دنوں اور مبارک راتوں کو، سال کے دیگر شب وروز پر ایک خاص برتری اور اَفضلیت حاصل ہے، جس سے اُن کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ انہی مقدّس دنوں میں سے ایک دس ۱۰ محرّم الحرام یعنی "عاشوراء" کا دن بھی ہے، جو اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ دنیا کی تاریخ میں بھی انتہائی اَہمیت کا حامل ہے، یہ دن اللہ تعالی کی خصوصی برکتوں اور رحمتوں کا دن ہے۔

اگر اس دن کو ایک حیثیت سے سال کا عظیم ترین دن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا؛ کیونکہ یہ دن اپنے اندر کئی ایسے عظیم واقعات سموئے ہوئے ہے، جو سنہری حروف میں لکھے اور یاد رکھے جانے کے قابل ہیں!۔

عاشوراء کا روزہ

حضراتِ گرامی قدر! احادیثِ مبارکہ میں محرّم الحرام کے مہینے میں بالعموم، اور یومِ عاشوراء میں بالخصوص روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جس سے اس ماہِ مقدّس کی اہمیت وفضیلت کا پتہ چلتا ہے، حضرت سیِّدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «صِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ!»[1] "میں اللہ تعالی سے امید رکھتا ہوں کہ عاشوراء کا روزہ، گزشتہ سال کے گناہوں کا کفّارہ بنادے!"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، کہ جب نبئ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مدینہ طیّبہ تشریف لائے تو یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے پایا، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: «مَا هٰذَا؟» "تم لوگ اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟" یہود نے کہا کہ یہ بڑی عظمت والا دن ہے، اس دن اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نَجات دی، اور حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اس دن روزہ رکھا، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ!» "میں تم سے زیادہ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا حقدار ہوں!"۔ لہذا آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا، اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی[2]۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما ہی سے ایک اَور روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یومِ عاشوراء کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی حکم فرمایا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے

---

(۱) "صحيح مسلم" باب استحباب صيام ثلاثة أيّام، ر: ۲۷٤٦، صـ٤٧٧.

(۲) "صحيح البخاري" باب صوم يوم عاشوراء، ر: ۲۰۰٤، صـ۳۲۱.

عرض کی: یارسولَ اللہ! یہود ونصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ، صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ!»[۱] "آئندہ سال -ان شاءاللہ- ہم (دس ۱۰ کے ساتھ) نو ۹ محرّم الحرام کا بھی روزہ رکھیں گے!"۔

حضراتِ گرامی قدر! ان فرامینِ مبارکہ سے معلوم ہوا، کہ دس ۱۰ محرّم کا اسلامی تعلیمات سے بہت گہرا تعلق ہے، لہذا ارشاداتِ نبویّہ کے مطابق ہمیں چاہیے کہ اس دن کی حرمت وتقدّس کو پیشِ نظر رکھ کر روزہ رکھیں، اور اس دن کو خاص طور پر ذکرواَذکار اور عبادت میں گزاریں۔

یومِ عاشوراء

عزیزانِ محترم! محرّم الحرام کی دس ۱۰ تاریخ کا نام یومِ عاشوراء اسلام سے پہلے ہی سے چلا آرہا ہے۔ تاریخِ اسلام میں سب سے اہم واقعہ جو اس تاریخ کو پیش آیا، وہ واقعۂ کربلا ہے، جس میں نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خاندانِ رسالت اور ان کے جاںنثار رُفقاء کو، ہَوَسِ اقتدار میں مبتلا یزیدی افواج نے، بڑی بے دردی سے نہ صرف شہید کیا، بلکہ ان کے مقدّس سر کو تَن سے جدا کر کے ان کی بے حُرمتی بھی کی!! ع

کس شقی کی ہے؟ حکومت ہائے کیا اندھیر ہے؟
دن دھاڑے لُٹ رہا ہے کاروانِ اہلِ بیت![۲]

---

(۱) "صحيح مسلم" باب أيّ يوم يصام في عاشوراء، ر: ۲٦٦٦، صـ٤٦٣.
(۲) "ذوقِ نعت" ذکرِ شہادت، صـ۵۸۔

یزید کی بیعت نہ کرنے کی وُجوہات

برادرانِ اسلام! اس سانحہ کے پیش آنے کا بنیادی سبب، حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یزید کی بیعت سے انکار تھا، اور اگر انصاف کا ترازو تھام کر فیصلہ کیا جائے، تو ہر ذی شُعور یہی کہے گا کہ امامِ عالی مقام کا یزید کی بیعت سے انکار کا فیصلہ بالکل درست تھا!۔

میرے عزیز بھائیو! یزید وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہلِ بیتِ کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے، جس پر ہر زمانے میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے، اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا!۔

یہ بدباطن سیاہ دل، ۲۵ ہجری میں حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر، میسون بنت بَحدَل کلبیہ تابعیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا[(۱)] سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر، بدخلق، تندخو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم بے ادب اور گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بے ہودگیاں ایسی تھیں جن سے بدمُعاشوں کو بھی شرم آجائے![(۲)]۔

حضرت سیّدنا امیرِ مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کے بعد، یزید تختِ سلطنت پر جا بیٹھا، اور اس نے اپنی بیعت لینے کے لیے اَطراف واَکناف میں خطوط روانہ کیے، مدینہ طیّبہ کا گورنر ولید بن عقبہ جب یزید کی بیعت لینے کے لیے، حضرت سیّدنا امامِ حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے چھپ کر بیعت کرنے سے منع فرما دیا، بلکہ ارشاد فرمایا کہ میرے جیسا آدمی اس طرح چُھپ کر بیعت نہیں کر سکتا، نہ ہی ایسا کرنا مناسب ہے، لہٰذا اگر آپ باہر نکل کر اعلانیہ طور پر عام لوگوں کے ساتھ ہمیں

---

(۱) انظر: "تاج العروس" ١٦/ ٥٢٩.

(۲) "سوانح کربلا" شہادت کے واقعات، یزید کا مختصر تذکرہ، ۱۱۱، ۱۱۲۔

بھی دعوت دیں، تو زیادہ مناسب ہوگا!۔

مزید برآں یہ کہ یزید کی نااہلی کی وجہ سے، اس کی بیعت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قلبی طَور پر سخت ناپسند تھی، نیز اسے حکمران منتخب کرنے میں بھی خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقۂ کار کو پسِ پشت ڈالا گیا تھا، لہذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور احتجاج اس کی بیعت نہ فرمائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے، کہ بیعت سے انکار یزید کے اشتعال کا باعث ہوگا، اور نابکار جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہوجائے گا، لیکن امامِ عالی مقام کی دیانتداری اور تقویٰ شِعاری نے اجازت نہیں دی، کہ اپنی جان بچانے کی خاطر نااہل کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، اور مسلمانوں کی تباہی، شرعی اَحکام کی بے حرمتی اور دینِ اسلام کی مضرّت سے لاپرواہی برتیں! اور یہ حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر عظیم الشان فرزندِ رسول سے کس طرح ممکن تھا؟![۱]۔

اگر حضرت سیِّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت یزید کی بیعت کرلیتے، تو شاید وہ آپ کی بہت قدر ومنزلت کرتا، اور آپ کی راحت وعافیت میں کوئی فرق نہ آتا، بلکہ دنیا کی بہت سی دَولت آپ کے پاس جمع ہوجاتی، مگر اسلام کا نظام درہم برہم ہوکر رہ جاتا! اور دین میں ایسا فساد برپا ہوتا جسے دُور کرنا بعد میں ناممکن ہو جاتا؛ کیونکہ یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لیے، امامِ عالی مقام کی بیعت سَند بن جاتی، اور شریعتِ اسلامیہ وملّتِ حنیفہ کا نقشہ بگڑ جاتا![۲]۔

(۱) "سوانحِ کربلا" امیرِ مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت، ص۱۱۴۔

(۲) ایضًا۔

حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیعت کی درخواست میں، اسی لیے پہلے کی گئی تھی کہ تمام اہلِ مدینہ ان کا اتّباع کریں گے۔ اگر ان حضرات نے بیعت کرلی تو پھر کسی کو تامّل نہیں ہوگا، لیکن ان حضرات کے انکار سے وہ منصوبہ خاک میں مل گیا، اور یزیدیوں میں اسی وقت سے آتشِ عناد بھڑک اٹھی، اور بہ ضرورت ان حضرات کو اسی شب مدینۂ منوّرہ سے مکّۂ مکرّمہ منتقل ہونا پڑا، یہ واقعہ چار ۴ شعبان، ۶۰سنِ ہجری کو پیش آیا(۱)۔

واقعۂ کربلا کا پسِ منظر

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات، اور یزید کی تخت نشینی کے بعد، اہلِ عراق نے متفق ہوکر امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں مختلف درخواستیں بھیجیں، اور ان میں اپنی نیازمندی اور عقیدت واِخلاص کا اظہار کیا، نیز انہیں کُوفہ تشریف لانے کی دعوت دی؛ تاکہ آپ کی بیعت کرسکیں۔ بہت اِصرار کے بعد حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حالات وواقعات کا جائزہ لینے کے لیے کُوفہ روانہ فرمایا(۲)۔

حضرت مسلم بن عقیل اپنے دو ۲ بیٹوں کے ہمراہ کُوفہ پہنچے، تو اہلِ کوفہ آپ کے ساتھ بہت عزّت واِکرام سے پیش آئے، اور پہلے ہی دن بارہ ۱۲ ہزار کوفیوں نے حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرلی، حضرت مسلم بن عقیل نے اہلِ عراق کی عقیدت وگرویدگی دیکھ کر، حضرت سیّدنا امامِ

---

(۱) ایضًا، ص۱۱۵۔

(۲) ایضًا، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں کوفیوں کی درخواستیں، ص۱۱۶۔

حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ایک عریضہ لکھ بھیجا، اور درخواست کی کہ آپ جلد کوفہ تشریف لے آئیے؛ تاکہ بندگانِ خدا یزیدِ ناپاک کے شر سے محفوظ رہیں!۔

دوسری طرف یزید پلید کو جیسے ہی اس بات کی اطلاع ہوئی، اس نے کُوفہ کے گورنر حضرت سیّدنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو معزول کر کے، عبد اللہ بن زیاد کو نیا گورنر مقرّر کر دیا، اور حضرت مسلم بن عقیل کے خلاف فوری کاروائی کا حکم دیا۔ ابنِ زیاد نے انتہائی چالاکی اور مکر وفریب کے ساتھ، امام مسلم بن عقیل کو مذاکرات کے بہانے اپنے دربار میں بلوا کر آپ کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ سنِ ہجری کا ہے، اسی روز مکّۂ مکرّمہ سے حضرت سیّدنا امامِ حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کُوفہ کے لیے روانہ ہوئے[1] ؏

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہلِ بیت[2]

شہادتِ امامِ عالی مقام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

میرے دوستو، بزرگو اور عزیز بھائیو! جب نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امامِ حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خاندانِ اہلِ بیت، اور اپنے دیگر جاںنثار ساتھیوں کے ہمراہ، مکّہ مکرّمہ سے کُوفہ کے لیے روانہ ہو چکے، تو راستے میں آپ کو حضرت مسلم بن عقیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت، اور کُوفیوں کی بے وفائی کی اطلاع ملی، آپ نے باہمی مُشاورت سے اپنا سفر جاری رکھا، یہاں تک کہ کُوفہ دو ۲ منزل کے فاصلے پر رہ گیا، تب آپ کو حُر بن یزید

(۱) "سوانحِ کربلا" "کوفہ کو حضرت مسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روانگی، ص۱۱۹، ۱۲۵، ملتقطاً۔
(۲) "ذوقِ نعت" "ذکر شہادت، ص۵۸۔

ریاحی ایک ہزار مسلّح سواروں کے ساتھ ملا۔ آپ سے متعلق ابنِ زیاد کا حکم اور اپنی بے بسی کا اظہار کیا، اور آپ کو کُوفہ کے راستے سے ہٹا کر کربلا میں پڑاؤ ڈالنے پر مجبور کیا۔ اُس دن ۶۱ سنِ ہجری اور محرّم الحرام کی دو ۲ تاریخ تھی[۱]۔

عزیزانِ گرامی قدر! امامِ عالی مقام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کربلا سے واقف تھے، اور آپ کو یہ معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں خاندانِ اہلِ بیت کا خون بہایا جائے گا۔ انہی دنوں اپنے نانا جان سرورِ کائنات تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت بھی ہوئی، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کو شہادت کی خبر دی، اور سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے رب سے حسین کے لیے صبر کی دعا فرمائی[۲]۔

جنگ سے احتراز کے سبب واپسی کا قصد

عزیزانِ گرامی! "اس لڑائی میں حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف سے ہرگز پہل نہیں تھی، امام نے بے وفا کُوفیوں کے وعدہ پر کوفہ کا قصد فرمایا تھا، جب ان غدّاروں نے بدعہدی کی تو آپ نے واپسی کا قصد فرمایا، اور اس وقت سے شروعِ جنگ تک اپنے ارادے سے متعلق، بار بار اَحباب واَعداء سب کو مطلع فرمایا۔ جب حُر بن یزید ریاحی تمیمی کا ایک ہزار سواروں کے ساتھ نمازِ ظہر سے پہلے، حضرت سیّدنا امامِ عالی مقام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا آمنا سامنا ہوا، تو حضرت سیّدنا امامِ عالی مقام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! ...إِنِّي لمْ آتِكم حَتَّى أتتْني كُتبُكم، وقدمتْ عليَّ رُسلُكم: أنْ أَقدمَ علينا! فإنّه ليس لنا إمامٌ، لعلَّ اللهَ يجمعُنا بك علَى الهُدى،

(۱) "سوانحِ کربلا" حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کوفہ کو روانگی، ص۱۲۹-۱۳۱، ملتقطاً۔

(۲) ایضًا ، ص۱۳۱، ملخصًا۔

فإنْ كنتم عَلَى ذلك فقد جئتُكم، فإنْ تعطوني ما اطمأنّ إِلَيْهِ من عهودِكم ومواثيقِكم أقدمُ مصرَكم، وإن لم تفعلوا وكنتم لمقدمي كارهين، انصرفتُ عنكم إِلَى المكان الَّذِي أقبلتُ مِنْهُ إليكم!»[1]. "اے لوگو! میں تمہارے بلانے پر آیا ہوں، تمہارے ایلچی اور خطوط آئے کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیے! ہم بے امام ہیں؛ کہ اللہ تعالی آپ کے سبب ہمیں ہدایت پر جمع فرمائے! اب تم اگر اپنے عہد پر قائم ہو تو میں تمہارے ہاں آ چکا ہوں! اور اگر تم اپنے عہد پر نہ رہو، یا میرا تشریف لانا تمہیں ناپسند ہو، تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس لَوٹ جاتا ہوں!" اس پر وہ لوگ خاموش رہے۔

پھر حضرت سیّدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالی عنہ نے بعد نمازِ عصر خطبہ ارشاد فرمایا، اور اس کے آخر میں بھی وہی ارشاد ہوا: «وإن أنتم كرهتمونا، وجهلتم حقَّنا، وَكَانَ رأيكم غيرَمَا أتتني كتبُكم، وقدمتْ بِهِ عليَّ رسلُكم، انصرفتُ عنكم!»[2] "اگر تم ہمیں ناپسند رکھتے ہو، اگر ہمارے حق سے بے خبر ہو چکے ہو، تمہارے خطوط اور ایلچیوں کے لائے ہوئے پیغامات سے ہٹ کر، اگر تمھاری رائے کچھ اَور ہو چکی ہے، تو میں واپس لَوٹ جاتا ہوں!"۔ اس پر بھی وہ لوگ نہ مانے۔

غرض شروع سے آخر تک واپسی کا ارادہ برابر ظاہر کرتے رہے، مگر یہ ممکن نہ ہوسکا؛ کہ منظورِ رب العالمین یونہی تھا، جنّت آراستہ ہو چکی تھی، اپنے دولہا کا انتظار کر رہی تھی، وصالِ محبوبِ حقیقی کی گھڑی آن پہنچی تھی۔ تب بھی لڑائی میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف سے ہرگز پہل نہیں تھی، بلکہ انہی لوگوں نے مجبور کیا۔ اب دو ۲ ہی

(١) "تاريخ الطَبَري" سنة إحدى وستّين، ٥/ ٤٠١، ملتقطاً.

(٢) المرجع نفسه.

صورتیں تھیں: (۱) یا بخوفِ جان اس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ "یزید کا حکم ماننا ہوگا، اگرچہ خلافِ قرآن وسنّت ہو"، یہ رخصت تھی، اس میں ثواب نہیں تھا۔ (۲) یا پھر جان دے دی جاتی، اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی۔ یہ عزیمت تھی اور اس پر اجرِ عظیم بھی تھا، اور یہی چیز امامِ عالی مقام کے شایانِ شان تھی، لہٰذا اسی کو اختیار فرمایا گیا[1]۔

یزیدی لشکر پر اِتمامِ حجت

برادرانِ اسلام! حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر دم تک جنگ سے پہلو تہی کرتے رہے، اور واپسی کے قصد کا اظہار فرماتے رہے، لیکن یزیدی لشکر اور غدّار ونامراد کُوفی لوگ کسی طور پر نہ مانے، بلکہ بہر صورت یزید کی بیعت یا جنگ پر مُصِر رہے۔ ایک ایک کرکے آپ کے تمام رُفقاء واصحاب، جن میں حضرت حُر بن یزید ریاحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو آپ کے لشکر میں شامل ہوگئے تھے) اور آپ کے بھائی مصعب بن یزید ریاحی، وہب بن عبد اللہ کلبی، شہزادۂ امام حسین علی اکبر وعلی اصغر، قریبی گاؤں کے جانثار ساتھی، اور خاندانِ رسالت کے دیگر تمام شہزادے (ما سوائے امام زین العابدین بیمار کے) سب شہید ہوگئے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسہ، فرزندِ زہراء بتول حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنِ تنہا رہ گئے[2] ؏

قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر
وارثِ بے وارثوں کو کاروانِ اہلِ بیت[3]

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب السیر"، رسالہ "المحجة المؤتمنة في آية الممتحنة" ۱۱/۵۶۷۔
(۲) "سوانحِ کربلا" ص۱۵۰-۱۶۲، ملتقطاً۔
(۳) "ذوقِ نعت" "ذکرِ شہادت"، ص۵۸۔

وہ کُوفی جنہوں نے آپ کو خطوط لکھ کر کوفہ بلایا تھا، اور حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کی تھی، وہ بھی میدانِ کربلا میں آپ کے سامنے موجود تھے۔ فکرِ آخرت سے بے نیاز اور تیر وتلوار سے مسلّح ہو کر، آپ کی جان کے درپَے تھے، تب آپ نے اِتمامِ حجت کے طور پر ایک بار پھر اُن کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: اے قوم اللہ سے ڈرو! جو سب کا مالک ہے، جان لینا سب اس کی قدرت واختیار میں ہے، اگر تم اللہ رب العالمین پر یقین رکھتے ہو، اور میرے جدِّ امجد حضرت سیّد الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائے ہو، تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزانِ عدل قائم ہو گا! اعمال کا حساب کیا جائے گا! میرے والدین محشر میں اپنی آل کے بے گناہ خون کا مطالبہ کریں گے! سروَرِ کائنات ﷺ جن کی شَفاعت گنہگاروں کی مغفرت کا ذریعہ ہے، اور تمام مسلمان جن کی شَفاعت کے امیدوار ہیں، وہ تم سے میرے اور میرے جانثاروں کے خونِ ناحق کا بدلہ چاہیں گے! تم میرے اہل وعِیال، اعزّہ واَطفال، اصحاب ومَوالی (غلاموں) میں سے ستّر ۷۰ سے زیادہ کو شہید کر چکے، اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ عیشِ دنیا میں پائیداری وقیام نہیں! اگر سلطنت کی طمع (لالچ) میں میرے درپَے ہو تو مجھے موقع دو، کہ میں عرب کی سرزمین چھوڑ کر دنیا کے کسی اَور حصّہ میں چلا جاؤں! اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ، تو ہم اللہ تعالی کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر وشاکر ہیں!![1]۔

شِمر نامی ایک یزیدی نے اپنے لشکر پر، امامِ عالی مقام کی باتوں کا اثر ہوتے دیکھا، تو فوراً کہا کہ آپ ابنِ زیاد کے پاس جا کر یزید کی بیعت کر لیں، تو آپ سے کوئی

---

(۱) "سوانحِ کربلا" حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت، ص۱۶۴، ۱۶۵، ملتقطاً۔

تعارُض نہیں کرے گا، ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں !۔

برادرانِ ملّت ! سلام ہے امامِ عالی مقام اور ان کے صبر و تحمل کو! کہ اپنے تمام جانثاروں، غلاموں اور خاندانِ رسالت مآب ﷺ کے شہزادوں کی شہادت کے باوُجود، جنگ سے احتراز فرمارہے ہیں، اور اِتمامِ حجت کے ذریعے یزیدیوں کے مُردہ ضمیروں کو جھنجھوڑتے رہے؛ تاکہ اس جنگ کو دفع کرنے کی تدابیر میں سے، نواسۂ رسول کی طرف سے کوئی تدبیر باقی نہ رہ جائے، ورنہ بامرِ مجبوری حضرت سیّدنا امام حسین بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھی تلوار اٹھاناہی پڑے گی۔

جب حجتیں تمام ہوگئیں اور جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ رہا، اور آپ کے تمام ساتھی شہید کردیے گئے، تب بالآخر امامِ عالی مقام بھی سربکف ہوکر میدانِ کارزار میں اُتر آئے۔ ایک طرف تنِ تنہا نواسۂ رسول ہیں، تو دوسری طرف بیس ہزار سے زائد مسلّح یزیدی لشکر! اس کے باوُجود امامِ عالی مقام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تلوارِ حیدری نے لاشوں کے اَنبار لگا دیے، دشمن اتنا خوفزدہ ہوا کہ چاروں طرف سے ہزاروں بدبختوں نے آپ کو گھیرے میں لے کر، تلواروں اور نیزوں کی بارش کردی، بالآخر آپ شہید ہوکر زمین پر تشریف لے آئے، خولي بن یزید نے آگے بڑھ کر آپ کے سرِ اقدس کو تنِ اقدس سے جُدا کیا، جسے ابنِ زیاد بدبخت نے کُوفہ کے کوچہ وبازار میں پھرا کر، اپنی بے حمیتی و بے حیائی کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد تمام شہدائے کربلا کے سروں کو اَسیرانِ اہلِ بیت کے ساتھ، شِمر ناپاک کی سربراہی میں، یزید کے پاس دِمشق بھیج دیا، ع

سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر وشانِ اہلِ بیت[۱]

بعد ازاں یزید نے سرِ اقدس اور اہلِ بیت کو حضرت امام زَین العابدین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ساتھ مدینہ طیّبہ بھیجا، اور وہاں حضرت سیّدنا امام حسن رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے پہلو میں تدفین ہوئی[۲]۔

یزید سے متعلق حکمِ شرعی

میرے دوستو، بزرگو اور عزیز ہم وطنو! اس اندوہناک سانحہ کے بعد، یزید پلید سے متعلق حکمِ شرعی کے حوالے سے، علمائے دین کی دو ۲ مختلف آراء ہیں، جنہیں امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان -علیہ رحمۃ الرحمن- نے کچھ یوں بیان فرمایا کہ "ہمراہیانِ یزید یعنی جو اُن مَظالمِ ملعونہ میں اس کے مُمِد ومُعاوِن تھے، ضرور خبیث ومردود تھے، اور کافر وملعون کہنے میں اختلاف ہے۔ ہمارے امام (ابو حنیفہ) کا مذہب سُکوت ہے۔ اور جو کہے وہ بھی موردِ اِلزام نہیں؛ کہ یہ بھی امام احمد بن حنبل وغیرہ بعض ائمۂ اہلِ سنّت کا مذہب ہے"[۳]۔

محرّم الحرام میں ممنوعہ اُمور

عزیزانِ گرامی قدر! عاشوراء (دس ۱۰ محرّم الحرام) کے دن قضاء وقدر سے، حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ پر جو گزری، دراصل وہ شہادت ہے، جس کے ذریعے اللہ

(۱) "ذوقِ نعت" ذکرِ شہادت، ص۵۹۔
(۲) "سوانح کربلا" ص۱۶۵-۱۷۱، ملتقطاً۔
(۳) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، حضرات امامین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا خواہ کسی... الخ، ۱۶/۶۴۹۔

تعالی کے ہاں ان کے درَجات مزید بلند ہوئے۔ جو شخص ان حضرات مقدّسہ کی مصیبت کو یاد کرے، وہ صرف إنّا لله وإنّا إليه راجعون پڑھے (جو نبیٔ کریم ﷺ کا طریقہ ہے) تاکہ اِطاعتِ رسول ﷺ ہو، اور ایسا کرنے سے اللہ تعالی کے ہاں وہ ثواب حاصل کرے، جس کا اللہ تعالی نے اس فرمان میں وعدہ فرمارکھا ہے: ﴿أُولَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٞۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُهۡتَدُونَ﴾[1] "وہی ہیں کہ جن پر اُن کے رب کی طرف سے درود اور رحمت ہے، اور وہی ہدایت پانے والے ہیں"۔

نیز شیعہ حضرات نے جو خُرافات جاری کررکھی ہیں، کہ وہ بین وماتم کرتے ہیں، سوگ مناتے ہیں، ان سب باتوں سے بچ کر رہے؛ یہ اہلِ ایمان کا طریقہ نہیں۔ اگر ایسا کرنا مناسب ہوتا تو حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے نانا جان حضرت محمد ﷺ کی وفات پر بھی ہر سال یہ کام کرنا ضروری ہوتا، وہ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں۔ بس اللہ تعالی ہی کافی مددگار اور کارساز ہے۔

امام اہل سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "محرّم میں سیاہ کپڑے علامتِ سوگ ہیں، اور سوگ حرام ہے؛ کہ شِعار رافضیانِ لِئام ہے"[2]۔

عشرۂ محرّم الحرام اور خاص عاشوراء کے دن بعض خرافات

عشرۂ محرّم الحرام اور خاص عاشوراء کے دن کے حوالے سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات میں، امام اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

(۱) بعض اہلِ سنّت وجماعت عشرۂ محرّم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں،

---

(۱) پ۱، البقرة: ١٥٧.

(۲) "اَحکامِ شریعت" محرّم، مسئلہ نمبر۴۹، ص۱۴۴۔

اور نہ جھاڑو دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

(۲) ان دس ۱۰ دنوں میں کپڑے نہیں بدلتے۔

(۳) ماہ محرّم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے۔

(۴) ان ایّام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما کے، کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔

پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں، سوگ حرام ہے، اور چوتھی بات جہالت ہے، ہر مہینے میں، ہر تاریخ، ہر ولی کی نیاز، اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالی اعلم"[1]۔

امام اہل سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ ایک اَور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"غرض عشرۂ محرّم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعتِ پاک تک، نہایت بابرکت ومحلِ عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رُسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا، پھر وبالِ ابتداع (بدعت) کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطورِ خیرات نہ رکھا، رِیا وتفاخُر (دکھاوا اور فخر کرنا) علانیہ ہوتا ہے، پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں، بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے، روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزقِ الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اِضاعت (ضائع کرنا) ہو رہی ہے، مگر نام تو ہو گیا کہ فُلاں صاحب لنگر لُٹا رہے ہیں، اب بہارِ عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رُسوم، جشن یہ کچھ، اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ! کہ گویا یہ ساختہ (خود بنائی ہوئی) تصویریں بعینہا حضراتِ شہداء -رضوان اللہ تعالی

(۱) ایضًا، مسئلہ نمبر ۵۰، صـ۱۴۵۔

علیہم اجمعین- کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اُتار، باقی توڑ تاڑ دفن کر دیے۔ یہ ہر سال اِضاعتِ مال کے جُرم ووبال جداگانہ رہے!۔ اللہ تعالی صدقہ حضراتِ شہدائے کربلا -علیہم الرضوان والثناء- کا، ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے! اور بُری باتوں سے توبہ عطا فرمائے، آمین!(۱)۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ مروّجہ شہادت نامے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "شہادت نامے، نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں، اکثر روایاتِ باطلہ وبے سروپا سے بھرے، اور اکاذیبِ موضوعہ (مَن گھڑت جھوٹ) پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا سننا، وہ شہادت ہو یا کچھ اَور، مطلقًا حرام وناجائز ہے، خصوصًا جبکہ وہ بیان ایسی خُرافات کو متضمن (شامل) ہو، جن سے عوام کے عقائد میں تزلزُل واقع ہو، کہ پھر تو اَور بھی زیادہ زہرِ قاتل ہے! ایسے ہی وُجوہ پر نظر فرما کر امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی -قدّس سرّہ العالی- وغیرہ ائمۂ کرام نے حکم فرمایا کہ "شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے!"(۲)۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ مروّجہ تعزیہ پر چڑھاوے سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "تعزیہ کا چڑھا ہوا کھانا نہ چاہیے، اگر (کوئی شخص) اس نیّت سے کھاتا ہے کہ وہ امام کی نیاز ہے تو یہ غلط اور بیہودہ ہے، تعزیہ پر چڑھانے سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز نہیں ہو جاتی، اور اگر نیاز دے کر چڑھائیں، یا چڑھا کر نیاز دلائیں، تو اس کے کھانے سے احتراز (بچنا) چاہیے، اور وہ نیّت کا تفرقہ اس کے مفسدہ کو دفع نہ کرے گا، مفسدہ اس میں ہے کہ اس کے کھانے سے جاہلوں کی نظر میں ایک امرِ ناجائز کی وقعت بڑھانی، یا کم از

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، رسالہ: "أعالی الإفادہ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادۃ"، ۱۶/۶۵۴۔
(۲) ایضًا، ۱۶/۶۵۵۔

کم اپنے آپ کو اس کے اعتقاد سے متہم کرتا ہے، اور دونوں باتیں شنیع ومذموم (بُری اور قابلِ مذمت) ہیں، لہٰذا اس کے کھانے پینے سے احتراز چاہیے"[(۱)]۔

غیروں کی مجلس اور ان کی دی ہوئی نیاز کا حکم

امام اہل سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اہلِ تشیع کی مجالس میں شریک ہونے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "مجلس مرثیہ خوانی اَہلِ شیعہ میں، اَہلِ سنّت وجماعت کو شریک وشامل ہونا حرام ہے۔ وہ بدزبان ناپاک لوگ اکثر تبرّا بک جاتے ہیں، اس طرح کہ جاہل سننے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی، اور متواتر سنا گیا ہے کہ سنّیوں کو جو شربت دیتے ہیں، اس میں نَجاست ملاتے ہیں، اور کچھ نہ ہو تو اپنے یہاں کے ناپاک قلتین کا پانی ملاتے ہیں، اور کچھ نہ ہو تو وہ روایاتِ موضوعہ، وکلماتِ شنیعہ، وماتمِ حرام سے خالی نہیں ہوتی، اور یہ دیکھیں سنیں گے، اور منع نہ کر سکیں گے، ایسی جگہ جانا حرام ہے!"[(۲)]۔

تعزیہ بنانا جائز نہیں

امام اہل سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ تعزیہ بنانے، اور اس سے منت ومرادیں مانگنے سے متعلق فرماتے ہیں کہ "تعزیہ بنانا اور اس پر نذر نیاز کرنا، عرائض (یعنی مختلف چیزوں کا تعزیہ پر چڑھاوے کے لیے) باُمید حاجت براری لٹکانا، اور بہ نیّتِ بدعتِ حسَنہ اس کو داخلِ حسَنات جاننا، اور مُوافقِ شریعت ان اُمور کو، اور جو کچھ اس سے پیدا یا متعلق ہوں، اور ان باتوں کو جو فی زمانا متعلق تعزیہ داری وعَلَم دَاری کے ہیں، اَفعالِ مذکورہ جس طرح عوامِ زمانہ میں رائج ہیں، بدعتِ سیّئہ وممنوع وناجائز ہیں، انہیں داخلِ ثواب جاننا، اور مُوافقِ

---

(۱) ایضًا، ۶۶۲/۱۶۔

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، رسالہ: "اَعالی الاِفادہ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادۃ" ۶۶۳/۱۶۔

شریعت مذہبِ اَہلِ سنّت ماننا، اُس سے سخت تر وخطائے عقیدہ وجہل اَشد ہے"[1]۔

ناجائز کام کی منّت ماننا

صدر الشریعہ علّامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ "محرّم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بَدِھی (پٹکا) پہنانے، اور مرثیہ کی مجلس کرنے، اور تعزیوں پر نیاز دلوانے وغیرہ خُرافات جو روافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں، ان کی منّت سخت جہالت ہے، ایسی منّت ماننی نہ چاہیے، اور مانی ہو تو پوری نہ کرے"[2]۔

یومِ عاشوراء اہل وعِیال پر رزق میں فراخی

شریعتِ اسلامیہ نے اس دن کے لیے یہ تعلیم دی ہے، کہ اس دن اپنے اہل وعِیال پر کھانے پینے میں وسعت اور فراخی کرنا اچھا ہے؛ کیونکہ اس عمل کی برکت سے تمام سال اللہ تعالی فراخئ رزق کے دروازے کھول دیتا ہے؛ چنانچہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهِ!»[3] "جو شخص عاشوراء کے دن، اپنے اہل وعِیال پر فراخی اور وسعت کرے گا، اللہ تعالی سارا سال اسے وسعت عطا فرمائے گا!"۔

ماتم کی مجلس اور تعزیہ کے جلوس میں شرکت

عشرۂ محرّم الحرام میں مسلمانوں کی کثیر تعداد، ماتم کی مجلسوں، اسی طرح دس ۱۰ تاریخ کو تعزیہ کے جلوس کا نظارہ کرنے کے لیے نکل پڑتی ہے، اور اس میں کوئی حرج

---

(۱) ایضاً، ۱۶/۲۶۴۔
(۲) "بہارِ شریعت" "منّت کا بیان، مسائلِ فقہیہ، حصہ۹، ۲/۳۱۸۔
(۳) "فضائل الأوقات" بابُ مَا رُوِيَ فِي التَّوْسِيعِ ...إلخ، ر: ٢٤٥، صـ٤٥٣.

نہیں سمجھتے، حالانکہ اس میں کئی گناہوں کا ارتکاب ہے۔ ان میں سے ایک یہ کہ ان مجالس اور جلوس میں شرکت کرنے سے، دشمنانِ صحابہ کی رَونق بڑھتی ہے؛ جبکہ دشمنوں کی رونق بڑھانا حرام ہے، نبئ کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ، فَهُوَ مِنْهُمْ!»(۱) "جس نے کسی قوم کی رونق بڑھائی، تو وہ انہیں میں سے ہے!"۔

امام اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "تعزیہ آتا دیکھ کر اِعراض ورُوگردانی کریں، اس کی جانب دیکھنا ہی نہیں چاہیے!"(۲)۔

دعا

اے اللہ! ہمیں محرّم الحرام بالخصوص اس کی نو۹ اور دس ۱۰ تاریخ کو روزہ رکھنے، اور اپنے اہل وعیال پر رزق کی وسعت کرنے کی توفیق مرحمت فرما، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جان، مال اور گھربار تیری راہ میں قربان کرنے کی توفیق مرحمت فرما، اور ان کی ظاہری وباطنی برکات سے مسلمانوں کو متمتّع اور فیضیاب فرما، اُن کی پر خلوص قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ منصور ومظفر رکھ، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "الفردوس بمأثور الخطاب" باب الميم، ر: ٥٦٢١، ٣/ ٥١٩.
(۲) "عرفانِ شریعت" حصہ اوّل، ۱۵۔

واقعۂ کربلا

(جمعۃ المبارک ۸ محرّم الحرام ۱۴۴۲ھ - ۲۸/۸/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتم الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِه وصَحْبِه أجمعِين، ومَن تَبِعَهُم بإحسانٍ إلى يَومِ الدِّين، أَمّا بعد: فأعُوذُ بِالله مِنَ الشّيطانِ الرَّجِيم، بِسمِ الله الرَّحمٰنِ الرَّحِيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللَّهُمَّ صلِّ وسلِّمْ وبارِكْ علَى سيِّدِنَا ومولانا وحبيبِنا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

واقعۂ کربلا کا پسِ منظر اور وُجوہات

برادرانِ اسلام! نبئ رحمت ﷺ کو دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرمائے، ابھی پچاس ۵۰ برس ہی گزرے تھے، کہ ۶۱ سن ہجری میں عراق کے شہر کُوفہ سے کچھ فاصلے پر، "کربلا" کے مقام پر لشکرِ یزید نے، فرزندِ رسول حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سفر کی حالت میں، ان کے اَہل وعِیال اور رُفقاء سمیت تیغِ جفا سے شہید کردیا۔

خلافتِ راشدہ کا تیس ۳۰ سالہ دَور، حضرت امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر مکمل ہو چکا تھا، اور پھر مُلوکیت (بادشاہت) کی ابتداء حضرت امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہوئی۔ جب ۶۰ سن ہجری میں حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوا، اور یزید اُن کا جانشین بنا، تب تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی اُس کے لیے سب سے اہم مسئلہ، حضرت سیّدنا

امام حسین، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زبیر اور حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے بیعت لینے کا تھا؛ کیونکہ ان حضرات نے یزید کو امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ولیٔ عہد تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس کے علاوہ ان حضرات سے یزید کو یہ بھی خطرہ تھا، کہ کہیں ان میں سے کوئی خلافت کا دعوی نہ کردے، اور کہیں ایسا نہ ہو کہ سارا حجاز مقدّس میرے خلاف اُٹھ کھڑا ہو، جبکہ حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دعویٔ خلافت کی صورت میں عراق میں بھی بَغاوت کا سخت اندیشہ تھا۔

اِن وُجوہ کی بنا پر یزید کے پیشِ نظر، سب سے بڑا مسئلہ اپنی حکومت کی بقا اور اسے تحفظ دینا تھا، لہذا اُس نے اِن حضراتِ مقدّسہ سے بیعت لینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اس نے مدینہ منوّرہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو، حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کی خبر دی، اور ساتھ ہی ان حضراتِ مقدّسہ سے بیعت لینے کے لیے سخت تاکیدی حکم بھیجا۔ ولید نے حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کی خبر دی، اور یزید کی بیعت کے لیے کہا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تعزیت کے بعد فرمایا کہ میرے جیسا آدمی اس طرح چُھپ کر بیعت نہیں کر سکتا، اور نہ میرے لیے اس طرح چُھپ کر بیعت کرنا مناسب ہے، اگر آپ باہر نکل کر عام لوگوں کو، اور ان کے ساتھ ہمیں بھی دعوت دیں تو یہ مناسب ہوگا!۔

یزید کی بیعت حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قلبی طَور پر سخت ناپسند تھی؛ کیونکہ وہ نااہل تھا، اور اس کا تقرُّر بھی خلفائے راشدین کے اسلامی طریقۂ انتخاب کے بالکل خلاف ہوا تھا، لہذا آپ احتجاجًا اس کے خلاف تھے، اور دوسری طرف حالات اجازت نہیں دے رہے تھے، کہ آپ علی الاعلان اس کے خلاف آواز بلند کریں۔ لہذا

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے اہل وعِیال اور عزیز واقارب کو ساتھ لے کر، مدینۂ منوّرہ سے مکّہ مکرّمہ کی طرف ہجرت فرمالی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مکّہ مکرّمہ پہنچنے کی خبر سُن کر، لوگ جُوق در جُوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر، زیارت کا شرف حاصل کرنے لگے۔

اہلِ کُوفہ کے خطوط ووُفود

جب اہلِ کُوفہ کو حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے انتقال کی خبر ملی، اور انہیں اس بات کا علم ہوا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے، تو انہوں نے سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نام ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھے، کہ آپ جلد از جلد کُوفہ تشریف لے آئیے، مسندِ خلافت آپ کے لیے خالی ہے، ہمارے اَموال اور ہماری گردنیں آپ کے لیے حاضر ہیں، سب کے سب آپ کے منتظر ومشتاق ہیں، آپ کے سِوا کوئی ہمارا امام وپیشوا نہیں، آپ کی مدد کے لیے یہاں لشکر مہیا وحاضر ہے!۔

امامِ عالی مقام نے جب اہلِ کُوفہ کے خطوط ووُفود میں، ان کے جذباتِ عقیدت ومحبت، جان ومال قربان کرنے کی تمنّاؤں، اور کوفہ آنے کی التجاؤں کو دیکھا، تو فیصلہ کیا کہ حالات معلوم کرنے کے لیے پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھیجا جائے، چنانچہ آپ نے انہیں اہلِ کُوفہ کے نام ایک خط دیا، اور فرمایا کہ آپ کوفہ جاکر بذاتِ خود، براہِ راست حالات کا صحیح اندازہ لگا کر ہمیں اطلاع دیجیے، اگر حالات ساز گار ہوں تو میں بھی آجاؤں گا، اور اگر حالات نامناسب ہوں تو آپ بھی واپس تشریف لے آئیے[1]۔

---

(١) "البداية والنهاية" سنة ستّين من الهجرة النبوية، قصّة مخرج الحسين إلى العراق، ٨/ ١٧٤، ١٧٥. و"تاريخ الطَبَري" سنة ستّين، خلافة يزيد بن مُعاوية، ٥/ ٣٣٨- ٣٤٧.

کوفہ تشریف لے جانا امام حسین کی شرعی مجبوری تھی

صدرالاَفاضل حضرت علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "اگرچہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کی خبر مشہور تھی، اور کُوفیوں کی بے وفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا، مگر جب یزید بادشاہ بن بیٹھا تو اس کی حکومت و سلطنت، دِین اسلام کے لیے خطرہ تھی، اور اسی سبب سے اس کی بیعت نارَوا تھی، وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کرلیں۔ ان حالات میں کوفیوں کا بپاسِ ملّت یزید کی بیعت سے دست کَشی کرنا، اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طالبِ بیعت ہونا، امام پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست قبول فرمائیں! جب ایک قوم ظالم وفاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو، اور صاحبِ اِستحقاق اہل سے درخواستِ بیعت کرے، اس پر اگر وہ اُن کی اِستِدعاء قبول نہ کرے، تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اُس جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے! امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے، تو بارگاہِ الٰہی عزوجل میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس کیا جواب ہوتا؟ کہ "ہم ہر چند دَرپے ہوئے، مگر امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ بیعت کے لیے راضی نہ ہوئے! بدیں وجہ (اسی لیے) ہمیں یزید کے ظلم وتشدّد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی، اگر امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فِدا کرنے کے لیے حاضر تھے"!۔

یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بجزِ اس کے اَور کچھ نہیں تھا، کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔ اگرچہ اکابر صحابۂ کرام: حضرت ابن عباس و حضرت ابن عُمر و حضرت جابر و حضرت ابو سعید و حضرت ابو واقد لیثی وغیرہم

رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس رائے سے متفق نہیں تھے، اور انہیں کوفیوں کے عہد ومَواثیق کا اعتبار نہ تھا، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت، ان سب کے دلوں میں اِختلاج پیدا کررہی تھی، گوکہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے، اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش آئے گا، لیکن اندیشہ مانع تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی، کہ اس اِستدعاء کو رَد کرنے کے لیے عذرِ شرعی کیا ہے؟ اِدھر ایسے جلیل القدر صحابہ -علیہم الرضوان- کے شدیداِصرار کا لحاظ، اُدھر اہلِ کوفہ کی اِستدعاء رَد فرمانے کے لیے کوئی شرعی عذر نہ ہونا، حضرت امام حسین کے لیے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا، جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا، کہ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا جائے، اگر کوفیوں نے بدعہدی وبے وفائی کی تو عذرِ شرعی مل جائے گا، اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلّی دی جاسکے گی"(۱)۔

حضرت سیّدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ کوفہ کی بے پناہ عقیدت ومحبت کو دیکھ کر، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لکھ بھیجا، کہ ہزاروں اَفراد نے میرے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے، اور یہاں کے سب لوگ آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں، آپ فوراً تشریف لے آئیے! حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اطلاع کے بعد کوفہ جانے کا عزمِ صمیم کرلیا، اور اُدھر کوفہ میں جو فساد برپا ہوچکا تھا، اس کی آپ کو اطلاع نہیں ہوئی تھی(۲)۔

---

(۱) "سوانح کربلا" ص۱۱۱۔

(۲) "البداية والنهاية" سنة ستّين من الهجرة النبوية، قصّة مخرج الحسين إلى العراق، ۸/ ۱۸۱.

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳ذی الحجہ ٦٠ سن ہجری کو اپنے اہلِ بیت وخُدّام وغیرہ، کُل بیاسی ۸۲ اَفراد کو ہمراہ لے کر راہِ عراق اختیار فرمائی[۱]۔ راستے میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفیوں کی بدعہدی، اور حضرت سیّدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مل گئی تھی۔ اس پر امام حسین کے رفقاء کی آراء مختلف ہوئیں، اور ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا، لیکن بہت گفتگو کے بعد یہی طے پایا کہ سفر جاری رکھا جائے، اور واپسی کا خیال ترک کر دیا جائے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور قافلہ آگے چل دیا، یہاں تک کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا میں نُزول فرمایا۔

یہ محرّم الحرام ٦١ سن ہجری کی دو۲ تاریخ تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو "کربلا" کہتے ہیں۔ حضرت سیّدنا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا سے واقف تھے، اور آپ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں اہلِ بیتِ رسالت کو راہِ حق میں اپنے خون کی ندیاں بہانی ہوں گی۔ انہی دِنوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور -علیہ الصلوات والتسلیمات- نے آپ کو شہادت کی خبر دی، اور آپ کے سینۂ مبارک پر دستِ اقدس رکھ کر دعا فرمائی: «اللّهمّ أعطِ الحسَينَ صبراً وأجراً!» اے اللہ حسین کو صبر واجر عطا فرما![۲]۔

پھر ابن زیاد نے سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھ بھیجا، کہ یزید کی بیعت کر لیجیے! جب وہ خط آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا، آپ نے اسے پڑھ کر پھینک دیا، اور خط

---

(۱) "سوانحِ کربلا" ص۱۲۸۔

(۲) ایضاً، ص۱۲۸- ۱۳۱۔

لانے والے قاصد سے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں !۔

ایلچی نے آکر ابنِ زیاد کو بتایا تو جواب سُن کر ابن زیاد کا غصہ بھڑک اٹھا، اس نے لوگوں کو جمع کیا، فوجیں تیار کیں، اور ان کا سپہ سالار عَمرو بن سعد کو بنایا، جو ملک رَے کا والی تھا۔ اوّلاً اُس نے پہلوتہی سے کام لیا، اس پر ابنِ زیاد نے کہا کہ یا تو لڑنے کے لیے تیار ہو جا، یا پھر رَے کی حکومت چھوڑ کر گھر بیٹھ جا! ابن سعد نے رَے کی حکومت اختیار کی، اور بائیس ہزار سوار اور پیادہ لشکر لے کر، نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے لڑنے چل پڑا، یہاں تک کہ یہ لوگ دریائے فُرات کے کنارے پر قابض ہو کر، قافلۂ سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے[1]۔

یہاں یہ کارروائی ہوئی کہ سب خیمے ایک دوسرے کے قریب کر دیے گئے، خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اُسے نَرکُل وغیرہ خشک لکڑیوں سے بھر دیا گیا۔ اب امام حسین کے رُفقاء ان کاموں سے فارغ ہو کر، سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، اور سیّدنا امام رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے اہل اور ساتھیوں سے فرمارہے ہیں کہ "صبح دشمن سے ہمارا مقابلہ ہے، میں نے بخوشی تمام، تم سب کو اجازت دی، ابھی رات باقی ہے، جہاں جگہ پاؤ چلے جاؤ! اور ایک ایک شخص میرے اہلِ بیت میں سے ایک ایک کو ساتھ لے جاؤ، اللہ عزّوجلّ تم سب کو جزائے خیر دے! دیہات وبلاد میں متفرق ہو جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تعالی بلا ٹالے، دشمن جب مجھے پائیں گے، تمھارا پیچھا نہیں کریں گے"۔ یہ سُن کر امام کے بھائیوں، صاحبزادوں، بھتیجوں اور عبد اللہ بن جعفر کے بیٹوں نے عرض کی کہ "ایسا ہم کس لیے کریں؟ اس لیے کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعد زندہ رہیں؟

---

(۱) "سرّ الشهادتين" صـ۱۹، ۲۰.

اللہ عزّوجلّ ہمیں وہ منحوس دن نہ دکھائے کہ آپ نہ ہوں اور ہم زندہ رہیں!(1)۔

یہاں تک کہ ابن سعد نے اپنے لشکر کے ساتھ، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقاء پر حملہ کر دیا، آپ کے رفقاء واَحباب وبرادران وشہزادگان، ایک ایک کر کے شہید ہوتے چلے گئے، تقریبًا پچاس ۵۰ سے زائد افراد شہید ہوگئے، اور بالآخر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی، بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا(2)۔

یزید بن مُعاویہ ابو خالد اُموی وہ بدبخت شخص ہے، جس کی پیشانی پر اہلِ بیت کرام -علیہم الرضوان- کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے، یہی وہ شخص ہے جس پر ہر زمانے میں پوری دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے، اور قیامت تک اس کا نام حَقارت سے لیا جائے گا۔ محرمات سے نکاح اور سُود وغیرہ مَنہیات (ممنوعات) کو بھی اس بے دین نے علانیہ رَواج دیا، مدینہ طیّبہ ومکّہ مکرّمہ کی بے حرمتی بھی کرائی(3)۔

واقعۂ کربلا، حدیثِ نبوی کی رَوشنی میں

(۱) حضرت سلمٰی کہتی ہیں کہ میں حضرت سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو وہ رو رہی تھیں، میں نے سبب پوچھا تو فرمایا: «رأيتُ رسولَ الله ﷺ -تعني في المنَامِ- وعلَى رأسِه ولحيتِه الترابُ، فقلتُ: ما لَكَ يا رسولَ الله! قال: شهدتُ قتلَ الحسَين آنفاً»(4) "میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، کہ حضور

---

(۱) "آئینۂ قیامت" ص۵۱۔

(۲) "سرّ الشهادتين" صـ۱۹-۲۳.

(۳) "سوانح کربلا" ص۱۱۱، ۱۱۲۔

(٤) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب مناقب أبي محمد الحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما ...إلخ، ر: ۳۷۷۱، صـ۸۵٦.

اقدس ﷺ کے سرِ انور اور داڑھی مبارک پر گرد وغبار ہے، میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ ﷺ! خیریت تو ہے؟ (یہ گرد وغبار کیسا؟) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی حسین کو شہید ہوتے دیکھا ہے"۔

(۲) حضرت سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يقتلُ حسَينٌ علَى رأْسِ ستّينَ مِنْ مهاجري!»[۱] "حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو میری ہجرت کے ساٹھ ۶۰ سال بعد شہید کیا جائے گا!"۔

(۳) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، حضور نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أخبرَني جبريلُ أنّ ابني الحسَين، يُقتَل بعدِي بأرضِ الطفّ، وجاءَني بهذه التُربة، وأخبرَني أنّ فيها مضجعَه»[۲] "مجھے حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے خبر دی ہے، کہ میرے بعد میرے فرزند حسین کو طفّ (نہرِ فُرات کے کنارے کربلا[۳]) کی زمین پر قتل کیا جائے گا، اور حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام میرے پاس یہ مٹی لائے اور بتایا، کہ یہ حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی خوابگاہ (مقتَل) کی خاک ہے"۔

(۴) حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک روز میں نے نبئ کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ! کیا کسی نے آپ کو ناراض کیا ہے؟ جو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں! حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: «بل قامَ من عندي جبريلُ قبل، فحدَّثني أنّ الحسَينَ يُقتَل بشطّ الفُرات»

---

(۱) "تاريخ دِمشق" حرف الحاء، تحت ر: ١٥٦٦- الحسين بن علي بن أبي طالب، ١٤/ ١٩٨.

(۲) "المعجم الكبير" الحسين بن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنهما، ر: ٢٨١٤، ٣/ ١٠٧.

(۳) "تهذيب اللغة" باب الطاء والفاء، الجزء ١٣، صـ٢٠٦.

قَالَ: «فقال: هل لك إلى أن أُشِمَّك مِن تربته؟» قال: «قلتُ: نعم، فمدّ يدَه، فقبضَ قبضةً من تراب فأعطانيها، فلَم أملِكْ عيني أن فاضتا»(۱). "بات یہ ہے کہ ابھی ابھی حضرت جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے بتایا، کہ حسین کو نہرِ فُرات کے کنارے شہید کیا جائے گا، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کو اس مٹی کی خوشبو سونگھا سکتا ہوں؟ میں نے اِثبات میں جواب دیا، تب انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ایک مٹھی بھر کر مٹی اٹھائی اور مجھے دے دی، بس اس وقت سے مجھے اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رہا"۔

(۵) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: «رأيتُ النبيَّ ﷺ فيما يرى النائمُ ذاتَ يوم بنصفِ النّهار، أشعَث أغبَر، بيدِه قارورةٌ فيها دمٌ، فقلتُ: بأبي أنتَ وأمّي يا رسولَ الله! ما هذه؟ قال: هذا دمُ الحسَين وأصحابِه، لم أزلْ ألتقطُه منذ اليومَ، فأحصَي ذلك الوقتَ، فوجد قد قتل ذلك اليوم»(۲). "ایک روز میں نے دوپہر کے وقت خواب میں رسولِ کریم ﷺ کو دیکھا، کہ بال مبارک بکھرے ہوئے ہیں، گرد وغبار بھی پڑا ہوا ہے، حضور اقدس ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک بوتل ہے، میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان! خیریت تو ہے؟! فرمایا کہ "یہ حسین اور اُن کے ساتھیوں کا خون ہے، جسے آج میں جمع کرتا رہا"۔ حضرت ابن

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ر: ٦٤٨، ١/ ١٨٤، ١٨٥.

(۲) "دلائل النبوّة" للبيهقي، جُماع أبواب إخبار النّبي ﷺ بالكوائن بعده، باب ما رُوي في إخباره بقتل ابن ابنته أبي عبد الله الحسين بن علي ...إلخ، ٦/ ٤٧١.

عباس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب کا وقت یاد رکھ لیا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ وہی وقت تھا جب حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت ہوئی تھی"۔

واقعۂ کربلا، اقوالِ علماء کی روشنی میں

قال الإمام جلال الدّين السُّيوطي رحمہ اللہ تعالی: "لعن اللهُ قاتلَه وابنَ زياد معه ويزيد أيضاً، وفي قتله قصةٌ فيها طولٌ لا يحتمِل القلبُ ذِكرَها "[1]. "اللہ تعالی کی لعنت ہو امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قاتل اور ابن زیاد ویزید پر! امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کربلا میں شہید ہوئے، اور آپ کی شہادت کا قصہ طویل ہے، دل اس کے ذکر کا متحمل نہیں ہو سکتا!"۔

قال العلّامة تفتازاني رحمہ اللہ تعالی: "وإنّما اختلَفوا في يزيد بن مُعاوية، حَتّى ذَكَرَ في "الخلاصة" وغيرها: أنّه لا ينبغي اللَّعنُ عليه، ولا على الحَجّاج؛ لأنّ النبيَّ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نهَى عن لعنِ المصلِّين، ومَن كان من أهل القبلة. وبعضُهم أطلقَ اللَّعنَ عليه؛ لما أنّه كفرَ حين أمرَ بقتل الحسَين رضي الله تعالى عنه، واتّفقوا على جواز اللَّعن على مَن قتلَه، أو أمرَ به، أو أجازَه، أو رضيَ به. والحقُّ أنّ رِضا يزيد بِقَتْلِ الحسَين واستبشارَه بذلك، وإهانتَه أهلَ بيتِ النبيّ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، مما تواترَ معناه"[2].

"یزید بن مُعاویہ کے بارے میں، سلَف مجتہدین اور علمائے صالحین کی آراء مختلف ہیں، یہاں تک کہ "خلاصہ" وغیرہ کتب میں مذکور ہے، کہ اس پر لعنت کرنا

(١) "تاريخ الخلفاء" عهد بني أمية، يزيد بن معاوية أبو خالد الأموي، صـ١٥٧.
(٢) "شرح العقائد النَّسَفية" صـ٢٤٧، ٢٤٨.

مناسب نہیں، اور نہ حجّاج بن یوسف پر؛ اس لیے کہ نبئ کریم ﷺ نے نمازی اور اہلِ قبلہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جبکہ بعض علماء نے اس پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے؛ کیونکہ وہ اس وقت کافر ہوگیا تھا جب اس نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ البتہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جس نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا، یا قتل کا حکم دیا، یا قتل کی اجازت دی، یا اس پر خوش ہوا، اُس پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اور حق یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا، اسے اچھا سمجھنا اور حضور اکرم ﷺ کے اہلِ بیتِ کرام کی توہین کرانا، یزید سے قطعًا ثابت ہے"۔

قال الإمام ابن حجر الهيتمي رحمه الله تعالى: "فأجَازَه قومٌ: منهم ابنُ الجَوزِيّ، ونقله عن أحمد وغيره، فإنّه قال في كتابه المُسَمّى بِـ"الرَدّ على المتعصّب العنيد المانِع من ذمّ يزِيد" سألَني سائلٌ عَن يزِيد بن معاوية، فقلتُ: له يكفِيه ما فيه، فقال: أَ يجوزُ لَعنُه؟ فقلتُ: قد أجَازَه العلماءُ الورِعون، منهم: أَحمد بن حَنبَل؛ فإنّه ذكر فِي حقّ يزِيد مَا يزِيد على اللَّعنَة"(١).

"جن علماء نے یزید پر لعنت جائز قرار دی ہے، ان میں امام ابن جَوزی بھی ہیں، انہوں نے امام احمد بن حنبل وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اپنی کتاب "الرَّدِّ على المتعصب العنيد المَانِع من ذمّ يزِيد" میں تحریر کرتے ہیں، کہ مجھ سے کسی نے یزید بن مُعاویہ کے بارے میں پوچھا، تو میں نے جواب دیا کہ وہ جس حال میں ہے وہی اُس کے لیے کافی

(١) "الصواعق المحرقة" الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السنّة والجماعة في الصّحابة ...إلخ، صـ٢٢٢.

ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا اُس پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے جواب دیا کہ بعض اہلِ تقویٰ علماء نے یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے، ان علماء میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں، بلکہ انہوں نے تو یزید کے بارے میں لعنت سے بھی بڑھ کر کلمات کہے ہیں"۔

قال أيضاً رحمہ اللہ تعالی: "وَقَالَ نوفل بن أبي الفرات: كُنْتُ عِندَ عمر بن عبد العزيز، فَذَكَرَ رجلٌ يزيد فقال: قال أميرُ المؤمنين يزيد بن مُعاوية، فقال: تقول أمير المؤمنين؟! فأمرَ به، فضربَ عشرين سَوطًا"[1]. امام ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ تعالی مزید فرماتے ہیں کہ "نوفل بن ابی الفرات نے کہا، کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس تھا، کہ وہیں کسی نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے اسے "امیر المؤمنین" کہا، یہ سننا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ نے غضبناک ہو کر فرمایا، کہ تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے؟! پھر آپ کے حکم پر اس شخص کو بیس ۲۰ کوڑے لگائے گئے"۔

قال العلّامة آلوسي رحمہ اللہ تعالی: "واستدلّ بِها أيضاً على جواز لَعْنِ يزيد، عليه مِنَ الله تعالى ما يستحقّ"[2]. "(یعنی سورۂ محمد کی آیت ۲۰ تا ۲۲ سے:) نتیجہ نکلا کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے"۔

حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ قتلِ حسین دراصل گناہِ کبیرہ ہے؛ کیونکہ مؤمن کا قتلِ ناحق گناہِ کبیرہ ہے کفر نہیں، جبکہ لعنت تو کافروں کے لیے مخصوص ہے۔ ایسی رائے والوں پر

---

(١) المرجع نفسه، صـ٢٢١.

(٢) "تفسير روح المعاني" محمد، تحت الآيات: ٢٠-٣٨، ١٣/ ٢٢٧.

افسوس ہے! وہ نبیٔ کریم ﷺ کے کلام سے بھی بے خبر ہیں؛ کہ حضرت سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اور ان کی اولاد سے بُغض وعداوت رکھنا، انہیں تکلیف پہنچانا، اور ان کی توہین کرنا، باعثِ اِیذاء وعداوتِ نبی ہے۔ اس حدیث پاک[1] کی رَوشنی میں یہ حضرات یزید سے متعلق کیا فیصلہ کریں گے؟ کیا اِہانتِ رسول اور عداوتِ رسول کفر ولعنت کا سبب نہیں؟! اور کیا یہ بات جہنم میں پہنچانے کے لیے کافی نہیں؟!"[2]۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ "یزید پلید کے بارے میں ائمۂ اہلِ سنّت کے تین ۳ اقوال ہیں: (۱) امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وغیرہ اکابر اُسے کافر جانتے ہیں، تو ہرگز بخشش نہ ہوگی، (۲) امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وغیرہ مسلمان کہتے ہیں، تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو، بالآخر بخشش ضرور ہوگی، (۳) اور ہمارے امام، امامِ اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سُکوت (خاموشی) اختیار فرماتے ہیں، کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر، لہٰذا ہم بھی سُکوت کریں گے"[3]۔

حدیثِ قسطنطنیہ اور یزید

بعض لوگ "بخاری شریف" کی ایک حدیث سے، یزید کا جنّتی ہونا ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہیں، لہٰذا اوّلاً ہم وہ حدیث ذکر کریں گے، پھر مسئلے کی وضاحت: حضرتِ سیّدہ اُمّ حرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أوّلُ جيش مِنْ أمّتي يغزُون مدينةَ قيصرَ، مغفورٌ لهم!» "میری

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ۳۸۶۹، صـ۸۷۳.

(۲) "تکمیل الایمان" ذکرِ یزید، صـ۱۷۲۔

(۳) "اَحکامِ شریعت" مسئلہ یزید پلید کا اسلام وکفر، صـ۱۷۰۔

امّت کا جو لشکر سب سے پہلے شہرِ قَیصر جاکر لڑے گا، وہ بخشا جائے گا"، میں نے پوچھا کہ کیا میں بھی اُس لشکر میں جاؤں گی؟ فرمایا: «لا» "نہیں"[1]۔

اس حدیث سے یزید کی فضیلت پر، نتیجہ اخذ کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے، کہ یہ ارشادِ گرامی اُس نبیٔ محترم ﷺ کا ہے، جن کے پیشِ نظر قیامت تک کے سارے حالات ہیں! آپ ﷺ کا فرمان مطلق نہیں کہ جتنے لشکر بھی شہرِ قَیصر جاکر جہاد کریں گے، اُن سب کے لیے بخشش ہے، بلکہ «أوّلُ جيشٍ مِنْ أمّتِي» فرما کر بِشارت کو پہلے لشکر کے ساتھ خاص فرمایا، اور پہلے لشکر میں یزید ہرگز نہیں تھا۔

علّامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "سنةَ خمسِين سيّر معاويةُ جَيشاً كثيفاً إلَى بلاد الرُّوم للغُزاة، وجعل علَيهم سفيانَ بن عوف، وأمرَ ابنَه يزيدَ بالغزاةِ معهم، فتثاقَل واعتلّ، فأمْسَك عنه أبوه"[2]. "۵۰ھ میں حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک لشکرِ جرّار بلادِ روم (موجودہ استنبول ترکی) کی طرف بھیجا، اور اس لشکر پر سفیان بن عَوف کو امیر بنایا، اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ساتھ جہاد میں شرکت کا حکم دیا، اس پر یزید بیٹھ رہا، اور حیلے بہانے شروع کر دیے، تب حضرت امیر مُعاویہ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا"۔

اس پسِ منظر سے درج ذیل اُمور ثابت ہوئے:

(ا) یہ کہ وہ پہلا لشکر جو بلادِ روم کی طرف جہاد کے لیے گیا، اس کے قائد وامیر حضرت سفیان بن عَوف تھے، یزید ہرگز نہیں تھا۔

(١) "صحيح البخاري" كتاب الجهاد والسير، باب فضل من يصرع في سبيل الله ...إلخ، ر: ٢٩٢٤، صـ٤٨٣.
(٢) "الكامل في التاريخ" ٣/ ٥٦.

(۲) یہ کہ یزید اُس پہلے لشکر میں تھا ہی نہیں، اور بِشارتِ مغفرت پہلے لشکر کے لیے تھی، جیساکہ حدیث پاک میں صراحت ہے، لہٰذا اس بِشارت کا مصداق یزید ہرگز نہیں۔

(۳) یہ کہ یزید کو راہِ خدا میں جہاد سے کوئی قلبی لگاؤ نہیں تھا؛ کہ باوُجود حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے، اس نے طرح طرح کے حیلے بہانوں کے ذریعے جان چُھڑالی، اور اپنے والد کے حکم اور جہاد سے رُوگردانی کی۔

علّامہ بدر الدّین عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "سيّر معاويةُ جيشاً كثيفاً مع سفيان بن عوف إلى القُسطنطينية، فأوغلوا في بلادِ الرّوم، وكان في ذلك الجيش ابنُ عبّاس، وابنُ عمرَ، وابنُ الزبير، وأبو أيّوب الأنصاري، وتوفّي أبو أيّوب في مدّة الحصار. **قلتُ**: الأظهر أنّ هؤلاء السّادات من الصّحابة، كانوا مع سفيان هذا، ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية؛ لأنّه لم يكن أهلاً أن يكونَ هؤلاء السّاداتُ في خدمته"[1].

"حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر جرّار جس کے امیر سفیان بن عَوف تھے، قسطَنطِینیہ پر چڑھائی کے لیے بھیجا، وہ لشکر روم کے شہروں کو فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ اس لشکر میں حضرت ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے، اور سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی زمانۂ حصار میں وہیں فَوت ہوئے۔ میں کہتا ہوں (یعنی علّامہ عینی:) کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے، کہ یہ اکابر

(١) "عمدة القاري" كتاب الوصايا، باب ما قيل في قتال الرُّوم، تحت ر: ٢٩٢٤، ١٠/ ٢٤٤.

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفیان بن عَوف کی قیادت میں تھے، یزید کی قیادت میں نہیں تھے؛ کیونکہ یزید اس بات کا اہل ہی نہیں تھا کہ یہ بڑی بڑی ہستیاں اُس کی ماتحتی میں رہیں"۔

علّامہ بدر الدّین عینی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں: "أيّ منقبةٍ كانت ليزيد؟ وحالُه مشهور! فإن قلتَ: قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم في حقّ هذا الجَيش: «مغْفُورٌ لهم». قلتُ: لا يلزم من دخوله في ذلك العموم، أن لا يخرجَ بدليل خاصّ؛ إذ لا يختِلف أهلُ العلم أنّ قولَه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: «مغْفُورٌ لهم» مشروطٌ بأن يكونوا من أهلِ المغفرة، حتّى لو ارتدَّ واحدٌ ممن غزاها بعد ذلك، لم يدخل في ذلك العموم، فدلّ علَى أنّ المرادَ: مغفورٌ لمن وُجد شرطُ المغفرة فيه منهم"[1].

"وہ کونسی منقبت ہے جو یزید کے لیے ثابت ہوگئی؟ جبکہ اُس کا حال تو سب کو معلوم ہے! اگر تم یہ کہو کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لشکر کے حق میں بِشارتِ مغفرت دی ہے! تو میں یہ کہتا ہوں (یعنی علاّمہ عینی:) کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا، کہ وہ کسی دوسری دلیل کے ذریعے اس بِشارت سے خارج نہ ہوسکے؛ کیونکہ اس میں تو اہلِ علم کا کوئی اختلاف ہی نہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بِشارت میں وہی داخل ہیں، جو مغفرت کے اہل بھی ہوں، یہاں تک کہ اگر اُن اہلِ غزوہ میں سے بھی اگر بالفرض کوئی مرتَد ہوجاتا (والعیاذ باللہ)، تو وہ یقیناً اِس بِشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا۔ لہذا صاف طور پر معلوم ہوا کہ یہ بِشارت اُس کے لیے ہے، جس میں مغفرت کی شرط واہلیت پائی جائے"۔

---

(۱) المرجع نفسه.

واقعات بعد شہادت

تاریخِ اسلام میں یزید وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کی خاطر، نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امامِ حسین اور اہلِ بیت اَطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو، کربلا کی تپتی ریت پر بھوکا پیاسا شہید کروایا، شہادت کے بعد اُن حضرات کے اَجساد طیّبہ کی ہونے والی توہین پر خاموش رہا، صرف اِسی پر بس نہ کی، بلکہ سانحۂ کربلا کے رَدِّ عمل میں اپنے خلاف، مدینہ منوّرہ سے اُٹھنے والی تحریک کو کچلنے کے لیے، شریعتِ مطہّرہ کی حدود کو پامال کیا، اس کے لشکروں نے آلِ بیتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مدینہ شریف کی بے حرمتی کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں گھوڑے داخل کیے، "ریاض الجنّہ" کو گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے ناپاک کیا، اپنے ہی کلمہ گو ہزاروں مسلمان بھائیوں کا قتلِ عام کروایا، اپنے سپاہیوں کے ذریعے ہزار ہا باپردہ مسلمان خواتین کی عصمت دری کروائی، ہزاروں انصار ومہاجرین، تابعین علماء اور حفّاظِ کرام شہید کروائے۔

بطورِ حکمران اگر یزید کی شخصیت اور کردار کا جائزہ لیا جائے، تو وہ ایک ظالم وجابر اور فاسق وفاجر ہونے کے ساتھ ساتھ، حکمرانی کے لیے انتہائی ناموزوں اور نااہل شخص تھا۔ یزید کے شخصی کردار سے متعلق حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "یزید مزامیر سنتا، شراب پیتا تھا، گانے سنتا، لڑکوں اور کتوں کا شوقین تھا، بندر ریچھ وغیرہ لڑواتا، نیز دیگر منکَراتِ شرعیہ کا بھی مرتکِب تھا"[1]۔

(١) "البداية والنهاية" ثم دخلت سنة أربع وستين، ٨/ ٢٣٥، ملخصاً.

اَسیرانِ کربلا

زیادِ بدنہاد نے حضرت امام حسین کے سرِ مبارک کو کوفہ کے کوچہ وبازار میں پھروایا، اور اس طرح اپنی بے حمیتی وبے حیائی کا اظہار کیا، پھر حضرت شہیدِ کربلا اور ان کے تمام جانثار شہداء -علیہم الرضوان- کے سروں کو، اَسیرانِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ، شمر ناپاک کی ہمراہی میں یزید کے پاس دِمشق بھیجا، یزید نے سرِ مبارک اور اہلِ بیت اَطہار کو حضرت امام زَین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ مدینہ طیّبہ بھجوایا، اور وہاں حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سر مبارک آپ کی والدہ ماجدہ، حضرت خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالٰی عنہا یا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا[(۱)]۔

امام ابن عساکر نے منہال بن عَمرو سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ واللہ! میں نے بچشمِ خود دیکھا کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو لوگ نیزے پر لیے جاتے تھے، اس وقت میں دِمشق میں تھا، سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا، جب وہ اس آیت پر پہنچا: ﴿ اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَ الرَّقِيۡمِ ۙ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴾[(۲)] "اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے عجب تھے" اس وقت اللہ تعالی نے سر مبارک کو گویائی دی، توبزبانِ فصیح فرمایا: "أَعْجَبُ مِنْ اَصْحابِ الْكَهْفِ قَتْلِيي وَحَمْلِيي"، "اصحابِ کہف کے واقعہ سے عجیب تر، میرا قتل اور میرے سر کو لیے لیے پھرنا ہے!"[(۳)]۔

---

(۱) "الكامل في التاريخ" ۳/ ۲۹۷، ۲۹۸. و"سوانح کربلا" ص۱۷۱۔

(۲) پ۱۵، الکهف: ۹.

(۳) انظر: "فيض القدير" حرف الهمزة، تحت ر: ۲۸۱، ۱/ ۲۰٤.

در حقیقت بات یہی ہے؛ کیونکہ اصحابِ کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا، اور حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ان کے نانا جان کی امّت نے مہمان بنا کر بلایا، پھر بے وفائی سے پانی تک بند کر دیا، آل واصحاب کو حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے شہید کیا، پھر خود حضرت امام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھی شہید کیا، اہلِ بیت -علیہم الرضوان- کو اَسیر (قید) کیا، سر مبارک شہر شہر پھرایا۔ اصحابِ کہف سالہا سال کی طویل خواب کے بعد بولے، یہ ضرور عجیب ہے، مگر سرِ مبارک کا تن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا، اس سے بھی عجیب تر ہے![1]۔

غرض زمین وآسمان میں ایک قیامت کا سماں تھا، تمام دنیا رنج وغم میں ڈوبی ہوئی تھی، شہادتِ امام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دن آفتاب کو گرہن لگا، ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے، آسمان رویا، زمین روئی، ہوا میں جنّات نے آہ وزاری کی، راہب (پادری) تک اس حادثۂ قیامت نما سے کانپ کر رو پڑے۔ فرزندِ رسول، جگر گوشۂ بتول، سردارِ قریش، امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سرِ مبارک، ابن زیاد متکبر کے سامنے تشت میں رکھا جائے، اور وہ فرعون کی طرح مسند تکبر پر بیٹھے، اہلِ بیت -علیہم الرضوان- اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھیں، ان کے دلوں کا کیا حال ہوا ہوگا؟! پھر سر مبارک اور تمام شہداء کے سروں کو شہر شہر نیزوں پر پھرایا جائے، اور وہ یزید پلید کے سامنے لاکر اسی طرح رکھے جائیں، جس پر وہ خوش ہو! اس توہین کو کون برداشت کر سکتا ہے؟!۔

یزید کی رعایا بھی بگڑ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا، اس پر اس نابکار نے اظہارِ نَدامت کیا، مگر یہ نَدامت اپنی جماعت کو قبضہ میں رکھنے کی خاطر تھی، دل تو اس

---

(۱) "سوانحِ کربلا" واقعات بعد شہادت، ص۱۷۵۔

ناپاک کا اہلِ بیت کرام کے عناد سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اس کے باوُجود آپ نے اور آپ کے اہلِ بیت کرام نے صبر ورِضا کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا، یہ اعلی کردار رہتی دنیا تک لوگوں کو حیرت میں مبتلا کرتا رہے گا۔ امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے راہِ حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں، جن کے تصوّر سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے! یہ کمال شہادت وجانبازی ہے! اس میں امّتِ مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لیے حق وصداقت پر استقامت واستقلال کی بہترین مثال اور تعلیم ہے![1]۔

کربلا میں حضرت سیّدنا امامِ حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کے بعد، مدینہ منوّرہ میں بغاوت کی ایک ایسی آندھی اٹھی، جس سے یہ محسوس ہونے لگا کہ بنی اُمیّہ کے خلاف پورا عالمِ اسلام اٹھ کھڑا ہوگا، اور حکومت تبدیل ہوکر رہے گی۔ ایسے میں اہلِ مدینہ کو خاموش کرانے کے لیے، یزید نے مسلم بن عقبہ کی سپہ سالاری میں ایک ایسا لشکر بھیجا، جس نے مدینہ منوّرہ میں گھس کر اتنے ظلم ڈھائے، اور مسلمانوں کا اس قدر بے دردی سے قتلِ عام کیا، جسے کماحقُّہ بیان کرنے سے بھی زبان کانپتی ہے، نیز قلم بھی اسے لکھنے سے قاصر ہے!۔

خلاصۂ کلام

احادیث مبارکہ اور اقوالِ علمائے کرام کی رَوشنی میں یہ بات ثابت ہوئی، کہ واقعۂ کربلا تاریخِ اسلام کا نہیں بلکہ تاریخِ عالَم کا افسوسناک، اور نادِر وعجیب وغریب واقعہ ہے! حضرت سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک فاسق وفاجر شخص کو حاکم اور بادشاہ

(۱) "سوانحِ کربلا" واقعات بعد شہادت، ص۱۷۶، ۱۷۷۔ و"الصواعق المحرقة" الباب ۱۱ في فضائل أهل البيت، الفصل۳، صـ۱۹۰-۲۰۸.

ماننے سے انکار کیا، اور اپنی جان واولاد سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرکے، دینِ اسلام کو حیات بخشی!۔

فائدہ: اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے، امام محدّث ابن جَوزی علیہ الرحمۃ کی کتاب (۱) "الرد على المتعصّب العنيد المانع من ذمّ اليزيد"[۱]، حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب (۲) "سِرالشہادتین"، امام اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا رسالہ (۳) "أعالي الإفادة في تعزية الهند وبيان الشّهادة"[۲]، برادرِ امام اہلِ سنّت حضرت علّامہ حسن رضا خان علیہ الرحمۃ کا رسالہ (۴) "آئینۂ قیامت"[۳]، اور حضرت علّامہ سیّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی علیہ الرحمۃ کی تالیف (۵) "سوانحِ کربلا"[۴] کا مطالعہ قارئین کے لیے بہت مفید رہے گا۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اہلِ بیتِ اَطہار سے سچی محبت عطا فرما، ہمارے اَعمالِ حسنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، ہمارے وطنِ عزیز کو اندرونی وبیرونی خطرات وسازشوں سے محفوظ فرما، ہر قسم کی دہشتگردی، فتنہ وفساد، خونریزی وقتل وغارتگری، لُوٹ مار اور تمام حادثات سے ہم سب کی حفاظت فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(۱) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔
(۲) "فتاوی رضویہ" ۱۶/۶۵۳ تا ۶۶۴، مطبوعہ "ادارہ اہل سنّت" کراچی۔
(۳) مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی۔
(۴) مطبوعہ سوادِ اعظم، لاہور۔

عقیدۂ ختمِ نبوت اور قادیانی سازشیں

(جمعۃ المبارک ۱۵ محرّم الحرام ۱۴۴۲ھ/۰۴/۰۹/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

عقیدۂ ختمِ نبوّت سے مراد کیا ہے؟

برادرانِ اسلام! عقیدۂ ختمِ نبوت سے مراد یہ ہے، کہ رسولِ اکرم ﷺ، لفظی ومعنوی طور پر خاتم النبیین ہیں، یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سلسلۂ نبوّت حضورِ اکرم ﷺ پر اس طرح ختم فرمادیا ہے، کہ حضور ﷺ کے زمانہ، یا بعد میں کوئی نیا، ظلّی یا اُمّتی نبی(۱) بھی نہیں ہوسکتا۔ جو شخص حضورِ اکرم ﷺ کے زمانہ میں یا حضور کے بعد، کسی کو کسی بھی نَوعیت کی نبوّت کا ملنا جائز جانے، وہ کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے(۲)۔

(۱) قادیانی لوگ، مرزا غلام قادیانی کو (معاذاللہ) نبی اور رسول تسلیم کرتے ہیں، جبکہ مرزا غلام قادیانی نے خود اپنے لیے ظلّی نبی، بُروزی نبی، اور اُمّتی نبی کے الفاظ استعمال کیے ہیں، اسی عقیدۂ بد کے باعث وہ ختمِ نبوّت کا انکاری، اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار پایا!۔

(۲) "بہارِ شریعت" "عقائد متعلقۂ نبوّت، حصہ ۱، ۱/۶۳، ملخصًا۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت قرآن وحدیث کی روشنی میں

حضراتِ گرامی قدر! اللہ رب العالمین قرآنِ پاک میں سلسلۂ نبوّت کو، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر ختم کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾[1] "محمد تمھارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے آخری ہیں، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے!"۔

حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا کہ "خاتم النبیین سے مراد یہ ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام میں سب سے آخری نبی ہیں"[2]۔

"تفسیرِ قُرطبی" میں ہے کہ "خاتم النبیین" کے یہ الفاظ تمام اگلے پچھلے علمائے اُمّت کے نزدیک کامل عموم پر ہیں، جو نصِ قطعی کے ساتھ تقاضا کرتے ہیں اس بات کا، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا"[3]۔

امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "یہ آیتِ کریمہ اس مسئلہ میں نص ہے، کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، اور جب رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، تو رسول بدرجۂ اَولیٰ نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ مقامِ نبوّت، مقامِ رسالت سے عام ہے، ہر رسول نبی ہوتا ہے، مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا"[4]۔

---

(١) پ ٢٢، الأحزاب: ٤٠.

(٢) "تفسير ابن جرير" پ ٢٢، الأحزاب، تحت الآية: ٤٠، الجزء ٢٢، صـ٢١.

(٣) "تفسير القُرطبي" الأحزاب، تحت الآية: ٤٠، الجزء ١٤، صـ١٧٣.

(٤) "تفسير ابن كثير" پ ٢٢، الأحزاب، تحت الآية: ٤٠، ٣/ ٤٩٥.

ایک اَور مقام پر اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾(۱) "آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمھارے لیے دینِ اسلام کو پسند کیا!"۔

عزیزانِ محترم! خود حضور پُرنور ﷺ نے بھی اپنی زبانِ حق ترجمان سے، سلسلۂ نبوّت کے خاتمے کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلاَثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي!»(۲) "یقیناً میری اُمّت میں تیس ۳۰ جھوٹے ہوں گے، ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین (آخری نبی) ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں!"۔

سلسلۂ نبوّت منقطع ہو جانے کے بارے میں، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ! فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ!»(۳) "یقیناً نبوّت اور رسالت منقطع ہو چکی ہے، تو میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا، نہ کوئی نبی!"۔

---

(۱) پ ٦، المائدة: ٣.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب الفِتن والمَلاحم، باب ذكر الفِتن ودلائلها، ر: ٤٢٥٢، صـ٥٩٦، ٥٩٧. و"سنن الترمذي" أبواب الفِتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتّى يخرج كذّابون، ر: ٢٢١٩، صـ٥٠٩. [قال أبو عيسى:] هذا حديثٌ [حسنٌ] صحيح.

(٣) "سنن الترمذي" أبواب الرؤيا، باب ذهبت النبوّة وبقيت المبشّرات، ر: ٢٢٧٢، صـ٥٢٢. [قال أبو عيسى:] هذا حديثٌ [حسنٌ] صحيح غريب من هذا الوجه من حديث المختار بن فلفل.

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اللہ عزّوجلّ کے آخری نبی ہیں، اس بارے میں حضرت سیّدنا جُبیر بن مُطْعِم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا: «وَأَنَا العَاقِبُ الذي ليس بعده نبيٌّ!»[1] "میں عاقب (آخری نبی) ہوں، جس کے بعد کوئی نبی نہیں!"۔

حضور نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں، اس بارے حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَثَلِي وَمَثَل الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتاً فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ، وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ: هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟» "میری اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے، جس نے بہت اچھے انداز سے ایک گھر بنایا، اور اسے ہر طرح سے مزیّن کیا، سوائے اس کے کہ ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اُس گھر کے چاروں طرف گھومتے ہیں اور پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس گھر کی تکمیل کے لیے یہاں ایک اینٹ کا ہونا ضروری ہے! پھر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ!»[2] "(سلسلۂ نبوّت کی) وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں، اور میں خاتم النبیین ہوں!"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب المناقب، باب ما جاء في أسماء رسول الله ﷺ، ر: ٣٥٣٢، صـ٥٩٤. و"صحيح مسلم" كتاب الفضائل، باب في أسمائه ﷺ، ر: ٦١٠٥، صـ١٠٣٤. و"سنن الترمذي" أبواب الأدب، باب ما جاء في أسماء النبي ﷺ، ر: ٢٨٤٠، صـ٦٣٩. [قال أبو عيسى:] هذا حديث حسنٌ صحيح.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب المناقب، باب خاتم النبيّين ﷺ، ر: ٣٥٣٥، صـ٥٩٥. و"صحيح مسلم" كتاب الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيّين، ر: ٥٩٦١، صـ١٠١٣.

جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کا انجام

عزیزانِ محترم! عقیدۂ ختمِ نبوّت ایک ایسا عقیدہ ہے، جس پر پوری اُمّتِ مسلمہ متفق ہے، گزشتہ چودہ سو سال سے اس مُعاملے میں، نہ کبھی کوئی اِبہام پیدا ہوا نہ کوئی اختلاف، البتہ جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کی ریشہ دوانیوں سے متعلق، حضور نبیٔ کریم ﷺ نے ضرور آگاہ فرمایا، بلکہ خود رحمتِ عالمیان ﷺ کی حیاتِ طیّبہ میں، اَسوَد عنسی اور مُسَیلمہ کذّاب جیسے بدبختوں نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا، اور کارِ نبوّت میں خود کو شریکِ کار ظاہر کرنے کی ناپاک جسارت کی، نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے ملعون اَسوَد عنسی کا سر، تاجدارِ ختمِ نبوّت ﷺ کی حیاتِ طیّبہ ہی میں قلم کر دیا گیا، جبکہ مسیلمہ کذّاب کے فتنے پر خلیفۂ اوّل امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَورِ خلافت میں، مسلح طاقت کے ذریعے قابو پایا گیا، اور اس منکرِ ختمِ نبوّت کا سر قلم کر کے واصلِ جہنم کیا گیا۔

اَسوَد عنسی اور مُسَیلمہ کذّاب کے جھوٹے دعویٔ نبوّت سے متعلق، حدیث شریف میں حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ میں نے حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، رسول اللہ ﷺ کے اس خواب کے بارے میں پوچھا، جس کا ذکر انہوں نے فرمایا تھا! تو حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھ سے یہ ذکر کیا گیا، کہ نبیٔ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِيتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِي يَدَيَّ إِسوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا، فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا، فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ!».

"میں سویا ہوا تھا کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا، کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو ۲ کنگن رکھ دیے گے، میں ان سے گھبرایا اور میں نے انہیں ناپسند کیا، پھر

مجھے اجازت دی گئی تو میں نے ان دونوں ہاتھوں پر پھونک ماری، تب وہ اُڑ گئے، اور میں نے ان کی یہ تعبیر لی، کہ دو ۲ جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے!"۔ (اس حدیثِ پاک کے راوی) حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے کہا، کہ (۱) ان میں سے ایک (علاقۂ صَنعاء کا) اَسوَد عنسی ہے، جس کو حضرت سیّدنا فیروز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یمن میں قتل کیا، اور (۲) دوسرا مُسَیلمہ کذّاب ہے"[1] جسے حضرت سیّدنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سپہ سالاری میں لڑی گئی جنگِ یمامہ میں، حضرت سیّدنا وَحشی بن حَرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نیزہ مارا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تلوار سے وار کیا، اور ان کے بھائی حضرت سیّدنا خبیب بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مُسَیلمہ کذّاب کو واصلِ جہنم کیا[2]۔

ایک اَور روایت میں سیّدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہدِ کریم میں مُسَیلمہ کذّاب مدینۂ منوّرہ آیا اور کہنے لگا، کہ اگر محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم) اپنے بعد خلافت میرے لیے مقرّر کر دیں، تو میں ان کی پَیروی کر لوں گا، وہ مدینۃ النبی میں اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ آیا تھا، مصطفٰی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کے پاس تشریف لائے، حضور سرورِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ حضرت سیّدنا ثابت بن قیس بن شمّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی تھے، اور رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دستِ اقدس میں شاخ کا ایک ٹکڑا تھا، مُسَیلمہ کذّاب کے ساتھیوں کی موجودگی کے باوُجود رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم وہاں ٹھہرے اور فرمایا: «لَوْ سَأَلْتَنِي هَذِهِ القِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا، وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللهِ فِيكَ، وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللهُ، وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيكَ

---

(١) "صحيح البخاري" [باب] قصّة الأسود العنسي، ر: ٤٣٧٩، صـ٧٤٣.
(٢) "كشف اللثام" للسفاريني، كتاب الطهارة، الحديث ٨، ١/ ١٤٦.

مَا رَأَيْتُ!»[1] "(خلافت تو بڑی بات ہے) اگر تم مجھ سے اس شاخ کے ٹکڑے کا بھی سوال کرو، تو میں تم کو یہ بھی نہیں دُوں گا! اور تیرے متعلق اللہ عزّوجلّ کی جو تقدیر ہے تو اُس سے بھاگ نہیں سکتا! اور اگر تم نے اسلام سے پیٹھ پھیری تو اللہ تعالی تجھے ہلاک کر دے گا، اور میرا گمان ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا!"۔

چونکہ زمانۂ رسالت سے لے کر آج تک، اُمّتِ مسلمہ اس مُعاملہ میں متحد ومتفق ہے، اور اس بارے میں کوئی دو ۲ رائے نہیں پائی جاتی، لہٰذا اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نام پر مر مٹنے والے عاشقانِ رسول، اور علمائے اُمّت نے ہر دَور میں جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کے خلاف عَلَمِ جہاد بلند کیا، اور ہر محاذ پر ڈٹ کر نہ صرف اُن کا مقابلہ کیا، بلکہ قید وبند کی صُعوبتیں بھی برداشت کیں، اور آج تک کرتے چلے آرہے ہیں، اُمّتِ مسلمہ کے لیے یہ مسئلہ کس قدر حسّاس ہے، اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ چودہ سو سال سے زائد عرصہ پر محیط، پوری تاریخِ اسلام میں کبھی کسی ایسے شخص کو برداشت نہیں کیا گیا، جس نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو، یہی وجہ ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مُسیلمہ کذّاب جیسے ملعون کی طرف سے سفارتکاری کا فریضہ انجام دینے والوں سے ارشاد فرمایا: «وَلَوْ كُنْتُ قَاتِلاً وَفْداً، لَقَتَلْتُكُمَا!»[2] "اگر میں سفیروں کو قتل کرنے والا ہوتا، تو ضرور تم دونوں کو قتل کر دیتا!"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب المناقب، ر: ٣٦٢٠، صـ٦٠٨.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن مسعود، ر: ٣٨٣٧، ٢/ ٦٩.
و"مجمع الزوائد" كتاب الجهاد، باب النهي عن قتل الرسل، ر: ٩٥٩٨، ٥/ ٤٠٥. [قال الهيثمي:] قلت: رواه أبو داود باختصار. رواه أحمد، وابن معيز لم أعرفه، وبقية رجاله ثِقاتٌ، وله طريق أتمّ من هذه في الحدود.

عقیدۂ ختمِ نبوّت اور علمائے اُمّت

حضراتِ گرامی قدر! عقیدۂ ختمِ نبوّت کے بارے میں، تمام علمائے اُمّت اس بات پر متفق ہیں، کہ حضور نبیٔ کریم ﷺ اللہ رب العالمین کے آخری نبی ہیں، رسول اللہ ﷺ پر سلسلۂ نبوّت منقطع کر دیا گیا ہے، اب تاقیامت کسی بھی نَوعیت کا کوئی سچّا نبی نہیں آئے گا، اس پر پوری اُمّت کا اِجماع واتفاق ہے، جس میں کسی بھی تاویل وتخصیص کی کوئی گنجائش نہیں۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "یقیناً اُمّت نے بالاِجماع اس لفظ سے یہ سمجھا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا نہ کوئی رسول، اور اس پر اِجماع واتفاق ہے کہ اس لفظ میں کوئی تاویل وتخصیص نہیں، اور اس کا انکاری یقیناً اِجماعِ اُمّت کا انکاری ہے"[1]۔

مفسّرِ قرآن علّامہ سیّد شہاب الدین محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "حضورِ اکرم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسی حقیقت ہے، جس پر قرآن کریم شاہد وناطق ہے، احادیثِ نبویہ میں جس کو صراحۃً بیان فرمایا گیا ہے، اور اُمّت نے اس پر اِجماع واتفاق کیا ہے، لہٰذا جو شخص اس کے خلاف مدّعی ہو، اس کو کافر قرار دیا جائے گا، اور اگر وہ اس پر اِصرار (ضد اور تکرار) کرے تو اُس کو قتل کیا جائے گا"[2]۔

سزائے موت کون دے سکتا ہے؟

"یہ حکم تو سلطانِ اسلام (اسلامی حکومت) کے لیے ہے کہ اُسے سزائے موت دے، اور علماء وعوام کے لیے یہ ہے کہ تحریر وتقریر سے اُس کا رَد کریں؛ کہ قلم

(۱) "الاقتصاد في الاعتقاد" بیان من یجب تکفیره من الفرق، صـ۱۳۷.
(۲) "تفسیر روح المعاني" الأحزاب، تحت الآیة: ۴۰، ۱۱/ ۲۱۹، ۲۲۰.

بھی ایک زبان ہے، اور زبان بھی ایک نیزہ ہے"[1]۔

سیّدی اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت، قاطعِ قادیانیت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے منکِر سے متعلق حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضور پُرنور، خاتم النبیین، سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم، یعنی بعثت میں آخرِ جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا، ضروریاتِ دین سے ہے، جو اس کا منکِر ہو، یا اس میں اَدنیٰ شک وشبہ کو بھی راہ دے، کافر مرتد ملعون ہے، آیۂ مبارکہ: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾[2] "ہاں اللہ کے رسول ہیں، اور سب نبیوں کے آخری نبی ہیں"، اور حدیثِ متواتر: «لَا نَبِيَّ بَعْدِي!»[3] "میرے بعد کوئی نبی نہیں" سے تمام اُمّتِ مرحومہ نے سلَفاً و خلَفاً، ہمیشہ یہی معنیٰ سمجھے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا تخصیص، تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد قیامِ قیامت تک، کسی کو نبوّت ملنی مُحال (ناممکن) ہے"[4]۔

قادیانی شاطر خود اپنے منہ کافر

حضراتِ گرامی قدر! آیتِ مبارکہ: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ میں لفظ: "خاتم" سے مراد یہ ہے، کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوّت ختم ہو چکا،

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الرد والمناظرۃ، رسالہ "حُسام الحرمین" ۲۰/۲۷۵، ملتقطاً۔

(۲) پ ۲۲، الأحزاب: ٤٠.

(۳) "صحيح البخاري" كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، ر: ٣٤٥٥، صـ٥٨٢. و"صحيح مسلم" كتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة الأوّل فالأوّل، ر: ٤٧٧٣، صـ٨٢٧.

(۴) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الرّد والمناظرۃ، رسالہ "المبین ختم النبیین" ۲۲/۲۵۔

لیکن بدبخت قادیانی اس لفظ کا معنی: "نبیوں کی مہر" مراد لیتے ہوئے، اس کی ایک انوکھی تفسیر یہ کرتے ہیں، کہ اب (معاذ اللہ) جو بھی نبی آئے گا، اُس کی نبوّت مصطفی کریم ﷺ کی مُہرِ تصدیق لگ کر مصدّقہ ہوگی، حالانکہ دعویٔ نبوّت سے قبل خود مرزا غلام قادیانی، مدّعیٔ نبوّت کو اسلام سے خارج سمجھتا اور لفظ: "خاتم" سے، حضورِ اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا ہی مراد لیتا تھا!۔

مرزا قادیانی اپنے انجام سے متعلق حکمِ شرعی اپنے ہاتھوں سے تحریر کرتے ہوئے، ۱۸۹۳ء میں "حمامۃ البُشری" ص۷۹ پر لکھتا ہے کہ "مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوّت کا دعویٰ کرکے اسلام سے خارج ہوجاؤں؟! اور کافروں کی جماعت سے جاملوں؟"[1]۔

۱۸۹۶ء میں اپنی تالیف "انجامِ آتھم" ص۲۷ پر لکھا کہ "کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر یقین رکھتا ہے، اور آیت: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے، وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں؟!"[2]۔

مزید ۱۸۹۸ء میں "کتاب البریّہ" ص۱۹۹-۲۰۰ پر لکھا کہ "آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"، اور حدیث: «لَا نَبِيَّ بَعْدِي» ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا، اور قرآن شریف کا لفظ لفظ قطعی ہے، اپنی آیت: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا، کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوّت ختم ہوچکی ہے"[3]۔

---

(۱) دیکھیے: "رُوحانی خزائن" ۷/۲۹۷۔

(۲) دیکھیے: "رُوحانی خزائن" ۱۱/۲۷۔

(۳) دیکھیے: "رُوحانی خزائن" ۱۳/۲۱۷، ۲۱۸۔

عزیزانِ محترم! ان تمام عبارتوں اور حوالہ جات کا ما حاصل یہ ہے، کہ بالفرض اگر پاکستانی پارلیمنٹ یا علمائے اہلِ سنّت، مرزا غلام قادیانی کو کافر، بدبخت اور لعنتی قرار نہ بھی دیتے، تب بھی مرزا قادیانی دعویٔ نبوّت سے قبل، اپنے ہی تحریر کردہ رسائل اور کتب کی رُو سے کافر، مرتَد اور خارج اسلام ٹھہرتا ہے!!۔

۷ ستمبر... یومِ ختمِ نبوّت

عزیزانِ مَن! انہی عقائد و نظریات کے باعث، علمائے اہلِ سنّت کی تحریک اور قرارداد پر، ۵ اگست سے کر ۱۰ اگست تک ۶ دن، اور پھر ۲۰ اگست سے کر ۲۴ اگست تک ۵ دن، کُل گیارہ ۱۱ دن مرزا ناصر (سربراہ قادیانی گروہ) پر جَرح ہوئی۔ ۲۷ اگست ۲۸ اگست ۲ دن صدر الدین، عبد المنّان عمر اور مرزا مسعود بیگ (لاہوری گروپ کے نمائندوں) پر جَرح ہوئی۔ کل تیرہ ۱۳ دن قادیانی اور لاہوری گروپس کے نمائندوں پر جَرح مکمل ہوئی۔ بالآخر طویل بحث و مُباحثے کے بعد، سات ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم (اقلیّت) قرار دے دیا۔ مکمل کاروائی اور جَرح کی تفصیلات جاننے کے لیے، نیچے دیے گئے لنک کی جانب مُراجعت فرمائیں[1]۔

نیز دستورِ پاکستان کے آرٹیکل ۲۶۰ کی ذیلی دفعہ تین ۳ میں، مسلمان کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ لکھا گیا کہ "مسلم" سے کوئی ایسا شخص مراد ہے، جو وَحدت و توحیدِ قادرِ مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیّین حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ختمِ نبوّت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو، اور پیغمبر یا مذہبی مُصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو، نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم، یا کسی

---

(۱) دیکھیے: https://archive.org/details/na-proceeding-1974.

بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو، یا جو دعویٰ کرے"۔

آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 298C میں ہے کہ "قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ، خود کو مسلمان ظاہر کرے، یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے، یا الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہو، یا تحریری، یا مَرئی نُقوش کے ذریعے، اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے، یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے، یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید، اتنی مدّت کے لیے دی جائے گی، جو تین ۳ سال تک ہو سکتی ہے، اور جُرمانے کا مستوجب ہو گا"۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ قادیانی تو رہے ایک طرف، آج حکومتِ پاکستان کے اپنے وزراء، مرزائیوں کے لیے "احمدی مسلم" کی اصطلاح استعمال کر کے، آئینِ پاکستان کی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں، لیکن انہیں کوئی روکنے والا نہیں، نہ تو میڈیا ایسی چیزوں کو ہائی لائٹ (High light) کرتا ہے، نہ ہی ہمارا کوئی چیف جسٹس اس پر سوموٹو ایکشن (Sumoto Action) لیتا ہے!۔

حضراتِ ذی وقار! مرزائیوں کے خلاف پاکستانی پارلیمنٹ کے اس آئینی فیصلے کو، چھیالیس ۴۶ برس گزر چکے ہیں، لیکن اس کے باوُجود قادیانی اپنی شیطانی چالوں اور ارادوں سے باز نہیں آئے، بلکہ شب وروز مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بُننے میں مصروف ہیں، قادیانی گروہ کی پشت پر یہود ونصاریٰ کا ہاتھ ہے، ان کے اشاروں پر وہ پاکستانی عوام کے دلوں میں، علمائے کرام کے خلاف نفرت کا بیج بو رہے

ہیں، فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا دے رہے ہیں، اقلیتوں کے حقوق کے نام پر پاکستان کو بدنام اور غیر مستحکم کر رہے ہیں، ملک دشمن عناصر کے ساتھ مل کر ملکی سلامتی کے خلاف سازشیں کرنا ان کا نصب العین ہے۔ لہٰذا بحیثیت ایک پاکستانی مسلمان ہم سب پر لازم ہے، کہ باہمی اتحاد سے ان سازشوں کو ناکام بنائیں، اور اپنے دین و وطن کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہ ہونے دیں!!۔

قادیانی چیرہ دستی اور سازشیں

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! یہ لوگ اپنا تعارف قادیانیت کے بجائے، بحیثیتِ مسلمان کرواکر، سِول اور عسکری اداروں میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمارے کالج اور یونیورسٹیز پر ان کی خاص نظر ہے، یہ لوگ تعلیمی اداروں میں گھس کر ہماری نئ نسل کے ذہن واَفکار خراب کررہے ہیں، اپنے دامِ فریب میں پھنسا کر ان سے اپنے حق میں پروپیگنڈہ کروارہے ہیں کہ "قادیانیوں کو سرکاری سطح پر کافر قرار دیے جانے کا فیصلہ درست نہیں ہے؛ لہٰذا اسے تبدیل کیا جائے"... وغیرہ وغیرہ۔

ان کی سازشوں اور بڑھتے ہوئے اثر ورُسوخ کا اندازہ، اس بات سے بخوبی لگا لیجیے کہ ماضی قریب میں ہمارے سابقہ نااہل وزیرِ اعظم نے، قادیانیوں کو اپنا بھائی کہا، حتی کہ اسمبلی کی جنرل سیٹ (General seat) کے لیے جمع کرائے جانے والے فارم سے، عقیدۂ ختمِ نبوّت کی شق کو ختم کرنے کی سازش میں، وطنِ عزیز "اسلامی جُمہوریہ پاکستان" کی حکومت خود بھی ملوّث پائی گئی، صرف یہی نہیں بلکہ موجودہ حکومت نے بھی ریاستِ مدینہ کا ورد الاپ کر، پہلے اقتصادی مشیر کے نام پر ایک

قادیانی کو اپنی کابینہ کا حصہ بنایا، اور بعد ازاں عوامی ردِ عمل اور دباؤ کے سبب بأمرِ مجبوری، اس کی تقرُری کا نوٹیفکیشن واپس لے لیا!!۔

لیکن ان کی ساری شرارتوں کا فائدہ یہ ہوا، کہ جہاں قادیانیوں کے لیے نرم گوشہ رکھنے والے کئی صحافی، سیاسی رَہنما، اور حکومتی نمائندوں کے چہرے بے نقاب ہوئے، وہیں ان کے تیزی سے بڑھتے اثرورُسوخ کا بھی اندازہ ہوا۔ یہ لوگ تبدیلی اور نئے پاکستان کی آڑ میں سات ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کی واپسی، اور اس میں ردّوبدل کے لیے سرگرم ہوچکے ہیں، قومی اور بین َالاَقوامی سطح پر ان کے لیے لابنگ (Lobbying) کا عمل بڑی تیزی سے جاری ہے، لہٰذا علمائے دین کے ساتھ ساتھ پاکستانی عوام کو بھی عقیدۂ ختمِ نبوّت پر پہرہ دینے کے لیے، ہر دَم بیدار اور تیار رہنا چاہیے!!۔

اہم پیغام... مسلم نوجوانوں کے نام

برادرانِ اسلام! عقیدۂ ختمِ نبوّت اور ناموسِ رسالت کو، اس وقت سب سے بڑا خطرہ "قادیانیوں" سے ہے، اسلام اور پاکستان مخالف قوّتیں، دنیا بھر سے انہیں اَخلاقی ومالی طور پر فنڈنگ کررہی ہیں، یہ اسرائیلی یہودیوں کی طرح کام کرتے ہوئے "رَبوَہ" (چناب نگر) سے نکل کر، رفتہ رفتہ ملک کے چاروں کونوں میں پھیل رہے ہیں، زمینیں خرید خرید کر اپنے لوگ آباد کررہے ہیں، اَفواجِ پاکستان اور حکومتی ایوانوں میں اپنے لوگ داخل کررہے ہیں، سوشل میڈیا پر قادیانی گروہ سے تعلق رکھنے والی نوجوان اور خوبرُو لڑکیوں کے ذریعے، مسلمان نوجوانوں کو روزگار اور شادی کا جھانسہ دے کر گمراہ کرنے، اور انہیں قادیانی بنانے کا سلسلہ بھی زور وشور سے جاری وساری ہے!!۔

میرے بھائیو! ہمارے نوجوانوں کو اس فتنہ سے ہردم خبردار رہنے کی ضرورت ہے! علاوہ ازیں ایسے تمام فیس بک گروپس (Facebook groups)، جن میں اسلام اور علماء کے کردار پر کیچڑ اچھالا جاتا ہو، یا انہیں برا بھلا کہہ کر اسلام سے متنفّر کیا جاتا ہو، انہیں نفرت انگیز مواد (Hateful content) شیئر کرنے کے جرم میں، رپورٹ کر کے فیس بک انتظامیہ سے بلاک (Block) کروائیں! عقیدۂ ختمِ نبوّت کے مُنافی کسی بھی قسم کا مشکوک لٹریچر نظر سے گزرے تو اپنے علماء سے رابطہ کریں، اور ان سے رَہنمائی لے کر اس کا فوری سدِّباب کریں، اللہ کریم ہمیں علم وعمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! عقیدۂ ختمِ نبوّت کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو نیست ونابُود فرما، ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی عقیدۂ ختمِ نبوّت پر پہرہ دینے کی توفیق دے، قادیانیوں کے رُوپ میں یہود ونصاریٰ کی طرف سے، اسلام مخالف سازشوں کو ناکام بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، آمین یا ربّ العالمین!۔

عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(جمعۃ المبارک: ۲۲محرم الحرام ۱۴۴۲ھ/۱۱/۹/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مقام ومرتبہ

برادرانِ اسلام! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہلِ بیتِ اَطہار کا مقام ومرتبہ بہت بلند وبالا ہے، یہ وہ مقدّس اور عظیم ہستیاں ہیں، جن کی تعظیم وتوقیر ہم سب پر لازم ہے، ان حضرات کی شان بہت اَرفع واعلی ہے، یہ وہ نیّرِ تاباں ہیں جن کے قُلوب واَذہان کو خالقِ کائنات عزّوجلّ نے نورِ ایمان سے آراستہ کرکے، کفر وشرک اور نافرمانی وحکم عدولی جیسی برائیوں کے لیے ناگوار وناپسندیدہ بنادیا ہے، ان کا مقدّس وُجود، ظلمت کے اندھیروں میں اُس مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے، جس سے صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگ ہدایت پاتے ہیں، یہ سب حضرات عادل وجنّتی ہیں، ان میں سے کوئی بھی فاسق وفاجر نہیں، یہ وہ خوش بخت نُفوسِ مقدسہ ہیں جنہیں دنیا ہی میں، اللہ ربّ العزّت کی رِضا وخوشنودی اور کامیابی کا پروانہ عطا ہو چکا ہے۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾[1] "سب میں اگلے پہلے مہاجر وانصار، اور جو بھلائی کے ساتھ پیرو کار ہوئے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اور اُن کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے!"۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر جہنم سے آزادی کا پروانہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا﴾[2] "اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو! جب تم میں آپسی دشمنی تھی، اُس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا، تو اللہ کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، اور تم ایک غارِ دوزخ کے کنارے پر تھے، تو اللہ نے تمہیں اُس سے بچا لیا!"۔

کرم بالائے کرم فرماتے ہوئے ربِ کریم نے اصحابِ رسول کو دونوں جہاں کی بھلائیوں کا حقدار قرار دیا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ﴾[3] "لیکن رسول اور جو اِن کے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، اور انہی کے لیے بھلائیاں ہیں!"۔

---

(١) پ ١١، التوبة: ١٠٠.
(٢) پ ٤، آل عمران: ١٠٣.
(٣) پ ١٠، التوبة: ٨٨.

حضراتِ گرامی قدر! تاجدارِ رسالت، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم، صدق ووفا کے پیکر اور سرچشمۂ ہدایت ہیں، بروزِ قیامت اللہ رب العزّت نے انہیں جنّت میں داخلے کی خوشخبری، اور رُسوائی سے بچانے کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾[1] "اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آئندہ کے لیے نصیحت ہو جائے! عنقریب تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اُتار دے گا، اور تمہیں باغات میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ تعالی رُسوا نہ کرے گا نبی اور اُن کے اصحاب ایمان والوں کو، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کے داہنے دَوڑتا ہوگا، عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے! اور ہمیں بخش دے! یقیناً تجھے ہر چیز پر قدرت ہے!"۔

عزیزانِ محترم! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عظمت وشان کے کیا کہنے! ربِ کریم نے ان کا شمار اپنے خاص بندوں میں فرمایا، ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى﴾[2] "تم کہو کہ سب خوبیاں اللہ تعالی کو ہیں، اور اس کے چُنے ہوئے (خاص) بندوں پر سلام!"۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالٰی اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

---

(١) پ ٢٨، التحریم: ٨.

(٢) پ ١٩، النمل: ٥٩.

"چُنے ہوئے بندوں سے مراد "اَصحابِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" ہیں"[1]۔

عظمتِ اہلِ بیتِ کرام

حضراتِ محترم! اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مقام ومرتبہ کے ساتھ ساتھ، اہلِ بیتِ اَطہار کی عظمت کو بھی بیان فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾[2] "اللہ کی رَسی کو مضبوط تھام لو سب مل کر، اور آپس میں پھٹ نہ جانا!" یعنی جھگڑنا مت!۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالی کی وہ رَسی ہم (اہلِ بیت) ہیں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے!"[3]۔

ایک اَور مقام پر خالقِ کائنات عزوجل اہلِ بیتِ رسول کی شان میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾[4] "اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرمادے! اور تمہیں پاک کرکے خُوب ستھرا کردے!"۔

حضراتِ گرامی! جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا امام حَسن، سیّدنا امام حسین، سیّدنا مولا علی اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالٰی عنہم

---

(١) "تفسیر ابن كثیر" پ ١٩، النمل، تحت الآية: ٥٩، ٣/ ٣٧٣. و"حلية الأولياء" سفيان الثوري، ر: ٩٧١٧، ٧/ ٨١.

(٢) پ ٤، آل عمران: ١٠٣.

(٣) "تفسير الثعلبي" پ ٤، آل عمران: ١٠٣، ٣/ ١٦٣.

(٤) پ ٢٢، الأحزاب: ٣٣.

کو ایک چادر میں لے کر ارشاد فرمایا: «اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي، أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ، وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيراً!» "اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں، ان سے گندگی دُور رکھ اور انہیں خوب پاک صاف کر دے!" حضرت سیّدہ امّ سلَمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا (جو پاس ہی موجود تھیں) نے عرض کی: یارسولَ اللہ! کیا میں بھی اِن کے ساتھ ہوں؟ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّكِ على خَيْرٍ!»[1] "تم بھی خیر پر ہو!"۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اہلِ بیتِ اَطہار میں نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اَزواجِ مطہَّرات، حضرت سیّدہ خاتونِ جنّت فاطمہ زَہراء عابدہ زاہدہ، حضرت سیّدنا علی المرتضٰی اور حسنَین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہم سب داخل ہیں، ؏

کیا بات رضاؔ اُس چمنستانِ کرم کی
زَہرا ہے کلی جس میں حُسین اور حَسن پھول[2]

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عظمت وشان

برادرانِ اسلام! ہم اہلِ سنّت وجماعت کا یہ اِجماعی واتفاقی عقیدہ ہے، کہ دنیا کا بڑے سے بڑا ولی، یا غوث، قطب، اَبدال، حتی کہ کوئی بھی تابعی، کسی بھی صحابی کے مقام ومرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا؛ کیونکہ صحبتِ نبوی کا جو شرف انہیں حاصل ہے، وہ کسی

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب ما جاء في فضل فاطمة [بنت محمد صلى الله عليه وسلم] رضي الله تعالى عنها، ر: ٣٨٧١، صـ٨٧٤. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ صحيح، وهو أحسن شيءٍ رُوي في هذا الباب. وفي الباب عن أنس [بن مالك] وعمر بن أبي سلَمة ووأبي الحمراء ومعقل بن يسار وعائشة".

(٢) "حدائقِ بخشش" "سرتاباقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول"، ۷۹۔

غیر صحابی کے مقدّر میں کہاں! صرف یہی نہیں بلکہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے خود اپنی زبانِ حق ترجمان سے انہیں "اُمّت کے بہترین لوگ" قرار دیا، حدیث شریف میں ہے کہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «خَيْرُ أُمَّتِي القَرْنُ الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيهم، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُوْنَهُمْ!»(۱) "میری اُمّت کے بہترین لوگ اس زمانہ کے ہیں جس میں مجھے بھیجا گیا، پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہیں!"۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَكْرِمُوا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُوْنَهُمْ!»(۲) "میرے اصحاب کی عزّت کرو، وہ تم میں بہترین لوگ ہیں، پھر وہ جو اُن کے بعد ہیں!" یعنی تابعینِ عظام رضی اللہ تعالی عنہم۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے حق اور اُن کی نسبت کا لحاظ رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «احْفَظُونِي فِي أَصْحَابِي، ثُم الَّذِينَ يَلُوْنَهُمْ!»(۳) "میرے اصحاب کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا! پھر اُن لوگوں میں جو اِن کے بعد ہیں!"۔

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، ر: ۷۱۲۶، ۳/ ٤. و"صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصّحابة ثمّ الذين يلونهم ثمّ الذين يلونهم، ر: ٦٤٧٣، صـ۱۱۱۱. و"شرح السنّة" كتاب فضائل الصّحابة، باب خير القُرون، ر: ۳۸٥۷، ۸/ ٥۱، [قال البغَوي:] هذا حديثٌ صحيحٌ أخرجه مسلم.

(۲) "الإبانة الكبرى" لابن بطة، باب ذكر ما أمر به النّبي ﷺ من لُزوم الجماعة والتحذير من الفرقة، ر: ۱۱٤، ۱/ ۲۸٥. و"الأمالي المطلقة" ۸۹- ثمّ أملانا، صـ٦۳، ٦٤. [قال العسقلاني:] هذا حديثٌ صحيح أخرجه النَّسائي.

(۳) "مستدرَك الحاكم" كتاب العلم، ر: ۳۹۰، ۱/ ۱٦۷. [قال الذهبي:] "وهذا صحيحٌ".

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقام ومرتبہ اور عظمت کو اُجاگر کرتے ہوئے نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِماً رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي!»[۱] "اُس مسلمان کو آگ نہیں چُھوئے گی، جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابہ)، یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا! (یعنی تابعین)"۔

عزیزانِ مَن! حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قُلوب واَذہان ساری اُمّت سے بہتر اور پاکیزہ ہیں، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ، يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِه. فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَناً، فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ، وَمَا رَأَوْا سَيِّئاً فَهُوَ عِنْدَ اللهِ سَيِّءٌ»[۲].

"اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی، تو جنابِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل تمام بندوں کے دلوں سے بہترین پایا، لہٰذا انہیں اپنے لیے منتخب فرمالیا اور حضور کو اپنا رسول بناکر بھیجا، پھر قلبِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد قُلوبِ بندگاں ملاحظہ فرمائے، تو (بعد انبیاء) اصحابِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل سب سے عمدہ پائے، لہٰذا انہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب ما جاء في فضل مَن رأى النبيَّ ﷺ وصحبه، ر: ۳۸۵۸، صـ۸۷۲. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ غريب لا نعرفه، إلّا من حديث موسى بن إبراهيم الأنصاري. وروى علي بن المدِيني وغيرُ واحدٍ [من] أهل الحديث عن موسى هذا الحديث".

(۲) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن مسعود، ر: ۳۶۰۰، ۲/ ۱٦.

وزیر بنایا، جو اِس کے دین کی حفاظت کے لیے جہاد کرتے ہیں۔ تو جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالی کے ہاں بھی اچھی ہے، اور جس چیز کو مسلمان بُرا جانیں وہ اللہ عزّوجلّ کے نزدیک بھی بُری ہے"۔

اہلِ بیتِ اَطہار کا مقام

حضراتِ ذی وقار! صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ اَطہار رضی اللہ تعالٰی عنہم کی محبت ذریعۂ تکمیلِ ایمان ہے، ان کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کا لحاظ رکھنے، اور ان کی عزّت وتکریم کی تلقین فرمائی، محبت وعظمتِ اہلِ بیت کے بارے میں حضرت سیّدنا زَید بن اَرقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي، أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الآخَرِ: (١) كِتَابُ الله حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ، (٢) وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الحَوْضَ، فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا!»[(١)].

میں تم میں ایسی دو ۲ چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، کہ اگر تم نے انہیں مضبوطی سے تھامے رکھا، تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ان میں سے ہر ایک، دوسری سے بڑھ کر ہے: (۱) اللہ کی کتاب، یہ آسمان سے زمین تک دراز رسی ہے، (۲) اور میری اولاد یعنی اہلِ بیت۔ یہ دونوں چیزیں ہرگز جدا نہ ہوں گی، یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوضِ کوثر پر آکر ملیں۔ لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ تم لوگ میرے بعد اِن دونوں سے کیا سُلوک کرتے ہو!"۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، [باب في] مناقب أهل بيت النّبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ر: ٣٧٨٨، صـ٨٥٩. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ غريب".

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَحِبُّوا اللهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ، وَأَحِبُّونِي بِحُبِّ الله، وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي!»[1] "جو نعمتیں اللہ عزّوجلّ تمہیں دے رہا ہے، ان کے باعث اُس سے محبت رکھو، اور مجھ سے محبتِ الٰہی کے سبب محبت رکھو، اور میری محبت کے سبب میرے اہلِ بیت سے محبت رکھو!"۔

حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: «ارْقُبُوا مُحَمَّداً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فِي أَهْلِ بَيْتِهِ»[2] "(اے لوگو!) نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھو!" یعنی ان سے سُلوک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لحاظ رکھو، اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ!۔

حضرت سیّدنا مطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ (ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا) حضرت سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالتِ غضب میں نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، میں (بھی) اس وقت رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس (حاضرِ خدمت) تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: «مَا أَغْضَبَكَ؟» "آپ غصے میں کیوں ہیں؟" انہوں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! قریش کی عجیب حالت ہے! جب باہم ملتے ہیں تو خوشی خوشی ملتے ہیں، لیکن جب ہم سے ملاقات کرتے ہیں تو ان کی حالت ہی غیر ہوتی

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، [باب في] مناقب أهل بيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ر: ٣٧٨٩، صـ٨٥٩. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ غريب، إنّما نعرفه من هذا الوجه". و"المعجم الكبير" علي بن عبد الله بن عباس عن أبيه، ر: ١٠٦٦٤، ١٠/ ٢٨١.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب فضائل أصحاب ...إلخ، ر: ٣٧١٣، صـ٦٢٦.

ہے!۔راوی فرماتے ہیں کہ یہ سن کر نبئ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جلال میں آگئے، یہاں تک کہ چہرۂ انور سرخ ہوگیا، پھر مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الإِيمَانُ، حَتَّى يُحِبَّكُمْ لله وَلِرَسُولِهِ!»[1] "مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اللہ ورسول کی خاطر تم (اہلِ بیت) سے محبت نہ رکھے!"۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی ممانعت

میرے محترم بھائیو! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اور اہلِ بیت سے محبت واُلفت، در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے محبت واُلفت ہے، اور ان حضرات سے بُغض وعداوَت (معاذاللہ)، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بُغض وعداوَت کے مترادِف ہے، احادیثِ نبویہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے مُعاملے میں، اللہ عزوجل سے ڈرنے اور انہیں ہدَفِ تنقید نہ بنانے کی خاص تاکید کی گئی ہے۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن مغفّل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «اللہ اللہ فِي أَصْحَابِي! لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضاً بَعْدِي! فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ، وَمَنْ آذَى اللهَ فَيُوشكُ أَنْ يَأْخُذَه!»[2] "اللہ سے ڈرو! میرے

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب مناقب أبي الفضل عمّ النبي صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وهو العباس بن عبد المطلب رضي الله تعالى عنه، ر: ٣٧٥٨، صـ٨٥٤. [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ صحيح".

(٢) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب في مَن سبّ أصحاب النّبي صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ر: ٣٨٦٢، صـ٨٧٢. [وقال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ غريب".

صحابہ کے مُعاملہ میں اللہ سے ڈرو! انہیں میرے بعد ہدَفِ تنقید نہ بنانا! کیونکہ جس نے اِن سے محبت کی تو میری محبت کی بنا پر کی، اور جس نے اِن سے عداوت رکھی تو مجھ سے عداوت کی بنا پر اِن سے عداوت رکھی! جس نے ان کو اِیذا دی اس نے مجھے اِیذا دی، اور جس نے مجھے اِیذا دی اُس نے اللہ تعالی کو اِیذا دی، اور جس نے اللہ تعالی کو اِیذا دی عنقریب اللہ تعالی اس کی پکڑ فرمائے گا!"۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم پر سبّ وشتم کی ممانعت کرتے ہوئے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي! فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً، مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ!»[1] "میرے کسی صحابی کو گالی مت دو (بُرا مت کہو)! کیونکہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ برابر بھی سونا خیرات کر ڈالے، تب بھی تمہارا ثواب میرے کسی صحابی کے ایک مُد[2] یا اس کے آدھے تک بھی نہیں پہنچ سکتا!"۔

امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: «أُمِرُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، فَسَبُّوهُمْ»[3] "لوگوں کو حکم تو یہ دیا گیا کہ نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صحابہ کے لیے استغفار کریں، مگر انہوں نے انہیں بُرا کہنا شروع کر دیا!"۔

ایک اَور روایت میں ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إنّ اللهَ اختارَنِي واختارَ لي أصْحابِي، فَجَعَلَ لي منهمْ وُزَراءَ وأصهاراً وأنصاراً،

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند أبي سعيد الخدري، ر: ۱۱۶۰۸، ٤/ ۱۲۷.
و"صحيح البخاري" كتاب فضائل ...إلخ، ر: ۳۶۷۳، صـ۶۱۷.

(۲) قدیم زمانے کا ایک پیمانہ۔ ایک مُد محتاط اندازہ کے مطابق 839.808gm ہے۔

(۳) "صحيح مسلم" باب في تفسير آيات متفرّقة، ر: ۷۵۳۹، صـ۱۳۰۷.

فَمَن سَبَّهُمْ فَعَلَيه لَعْنَةُ الله والمَلائِكَةِ والنّاسِ أجْمَعِينَ! لَا يَقْبَلُ اللهُ منهُ صَرفاً وَلَا عَدلاً!»[1] "اللہ تعالی نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لیے میرے اصحاب کا انتخاب فرمایا، اور اُن میں میرے لیے وزراء، سسرالی رشتہ دار اور مددگار بنائے، تو جو انہیں گالی دے (برا کہے) اُس پر اللہ تعالی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے! اللہ تعالی اُس سے نہ کوئی فرض قبول فرمائے گا اور نہ کوئی نفل!"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ، فَلَمَقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً، خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمْرَه!»[2] "محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صحابہ کو بُرا مت کہو؛ کیونکہ ان کا ایک لمحہ تمہارے عمر بھر کے اعمال سے بہتر ہے!"۔

حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انصار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے بارے میں ارشاد فرمایا: «فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ!»[3] "ان (انصار) کے نیک لوگوں کی نیکیوں اور خوبیوں کا اعتراف کرو، اور ان کی لغزشوں سے صَرفِ نظر کرو!"۔

---

(١) "الفتح الكبير" للسُيوطي، حرف الهمزة، ر: ٣٢٢٤، ١/ ٢٩٧.

(٢) "فضائل الصّحابة" للإمام أحمد، ر: ١٧٣٦، ٢/ ٩٠٩.

(٣) "صحيح البخاري" كتاب مناقب الأنصار، باب قول النّبي ﷺ: «اقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسيئهم» ر: ٣٧٩٩، صـ٦٣٨. و"سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب في فضل الأنصار وقريش، ر: ٣٩٠٧، صـ٨٨٠، [قال أبو عيسى:] "هذا حديثٌ حسنٌ صحيح".

مُشاجراتِ صحابہ اور ہمارا طرزِ عمل

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم قابلِ عزّت واحترام ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے نسبت کے سبب وہ حضرات پاکیزہ دلوں کے مالک ہیں، دنیاوی مال ومتاع اور حرصِ اقتدار سے پاک ہیں، البتہ بعض مُعاملات میں ان سے غیر ارادی طور پر کچھ اجتہادی لغزشیں ضرور سرزد ہوئیں، لیکن ان لغزشوں اور بھول چُوک کو بنیاد بنا کر، ہمیں اس بات کی قطعًا اجازت نہیں کہ ان حضراتِ مقدّسہ کے بارے میں کسی بھی طرح کے نازیبا کلمات زبان پر لائیں، یا دل ودماغ میں ان کے لیے بُرا سوچیں۔ ہمارا ایسا کرنا ہماری اپنی عاقبت برباد کرنے کے مترادِف ہوگا، جو شخص ایسا کرے وہ صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ اَطہار رضی اللہ تعالی عنہم کا گستاخ، بے ادب اور زِندیق ہے، اور اس کا ایمان مشکوک ہے!!۔

حضرت میمونی رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ "اے ابو الحسن! جب تم کسی شخص کو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم میں سے کسی کا ذکر، بُرے انداز میں کرتے دیکھو، تو سمجھ لو کہ اس کا مسلمان ہونا مشکوک ہے!"[۱]۔

حضرت ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "جب تم کسی کو اصحابِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں سے، کسی ایک کی بھی تنقیص وتوہین کرتے دیکھو، تو جان لو کہ وہ زِندیق (بدعقیدہ) ہے!"[۲]۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے تمام اصحابِ

(١) "البداية والنّهاية" سنة ستّين من الهجرة النّبوية، ٨/ ١٤٨.

(٢) "الكفاية في علم الرواية" باب ما جاء في تعديل الله ...إلخ، صـ٤٩.

کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے محبت کرتے ہیں، البتہ نہ کسی کی محبت میں غُلو کرتے ہیں، نہ کسی پر تبرّا کرتے ہیں۔ اور جو کسی صحابی سے عداوت رکھے، یا کسی صحابی کا خیر کے سِواذکر کرے، ہم اس سے دشمنی رکھتے ہیں! ہم تو صحابۂ کرام کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کرتے ہیں۔ صحابہ سے محبت دین، ایمان اور بھلائی ہے، اور اِن سے عداوت ودشمنی، کفر، نِفاق اور سرکشی ہے!"[۱]۔

ہے!"[۱]۔

امام ابنِ خلَف بر بہاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "خوب جان لو! کہ جو کسی صحابی رضی اللہ تعالی عنہ کی تنقیص وتوہین کرے، تو سمجھ لو کہ وہ در حقیقت حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی توہین کا ارادہ کرتا ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو مزار پُرانوار میں تکلیف پہنچاتا ہے"[۲]۔

تنقیصِ صحابہ سے ممانعت کرتے ہوئے سرکارِ غوثِ اعظم، حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ "تمام اہلِ سنّت اس بات پر متفق ہیں، کہ صحابۂ کرام کے آپسی اختلافات پر خاموشی اختیار کرنا، ان حضرات کے عیوب ونقائص تلاش کرنے سے باز رہنا، ان کے فضائل ومَحاسِن کا اظہار کرنا، اور ان کے تمام مُعاملات (چاہے جیسے بھی ہوں) اللہ تعالی کے سپرد کرنا لازم وضروری ہے!"[۳]۔

---

(۱) "العقيدة الطحاويّة" صـ۸.

(۲) "شرح السُنة" للبربهاري، ر: ۱۳۷، صـ۱۲۰.

(۳) "الغنية لطالبي طريق الحق" القسم الثاني، ۱/ ۱۶۳، ملّخصاً.

امام ابنِ ہُمام حنفی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "روافض شیعوں کے بارے میں حکم یہ ہے، کہ جو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے افضل کہے وہ بدعتی ہے، اور جو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی خلافت کا انکار کرے، وہ کافر ہے!"[1]۔

امام ابنِ حجر مکّی شافعی رحمہ اللہ تعالی بیان کرتے ہیں کہ "روافض شیعوں (اللہ ان کا ستیاناس کرے) کو ان احادیث سے (جو اہلِ بیت اور ان سے محبت کرنے والوں کے فضائل میں وارد ہوئیں) یہ وَہم نہ ہو، کہ یہ لوگ اہلِ بیت سے محبت رکھتے ہیں!؛ کیونکہ انہوں نے اہلِ بیتِ کرام کی محبت میں یہاں تک اِفراط وغُلو سے کام لیا، کہ صحابۂ کرام کو کافر، اور پوری اُمّتِ مسلمہ کو گمراہ کہہ بیٹھے"[2]۔

حضراتِ گرامی قدر! صد افسوس کہ آج کل بعض اَزَلی بدبخت ناہنجار قسم کے لوگ، اپنی مجالس میں صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ اَطہار اور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے قرابتداروں کی شان میں، سرِعام گستاخی اور بے ادبی کی جرأت کر رہے ہیں، انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں، نام نہاد ریاستِ مدینہ کی "تبدیلی سرکار" ان کے خلاف قانونی کاروائی کرنے کے بجائے، "ناموسِ صحابہ" کے لیے آواز بلند کرنے والے علمائے اہلِ سنّت کو گرفتار کرنے میں مصروف ہے، اس بات کی جتنی مذمّت کی جائے کم ہے!۔

میرے بھائیو! اگر یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا، اور حکومت نے اپنی روِش نہ بدلی، تو ملک میں پھر سے فرقہ واریت کی آگ بھڑک سکتی ہے! اور خاکم بدہن ملک خانہ جنگی کا شکار ہو سکتا ہے! لہٰذا ہم تمام پاکستانی مسلمان، حکومتِ وقت مطالبہ کرتے ہیں کہ

---

(١) "فتح القدير" كتاب الصلاة، باب الإمامة، ١/ ٣٠٤.

(٢) "الصواعق المحرقة" الباب ١١ في فضائل أهل البيت ...إلخ، صـ١٥٣.

وزارتِ داخلہ، اور نیشنل ایکشن پلان پر عمل کو یقینی بنانے والی تمام سیکیورٹی فورسز، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا تعین کریں، اور انہیں راتوں رات بیرونِ ملک فرار کروانے کے بجائے، گرفتار کرکے دستورِ پاکستان کے مطابق قرارِ واقعی سزادیں، اور علمائے اہل سنّت کو فوری طور پر رہا کریں!!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقام ومرتبہ اور عظمت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، اُن کا ادب واحترام کرنے کی توفیق مرحمت فرما، تمام اہلِ بیتِ اَطہار اور مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرابتداروں سے محبت کی توفیق عطا فرما، ان کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کے جذبہ سے سرشار فرما، کسی بھی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی وبے ادبی سے بچا، ہمیں فرقہ واریت اور خانہ جنگی سے محفوظ رکھ، اسلام مخالف سازشوں کو ناکام بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

ماہِ صفر المظفر

(جمعۃ المبارک: ۲۹ محرّم الحرام ۱۴۴۲ھ/۱۸/۹/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اسلام میں کوئی دن یا مہینہ منحوس نہیں

عزیزانِ محترم! اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو توہّمات وجہالت سے مبرّا اور دلائل وبراہین سے آراستہ دین ہے۔ اسلام کے تمام اَحکام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔ اس دینِ مبین میں خُرافات وتوہّمات کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

ماہِ صفر قمری مہینوں کی لڑی کا دوسرا موتی ہے۔ قبل از اسلام اہلِ جاہلیت ماہِ صفر کو منحوس خیال کرتے، اور اس میں تجارت وغیرہ کی غرض سے سفر کرنے کو بھی برا سمجھتے تھے، عرب کے لوگ ماہِ صفر کے بارے میں عجیب وغریب خیالات رکھتے تھے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد آج بھی اس ماہِ مبارک کو بلاؤں کے نزول کا مہینہ تصوُّر کرتی ہے، ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ جو کام اس مہینے میں شروع

کیا جاتا ہے، وہ منحوس یعنی خیر وبرکت سے خالی ہوتا ہے۔ اس ماہِ مبارک سے متعلق ان غلط فہمیوں کو ختم کرنے کے لیے اسے "صفر المظفر" کہا جاتا ہے۔

ماہِ صفر کی وجہِ تسمیہ

ماہِ صفر کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ جنگی سفر پر روانگی کے باعث اہلِ عرب کے مکانات، رہنے والوں سے خالی ہو جاتے تھے، جب کوئی جگہ انسانوں سے خالی ہو جائے، تو اس وقت عربی زبان میں "صَفِرَ الْمَکَانُ" کہا جاتا ہے[1]۔

ماہِ صفر کو منحوس سمجھنا

معزّز برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! ماہ وسال، رات ودن اور وقت، ہر ایک کا خالق اللہ تعالی ہے، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی دن یا کسی وقت کو منحوس نہیں بنایا۔ ماہِ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں، اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے، سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں، نیز دیگر اس قسم کے کاموں سے بھی پرہیز کرتے ہیں، خصوصًا ماہِ صفر کی ابتدائی تیرہ ۱۳ تاریخیں شدید منحوس تصوّر کی جاتی ہیں، ان ایّام کو تیرہ تیزی بھی کہتے ہیں۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں، اور لوگوں کا اسے منحوس سمجھنا سراسر غلط ہے!۔

نحوست اور بدشگونی قرآنِ کریم کی روشنی میں

عزیز دوستو! اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿قَالُوْۤا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾[2] "وہ لوگ مسلمانوں سے بولے، کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں"۔

پیارے بھائیو! امام حافظ الدین نَسَفی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں

---

(۱) "تفسیر ابن کثیر" پ۱۰، التوبة، تحت الآية: ۳۶، ۲/ ۳۶۶.

(۲) پ۲۲، یس: ۱۸.

فرماتے ہیں کہ "انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم تم سے بد شگونی لیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان کے دینِ اسلام کو بُرا خیال کیا، لہٰذا ان کے نُفوس اس دین سے نفرت کرنے لگے۔ جہلاء کی یہی عادت ہے کہ ہر ایسی چیز سے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں جس کی طرف ان کا جھکاؤ ہو، اور جس چیز کو ان کی طبیعتیں قبول کرتی ہیں۔ اور جس چیز سے نفرت ہو اُسے منحوس قرار دیتے ہوئے ناپسند کرتے ہیں۔ پھر اگر انہیں کوئی مصیبت یا نعمت حاصل ہو، تو کہتے ہیں کہ یہ فُلاں چیز کی نحوست ہے، یا یہ فُلاں چیز کی برکت سے حاصل ہوئی ہے"[1]۔

نحوست اور بدشگونی حدیثِ نبوی کی روشنی میں

محترم بھائیو! حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ، وَلَا صَفَرَ!»[2] "کوئی بیماری متعدّی نہیں، اور نہ بدفالی کوئی چیز ہے، نہ اُلّو کا بولنا کوئی بُرا اثر رکھتا ہے، اور نہ ہی ماہِ صفر منحوس ہے!"۔

میرے بزرگو دوستو! شارحِ "بخاری" حضرت علّامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "عرب والوں کا دستور تھا کہ لڑنے کے لیے کبھی محرّم کے مہینے کو صفر سے بدل دیتے، کچھ لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں، اس حدیث میں اس بات کی نفی فرمائی گئی ہے"[3]۔

---

(١) "مدارك التنزيل" پ٢٢، يس، تحت الآية: ١٨، ٢/ ٣٩٦.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الطبّ، باب الجذام، ر: ٥٧٠٧، صـ١٠٠٩.

(٣) "نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری" کتاب الطب، ٨/٢٥٤، ملخصًا۔

نحوست اور بد شگونی علماء کی نظر میں

برادرانِ اسلام! علّامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "علّامہ بیضاوی نے فرمایا: (حدیثِ پاک میں جو فرمایا کہ "صفر کوئی چیز نہیں") اس سے ماہِ صفر میں بکثرت بلاؤں سے متعلق توہّمات کی نفی کی گئی ہے"[۱]۔

ماہ صفر کی آخری بدھ

میرے عزیز دوستو! امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "ماہِ صفر المظفر کے آخری چہار شَنبہ (بدھ) کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحتیابی کا کوئی ثبوت ہے، بلکہ مرضِ اقدس جس میں وصال شریف ہوا، اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے"[۲]۔

میرے محترم بھائیو! صدر الشریعہ بدر الطریقہ، علّامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو برِ صغیر پاک وہند وغیرہ میں خوب منایا جاتا ہے، لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں، سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں، نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں، اور کہتے یہ ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز غسلِ صحت فرمایا تھا، اور بیرونِ مدینۂ طیّبہ سَیر کو تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں، بلکہ ان دنوں میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض شدّت اختیار کر گیا تھا، لہذا یہ سب باتیں خلافِ واقع ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس روز بلائیں اُترتی ہیں۔ اَور طرح طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں، سب بے ثبوت ہیں[۳]۔

---

(۱) "شرح الزرقاني على الموطّأ" باب عيادة المريض والطيرة، ٤/ ٣٣٣.
(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاباحۃ، رسالہ "رادّ القحط والوباء" ۱۶/۷۴۔
(۳) "بہار شریعت" عیادت وعلاج کا بیان، حصہ ۱۶، ۳/۶۵۹۔

جانِ برادر! حکیم الامّت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "٢٠ صفر کو تعزیوں کا چالیسواں نکالا جاتا ہے، جس میں چند طرح کے جلوس نکلتے ہیں، اہلِ بیت نے نہ کبھی تعزیہ داری کی اور نہ عَلَم نکالے، نہ سینے کُوٹے نہ ماتم کیے، لہٰذا اے مسلمانو یہ کام ہرگز نہ کرو! ورنہ سخت گنہگار ہوگے! خود بھی ان جلوسوں اور ماتم میں شریک نہ ہو، اور اپنے بچوں، اپنی بیویوں، دوستوں کو بھی روکو! رافضیوں کی مجلس میں ہرگز شرکت نہ کرو!۔ صفر کے آخری بدھ کو مسلمانوں کے گھر پوریاں پکائی جاتی ہیں، خوشی منائی جاتی ہے، اور لوگ عصر کے بعد ثواب کی نیّت سے جنگل میں تفریح کرنے جاتے ہیں، اور بعض جگہ اس دن پرانی مٹی کے برتن پھوڑ کر نئے خریدتے ہیں۔ یہ تمام باتیں اس لیے ہوتی ہیں کہ مسلمانوں میں مشہور یہ ہے، کہ آخری چہار شنبہ (بدھ) کو نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسلِ صحت فرمایا، اور تفریح کے لیے مدینہ منوّرہ سے باہر تشریف لے گئے تھے، وہ محض غلط ہے۔ ٢٧ صفر کو مرض شریف یعنی دردِ سر اور بخار شروع ہوا، اور ربیع الاوّل دو شنبہ (پیر) کے دن وفات ہوگئی، درمیان میں صحت نہ ہوئی [1]۔

خلاصۂ بحث

میرے دوستو بزرگو! قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علمائے کرام کی رَوشنی میں یہ بات ثابت ہوئی، کہ کوئی دن اور مہینہ منحوس نہیں، لہٰذا اس قسم کی جاہلانہ باتوں سے بچ کر اچھا گمان رکھنا چاہیے!۔

فائدہ

حضراتِ محترم! اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے شیخ عبد الحق محدّث دہلوی

(١) "اسلامی زندگی" پانچواں باب، مروّجہ رسمیں، ص٧٥-٧٦، ملتقطاً۔

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کتاب "ما ثبت من السُّنّة في أيّام السَّنَة"[۱] باب ماہِ صفر کا بیان، کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔

ماہِ صفر کے اہم واقعات

جہاد کی اجازت

عزیزانِ محترم! ۱۲ صفر ۲ھ تاریخِ اسلام میں وہ یادگار دن ہے، جس میں اللہ جل جلالہ نے مسلمانوں کو کفّار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی، اور یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: ﴿ أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴾[۲] "جن سے لڑائی کی جاتی ہے ان مظلوم مسلمانوں کو اب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے، اور یقیناً اللہ تعالی ان کی مدد پر قادر ہے!"۔ حضرت امام محمد بن شہاب زُہری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قول ہے، کہ جہاد کی اجازت کے بارے میں یہی وہ آیت ہے جو سب سے پہلے نازل ہوئی"[۳]۔

غزوۂ اَبواء

حضراتِ گرامی قدر! اس غزوہ کو "غزوۂ وَدّان" بھی کہتے ہیں، یہ سب سے پہلا غزوہ ہے، یعنی پہلی بار حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جہاد کے ارادہ سے ماہِ صفر ۲ھ میں، مہاجرین کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منوّرہ سے باہر نکلے۔ حضرت سیّدنا سعد بن عُبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا، حضرت سیّدنا امیرِ حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جھنڈا دیا، اور مقامِ "ابواء" تک کفّار کا

---

(۱) مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم، موچی گیٹ، لاہور۔

(۲) پ۱۷، الحجّ، ۳۹.

(۳) "الطبقات الكبرى" غزوة الأبواء، ۱/ ۳۵۰.

پیچھا کرتے ہوئے تشریف لے گئے، مگر کفّارِ مکہ فرار ہو چکے تھے، لہٰذا کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ یہاں چند روز ٹھہر کر قبیلہ بنوضمرہ کے سردار "مخشی بن عمرو ضمری" سے امدادِ باہمی کا ایک تحریری معاہدہ طے پایا، اور پھر وہاں سے مدینہ منوّرہ واپس تشریف لائے۔ اس غزوہ میں پندرہ ۱۵ دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منوّرہ سے باہر رہے[1]۔

واقعۂ بیرِ معونہ

عزیزانِ گرامی قدر! ماہِ صفر ۴ھ میں "بیرِ معونہ" کا مشہور واقعہ پیش آیا، ابوبراء عامر بن مالک بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے نہ تو اسلام قبول کیا، نہ اس سے کوئی نفرت ظاہر کی، بلکہ یہ درخواست کی کہ آپ اپنے چند منتخب صحابہ ہمارے دیار میں بھیج دیجیے، مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کر لیں گے، نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنِّي أَخْشَى أَهْلَ نَجْدٍ عَلَيْهِمْ» "مجھے نجدیوں سے اندیشہ ہے کہ میرے صحابہ کو ضرر پہنچائیں گے!"، ابوبراء نے کہا کہ میں آپ کے اصحاب کے جان ومال کی حفاظت کا ضامن ہوں! حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے سترّ ۷۰ منتخب صالحین کو (جو "قرّاء" کہلاتے تھے) بھیج دیا۔ یہ حضرات جب مقامِ "بیرِ معونہ" پر پہنچے تو ٹھہر گئے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سالارِ قافلہ حضرت سیّدنا حرام بن مِلحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط مبارک لے کر عامر بن طفیل کے پاس اکیلے تشریف لے گئے جو قبیلے کا رئیس اور ابوبراء کا بھتیجا تھا، اس نے خط کو پڑھے بغیر ہی ایک شخص کو اشارہ کیا، جس نے پیچھے سے نیزہ مار کر حضرت سیّدنا حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا، اور آس پاس کے قبائل یعنی رِعل وذکوان اور

(۱) "الطبقات الكبرى" غزوة الأبواء، ۱/ ۳۵۰.

عصیہ کو جمع کرکے ایک لشکر تیار کیا، جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا ان سے سامنا ہوا، اور جنگ شروع ہوئی تو کفّار نے حضرت سیّدنا عَمرو بن امیہ ضمری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سوا تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو شہید کردیا، حضرت سیّدنا عَمرو بن امیہ ضمری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مدینہ منوّرہ پہنچ کر، جب سارا حال دربارِ رسالت مآب صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم میں بیان کیا، تو اصحابِ بیرِ معونہ کی شہادت کی خبر سن کر، رسالت مآب صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس قدر عظیم صدمہ پہنچا کہ ساری حیاتِ طیّبہ میں کبھی اتنا رنج وصدمہ نہیں پہنچا تھا، چنانچہ حضورِ اکرم صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم مہینہ بھر تک قبائلِ رعل وذکوان اور عصیہ پر، نمازِ فجر میں بددعا کرتے رہے[1]۔

دعا

اے اللہ! ہم سب کو توہّمات سے بچا، ہمیں فرقہ واریت اور خانہ جنگی سے محفوظ رکھ، اسلام مخالف سازشوں کو ناکام بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، اس میں سستی وکاہلی سے بچا، ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوش دلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(١) "شرح الزرقاني على المواهب" بئر معونة، ٢/ ٤٩٦-٥٠١، ٥٠٣، ملتقطاً.

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

(جمعۃ المبارک ۷۰ صفر المظفّر ۱۴۴۱ھ/ ۲۵/۹/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

اتفاق واتحاد کی اہمیت

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام اتفاق واتحاد کا علمبردار ایک عالمگیر آفاقی دین ہے، اتفاق واتحاد سے جہاں قومی وملکی سلامتی اور ترقی نصیب ہوتی ہے، وہیں لوگوں میں باہمی محبت اور رَواداری کی فضا بھی قائم ہوتی ہے۔ دینِ اسلام اتحاد ویکجہتی کی دعوت دیتا ہے، اتحاد ہر طرح کی سعادت وبھلائی کی بنیاد، اور انسانی تعمیر وترقی کا سُتون ہے۔ آج تک جس قوم نے بھی عُروج وترقی کی منزل پائی ہے، وہ باہمی اتفاق واتحاد کی مرہونِ مِنّت ہے، مُعاشرے میں امن وامان، بھائی چارگی اور ہم آہنگی، اتفاق واتحاد ہی سے قائم ہوسکتی ہے۔ اللہ رب العالمین نے ہمیں کتاب وسنّت کی بنیاد پر باہم اتحاد واتفاق سے رہنے، اور تفرقہ بازی سے بچنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾[1] "سب مل کر اللہ کی رَسّی مضبوط تھام لو، اور آپس میں فرقوں میں مت بٹ جانا!"۔

حضراتِ گرامی قدر! اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیے کہ کسی بھی قوم کی کامیابی وکامرانی، ان کے باہمی اتحاد میں پنہاں ہے، جس طرح قطرے قطرے سے دریا اور سمندر بنتے ہیں، اسی طرح انسانوں کے اتحاد واتفاق سے ایک ایسی قوّت اور اجتماعیت تشکیل پاتی ہے، کہ اُس کے رُعب ودَبدَبے سے ہمارے دشمنوں پر بھی لرزہ طاری رہتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ﴾[2] "ان (جنگی تیاریوں) سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ، جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں، اور ان کے سوا کچھ اَوروں کے دلوں میں بھی، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے!"۔

اسی طرح حضور نبئ کریم ﷺ نے اتفاق واتحاد کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «عَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ؛ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ!»[3] "تم پر جماعت کے ساتھ (اکٹھے) رہنا لازم ہے؛ کیونکہ جو بکری اپنے ریوڑ سے الگ ہوتی ہے، بھیڑیا اُسی کو کھاتا ہے!"۔

اتحاد ایک قوّت اور دنیا وآخرت میں ایک عظیم نعمت ہے، رسول اللہ ﷺ

(١) پ٤، آل عمران: ١٠٣.

(٢) پ١٠، الأنفال: ٦٠.

(٣) "مستدرَك الحاكم" كتاب التفسير، ر: ٣٧٩٦، ٤/ ١٤٢٠. [قال الحاكم:] هذا حديثٌ صحيحُ الإسناد ولم يخرجاه. وقال الذهبي: صحيح.

نے فرمایا: «مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ، فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ!»[1] "جو جنّت کے عمدہ مقام پر اپنا ٹھکانا چاہتا ہو، اُسے چاہیے کہ اتحاد کے ساتھ رہے!"۔

اتحاد واتفاق کی بدَولت خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ کی مدد ونصرت بھی انسان کے شاملِ حال رہتی ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «يَدُ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ!»[2] "اللہ تعالی کی مدد اُمّت کے بڑے گروہ کے ساتھ رہتی ہے!"۔

میرے محترم بھائیو! باہمی اختلاف اور گروہ بندی کسی بھی قوم کی تباہی کا پہلا سبب اور بڑی وجہ ہوا کرتی ہے، اللہ رب العالمین دین میں الگ الگ راہیں نکالنے، اور گروہ بندیوں کا شکار ہونے والے بدبختوں سے شدید ناراض ہے، ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ إِنَّمَآ أَمْرُهُمْ إِلَى اللهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾[3] "وہ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے، اے حبیب! تمہیں ان سے کچھ تعلق نہیں، ان کا مُعاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے!"۔

مسلمانوں کی عظمت ورفعت

برادرانِ اسلام! اتفاق واتحاد میں بڑی برکت ہے، جب تک ہماری صفوں

---

(١) "سنن الترمذي" باب [ما جاء] في لزوم الجماعة، ر: ٢١٦٥، صـ٤٩٨. [قال أبو عيسى:] هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ من هذا الوجه.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الفتن، ر: ٢١٦٦، صـ٤٩٨. [قال أبو عيسى:] هذا حديثٌ غريبٌ لا نعرفه من حديث ابن عبّاس، إلّا من هذا الوجه.

(٣) پ٨، الأنعام: ١٥٩.

میں اتفاق واتحاد کی فضا برقرار رہی، کامیابی وکامرانی ہمارا مقدّر بنی رہی، ایک وقت وہ تھا جب قیصر وکِسریٰ جیسی طاقتیں بھی مسلمانوں کے سامنے سرنگوں تھیں، ہمارے آباء واَجداد اور اَسلافِ کرام کی ہیبت وجلال سے پہاڑ بھی سمٹ کر رائی ہوئے، راستے کی ہر رُکاوٹ کو وہ حضرات پیروں کی ٹھوکر سے رَوندھتے چلے گئے، انہوں نے بلادِ عرب سے لے کر ہندوستان تک فتح ونصرت کے پرچم لہرائے، اور کامیابیوں کا سفر طے کیا، لیکن جب ہم باہمی اِفتراق واِنتشار کا شکار ہوکر مختلف گروہوں میں بٹ گئے، تب ہماری طاقت وقوّت اور شان وشوکت کی عَبا تار تار ہوکر رہ گئی، کفّار ومشرکین کے دلوں سے ہمارا رُعب ودَبدَبہ جاتا رہا، ہماری عزّت وناموس کی پاسداری کا کسی کولحاظ نہ رہا، اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے سرِعام گستاخانہ خاکے بنائے اور شائع کیے جانے لگے، اور دنیا بھر میں ذلّت ورُسوائی ہمارا مقدّر نظر آتی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ﴾[1] "اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو! اور آپس میں نہ جھگڑو؛ کہ پھر بُزدلی کروگے، اور تمہاری بندھی ہوئی ہَوا (قوّت) جاتی رہے گی!"۔

"اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ باہمی تنازع، ضعف وکمزوری اور بے وقاری کا باعث ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہمی اختلاف سے محفوظ رہنے کی تدبیر، اللہ ورسول کی فرمانبرداری اور دین کا اِتّباع ہے"[2]۔

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ، یقین جانیے! اگر آج ہم اتفاق واتحاد کے اصول پر

(۱) پ ۱۰، الأنفال: ٤٦.

(۲) "خزائن العرفان" پ۱۰، الانفال، زیرِ آیت: ۴۶، ص۳۳۸، ملخصًا۔

دوبارہ کاربند ہوجائیں، اسلامی تعلیمات اور اعلیٰ انسانی واَخلاقی اَقدار اپنالیں، تو دنیا کی کوئی طاقت ہم پر غالب نہیں آسکتی؛ لہذا خود کو پہچانو کہ تمھارا مقام و مرتبہ کیا تھا، اور اب کیا ہوکر رہ گئے ہو! شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں: ع

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا![1]

میرے بھائیو! ضرورت صرف اس اَمر کی ہے، کہ ہم اپنے شاندار ماضی کو پیشِ نظر رکھ کر، اتحاد و یکجہتی کے پیغام کو عام کریں، اپنی کھوئی ہوئی عظمتِ رفتہ کو بحال کریں، اور غیروں کا آلۂ کار بننے کے بجائے ایک دوسرے کے دست وباز ُو بنیں؛ کہ اسی میں ہماری کامیابی ہے، ع

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

نِیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر![2]

ڈاکٹر محمد اقبال اور اتحادِ اُمّت

حضراتِ گرامی قدر! شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال اتحادِ اُمّت کے بہت بڑے داعی تھے، ان کے فلسفۂ خودی میں دینِ اسلام کا آفاقی پیغام ملتا ہے، آپ عمر بھر اُمّتِ مسلمہ کو جھنجھوڑتے اور متحد کرنے کی کوشش کرتے رہے، انہیں یہ باوَر کراتے رہے کہ تم اپنا مُوازنہ دیگر اَقوام سے نہ کرو؛ کیونکہ تمہاری حیثیت ان سے ممتاز اور جداگانہ ہے، ع

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، خطاب بہ جوانانِ اسلام، حصہ سوم، ص۲۰۴۔

(۲) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، دنیائے اسلام، حصہ سوم، ص۲۹۰۔

اپنی ملّت پر قیاس اَقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی![1]

عزیزانِ ملّت! اُمّتِ مسلمہ کے باہمی اتفاق واتحاد کے سلسلہ میں، ڈاکٹر اقبال کی خدمات اور دُور اندیشی کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، جب مغرب نے نیشنلزم (Nationalism) کا نعرہ بلند کیا، تب انہوں نے اپنی بے پناہ فراست سے، اسی وقت یہ جان لیا تھا کہ قومیّت کا یہ نعرہ اُمّتِ مسلمہ کا شیرازہ بکھیرنے کی ایک ناپاک سازش ہے، اور تاریخ گواہ ہے کہ ان کی یہ بات سچ ثابت ہوئی، سلطنتِ عثمانیہ ختم ہونے کے بعد اس کا سب سے زیادہ نقصان مسلم اُمّہ کو ہوا، اور آج تک ہوتا چلا آرہا ہے!۔

میرے عزیز ہم وطنو! استعماری قوّتوں نے اپنی شیطانی چالوں سے عالَمِ اسلام میں، نظریۂ قومیت کو راسخ کیا، اور پھر اس کے نتائج سے بھرپور فائدہ اٹھایا، نظریۂ قومیت کے زیرِ اثر مسلمان "وطن پرستی" کے جذبات سے اس قدر سرشار ہو گئے، کہ انہوں نے وطن کے مقابلے میں دین کو ثانوی حیثیت دینا شروع کر دی! ڈاکٹر اقبال نے اپنی دُور اندیشی اور وسیع النظری سے عالمی حالات کا بغور جائزہ لیا، اور ارشاد فرمایا کہ "مجھ کو یورپی مصنّفوں کی تحریروں سے، ابتدا ہی سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی تھی، کہ یورپ کی ملوکانہ اَغراض اس اَمر کی متقاضی ہیں، کہ اسلام کی وَحدتِ دینی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اس سے بہتر اَور کوئی حربہ نہیں، کہ اسلامی ممالک میں فرنگی نظریۂ وطنیت کی اِشاعت کی جائے"[2]۔

---

(۱) ایضاً، مذہب، حصہ سوم، ص۲۷۴۔
(۲) "مقالاتِ اقبال" جغرافیائی حدود اور مسلمان، فرنگی نظریۂ وطنیت، ص۲۶۳۔

اپنی وفات سے تقریباً دو ۲ ماہ قبل، 18 فروری 1938ء کو تحریر کیے جانے والے ایک مکتوب میں مزید فرمایا کہ "میں نے اپنی عمر کا نصف حصہ اسلامی قومیت اور ملّت کے اسلامی نکتۂ نظر کی تشریح وتوضیح میں گزارا ہے، محض اس وجہ سے کہ مجھ کو ایشیاء کے لیے اور خصوصاً اسلام کے لیے، فرنگی سیاست کا یہ نظریہ، ایک عظیم خطرہ محسوس ہوتا تھا"[۱]۔

حضراتِ محترم! ڈاکٹر اقبال کے خدشات آخر کار درست ثابت ہوئے، اور بالآخر نظریۂ وطن پرستی کے باعث، اُمتِ مسلمہ متعدّد قوموں اور فرقوں میں تقسیم ہوکر رہ گئی، متعدّد فوجی ڈکٹیٹرز (Military dictators)، صُدور اور وزرائے اَعظم، بادشاہ اور شُیوخ، ان چھوٹے چھوٹے زمینی ٹکڑوں کے سربراہ بن بیٹھے، اور انہوں نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر ملک وملّت کی سَودے بازی سے بھی گریز نہیں کیا۔ اس کے علاوہ یہود ونصاریٰ کی اسلام مخالف سازشوں کے باعث، فرقہ واریت کی آگ نے بھی مسلمانوں میں باہمی افتراق وانتشار کو مزید فروغ دیا!۔

اتحادِ اُمّت... وقت کی اہم ضرورت

میرے محترم بھائیو! عالمی حالات وواقعات کے تناظر میں، اسلامی ممالک کا باہمی اتحاد، آج وقت کی اہم ضرورت ہے۔ یہود ونصاریٰ ہماری نااتفاقی اور باہمی افتراق وانتشار سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں، وہ ہمارے ہی لوگوں کے ذریعے ہمیں اندر سے کمزور کرنے میں لگے ہیں، اگر ہم اپنی کھوئی ہوئی شان وشوکت اور عظمت ورفعت کو بحال کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں حق وباطل کو باہم خلط ملط ہونے سے بچانا ہوگا، سب سے پہلے اپنی ذات پر اسلامی اَحکام کو لاگو کرنا ہوگا، ورنہ ہم اسی طرح ذِلّت ورُسوائی کے عمیق گڑھوں

(۱) "روزنامہ نوائے وقت" 21 اپریل 2016ء، وطنی قومیت علّامہ اقبال کے حوالے سے۔

میں گرتے رہیں گے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے باہمی فُروعی اختلافات کو طاقِ نسیان میں رکھ کر، اُخوّت، وَحدت اور بھائی چارگی کے رشتہ کو مضبوط کریں، اپنی صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا کریں، اور ایک منظّم و متحد قوم بن کر اُبھریں؛ تاکہ کوئی غیر ہماری صفوں میں دَراڑ نہ ڈال سکے! اور ہمیں اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف استعمال نہ کر سکے! ؎

منفعت ایک ہے اِس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دِین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک![1]

میرے بھائیو! ہماری تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان دَرد و تکلیف میں ایک دوسرے کی مدد کو پہنچتے رہے، تب تک کوئی غیر انہیں میلی آنکھ سے دیکھ بھی نہیں سکتا تھا! مگر جب سے اسلامی ممالک نے ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیا، اور ہر مُعاملے کو ان کا یا اپنا اندرونی مُعاملہ قرار دینا شروع کر دیا، تب سے مسلمان زوال واِنحطاط پذیری اور ظلم وستم کا شکار ہیں!!۔

عزیزانِ محترم! کیا فلسطین، عراق، شام، یمن، مِصر، برما، افغانستان اور کشمیر میں مسلمانوں کا قتلِ عام، ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں ہے؟! کیا اب تک ہمیں یہود ونصاریٰ اور ہندوؤں کے اس گٹھ جوڑ کی سمجھ نہیں آئی؟! کیا اللہ ربّ العزّت اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس بات پر ہمیں آگاہ نہیں کیا تھا، کہ یہ لوگ کبھی تمہارے دوست نہیں

(۱) "کلیاتِ اقبال" بانگِ درا، جوابِ شکوہ، حصہ سوم، صـ۲۲۷۔

ہوسکتے ؟! اس کے باوُجود ہم ان کے ساتھ تعلقات بڑھانے کے لیے کیوں مرے جارہے ہیں ؟!دنیا بھر میں مسلمانوں کو شہید کیا جارہا ہے، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، مسلمان عورتوں کی عصمت دری کی جارہی ہے، لیکن اس کے باوُجود بظاہر ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا!آخر کیوں ؟کیا ہم اس قدر بے حس ہوچکے ہیں ؟!یا پھر ہم برائے نام مسلمان ہیں؟! حدیث شریف میں ہے: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ، تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى»[1] "مسلمان آپس میں پیار ومحبت، رحم وشفقت اور مہربانی برتنے میں ایک جسم کی مانند ہیں، کہ جس طرح جسم کا کوئی ایک حصہ بیمار پڑ جائے، تو سارا جسم اضطراب اور بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے"۔ لیکن اس کے باوُجود ہمیں ایک دوسرے کی تکلیف کا احساس کیوں نہیں ہوتا؟ کیا ہمارے ایمان کی آگ اس قدر سرد پڑچکی ہے ؟!

مقامِ صد افسوس ہے! کہ ساری دنیا کے کفّار ومشرکین تو دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں، لیکن ہم مسلمان آج بھی باہمی اختلافات کا شکار ہیں! ضرورت اس اَمر کی ہے کہ عالَمِ اسلام کے مسلمان اپنے اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر، کفر کے خلاف متحد ہو جائیں! اور دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں کی تکلیف کو محسوس کریں، ان کی ہر ممکن مدد کریں!۔

اسلام کا پیغامِ اتحاد اور اس کے تقاضے

حضراتِ ذی وقار! اسلام امن وسلامتی کا دین ہے، اس کا پیغامِ اتحاد واتفاق ہم سے اس بات کا متقاضی ہے، کہ سب مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب البرّ والصلة، ر: ٦٥٨٦، صـ١١٣١.

رہیں، قرآن وسنّت کے مطابق زندگی گزاریں، باہم تفرِقہ بازی اور لڑائی جھگڑوں کا شکار نہ ہوں، عالمِ اسلام کے مسائل کے سلسلہ میں مشترکہ لائحۂ عمل تشکیل دیں، عالمی سطح پر بیک زبان ہو کر ایک دوسرے کے لیے آواز بلند کریں، اپنی فوج اور سرمایہ کسی دوسرے اسلامی ملک کے خلاف ہرگز استعمال نہ ہونے دیں، ناگہانی آفات اور مشکل وقت میں اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کریں، ان کا ساتھ دیں؛ کیونکہ ہمارا مذہب ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «المْؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً»[1] "مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کے سہارے مضبوط رہتا ہے"۔

دعا

اے اللہ! ہماری نیک قیادت اور وَحدت میں برکتیں عطا فرما، اے اللہ! ہمارے اتحاد واتفاق میں برکتیں عطا فرما، بھلائی وکشادگی کو ہم پر قائم ودائم رکھ، امن، سکون اور ترقی عطا فرما، اے اللہ! ہمارے حکمرانوں کو ہمت وحَوصلہ اور توفیق دے کہ عالمِ اسلام کی صفوں میں اتحاد ویکجہتی کا فریضہ انجام دے سکیں، ہماری باہمی محبت واُلفت میں اضافہ فرما، ہمارے اعمالِ حسَنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، ہمارے کشمیری مسلمان بہن بھائیوں کو آزادی عطا فرما، کشمیر وفلسطین اور ہندوستان کے مسلمانوں کی جان ومال اور عزّت وآبرو کی حفاظت فرما، ان کے مسائل کو اُن کے حق میں خیر وبرکت کے ساتھ حل فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "صحيح البخاري" باب نصر المظلوم، ر: ۲٤٤٦، صـ۳۹٤.

تقلید کی شرعی حیثیت

(جمعۃ المبارک ۱۴ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ - ۲/۱۰/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبهِ أجمعين.

عزیزانِ محترم! تقلید کے لُغوی معنی "گلے میں ہار یا کوئی چیز ڈالنا، یا کسی کی پیَروی کرنے کے ہیں"[۱]۔ علمائے اُصول نے تقلید کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اس کی کئی تعریفات ذکر کی ہیں، ان میں سے بعض علمائے اُصول کا قول یہ ہے کہ "کسی کہنے والے کی بات دلیل جانے بغیر قبول کر لینا، تقلید کہلاتا ہے"[۲]۔

اَحکام کی قسمیں

اَحکام کی دو ۲ قسمیں ہیں: (۱) ایک عقلی، (۲) اور دوسری شرعی۔

---

(١) "القاموس المحيط" باب الدال، فصل القاف، صـ٣٣٦. "غیاث اللغات" باب التاء مع الدال، فصل تائے فوقانی مع قاف، ۱/۱۶۱۔

(٢) "التحرير" في أصول الفقه، المقالة ٣ في الاجتهاد ...إلخ، صـ٣٧٧. "مسلَّم الثبوت" مع "فواتح الرَّحموت" خاتمة، فصل التقليد، ٢/ ٤٣٢.

اَحکامِ عقلیہ

عقلی اَحکام میں تقلید جائز نہیں، جیسے صانعِ عالَم (خالقِ کائنات)، اور اس کی صفات کی معرفت۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے سچے ہونے کی معرفت... وغیرہ[1]۔

اَحکامِ شرعیہ اور اس کی قسمیں

اَحکامِ شرعیہ کی دو ۲ قسمیں ہیں: (۱) **پہلی قسم:** ضروریاتِ دین، جیسے پانچ ۵ نمازیں، روزہ، حج، زکاۃ، اسی طرح زِنا اور شراب کی حُرمت وغیرہ کے اَحکام۔ لہٰذا ان اَحکام میں تقلید جائز نہیں؛ کیونکہ ان کے جاننے میں سارے لوگ برابر ہیں، اس لیے ان اَحکام میں تقلید کی ضرورت نہیں۔

دوسری قسم: دین کے وہ اَحکام جنہیں نظر واستِدلال کے بغیر نہیں جانا جاسکتا، جیسے عبادات، مُعاملات اور نکاح وغیرہ کے فُروعی مسائل میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا ان مسائل میں تقلید کی جاتی ہے[2]۔

تقلیدِ شخصی اور غیر شخصی

تقلید کی تعریف کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ تقلید کی بھی دو ۲ قسمیں ہیں:

(۱) تقلیدِ شخصی، (۲) تقلیدِ غیر شخصی۔

تقلیدِ شخصی یہ ہے کہ ایک معیّن مذہب کو اپنایا جائے، جو کسی معیّن امام سے منسوب ہو۔

تقلیدِ غیر شخصی یہ ہے کہ تمام مسائل میں ایک معیّن مذہب کی پابندی نہ

---

(۱) "الفقيه والمتفقّه" باب الكلام في التقليد وما يسوغ منه، ۲/ ۱۲۸.

(۲) المرجع نفسه، ۲/ ۱۳۲.

کرے، بلکہ ایک مسئلہ کسی مجتہد کا لے، اور دوسرا مسئلہ کسی اَور مجتہد سے لے لے۔

تقلید کا ثبوت، قرآنِ کریم کی روشنی میں

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾[1] "اے ایمان والو! اللہ ورسول، اور جو تم میں سے حکومت والے ہیں، (حق کے مُوافق اَحکام میں) اُن کی اِطاعت کرو!"۔

مزید فرمایا: ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[2] "اگر تم نہیں جانتے، تو اہلِ علم سے پوچھو!"۔

تقلید کا ثبوت، حدیثِ نبوی کی روشنی میں

(ا) حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ "ہم کسی سفر میں تھے، کہ ایک ساتھی کے سر میں پتھر آکر لگا، جس سے اس کا سر شدید زخمی ہوگیا، پھر اسے اسی حالت میں احتلام بھی ہوا، اس نے دیگر ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میرے لیے شریعت میں تیمم کی اجازت ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہماری معلومات کے مطابق آپ تیمم نہیں کرسکتے؛ کیونکہ پانی موجود ہے، سواُس نے غسل کیا، جس کے باعث وہ وفات پاگیا، جب ہم نے نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اس بات کا ذکر کیا، تو رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «قتلوهُ قتلَهم اللهُ! ألَا سألُوا إذ لَم يعلمُوا؛ فإنّما شِفاءُ العِيِّ السُّؤالُ!»[3] "اللہ انہیں مارے جنہوں نے اسے مار ڈالا! جب انہیں معلوم نہیں

---

(۱) پ۵، النساء: ۵۹.

(۲) پ۱٤، النحل: ٤٣.

(۳) "سنن أبي داود" كتاب الطهارة، باب المجدور يتيمّم، ر: ٣٣٦، صـ٦١.

تھا تو اہلِ علم سے مسئلہ کیوں نہیں پوچھ لیا؛ کہ مرضِ جَہل کا علاج پوچھنے میں ہے!"۔

(۲) حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «اقْتَدُوا بِاللّذَينِ مِن بعدِيْ: أَبِي بَكرٍ وعمرَ»[1] "میرے بعد ابوبکر وعمر کی پیروی کرنا"۔

(۳) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالی علیہ حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے، جب حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا، تو ارشاد فرمایا: «كيف تقضِي إذا عُرِضَ لكَ قضاءٌ؟» "اے مُعاذ! جب تمہارے پاس کوئی مقدّمہ پیش کیا جائے تو کیسے فیصلہ کرو گے؟" حضرت سیّدنا مُعاذ رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی: کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «فإن لم تجِدْ في كتابِ الله؟» "اگر تم کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو پھر؟" عرض گزار ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سنّت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ پھر مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «فإن لم تجِدْ في سنّةِ رسولِ الله؟» "اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سنّت میں بھی نہ پاؤ تو؟" عرض کی کہ پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہیں کروں گا!۔ تب نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کے سینے پر پیار سے ہاتھ مبارک مار کر فرمایا: «الحمدُ لله الّذِي وفّقَ رسولَ رسولِ الله، لِمَا يُرضِي رسولَ الله!»[2] "اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نائب و قاصد کو، اُس بات کی توفیق دی جس نے اللہ کے رسول کو خوش کیا!"۔

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ۳۶۶۲، صـ۸۳٤. [قال أبو عيسى:] هذا حديثٌ حسنٌ، وفيه عن ابن مسعود.
(۲) "سنن أبي داود" باب اجتهاد الرأي في القضاء، ر: ۳۵۹۲، صـ۵۱٦.

تقلید کا ثبوت، اقوالِ علماء کی روشنی میں

علّامہ ابو العباس شہاب الدین قَرافی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "عام آدمی پر معتبر مجتہد کی تقلید واجب ہے"[(۱)]۔ علّامہ ابنِ نُجیم مِصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "اس بات پر اِجماع واتفاقِ امّت منعقد ہو چکا ہے، کہ جو حکم چاروں ائمہ کے مذاہب کے خلاف ہو، اُس پر عمل نہ کیا جائے"[(۲)]۔

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "مذاہبِ حق صرف چار ۴ ہی باقی رہ گئے ہیں، لہٰذا اَب ان کا اِتّباع سوادِ اعظم کا اتّباع ہے، اور ان سے اختلاف سوادِ اعظم سے اختلاف ہے"[(۳)]۔

چار مذاہب میں سے کسی ایک کی پیروی کیوں ضروری ہے؟

امام اہلِ سنّت امام احمد رضا قدّس سرّہٗ[(۴)] نے تحریر فرمایا کہ "میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی کی طرف سے ہے: فُروعی مسائل میں "عامّی" کو کس بات کا حکم دیا جائے

---

(۱) "شرح تنقيح الفصول" الباب ١٦ في الخير، الفصل ٩، صـ٣٧٩.

(٢) "الأشباه والنظائر" النوع ٢ من القواعد، القاعدة الأولى، صـ١١٩.

(٣) "عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد" المقدّمة، صـ١٣.

(۴) اعلیٰ حضرت کی مملوکہ "ردالمحتار" للعلّامہ شامی، جلد اوّل کے اخیر میں منسلک اَوراق کے ایک صفحہ پر، خود اعلیٰ حضرت کی مبارک تحریر سے شب سہ شنبہ ٦ ربیع النور ١٣٩٨ھ کو، میں نے مولانا عبد المبین صاحب نعمانی کی معیت میں نقل کیا ہے، عربی مضمون امام احمد رضا کا ہے، توضیحی ترجمہ میں نے کیا ہے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مضمون اعلیٰ حضرت نے کسی سوال کے پیشِ نظر تحریر کیا ہے، اور اس کمال ایجاز واختصار کے باوُجود، اُصولِ شرع پر مبنی مضبوط دلیلِ عقلی سے ثابت کر دکھایا ہے، کہ عامّی کے لیے امامِ معیّن کی تقلید ضروری ہے۔ دَورِ حاضر میں بھی یہ اِفادہ، چراغِ راہ اور دلیلِ منزل کی حیثیت رکھتا ہے! واللہ يهدي مَن يشاء إلى سَواء السّبيل!.
محمد احمد اعظمی مصباحی دار العلوم ندائے حق، جلال پور، فیض آباد، ١٩ ربیع النور ١٣٩٨ھ

گا؟ عامّی سے میری مراد ہر وہ شخص ہے، جو مجتہد نہ ہو، نہ ہی نقد و ترجیح میں نظر کی صلاحیت رکھتا ہو، جیسا کہ زمانۂ صحابہ کے بعد قُرونِ سابقہ میں عامّۂ امّت کا حال ہے، اور اب صدیوں سے ساری امّت کا یہی حال ہے (ان میں علماء، محدثین، ذمّہ دارانِ فتویٰ، اُدباء، بُلغاء وغیرہم سبھی لوگ ہیں)۔

(۱) توکیا عامّی اجتہاد کرنے پر مامور ہو گا؟ یہ تو ایسی بات کا حکم ہے جو اس کی طاقت سے باہر ہے، ساتھ ہی ارشادِ باری تعالیٰ (: "اے لوگو علم والوں سے پوچھو! اگر تمہیں علم نہ ہو") کے مخالف بھی ہے۔

(۲) یا اسے تقلید کا حکم دیا جائے گا؟ مگر اس طرح کہ دلائل میں نظر اور اَقوال کی چھان بین بھی کرے، جیسا کہ اَربابِ وُجوہ (تخییر)، اہلِ اِفتاء اور اصحابِ ترجیح کی شان تھی۔ یہ بھی اس کے بس میں نہیں، انہیں تو اللہ تعالیٰ نے بس یہ حکم دیا کہ "علماء کی طرف رُجوع کریں!" اس پر مامور نہ فرمایا کہ علماء سے پوچھیں، پھر ان کے اَقوال کی چھان بین کر کے، جو اِن کی نظر میں زیادہ راجح ہو، اسے اختیار کریں۔

اس تقدیر پر تو یہ بھی واجب ہو گا، کہ عامّی "کسی ایک امام" کے فتوے پر کبھی اطمینان نہ کرے، بلکہ اس پر لازم کیا جائے گا کہ متعدّد ائمہ سے دریافت کرے؛ تاکہ چھان بین اور اختیارِ اَرجح کا عمل ممکن ہو (اس لیے کہ چھان بین اور انتخاب اُسی وقت ہو سکتا ہے جب متعدّد اَقوال ہوں، اگر صرف ایک امام کا قول ہو تو تنقید، اور مختلف اَقوال میں سب سے زیادہ راجح کے اختیار و انتخاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!)۔

(۳) یا اسے یہ حکم دیا جائے گا کہ ہر مسئلہ میں جس مذہب پر چاہے عمل کرے؟ اس سوال پر اگر یہ کہا جائے کہ ہر مذہب اور ہر امام کی پیروی کا اختیار نہ ہو گا،

بلکہ صرف ائمۂ اربعہ میں سے جس کی چاہے، جس مسئلہ میں چاہے تقلید کرے۔ تو ہم پوچھیں گے کہ آخر ائمۂ اربعہ کی تخصیص کیوں؟ اور تمہاری طرح ہم بھی یوں کہیں گے، کہ اللہ تعالی نے تو انہیں بس علماء سے پوچھنے کا حکم دیا ہے، ان کے لیے چار ۴ اماموں کی تخصیص تو نہیں فرمائی! پھر اگر تم تخصیص کرتے ہو تو یہ اپنی طرف سے تمہاری قانون سازی اور شریعت گری ہے! تو واجب ہوا کہ حکم مطلق رکھا جائے! اور علماء میں سے ہر عالم کے مسئلہ و مذہب پر اسے عمل کرنے کا اختیار ہو!۔

جب ایسا ہوا تو تمام تر اجتہادی مسائل باطل ہو گئے؛ کیونکہ علماء میں داؤد ظاہری، اس کے متبعین، اور جامد محدثین بھی ہیں، یہ سب تمامی قیاسات کے منکر ہیں (اس لیے ان کے نزدیک قیاس سے مستنبط تمام اجتہادی مسائل باطل ہیں، اور عامّی جب کسی ایسے ہی عالم کی تقلید کرے گا تو سارے مسائلِ اجتہادیہ، اس کے نزدیک بھی باطل ہو جائیں گے!)۔

پھر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو وُجودِ اِجماع کے منکر ہیں، کچھ اِجماع کے علمِ یقینی کے منکر ہیں، کچھ اس کے حجّت اور دلیلِ شرعی ہونے کے منکر ہیں، عامّی کو اختیار ہے کہ جس کی چاہے تقلید کرے، تو تمام مسائلِ اِجماعیہ بھی رُخصت ہوئے!۔

پھر علماء ایسے بھی ہیں جو اَحادیثِ آحاد کو مطلقًا نہیں مانتے، اب تو احادیثِ مبارکہ میں سے بھی اکثر جاتی رہیں! بس قرآنِ عظیم رہ گیا اور احادیثِ متواترہ!۔

(۴) پھر ہر نص روایۃً قطعی ہے دِرایۃً قطعی نہیں؛ اس لیے کہ خود علماء کا نظم ومعنی سے متعلق اُصول میں بے حد اختلاف ہے (جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ لفظ آیت وحدیث کے قطعی ہونے کے باوُجود، ہر معنی مُراد قطعی نہ رہے گا؛ اس لیے کہ اختلافِ

علماء شُبہ وظنّیت پیدا کر دیتا ہے، البتہ قطعی وہ معنی ہو گا جس کا بیان خود شارِع کی طرف سے تواتُراً منقول ہو) لہٰذا اَب تو قرآن اور اَحادیثِ متواترہ میں سے بھی اکثر حصہ رُخصت ہوا۔ بس متواترِ مفسَّر باقی رہ گیا (یہ ہے ایسی تقلیدِ عام ماننے کا نتیجہ کہ سارے مسائلِ اجتہادیہّ، تمام مسائلِ اِجماعیہ، جملہ احادیثِ آحاد، اکثر احادیثِ متواترہ، بیشتر آیاتِ قرآنیہ، سب ناقابلِ عمل! ولا حولَ ولا قوّةَ إلّا باللہ العظیم! پھر تو انسان بالکل آزاد اور لَغو وبے کار ہو کر رہ جائے گا!)۔

لہٰذا لازم ہے کہ کسی ایک امامِ معیّن کی تقلید سے مقیّد کریں؛ تاکہ نظامِ دِین خراب اور مختل نہ ہو! اللہ تعالی ہی ہادی ہے، ہدایت یافتہ حضرات کے راستہ کی طرف!۔

یہ بھی ضروری ہے کہ یہ امامِ معیّن ایسا ہو، جس کے مذہب کا منقول وتدوین شُدہ حصہ، عام ضروریات اور نَوپَید واقعات کے لیے کافی ہو۔ اس منزل میں بجز ائمۂ اربعہ (امامِ اَعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالی عنہم کوئی نہیں، تو لوگوں پر خاص کر ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے، یہی ہمارا مقصود ہے! واللہ تعالی اعلم"۔

خلاصۂ کلام

اِن تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے، کہ ایک عام آدمی (جو مجتہد نہیں) اس پر کسی نہ کسی اِمام کی پیَروی لازم ہے، اگر غیرِ مجتہد شخص کسی اِمام کی پیَروی نہیں کرے گا، تو وہ دین پر عمل کیسے کرے گا؟! نتیجۃً گمراہ ہو جائے گا؛ کیونکہ قرآن وحدیث کو براہِ راست سمجھنا ہر ایک کے بس میں نہیں، اور تمام آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ طیّبہ پیش نظر ہوں، یہ غیر مجتہد کے لیے ممکن نہیں، لہذا عامّی پر تقلید واجب ہے!۔

اس عملِ خیر واعتقاد ونظریہ کو، کفر وشرک وبدعت وباطل سمجھنا، سراسر ظلم، زیادتی اور اپنے آپ کو گمراہی بلکہ کفر میں مبتلا کرنے کے مترادِف ہے۔

دینِ اسلام میں اجتہاد کی اجازت تو ہے، پر ہر ایک کے لیے نہیں؛ کیونکہ اگر ہر شخص کو اجتہاد کی اجازت مل جائے، اور وہ اپنے مزاج ومنشا کے مطابق شرعی اَحکام میں فتویٰ صادر کرنے لگے، تو اس طرح شریعت بچوں کا کھیل بن کر رہ جائے۔ لہذا ائمہ وفقہاء نے اجتہاد کی شرائط مقرّر کر رکھی ہیں، اور مجتہد کے لیے مخصوص صلاحیتوں کا حامل ہونا بھی ضروری قرار دیا ہے!۔

فتنۂ انکارِ تقلید

اجتہاد کے بارے میں ہمارے زمانے کے بعض تجدّد پسند ٹیڈی اسکالرز نے، کئی قسم کی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں، ایک بنیادی غلط فہمی ان کی طرف سے، اجتہاد کی تعریف میں پھیلائی گئی، ان کے ہاں لفظ "اجتہاد" کے معنی کوشش کرنا ہے، جس کا مفہوم آزاد رائے دینا (مادر پدر آزادی) ہے۔ یہیں سے غَلطی کا آغاز ہوتا ہے، اور اس بنیاد پر جو عمارت کھڑی ہوتی ہے وہ بھی غلطیوں کا مجموعہ ہوا کرتی ہے۔

اب ہم یہاں تجدّد پسندوں کے طریقۂ واردات پر کچھ رَوشنی ڈالتے ہیں؛ تاکہ ان کو پہچاننا آسان ہو؛ کیونکہ بسا اوقات ان کی یہ تجدّد پسندی، کفر، اِلحاد اور گمراہی کے عمیق گڑھے تک لے جاتی ہے، مثلاً:

(ا) قرآنِ مجید سمجھنے پر زور دیا جائے، لیکن اس طرح کہ جس ہستی پر قرآنِ پاک نازل ہوا، اور جن کے ذمّہ اس کی وضاحت تھی، دینِ متین میں اس کے کردار، اور اس کی تبیین (حدیث وسنّت) دونوں کو اہمیت نہ دی جائے۔

(۲) حدیث و سنّت کو بے اعتبار ٹھہرا دیا جائے۔

(۳) علماء کی تحقیر اور ان کو گالی دینا؛ کیونکہ ان گمراہ اور ملحدین کے نزدیک، علماء ہی مسلمانوں میں ساری خرابیوں کی جڑ ہیں، اور مسلم مُعاشرے سے ان کا خاتمہ اور ان کو غیر مؤثر کرنا بہت ضروری ہے۔

(۴) مسلمان اگر اپنے وطن کا دِفاع کریں تب بھی اسے جہاد نہ سمجھنا، بلکہ اسے دہشتگردی قرار دیا جائے۔

(۵) اَسلاف کی بے ادبی۔

(۶) اِجماع کا انکار۔

(۷) دعوتِ دین کے ایک ایسے تصوّر کی حمایت جو مُفاہمت، مسکینی (معذرت خواہانہ انداز) اور گوسفندی (خوف اور بُزدلی) پر مبنی ہو، اور جس میں عزیمت، نہی عن المنکَر، جہاد، نفاذِ دین، اور غلبۂ اسلام کا ذکر تک نہ ہو۔

(۸) شریعت پر عمل کیا جائے، اور فقہِ اسلامی کو چھوڑ دیا جائے۔

(۹) تقلیدِ ائمہ کی مذمّت کر کے لوگوں کو اپنے پیچھے لگایا جائے۔

اس جدّت پسندی اور اِلحاد فی الدین کی ابتداء، دراصل مخالفتِ تقلید سے ہوئی، اور برصغیر میں ایک تحریک "تحریکِ ترکِ تقلید" چلائی گئی۔ اگر علماء و مشایخِ اہلِ سنّت، اور ہندوستان میں بالخصوص امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس تحریک کا راستہ نہ روکتے، تو شرق تا غرب اس گمراہ کن تحریک کی لپیٹ میں آچکے ہوتے، اور برِ صغیر میں تو حنفی مسلمانوں کا صفایا ہی ہو چکا ہوتا۔ چنانچہ امام احمد رضا خان رحمہ اللہ ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "یا معشرَ المسلمین! یہ فرقۂ غیر مقلدین جو تقلیدِ ائمۂ دین

کے دشمن ہیں، اور بے چارے عوامِ اہلِ اسلام کے رَہزن ہیں، مذاہبِ اربعہ کو چوراہا بتائیں! ائمۂ ہُدیٰ کو اَحبار ورُہبان ٹھہرائیں! سچے مسلمانوں کو کافر مشرِک بنائیں! قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا پَرکھنا، ہر عامّی جاہل کا کام نہیں، بے راہ چل کر، بیگانہ مچل کر، حرامِ خدا کو حلال کر دیں! حلالِ خدا کو حرام کہیں! ان کا بدعتی، بدمذہب، گمراہ بے ادب ضالّ مضِلّ غوی مبطل ہونا، نہایت جلی واَظہر ہے، بلکہ عندالاِنصاف یہ طائفۂ تالفہ فِرقِ اہلِ بدعت میں سے ہے"[1]۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں تجمّد اور تجدّد کا راستہ چھوڑ کر اعتدال کا راستہ اپنانا چاہیے، ہمیں اسلام کو جدید بنانے کی ضرورت نہیں، ع

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو! چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چُرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تُونے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے، یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا!
ہائے مسافر دَم میں نہ آنا! مَت کیسی متوالی ہے![2]

حقیقت یہ ہے کہ شرعی اجتہاد محض کوشش کرنے، اور رائے زنی کا نام نہیں، نہ اجتہاد کا مطلب کسی پرانے حکم کو منسوخ کرکے نیا حکم گھڑنا ہے، بلکہ اجتہاد شریعتِ

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الصّلاۃ، باب الاِمامۃ، رسالہ "النهي الأكيد" ۵/۳۵۹۔
(۲) "حدائقِ بخشش" "سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے، حصّہ اوّل، ص۱۸۵۔

اسلامیہ میں کسی فقیہ کا کسی حکمِ شرعی ظنّی کو، استنباط (نتیجہ حاصل) کرنے کے لیے پوری کوشش کرنے کا نام ہے[۱]۔

کوئی بھی درپیش مسئلہ جس کا واضح حکمِ شرعی، کتاب وسنّت میں نہ مل سکے، مآخذِ شریعت کی چھان بین کرکے، نظائر واَمثال پر غور وفکر کے بعد، اس کا حل پیش کرنا "شرعی اجتہاد" کہلاتا ہے۔

دوسری غلط فہمی

دوسری غلط فہمی یہ پھیلائی گئی ہے، کہ شاید آزادانہ اجتہاد کی حُدود میں تمام مسلّماتِ شریعت بھی داخل ہیں، حالانکہ جن مسائل میں نُصوصِ قطعیہ موجود ہوں، وہ ہر زمانے میں دائرۂ اجتہاد سے خارج رہے ہیں، اجتہاد صرف اُن مسائل تک محدود رہتا ہے جو نہ منصوص ہوں (یعنی وہ اَحکام جو واضح طور پر قرآن یا حدیث میں بیان نہ کیے گئے ہوں) نہ اِجماعی ہوں (یعنی جن مسائل کے حل اور تشریح پر ہر زمانے کے علمائے اُمّت متفق نہ ہوں)۔

آسان الفاظ میں یوں سمجھیے کہ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویّہ میں جو اَحکامِ شرعیہ، واضح ومنصوص بیان ہو چکے، وہ اُمّت کے لیے ہر حال میں واجب الاِطاعت ہیں، وہ مسائل اجتہاد کے دائرے سے بالاتر ہیں۔ہاں اگر کسی مسئلے میں احادیثِ مبارکہ کے مابین کچھ تعارُض ہے، یا اس پر قرآنِ کریم کی دلالتِ قطعی موجود نہیں، نہ علمائے اُمّت کا ایسے مسائل میں کوئی اِجماع موجود ہے، جیسے وہ

---

(۱) "التحرير" المقالة الثالثة في الاجتهاد، صـ٣٦١. "فواتح الرَّحموت" خاتمة، ٢/ ٤٠٤. "كتاب التعريفات" باب الألف، صـ١٣.

مسائل جو جدید تمدّن کی پیداوار ہیں، جبکہ سابقہ فقہِ اسلامی کے ذخائر میں بھی ان کا واضح ذکر نہیں ملتا، نہ نفیًا نہ اِثباتًا۔ یا وہ اجتہادی مسائل ہوں (یعنی وہ عملی اور فُروعی اَحکام، جن میں کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو) ان میں اجتہاد کی اجازت ہے۔ جدید زمانے کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے، شریعتِ اسلامیہ کی رَوشنی میں ان مشکلات کا حل، اجتہادی صلاحیت رکھنے والے جیّد علمائے کرام کا فریضہ ہے، یہ حضرات قدیم مسائل کی رَوشنی میں، قیاس واجتہاد کے ذریعے، نئے اَحکام کا فیصلہ کرتے ہیں۔

شرائطِ مجتہد واجتہاد

عہدِ رسالت میں مسائل کا حل قرآنِ کریم سے ہوتا، یا پھر فرمانِ نبوی سے، دَورِ نبوّت کے بعد فُتوحاتِ اسلامیہ کے ساتھ ساتھ نئے نئے مسائل بھی جنم لیتے رہے، جن کے حل کے لیے فقہائے کرام نے قرآن وسنّت کو سامنے رکھتے ہوئے، قواعد وضوابط مرتَّب کیے، اور نئے مسائل کے "اجتہادی حل" تجویز فرمائے۔ ان میں سے چار ۴ فقہی مذاہب مستقل مدوَّن ہوئے، جو فقہِ حنفی، فقہِ مالکی، فقہِ شافعی اور فقہِ حنبلی کے نام سے مشہور ہوئے۔ تشریعِ اسلامی کی تاریخ، فقہی دَور کی تکمیل، اور ہر زمانے میں جدید مسائل پر کتابوں کی تصنیف، اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ جن مسائل میں کتاب وسنّت کے نُصوص موجود نہیں، ان میں اجتہاد کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے، چنانچہ اُمّت اسی اُصول پر کاربند رہی، اور یہی روایت آج تک چلی آرہی ہے۔

دوسری بات کہ جدّت پسندوں کی طرف سے، جو اجتہاد پر اِصرار کیا جاتا ہے، اور جس طرح عام لوگوں کو اجتہاد کی رغبت دلائی جاتی ہے، اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید اجتہاد کوئی عبادت ہے، جس کے لیے لوگوں کو خوب شَوق دلایا جارہا

ہے! حالانکہ اجتہاد کوئی مٹھائی نہیں، بلکہ ایک بہت بڑی ذمّہ داری ہے، اور اس کے لیے سخت ترین شرائط ہیں۔ علمائے اُصول نے کتبِ اُصول میں اجتہاد کی چند شرائط ذکر کی ہیں، جن کا ایک مجتہد میں پایا جانا بہت ضروری ہے، مثلاً:

(۱) عربی لغت سے اتنی واقفیت ہو کہ کسی بھی عربی کلام کے معنی بخوبی سمجھ سکے۔

(۲) ان علوم سے واقفیت ہو جن کے بغیر عربی کلام کے معنی سمجھے نہیں جاسکتے۔

(۳) قرآنِ کریم، حدیثِ پاک، اِجماعِ اُمّت اور اُمّت کے اِجماعی واجتہادی مسائل جو پہلے سے طے شدہ ہیں، ان کا مکمل علم ہو۔

(۴) فقہِ اسلامی کی کتب سے واقفیت اور فہمِ کتاب وسنّت کے لیے، جن علوم کی ضرورت ہے اُن میں مہارت ہو، خصوصاً علمِ اُصولِ فقہ میں کامل بصیرت ہونا لازم ہے، اس کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں چلا جاسکتا!۔

(۵) ان آیات وروایات کا علم ہو جن میں اَحکام کا بیان ہے، یہ تقریبًا پانچ سو ۵۰۰ آیات، اور تین ہزار احادیث ہیں۔

(۶) اجتہاد کے اُصول وقواعد، اَحکامِ شرع کے مَصالح ومَقاصد، ماحول، مُعاشرے اور زمانے کے حالات وضروریات کا علم ہو۔

(۷) بالغ نظری اور دقیقہ رَسی کے ساتھ ساتھ، تقویٰ، خشیتِ الٰہی اور دینِ خداوندی کے ساتھ کامل اِخلاص بھی ہو۔

(۸) ناسخ ومنسوخ کا علم وافر رکھتا ہو۔

(۹) دلائل پر غور وفکر کرکے اَحکام کے استنباط کا ملکہ (مہارت) بھی ہو[1]۔

یہ وہ چند شرائط ہیں جن کا ایک مجتہد میں پایا جانا بہت ضروری ہے۔ اب اگر ان شرائط کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ زمانے کے سیلف میڈ (Self Made) عظیم مجتہدین، یا مجدّدین ومتجددین کی علمی حالت دیکھی جائے، اور یہ کہ کیا ان میں اجتہاد کی صلاحیت، یا مجتہد کی کوئی شرط پائی بھی جاتی ہے؟! تو غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ علومِ شرعیہ میں رُسوخ ومہارت تو دُور کی بات ہے، ان میں سے کسی نے دین کی باقاعدہ تعلیم بھی حاصل نہیں کی، اکثر صرف بی اے (B.A)، ایم اے (M.A) کرکے لفظِ ڈاکٹر کا سابقہ لگاکر، عینک اور واسکٹ پہن کر، ٹی وی (T.V) پر آبیٹھے ہیں، اور ان کی تحقیق کیا ہے؟ بھان متی کا کنبہ ہے!! سارے مآخذِ دینِ اسلام کو سامنے رکھتے ہوئے، نئے مسائل کے حل کے بارے میں ایک رائے قائم کرنے کی صلاحیت تو درکنار! ان میں سے اکثر اتنی قابلیت بھی نہیں رکھتے کہ بغیر ترجمہ کے قرآن وحدیث کا مطالعہ بھی کر پائیں! یا دو ۲ سطریں عربی میں صحیح طور پر لکھ بھی سکیں، پھر بھی جرأتِ اختلاف اتنی کہ فقہائے اُمّت اور صحابۂ کرام کے فہم وشرح کو غلط قرار دیے جاتے ہیں!!۔

فتنۂ غامدیت

ان کے نزدیک اجتہادی کوششیں صرف فُروعی یا اجتہادی مسائل میں ہی منحصر نہیں، کہ ان کو کسی درجہ میں اختلاف کی اجازت دی جاسکے، بلکہ متفقہ ومنصوص

---

(۱) مزید تفصیل کے لیے علّامہ ابنِ عابدین شامی کا رسالہ "شرح عقود رسم المفتي"، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کا رسالہ "عقد الجِيد في أحكام الاجتهاد والتقليد"، اور امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا کا رسالہ "الفضل الموهبي في معنى: إذا صحّ الحديث فهو مذهبي" مطالعہ کیجیے!۔

مسائل کو بھی سرے سے اختلافی بنانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ سارے اختلاف کی وجہ کیا ہے ؟ محض جدّت پسندی، احساسِ کمتری اور تَن آسانی۔ اس کے لیے مذاہبِ فقہاء سے چھانٹ چھانٹ کر رخصتیں تلاش کرتے ہیں، قرآن وحدیث کی معنوی تحریف (تفسیر بالرائے اور مَن مانی تشریح) کرتے ہیں۔ آخراِن کے اس خود ساختہ اجتہاد کی علمی بنیاد کیا ہے ؟ دو ڈھائی سو اردو میں لکھی ہوئی، یا اردو انگریزی میں ترجمہ شدہ کتابیں، چار پانچ ڈکشنریاں، اور ایک بہکا ہوا نفس اور عقلِ مخدوش! ع

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مؤمن کو غلامی کے طریق(۱)

ان ٹیڈی مجتہدین کے ہاں عموماً ساری جرأت اور اجتہاد کا انحصار، صرف عقل پر ہوتا ہے، ہم مانتے ہیں کہ بلاشبہ عقل نورِ فروزاں ہے، مگر اس کے لیے ایک خاص دائرہ ہے، عقل ان اُمور کا اِدراک نہیں کر سکتی جو وحی کی آنکھ سے نظر آتے ہیں، عقل کے لیے یہی فخر کافی ہے کہ وہ وحی کے بیان کردہ حقائق کا ٹھیک اِدراک کرلے، اور ان حقائق کی بلند حکمتوں، گہری مصلحتوں، اور باریک اَسرار وعِلل کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو جائے۔ جس طرح نُصوصِ وحی کے نہ ہونے کی صورت میں بھی، عقل سے کام نہ لینا خالص حماقت وکوتاہی ہے، اسی طرح منصوص وحی کے

(۱) "ضربِ کلیم" اجتہاد، ص۱۴۔

ہوتے ہوئے بھی، عقل کو ہر چیز میں مقدَّم رکھنا بڑی گھناؤنی جسارت ہے، صحیح راستہ ان دونوں کے درمیان سے گزرتا ہے، اور وہی صراطِ مستقیم ہے!۔

دَورِ حاضر کے فتنوں میں سے ایک فتنۂ غامدیت بھی ہے، مسٹر جاوید غامدی کے جو بھی نظریات ہیں وہ یقیناً اُن کے خود ساختہ ہیں، سلَف صالحین کے ہاں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی!۔

حضرت علّامہ مفتی محمد وسیم اختر مدنی -سلّمہ الباری- تحریر فرماتے ہیں کہ "اسلام کے مختلف اَدوار میں جنم لینے والے بہت سے فتنوں، مثلاً خوارج، روافض، معتزلہ، باطنیہ، بہائیہ، بابیہ، وہابیہ، قادیانیہ اور منکِرینِ حدیث وغیرہم کی طرح، پاکستان میں چند برس پیشتر ایک نئے فتنے نے سر اٹھایا ہے، جو جدّت پسندی کی کوکھ سے برآمد ہوا ہے، اور اس نے اسلام کے متوازی ایک مذہب کی شکل اختیار کر لی ہے، جس کا نام "فتنۂ غامدیت" ہے۔

یہ دورِ حاضر کا ایک جدّت پسند گروہ (Miderbusts) ہے، جس نے مغرب سے مرعوب ومتاثر ہوکر دینِ اسلام کا جدید ایڈیشن تیار کرنے کے لیے، قرآن وحدیث کے الفاظ کے مَعانی، اور دینی اصطلاحات کے مَفاہیم بدلنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

برصغیر پاک وہند میں جدّت پسندی کی آڑ میں، دینی مسلّمات میں تحریف کے فتنے کی ابتداء، دورِ جدید میں سر سیّد احمد خان علیگڑھی نے کی۔ انگریز سامراج سے اپنی مرعوبانہ ذہنیت کی بنیاد پر، مغربی نظریات کو مسلّمہ حقائق کا درجہ دے کر، وحی کو ان کے مطابق ڈھالنے کے لیے مَن مانی تاویلات کے شیطانی کام کی ابتداء کا سہرا انہی کے سر ہے!۔

یورپی افکار کی رُو سے ہر وہ بات جو طبعی قوانین کے خلاف ہو، انہوں نے اسے خلافِ عقل قرار دے کر رَد کر دیا، اور قدرت (نیچریت) کی برتری کا نعرہ لگایا۔ لُغتِ عربیہ کی مدد سے قرآنِ کریم کی مَن گھڑت تاویلات پیش کیں، احادیثِ کریمہ کو مشکوک قرار دیا، اور امّت کے اجتماعی مُعاملات اور طرزِ عمل کو، ائمہ ومجتہدین کے ذاتی خیالات واجتہادات کہہ کر نظر انداز کر دیا۔ نتیجے کے طور پر نیچر ولُغت کی بنیاد پر وضع کردہ اُصول کے تحت، اسلام کی جو تعبیر وتشکیلِ نَو مسلمانوں کے سامنے آئی، وہ ان کے صدیوں اجتماعی تعامُل سے یکسر بیگانہ تھی!۔

پھر ان کی پیروی میں دو ۲ فکری سلسلوں نے اس فتنے کو پروان چڑھایا، ان میں سے ایک سلسلہ عبد اللہ چکڑالوی اور شیخ اسلم جیراج پوری سے ہوتا ہوا، غلام احمد پرویز منکرِ حدیث تک پہنچتا ہے، جو اپنے امام سر سیّد احمد خان علیگڑھی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، لُغت پرستی اور انکارِ سنّت کے حوالے سے کافی معروف ہوئے۔

دوسرے سلسلے کے جراثیم حمید الدین فراہی، اور شیخ امین احسن اصلاحی سے گزرتے ہوئے، مسٹر جاوید غامدی میں منتقل ہوئے، فہمِ سلَف سے منحرِف، متجدّد فکر، روشن خیال اور مرعوبیت زدہ طبقے میں "المورد"[1] نامی ادارہ، فسادِ علم وتحقیق سب میں پیش پیش ہے، جس کے سربراہ مسٹر جاوید غامدی ہیں۔ انہوں نے اس احتیاط کے پیش نظر کہ کہیں علماء انہیں بھی سر سیّد اور پرویز کے ساتھ منسوب نہ کر دیں، لُغتِ قرآن کے بجائے عربِ معلّی، یعنی عربی مُحاورے کا نعرہ لگایا، اور انکارِ سنّت کا کھلم کھلا دعویٰ کرنے کے بجائے، حدیث وسنّت میں فرق کے عنوان سے اس مقصد کو پورا

---

(۱) جاوید غامدی کے ماتحت چلنے والا ایک ادارہ۔

کرنے کی کوشش میں لگے ہیں !!۔

یہ دونوں فکری سلسلے "فتنۂ سر سیّد" کی شاخیں اور برگ وبار ہیں، اور "نیچریت" کے نمائندہ ہیں۔ اگرچہ غلام احمد پرویز اور مسٹر غامدی کا طریقۂ واردات الگ الگ ہے، تاہم نتیجے کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں۔ دونوں تجدُد، انکارِ حدیث، اِلحاد اور گمراہی کے علمبردار ہیں۔ دونوں اِجماعِ امّت کے مخالف اور معجزات کے منکِر ہیں۔ یہ دونوں حضرات فاسد تاویلوں کے ذریعے اسلامی شریعت میں تحریف وتبدیل اور ترمیم وتنسیخ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مسٹر غامدی نے دَورِ حاضر میں تجدُد اور انکارِ حدیث کی نئی بنیاد ڈالی ہے، اور اپنے چند خود ساختہ اُصول کو تحقیق کا نام دے کر، مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی جسارت کی ہے !!۔

مسٹر غامدی احادیثِ صحیحہ کے انکار کے ساتھ ساتھ، قرآنِ کریم کی معنوی تحریف کے بھی عادی ہیں، اہلِ علم میں سے ہر وہ شخص جو اُن کی کتب کا مطالعہ کرے گا، بآسانی اسی نتیجے پر پہنچے گا۔ مسٹر غامدی اپنے حلقۂ اَحباب میں بزعمِ خود "امامت" کے منصب کے قریب تر ہونے کے شیطانی فریب میں مبتلا ہیں! اور مسٹر غامدی کے نزدیک پوری امّت میں سے صرف دو ۲ ہی علماء، ان کے زعم میں ان کے ممدوح ہیں، جن کو وہ "آسمان" کا درجہ دیتے ہیں، باقی علمائے امّت کو "خاک" قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ اپنی کتاب "مقامات" میں لکھتے ہیں کہ "میں نے بہت عالم دیکھے، بہتوں کو پڑھا، اور بہتوں کو سنا، لیکن امین اصلاحی اور ان کے استاد حمید الدین فراہی کا مُعاملہ وہی ہے کہ ع

غالب نکتہ داں سے کیا نسبت خاک کو آسماں سے کیا نسبت![1]

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مسٹر غامدی جس اسلام کو پیش کررہے ہیں، وہ پرویز وسرسید کا اعتزالی اسلام ہے، جس کا رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دینِ اسلام، جو حضراتِ صحابہ وتابعین وعلمائے دین -رضوان اللہ تعالی علیھم أجمعین- کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، اس سے دُور کا بھی کوئی تعلّق نہیں ہے!۔

عالمی سرمایہ دارانہ نظام اور استعماری طاقتوں کے عزائم کے سامنے، دینِ اسلام ہی سب سے بڑی رکاوٹ وہَدف ہے، لہٰذا وہ ایسے اَفراد کی بھرپور حمایت اور اِعانت کرتے ہیں، جو مسلمانوں میں جدّت کے نام پر غیر اسلامی اَفکار کا جواز نکالتے ہیں، اور مسلمانوں کے اِجماعی مُعاملات کو متنازعہ کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مسٹر غامدی اور ان کے مُعاصرین دیگر نام نہاد دانشوروں کو، اہلِ یورپ کی خاص مُعاونت وحمایت حاصل ہے، یورپی ممالک کے ٹکڑوں پر پلنے والے، نام نہاد اسلامی وپاکستانی میڈیا کے دروازے، ان حضرات پر کھلے رہتے ہیں؛ تاکہ یہ لوگ دین سے ہی خلافِ دین حرکات کی، جھوٹی تاویلات پیش کرکے، عام مسلمانوں کو گمراہ کر سکیں! اور یہ بات اب مخفی نہیں کہ عالمی استعماری طاقتوں نے، ایک خصوصی کمیشن تشکیل دے کر کروڑوں ڈالر پر مشتمل ایک بہت بڑا فنڈ، اس مد میں مختص کر رکھا ہے، یہ کمیشن دینِ اسلام کی غلط اور مَن گھڑت تصویر پیش کرنے والوں کی حَوصلہ افزائی کرتا ہے!!۔

مسٹر غامدی اور ان کے نظریات کے بُطلان پر وہی دلائل ہیں، جو اُن کے

---

(۱) "مرثیہ مرزا غالب"۔

پیش رُو سر سیّد، غلام احمد پرویز وغیرہما کے رَد میں علمائے اسلام نے پیش فرمائے، اور اس طرح کے متجدّدین کے رَد کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے، کہ ان کا پیش کردہ نظریہ اور فکر، سلَف صالحین، صحابۂ کرام وتابعین عظام -رضوان الله تعالی علیهم أجمعین- کے نظریہ اور فکر سے متصادِم ومخالف ہے، اور ہر مسلمان یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ حقیقۃً اسلام وہی ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذریعے ہم تک پہنچا، اور اس کے مخالف جو بات بھی ہے وہ سب کچھ ہو سکتی ہے، مگر اسے اسلام کا نام نہیں دیا جاسکتا!""[1]۔

"**خلاصۂ** کلام یہ ہے کہ مسٹر غامدی کے نظریات اور اس کے دین (غامدیت) کا، اسلامی شریعت سے کوئی تعلق نہیں! وہ اپنے ذاتی نظریات اور یورپی سامراجی ایجنڈے کو، اسلام کے نام پر پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔ ایسے نظریات کا حامل شخص بدترین معتزلہ، خوارِج، منکرِ حدیث، قرآن میں معنوی تحریف کرنے والا، قرآن کی تفسیر بالرائے کرنے والا، خواہش پرست، گمراہ بددِین، اور مسلمانوں کے لیے آستین کا سانپ ہے! مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسٹر غامدی اور اس کے نظریات کو ماننے والوں کا سماجی بائیکاٹ کریں، اور اس کے نظریات پر مبنی کتب اور لٹریچر سے کوسوں دُور رہیں، اور اس کے کسی بھی قسم کے پروگرام کو ہرگز نہ سنیں، اور نہ ہی اسے ٹی وی چینلز پر دیکھیں"[2]۔

فائدہ: مزید تفصیل کے لیے، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالے (۱) "أطائب الصيّب على أرض الطيّب"[3]، (۲) "النيّر الشّهابي على

---

(۱) "غامدیّت" ص۸-۱۱ ملتقطاً۔

(۲) ایضاً، ص۶۳۔

(۳) "فتاوی رضویہ" ۲۱/۵۱۵-۵۴۵، مطبوعہ "ادارہ اہل سنت" کراچی۔

تدلیس الوھابي"[۱]، حضرت علّامہ مفتی جلال الدّین امجدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا رسالہ (۳) "غیر مقلّدوں کے فریب"[۲]، علّامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تفسیر (۴) "تبیان القرآن"[۳] اور مفتی وسیم اختر صاحب حفظہ اللہ تعالٰی کی کتاب (۵) "غامدیت" کا مطالعہ قارئین کے لیے بہت مفید رہے گا۔

دعا

اے اللہ! تقلید وائمۂ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو نیست ونابود فرما، ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی بزرگانِ دین کے عقائد ونظریات پر پہرہ دینے کی توفیق دے، مختلف فتنوں کے رُوپ میں یہود ونصاریٰ کی طرف سے اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بنا، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) ایضًا، ۲۱/۵۴۹-۵۶۰۔
(۲) مطبوعہ بزمِ عروجِ اسلام، کراچي۔
(۳) مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور۔

ردِ بدعات میں امام احمد رضا قدس سرّہٗ کا کردار

(جمعۃ المبارک ۲۱ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ - ۰۹/۱۰/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

امام احمد رضا ... ایک ہمہ گیر شخصیت

برادرانِ اسلام! سیّدی اعلی حضرت، عظیم البرکت، امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان فاضل بریلي رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام کسی تعارُف کا محتاج نہیں، آپ قدس سرّہٗ کی علمی ودینی خدمات سے عرب وعجم خوب آگاہ اور معترِف ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہمہ گیر شخصیت ہر زاویے سے بے نظیر وبے مثال ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چودہویں صدی ہجری کے عظیم مجدِّد، مفسّر، محدِّث، مؤرِّخ، مفتی اور فقیہ ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ قرآن، حدیث اور فقہِ اسلامی سمیت پچاس ۵۰ سے زائد قدیم وجدید علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ فلسفہ وسائنس، ریاضی وجغرافیہ، علمِ توقیت وجفر، اور بلاغت ومنطق وغیرہ کے موضوعات پر، آپ کی شاندار اور ناقابلِ تردید دلائل سے مزیَّن تصانیف اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

آپ کی اہمیت واِفادیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، کہ سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ کی وفات کو، سو ۱۰۰ سال کا عرصہ گزر جانے کے باوُجود، امّتِ مسلمہ آج بھی اُن کے فیوض وبرکات سے مستفید ہورہی ہے، اور یہ تعداد روز بروز بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسی عظیم اور نابغۂ روزگار شخصیت ہیں، جن پر دنیا بھر کے تقریباً دو ۲ درجن سے زائد لوگ ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں، اور کئی حضرات آج بھی مختلف یونیورسٹیز (Universities) میں امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایم، فِل (M.PHIL) اور پی، ایچ، ڈی(P.H.D) کررہے ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں چند دہائیوں میں شاید ہی کسی شخصیت پر، اس کثرت سے تحقیقی کام ہوا ہو! آپ قدس سرہٗ نے پوری زندگی شریعتِ محمدیّہ کی پیَروی، اور سنّتِ مصطفیٰ کی ترویج واِشاعت میں بسر کی، یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر میں ہر سُو، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمی خدمات کا چرچا ہو رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جنہیں اہلِ علم ودانش کبھی فراموش نہیں کرسکتے، ع

تمھاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو!

قسیمِ جامِ عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو![1]

(۱) منقبت درشانِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از خلیفۂ اعلیٰ حضرت سفیرِ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مروّجہ اُمورِ بدعات وخُرافات کا اِبطال

عزیزانِ محترم! امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علومِ دِینیہ کی ترویج کے ساتھ ساتھ، اپنے زمانے میں مروّجہ بدعات وخُرافات کا بھی بھرپور رَدّ واِبطال فرمایا، اور مسلمانوں کو ان بدعات وخُرافات سے دُور رہنے کا حکم دیا۔ اس سلسلہ میں متعدّد کتب ورسائل تصنیف کرنے کے ساتھ ساتھ سینکڑوں فتاویٰ بھی تحریر فرمائے، لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ جس امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساری زندگی، تحفظِ ناموس رسالت اور عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ اَطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر پہرہ دیتے، اور مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کرتے گزار دی، آج اُنہی پر شرک وبدعت اور فروغِ منکَرات جیسے بے سروپا نازیبا الزامات لگاکر، اُمّتِ مسلمہ کو اس بحرِ علم سے تِشنہ لب رکھنے، اور بدگمان کرنے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے!!۔

بے دینوں اور بدمذہبوں کا رَدِ بلیغ

حضراتِ گرامی قدر! سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر وتقریر ہر محاذ پر، دلائلِ باہرہ اور براہینِ قاطعہ کے ساتھ، جس محققانہ انداز میں، دشمنانِ صحابۂ کرام، منکِرینِ اہلِ بیت اَطہار، اور مُعاندینِ اولیاء اللہ کی علمی وتحقیقی گرفت فرمائی، وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ جن بے دینوں اور بدمذہبوں کا آپ نے رَدِ بلیغ فرمایا، انہیں جب آپ قدس سرّہٗ کے عقائد ونظریات، اقوال واَفعال اور تحریروں میں کوئی قابلِ گرفت چیز نظر نہ آئی، تو انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ ستودہ صفات کو ہدفِ تنقید بناکر، طعن وتشنیع اور جھوٹے الزامات کا غیر مہذّبانہ اور غیر منصفانہ سلسلہ شروع کردیا، ع

تیرے اَعدا میں رضا کوئی بھی منصور نہیں — بے حیا کرتے ہیں کیوں شور بپا تیرے بعد!

ایک علمی خیانت

حضراتِ ذی وقار! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ بعض فاسق وفاجر پیر اور اُن کے جاہل مریدین، علمِ دین سے دُوری کے باعث آج بزرگانِ دین کے مزارات پر چرس، بھنگ اور ڈھول تماشے کا اہتمام کرتے ہیں، محافلِ رقص وسرود اور سجدۂ تعظیمی جیسی بے ہودہ خُرافات ومنکَرات کے مرتکب ہوتے ہیں، یہ خالصۃً ان کا ذاتی فعل اور بدعملی ہے، جو شرعًا ناجائز، حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، مسلکِ حق اہلِ سنّت وجماعت، یا امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اُن فسّاق وجہّال سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن وحدیث اور ہمارے بزرگوں کی ہزاروں کتب، اِن اُمور کی حرمت وبُرائی پر شاہدِ عدل ہیں، لیکن اس کے باوُجود بعض لوگ ان خُرافات کو مسلکِ اہلِ سنّت وجماعت کے کھاتے میں ڈال کر، امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ پر تنقید کے نشتر چلاتے، اور سادہ لَوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، یہ سراسر بہت بڑی علمی خیانت ہے، جو کسی بھی صاحبِ علم کو زیب نہیں دیتی!۔

سجدۂ تعظیمی کے بارے میں امام احمد رضا کا نظریہ

حضراتِ محترم! سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شعبہ ہائے دین کی مختلف جہتوں پر کام کیا، ان جہتوں میں سے ایک "ردِ بدعات ومنکَرات" بھی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے قلمِ برق بار سے ان کی ایسی بیخ کَنی فرمائی کہ عقائد واعمال پر چھا جانے والی کالی گھٹا چھٹتی چلی گئی، امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں بھی پیروں کی تعظیم میں غُلو کرنے والی مختلف بدعات وخُرافات عُروج پر تھیں، ان میں سے ایک بدعت سجدۂ تعظیمی کی تھی، آپ

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کے رَد میں "الزُّبدة الزَّكية لتحريم سُجود التحيّة"[۱] کے نام سے باقاعدہ ایک مبسوط رسالہ تحریر فرمایا، جس میں متعدّد آیاتِ قرآنیہ، چالیس ۴۰ اَحادیثِ مبارکہ اور تقریبًا ڈیڑھ سو ۱۵۰ فقہی نُصوص سے ثابت کیا، کہ "عبادت کی نیّت سے غیر اللہ کو سجدہ کرنا کفر و شرک ہے، اور تعظیم کی نیّت سے ہو تو بھی حرام ہے"۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کسی بھی پیر و مرشد کے لیے سجدۂ تعظیمی سے متعلق، ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمان اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفوی کے تابعِ فرمان! جان اور یقین جان! کہ سجدہ حضرت -عزّتْ جلالُہ- کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقینًا اِجماعًا شرکِ مہین و کفرِ مبین ہے، اور سجدۂ تحیّت (تعظیمی) بھی حرام و گناہِ کبیرہ بالیقین ہے!"[۲]۔

سجدۂ تعظیمی حرام وگناہِ کبیرہ ہے

ایک اَور مقام پر مزید ارشاد فرمایا: "غیرِ خدا کو سجدۂ عبادت شرک ہے، سجدۂ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام ہے، گناہِ کبیرہ ہے، متواتر حدیثیں اور متواتر نُصوصِ فقہیّہ سے اس کی حُرمت ثابت ہے، ہم نے اپنے فتاوی میں اس کی تحریم پر چالیس ۴۰ حدیثیں روایت کیں، اور نُصوصِ فقہیہ کی گنتی نہیں۔ "فتاوی عزیزیّہ" میں ہے کہ اس کی حرمت پر اِجماعِ واتفاق اُمّت ہے"[۳]۔

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، ۱۵/۴۹۵-۵۷۳۔
(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، رسالہ "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" ۱۵/۴۹۸۔
(۳) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، غیرِ خدا کو سجدۂ عبادت شرک... الخ، ۱۵/۴۹۱۔

مزاراتِ اولیاء کا طواف

حضراتِ گرامی قدر! تعظیم کی نیّت سے مزاراتِ اولیاء کا طواف کرنا، یا انہیں بوسہ دینا بھی ممنوع ہے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کی بھی نشاندہی فرمائی اور اس کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "مزار کا طواف جو محض بہ نیّتِ تعظیم کیا جائے، ناجائز ہے؛ کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانۂ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے، علماء اس میں مختلف ہیں، اور بہتر بچنا ہے، اور اسی میں ادب زیادہ ہے!"[1]۔

بارگاہِ رسالت میں حاضری کے آداب

اسی طرح بارگاہِ رسالت میں حاضری کے آداب بیان کرتے ہوئے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "خبردار (روضۂ انور کی) جالی شریف کو بوسہ دینے، یا ہاتھ لگانے سے بچو؛ کہ خلافِ ادب ہے، بلکہ (جالی شریف سے) چار ۴ ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا! اپنے مُواجہۂ اَقدس میں جگہ بخشی!"[2]۔

ایک اَور مقام پر مزید ارشاد فرمایا کہ "روضۂ انور کا طواف نہ کرو، نہ سجدہ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو! رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اِطاعت میں ہے"[3]۔

مزارات پر بلا ضرورت چادریں چڑھانا

عزیزانِ محترم! مزاراتِ اولیاء پر وُقوع پذیر ہونے والی مختلف بدعتوں میں

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الجنائز، باب اَحوال قُربِ موت، ۷/۳۳۱۔

(۲) "فتاوی رضویہ" کتاب الحج، رسالہ "انوَر البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ" ۸/۶۰۲۔

(۳) ایضًا، ۸/۶۰۴۔

سے، بلا ضرورت تہ بہ تہ چڑھائی جانے والی چادریں بھی ہیں، اس کی سختی سے ممانعت کرتے ہوئے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "جب چادر موجود ہو اور وہ ابھی پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو، تو بے کار چادر چڑھانا فضول ہے، بلکہ جو دام (مال) اس میں صرف کریں، ولیُ اللہ کی روحِ مبارک کو ایصالِ ثواب کے لیے کسی محتاج کو دے دیں"[۱]۔

فرضی مزار بنانا

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! بعض بے روزگار لوگوں نے پیری فقیری کو بطورِ دھندہ بنا رکھا ہے، انہیں نماز روزہ اور دیگر اَحکامِ شریعت سے کوئی سروکار نہیں، ان کا اوّلین مقصد صرف مال بنانا ہے۔ لہذا اس مقصد کے پیشِ نظر ان جعلی اور ڈبہ پیروں نے، کسی بھی ولی اللہ کا فرضی مزار بنا کر اس پر چادر وغیرہ چڑھانے، اس پر فاتحہ پڑھنے، اور اس جگہ کا اصل مزار جیسا ادب ولحاظ کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، کچھ ہی عرصہ میں وہاں مصیبت کے مارے، اور حقیقتِ حال سے ناواقف لوگوں کی آمد ورَفت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، نذر ونیاز کے نام پر "چندہ بکس" لگا دیا جاتا ہے، اور یوں بیٹھے بٹھائے اچھا خاصا بزنس (Business) چل پڑتا ہے۔ علماء وعوامِ اہلِ سنّت کو ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کرنی ہوگی!؛ تاکہ مُعاشرے کے ان ناسُوروں کے سبب کسی کو اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم، یا ان کے مزارات پر حرف گیری کا موقع نہ مل سکے!۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ساری حیاتِ مبارکہ ایسی ہی بدعات وخُرافات کے خلاف قلمی جہاد کرتے گزری، فرضی مزارات کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے

---

(۱) "اَحکامِ شریعت" حصّہ اوّل، مزاراتِ اولیاء، ص۸۹۔

ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل جیسا مُعاملہ کرنا، ناجائز و بدعت ہے!"[1]۔

عورتوں کی مزارات پر حاضری

عزیزانِ مَن! آج کل مزارات پر مَردوں کی بہ نسبت بے پردہ عورتوں کا بڑا اِزدِحام رہتا ہے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی کم عقلی اور ضروری دینی علوم سے عدم آگاہی کے باعث، مزارات پر غیر شرعی اُمور کا ارتکاب کرنے سے بھی گریز نہیں کرتیں، انہیں چاہیے کہ بلا ضرورتِ شرعی اپنے گھر سے بغیر محرم کے ہرگز باہر نہ نکلیں، اور اَحکامِ شریعت کی مکمل پاسداری کو یقینی بنائیں۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مخالفین، عورتوں کی مزارات پر حاضری کا الزام بھی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سر تھوپتے ہیں، حالانکہ امامِ اہلِ سنّت عورتوں کی مزارات پر حاضری کے ہرگز قائل نہیں، یہی وجہ ہے کہ جب کسی نے آپ سے اس سلسلہ میں حکمِ شرعی دریافت کیا، تو جواباً امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے؟ اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے؟ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے، اور جب تک وہ واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے ہیں!"[2]۔

(۱) "فتاویٰ رضویہ" کتاب الجنائز، باب اَحوال قُربِ موت، ۷/۲۵۲۔
(۲) "ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" عورتوں کا مزارات پر جانا، حصّہ دُوم ۲، صـ۱۰۷۔

پردے کے بارے میں پیر اور غیر پیر کا حکم

پیروں فقیروں کے پاس بے پردہ چلی جانے والی عورتوں کو، امامِ اہلِ سنّت نے پردے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "پردہ کے باب میں پیر اور غیرِ پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے، جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے!"[۱]۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر مزید فرمایا کہ "جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے، ان میں سے کچھ کھلا ہو، جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ، یا گلے، یا کلائی، یا پیٹ، یا پنڈلی کا کوئی جزء، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے، چاہے وہ پیر ہو یا عالم!"[۲]۔

بلاضرورت قبرستان میں چراغ یا اگربتی جلانا

حضراتِ گرامی قدر! آج کل قبرستان میں اپنے پیاروں کی قُبور پر چراغ، موم بتی یا اگربتی وغیرہ جلانا ایک معمول بن گیا ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اس سے مُردے کو تسکین ہوتی ہے، اور اس کی قبر روشن ہوتی ہے۔ یہ سراسر جہالت اور بدعت ہے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ علّامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ "قبروں کی طرف شمع لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے، (اور) یہ سب اس صورت میں ہے کہ (جب چراغ جلانا) بالکل فائدے سے خالی ہو"[۳]۔

قبروں کے سرہانے چراغ جلانا کیسا؟

اسی سوال کے جواب میں سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، ضعیفُ الاعتقادی کے تابوت میں کیل ٹھوکتے ہوئے مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ "جس طرح یہاں جُہال

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الحظر والاِباحۃ، ۱۵/۳۳۰۔
(۲) ایضاً، ۱۵/۳۴۳۔
(۳) "فتاوی رضویہ" کتاب الجنائز، باب اَحوالِ قُربِ موت، رسالہ "بریق المنار" ۷/۳۰۳۔

میں رَواج ہے کہ مُردہ کو جہاں کچھ زمین کھود کر نہلاتے ہیں، جسے عوام لحد کہتے ہیں، وہاں چالیس ۴۰ رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں، کہ چالیس ۴۰ شب رُوح لحد پر آتی ہے، اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے۔ یونہی اگر وہاں جُہال میں رَواج ہو کہ موت سے چند رات تک گھروں سے شمعیں جلا کر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں، اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا۔ تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے؟! اور اس کا پتا یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے، اور بے شک اس خیال سے جلانا، فقط اِسراف و تضییعِ مال ہی نہیں کہ محض بدعتِ عمل ہو، بلکہ بدعتِ عقیدہ ہوئی؛ کہ قبر کے اندر اِن چراغوں سے رَوشنی واَموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا!""[1]۔

فاضل بریلوی اور اُمورِ بدعت

عزیزانِ مَن! چودھویں صدی ہجری میں مسلمانوں کے عقائد واعمال کو داغدار کرنے والی خُرافات اور اُمورِ بدعات کی بیخ کنی کا سہرا، بلا شک وشبہ امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے سر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے قلم کے ذریعے اُمّتِ مسلمہ کے عقائد ونظریات کی، نہ صرف حفاظت کی بلکہ انہیں ضعیفُ الاعتقادی کے دَلدَل سے باہر بھی نکالا، جسے اس بات میں ذرا سا بھی شک ہو، وہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی شہرۂ آفاق کتب "فتاویٰ رضویہ"، ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" اور "اَحکامِ شریعت" وغیرہ کا مطالعہ کرے، ان شاء اللہ عزّوجلّ تمام شکوک وشبہات رفع دفع ہو جائیں گے!۔

---

(۱) ایضاً، ۷/۳۱۱۔

ہر ایک اپنے عمل کا ذمّہ دار خود ہے

حضراتِ ذی وقار! فاضل بریلوی قدس سرہٗ برصغیر کے نامور فقیہ عبقری عالمِ دین، اور جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کے پاسبان ہیں، ان کے ساتھ ساتھ وہ برصغیر کی واضح مسلم اکثریت کے مُسلّمہ پیشوا اور قائد بھی ہیں، اس لیے ان کے بارے میں عامیانہ زبان اور سُوقیانہ طرزِ کلام ترک کر دیا جائے، اختلافات کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کی عظیم علمی شخصیت کا احترام بھی چھوڑ دیں۔ ان کے متعلق رائے زنی کرنے والے بیشتر علماء کے پاس اتنا علم بھی نہیں جسے وہ پیمانہ بنا کر فاضل بریلوی کا علم و فضل ماپ سکیں! اس کے علاوہ تبلیغِ دین کا منفی انداز چھوڑ کر مثبت طریقہ اختیار کیا جائے، شدّت، دُرُشتی، بدمزاجی اور کفر و شرک کے فتووں کو تبلیغ کی اَساس بنانے کے بجائے، محبت، نرمی ایک دوسرے کے احترام، اور آشتی کو مدارِ تبلیغ بنا کر ہم زیادہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر انفرادی یا اجتماعی طور پر کچھ لوگ اور ادارے، بعض غیر شرعی اُمور میں مبتلا ہیں، تو ان کی ذمّہ داری یا الزام فاضل بریلوی کے کھاتے میں ڈالنے کے بجائے، انہی لوگوں پر ڈالا جائے جو ایسی باتوں کا ارتکاب کر رہے ہیں!"[1]۔

علمائے اہلِ سنّت کی ذمہ داری

میرے محترم بھائیو! "ذمہ دار اور جیّد سُنّی علماء کا فریضہ ہے، کہ وہ بھی ایسے لوگوں سے اعلانیہ براءَت کا اظہار کریں، ہر مولوی اور خانقاہی گدی نشین، علم و فضل میں نہ احمد رضا خاں ہے، اور نہ اسے یہ اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ نئے نئے مسائل پیدا کر کے، مسلکِ اہلِ سنّت کی بدنامی و سبکی کا باعث بنے! ہر مُعاملے میں مدار و معیار

---

(۱) "فاضل بریلوی اور اُمورِ بدعت" "پس چہ باید کرد"، ص۴۵- ۴۶

صرف وصرف کتاب وسنّت کو بنایا جائے! ہر چھوٹی بڑی شخصیت کو اسی واحد کسوٹی پر پرکھا جائے!۔

ہماری گزارش صرف اسی قدر ہے کہ فاضل بریلوی اپنے علم وفضل اور عمل وعقیدے کے اعتبار سے، کتاب وسنّت کے بہت بڑے عاشق، شیدائی اور عامل تھے، ہم نہ شخصیت پرست ہیں، نہ حق کو شخصیات میں منحصر ماننے کے غیر شرعی اُصول کے قائل ہیں، ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں!۔ ہم تو صرف اس مظلوم اور کُشتۂ اَغیار (غیروں کے ہاتھوں تختۂ مشق بنائی گئی) شخصیت کے بارے میں، اہلِ علم سے انصاف ودیانت کے طلبگار ہیں! جس نے پوری زندگی کتاب وسنّت کی حفاظت اور ان کی نشرواِشاعت میں گزاری، ضعیفُ الاعتقاد بےعمل متصوفین، جُہلاء اور عوام کی کم علمی سے فائدہ اٹھا کر، جھوٹی پیری مریدی کی دکانیں چمکانے والے، غیر متشرع لوگوں کا سہارا لے کر، برصغیر کی اس عبقری شخصیت کو بدنام کرنے کا باسی حربہ اور کاروبار، اب ختم ہونا چاہیے!!"[۱]۔

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت

امام احمد رضا خان قدّس سرّہٗ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "شریعت حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اقوال ہیں، اور طریقت حضور کے اَفعال، اور حقیقت حضور کے اَحوال، اور معرفت حضور کے علومِ بے مثال"[۲]۔

---

(۱) ایضاً، ص۴۶۔
(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ (سوم ۳)، تصوّف وطریقت، ۱۰۶/۱۷۔

بیعت (پیری مریدی) کی اَقسام اور شرائط و ضوابط

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بیعت (پیری مریدی) کی اَقسام اور شرائط وضوابط ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "مرشدِ خاص جسے پیر و شیخ کہتے ہیں، دو ۲ قسم ہے: **قسمِ اوّل:** شیخِ اتّصال یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ، حضور پر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متّصل ہو جائے، اس کے لیے چار ۴ شرطیں ہیں:

(۱) شیخ کا سلسلہ باتصالِ صحیح حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچا ہو، بیچ میں منقطع نہ ہو؛ کہ منقطع کے ذریعہ سے اتّصال ناممکن ہے۔

(۲) شیخ سنّی العقیدہ ہو۔ بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا، نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک۔

(۳) عالِم ہو۔ **اقول:** علمِ فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی، اور لازم کہ عقائدِ اہلِ سنّت سے پورا واقف، کفر و اسلام و ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف (جاننے والا) ہو، ورنہ آج بدمذہب نہیں تو کل ہو جائے گا!۔

(۴) فاسقِ مُعلِن (اعلانیہ گناہ کرنے والا) نہ ہو۔ **اقول:** اس شرط پر حصولِ اتّصال کا توقّف نہیں؛ کہ مجرّد فسق باعثِ فسخ نہیں، مگر پیر کی تعظیم لازِم ہے، اور فاسِق کی توہین واجب ہے، دونوں کا اجتماع باطل ہے!۔

قسمِ دُوم ۲: شیخِ اِیصال کہ شرائطِ مذکورہ کے ساتھ ساتھ مَفاسِدِ نفس و مَکائدِ شیطان (شیطان کی مکاریوں) و مَصائدِ ہَوا (خواہشاتِ نفس کے حملوں) سے آگاہ ہو، دوسرے کی تربیت جانتا ہو، اور اپنے متوسِّل پر شفقتِ تامّہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر

اسے مطّلع کرے، ان کا علاج بتائے، جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں حل فرمائے، نہ محض سالک ہو، نہ نِرا مجذوب۔

بیعت کی مزید اقسام

پھر بیعت بھی دو ۲ قسم ہے:

اوّل: بیعتِ برکت، کہ صرف تبرک کے لیے داخلِ سلسلہ ہو جانا۔ آج کل عام بیعتیں یہی ہیں، وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اَغراضِ فاسدہ کے لیے ہوتی ہے، وہ خارج اَز بحث ہے۔ اس بیعت کے لیے شیخِ اتّصال (جو شرائطِ اربعہ کا جامع ہو) بَس ہے۔

دُوم ۲: بیعتِ ارادت کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہوکر، اپنے آپ کو شیخ مرشد، ہادیٔ برحق، واصل بحق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کردے، اسے مطلقاً اپنا حاکم ومالک ومتصرّف جانے، اس کے چلانے پر راہِ سُلوک چلے، کوئی قدم بے اِس کی مرضی کے نہ رکھے، اس کے لیے اس کے بعض اَحکام، یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام اگر اس کے نزدیک صحیح نہ معلوم ہوں، تو انہیں اَفعالِ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل سمجھے، اپنی عقل کا قصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے، اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے۔ غرض اس کے ہاتھ میں مُردہ بدستِ زندہ ہوکر رہے، یہ بیعتِ سالکین ہے"[1]۔

غیرِ عالم کا وعظ وبیان کرنا یا سننا!

جاہل واعظین وذاکرین کی مجالس میں شرکت کے بارے میں امامِ اہلِ سنّت فرماتے ہیں کہ "اگر واعظ اکثر واعظانِ زمانہ کی طرح کہ جاہل ونا عاقل وبے باک

---

(۱) "فتاویٰ افریقہ" ص۱۲۳-۱۲۶، ملتقطاً۔

وناقابل ہوتے ہیں، مبلغِ علم کچھ اَشعار خوانی، یا بے سر وپا کہانی، یا تفسیرِ مصنوع یا تحدیثِ موضوع، نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احتفاظ، نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ! غایتِ مقصود پسندِ عوام اور نہایتِ مراد جمعِ حطام۔ یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطِلین جاہلین سے، جو رسائل پڑھیں تو جہّال مغرور کے، اَشعار گائیں تو شعراءِ بے شعور کے، انبیاء کی توہین، خدا پر اتہام، اور نعت ومنقبت کا نام بدنام! جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام، اور اپنے یہاں انعقاد مجمعِ اَثام۔ آج کل اکثر مَواعظ ومجالسِ عوام کا یہی حال پُرملال، فإنّا لله وإنّا إليه راجعون!"[1]۔

وعظ کہنا عالم کا منصب ہے، جاہل کو اجازت نہیں

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے سوال ہوا کہ "ایک شخص اسلام وایمان وشرع شریف کے اَحکام جانتا ہے، اور لوگوں کو گناہ سے بچنے کی ہدایت اس آیتِ مبارکہ کے وسیلے سے: ﴿فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾ کر سکتا ہے یا نہیں؟" آپ نے جواب لکھا کہ "اگر عالم ہے تو اس کا یہ منصب ہے، اور جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں، وہ جتنا سنوارے گا، اس سے زیادہ بگاڑے گا!"[2]۔

دعوتِ میّت

جب کسی گھر میں میّت ہو جائے، اور وہاں پہلے دن سے تیسرے روز تک، کھانا وغیرہ ان گھر والوں کی طرف سے، اس اہتمام سے ہو جیسے شادی بیاہ کے موقع پر ہوتا ہے، بسا اوقات ہاتھ میں مال نہ ہونے کی صورت میں، قرض لے کر یہ سب

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحة"، رسالہ "مُرُوج النَجا" ۱۵/۳۶۲، ۳۶۳۔
(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحة، وعظ کہنا عالم کا منصب... الخ، ۱۶/۱۸۹، ۱۹۰۔

اہتمام کیا جاتا ہے، اگر بلا سُود قرض نہ ملے تو سُودی قرض بھی لے لیا جاتا ہے۔ اس بارے میں امامِ اہلِ سنّت نے فرمایا کہ "سبحان اللہ! اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے "جائز ہے یا کیا؟" یوں پوچھو کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے؟!"[1]۔

ماتم اور تعزیہ داری

مروّجہ تعزیہ داری کے بارے میں فرمایا کہ "تعزیہ جس طرح رائج ہے، ضرور بدعتِ شنیعہ ہے...، یہ جو باجے، تاشے، مرثیے، ماتم، برق پری کی تصویریں، تعزیے سے مرادیں مانگنا، اس کی منتیں ماننا، اسے جھک جھک کر سلام کرنا، سجدہ کرنا ...وغیرہ وغیرہ بدعاتِ کثیرہ اس میں ہوگئی ہیں، اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے، یہ ضرور حرام ہے!۔

مرثیہ خوانی

اکثر روافض کے مرثیے تبرّا پر مشتمل ہوتے ہیں، اگرچہ جاہل نہ سمجھیں، اور نہ بھی ہو تو جھوٹی ساختہ روایتیں، خلافِ شرع کلمات، اہلِ بیتِ طہارت کی (معاذ اللہ) نہایت ذلّت کے ساتھ بیان، اور سرے سے غم پروری کے مرثیے کس نے حلال کیے؟! حدیث میں ہے: «نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمَرَاثِي»[2] "رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے مرثیوں سے منع فرمایا"[3]۔

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الجنائز، رسالہ "جلي الصوت" ۷/۴۳۹۔

(۲) "سنن ابن ماجه" باب ما جاء في البكاء عن الميّت، ر: ۱۵۹۲، صـ۲٦٦.

(۳) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، تعزیہ داری اور بدعات کا بیان، ۱۶/۶۴۵، ملتقطاً۔

شادیوں اور شبِ براءت میں آتش بازی حرام ہے

شادی بیاہ اور شبِ براءَت میں ہونے والی آتش بازی، اور دیگر رسموں کے بارے میں امامِ اہلِ سنّت نے فرمایا کہ "آتش بازی جس طرح شادیوں اور شبِ براءَت میں رائج ہے، بے شک حرام اور پورا جُرم ہے؛ کہ اس میں تضییعِ مال ہے...، اسی طرح یہ گانے بجانے کہ جوانِ بلاد میں معمول ورائج ہیں، بلاشبہ ممنوع وناجائز ہیں...، جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں!"[۱]۔

نیاز لنگر وغیرہ لُٹانا

چھتوں وغیرہ سے روٹیاں اور بسکٹ وغیرہ پھینکنے، اور انہیں لُوٹنے والوں کے بارے میں امامِ اہلِ سنّت فرماتے ہیں کہ "یہ خیرات نہیں، شرور وسیّئات ہے! نہ ارادۂ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے، بلکہ ناموَری اور دکھاوے کی، اور وہ حرام ہے! رزق کی بے ادبی اور ضائع کرنا گناہ ہے!"[۲]۔

دعا

اے اللہ! ہم سب کو امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا قدّس سرّہٗ کے فیوض وبرکات سے مالامال فرما، ہمیں بدعات وخُرافات سے بچنے اور کتاب وسنّت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے، ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی بزرگانِ دین کے عقائد ونظریات پر پہرہ دینے کی توفیق دے، مختلف فتنوں کے رُوپ میں یہود ونصاریٰ کی طرف سے اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بنا، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، رسالہ "هادي الناس" ۱۶/۸۸، ۸۹، ملتقطاً۔

(۲) "اَحکامِ شریعت" حصہ اوّل، خیرات کا ناجائز طریقہ، ص۱۳۲۔

تحفظِ ناموسِ رسالت اور امام احمد رضا

(جمعۃ المبارک ۲۸ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ - ۱۶/۱۰/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

امام احمد رضا خان... مُحافظِ ناموسِ رسالت

برادرانِ اسلام! امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی علیہ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، آپ رضی اللہ تعالی عنہ کی علمی ودینی خدمات کا دائرۂ کار، دنیائے عجم سے دنیائے عرب تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالی کی ہمہ گیر شخصیت کئی زاویوں سے بے نظیر وبے مثال ہے۔ آپ قدّس سرّہ نے پوری زندگی شریعتِ محمدیّہ کی پیَروی اور سنّتِ مصطفی ﷺ کی ترویج واِشاعت میں بسر کی، آپ رحمہ اللہ تعالی علیہ چودہویں صدی ہجری کے عظیم مجدّد، مفسّر، محدّث، فقیہ اور مُحافظِ ناموس رسالت ﷺ ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالی قرآن وحدیث اور فقہِ اسلامی سمیت پچاس ۵۰ سے زائد قدیم وجدید علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے، آپ رحمہ اللہ تعالی علیہ نے "عقیدۂ ختمِ نبوّت" سمیت اسلام مخالف ہر فتنے کے خلاف علَمِ جہاد بلند فرمایا۔

جہاں ایک طرف آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قلمی محاذ پر یہود، نصاریٰ اور ہندوؤں کے خلاف برسرِپیکار رہے، وہیں دوسری طرف اَغیار کے آلۂ کار، جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کے سامنے ڈھال بن کر، اُمّتِ مسلمہ کے ایمان کی حفاظت کرتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زندگی بھر حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناموس پر پہرہ دیا، اور قادیانیوں بد مذہبوں سمیت ہر گستاخِ رسول کی علمی وتحقیقی میدان میں سرکوبی فرمائی۔ بلاشبہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ برِّصغیر پاک وہند کے وہ واحد عالمِ دین ہیں، جنہوں نے بیک وقت بیسیوں محاذ پر اسلام کا دفاع کیا، اور زندگی بھر حُبِ جاہ اور حُبِ دنیا سے بے نیاز ہو کر، خالصاً لوجہِ اللہ خدمتِ دین میں مصروفِ عمل رہے۔

عزیزانِ محترم! ماہرِ رضویات حضرت سیّد وجاہت رسول صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "تحفظِ ناموسِ رسالت" کے بارے میں، امامِ اہلِ سنّت کی دینی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "برِّصغیر پاک وہند کے علمائے مرشدین میں امام احمد رضا وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے مرزا غلام قادیانی کو صرف کافر ہی نہیں قرار دیا، بلکہ اسے "مرتَد منافق" بھی کہا ہے، اور اپنے فتاویٰ میں اسے اس کے اصلی نام کے بجائے غلام قادیانی کے نام سے ذکر کیا ہے۔ "مرتَد منافق" وہ شخص ہے جو کلمۂ اسلام پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، اس کے باوُجود اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یا کسی اَور نبی یا رسول کی توہین کرتا ہے، یا ضروریاتِ دین میں سے کسی شَے کا منکِر ہے، اس کے اَحکام عام کافر سے سخت تر ہیں"[1]۔

(١) "امام احمد رضا اور تحفظ عقیدۂ ختمِ نبوّت" ص٨،٧، ملتقطاً۔

امام احمد رضا کا عشقِ رسول

حضراتِ ذی وقار! امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ زبردست سچے عاشقِ رسول اور مجاہدِ ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے سینے میں عشقِ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا دل اللہ و رسول کی محبت سے لبریز اور سرشار تھا، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی عزّت و ناموس کے مُنافی کوئی گستاخانہ عبارت دیکھ لیتے، تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگ جاتی، سچے عشقِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے تقاضوں کے پیشِ نظر گستاخانِ رسول کا سختی سے رَدّ فرماتے، اور اس کے جواب میں جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر ذاتی حملے ہوتے، آپ کو برا کہا جاتا، تو اس پر اظہارِ تشکُّر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ "ان شاء اللہ العزیز! ذاتی حملوں پر کبھی اِلتفات نہ ہوگا! سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہے کہ عزّتِ سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی۔ میں تو خوش ہوں کہ (گستاخانِ رسول) جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے، افتراء کرتے، برا کہتے ہیں، اتنی دیر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی بدگوئی، منقصت جُوئی سے غافل رہتے ہیں۔ میں لکھ کر چھاپ چکا اور پھر لکھتا ہوں، کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ میری اور میرے آبائے کرام کی آبروئیں **"عزّتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم"** کے لیے سپر (ڈھال) رہیں"[۱] ؏

کروں تیرے نام پہ جاں فِدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں![۲]

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الردّ والمناظرۃ، رسالہ "اَبحاثِ اخیرہ" ۲۰/۶۰۴، مختصراً۔
(۲) "حدائقِ بخشش" حصہ اوّل، ص۱۰۹۔

توہینِ رسالت پر مبنی ایک پرچے کا حکمِ شرعی

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ عشقِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کیف و مستی سے اس قدر سرشار رہتے، کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ہر وہ بات ناگوار رہتی جس سے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کا، کوئی ادنیٰ پہلو بھی نکلتا ہو، یا اس میں بے ادبی کا کوئی ادنیٰ سا بھی شائبہ ہو!۔

ایک بار آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی بارگاہ میں توہینِ رسالت پر مبنی ایک امتحانی پرچے سے متعلّق حکمِ شرعی دریافت کیا گیا، تو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی رُوح تڑپ اٹھی، سختی سے اس کا رَد کرتے ہوئے جواباً ارشاد فرمایا کہ "ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں، جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتَّب کیا وہ کافر مرتَد ہے، جس جس نے اس پر نظرِ ثانی کر کے برقرار رکھا وہ کافر مرتَد ہے، جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ کافر مرتَد ہے، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے بخوشی اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا، اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے، یا اسے ہلکا جانا، یا اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا، وہ سب بھی کافر مرتَد ہیں، بالغ ہوں چاہے نابالغ۔

ان چاروں فریق میں سے ہر شخص (چُونکہ مُرتَد ہو چکا ہے، لہٰذا اس) سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، مَیل جول حرام، نشست و برخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عِیادت کو جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کا جنازہ اُٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے قبرِستان میں دفن کرنا حرام، مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنانا حرام،

اسے مٹّی دینا حرام، اِس پر فاتحہ خوانی حرام، اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر قاطعِ اسلام ہے... الخ۔

یہ اَحکام ان سب کے لیے عام ہیں، اور جو جواِن میں سے نکاح کیے ہوئے ہوں، ان سب کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں، اب اگر قربت ہوگی حرام حرام حرام وزِنائے خالص ہوگی، اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وَلَد الزنا ہوگی، عورتوں کو شرعًا اختیار ہے کہ عدّت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کرلیں"[1]۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت ضروریاتِ دین سے ہے

حضراتِ گرامی قدر! "حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں، یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سلسلۂ نبوّت حضور پر ختم کر دیا، کہ حضور ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیّبہ یا اس کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ جو حضور ﷺ کے زمانہ میں یا حضور کے بعد، کسی کو نبوّت ملنا مانے، یا جائز جانے، وہ کافر ہے"[2]۔

لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض نام نہاد بدبخت مولویوں نے، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے بارے میں اپنی جہالت کا اظہار کرتے ہوئے لکھ مارا کہ "بالفرض آپ کے زمانے میں بھی، کہیں اَور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"[3]۔ "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو، تو بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"[4]۔

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب السِیَر، گستاخِ رسول ملعون کافر و مرتد ہے، ۱۱/۵۴، ۵۵، ملتقطاً۔
(۲) "بہارِ شریعت" "عقائد متعلّقۂ نبوّت، حصّہ ۱، ۱/۶۳، ملخصًا۔
(۳) "تحذیر الناس" "آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا حقیقی مفہوم... الخ، ص۱۸۔
(۴) "تحذیر الناس" "روایتِ حضرت عبد اللہ بن عبّاس کی تحقیق، ص۳۴۔

انہی تحریروں کو بنیاد بنا کر مرزا غلام قادیانی ملعون نے، خود اپنے نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر ڈالا، جس سے برِّ صغیر پاک وہند کے مسلمان اضطرابی کیفیت سے دوچار ہوئے۔ اس سلسلہ میں جب امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان قدّس سرّہ سے رجوع کیا گیا، تو آپ نے تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ پر پہرہ دیتے ہوئے فرمایا:

"حضور پُرنور خاتم النبیین سیّد المرسلین -صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم وعلیہم اجمعین- کا خاتم، یعنی دنیا میں تشریف لانے میں آخرِ جمیع انبیاء ومرسلین بلا تاویل وبلا تخصیص ہونا ضروریاتِ دین سے ہے، جو اس کا منکِر ہو، یا اس میں ادنیٰ شک وشبہ کو بھی راہ دے، وہ کافر مرتَد ملعون ہے، آیۂ کریمہ: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾[1] "ہاں (محمد) اللہ کے رسول ہیں، اور سب نبیوں کے آخری نبی ہیں"، اور حدیثِ متواتر: «لَا نَبِيَّ بَعْدِي!»[2] کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں" سے تمام اُمّتِ مرحومہ نے سلفاً وخلفاً ہمیشہ یہی معنی سمجھے، کہ حضورِ اقدس ﷺ بلا تخصیص، تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے، حضور ﷺ کے ساتھ یا حضور کے بعد، قیامِ قیامت تک کسی کو نبوّت ملنی مُحال (ناممکن) ہے"[3]۔

---

(۱) پ ۲۲، الأحزاب: ٤٠.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، ر: ٣٤٥٥، صـ٥٨٢. و"صحيح مسلم" كتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة الأوّل فالأوّل، ر: ٤٧٧٣، صـ٨٢٧.

(۳) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الردّ والمناظرۃ، رسالہ "المبين ختم النبيّين" ۲۲/۲۵، ملخصًا۔

گستاخِ رسول واجب القتل ہے

حضراتِ گرامی قدر! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی مبارک شان میں گستاخی کی ناپاک جسارت کرنے والا، شرعی طور پر واجب القتل ہے[۱]۔ مُحافظِ ناموسِ رسالت ﷺ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے "شفا شریف"[۲] کے حوالے سے، گستاخِ رسول ﷺ کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "اِجماع واتفاقِ اُمت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے، اور اس پر عذابِ الٰہی کی وعید جاری ہے، اور اُمّت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے، اور جو اس کے کافر و مستحقِ عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہوگیا"[۳]۔

اسی مقام پر "وجیزِ امام کردری"[۴] کے حوالے سے علمائے اُمّت کا اِجماع واتفاق بیان کرتے ہوئے مزید اِرشاد فرمایا کہ "جو رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے، دنیا میں بعدِ توبہ بھی اسے قتل کی سزا دی جائے گی، یہاں تک کہ اگر نشہ کی بے ہوشی میں کلمۂ گستاخی بکا، جب بھی مُعافی نہ دیں گے، اور تمام علمائے اُمّت کا اِجماع و اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے، اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کافر و مستحقِ عذاب ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے"[۵]۔

---

(۱) مگر شرعًا یہ اختیار صرف حکومتِ وقت کا ہے، کسی عام شخص کو اس بات کا اختیار ہرگز نہیں، کہ وہ لوگوں پر حُدود وغیرہ نافذ کرسکے!

(٢) "الشفا" القسم ٤ في تصرّف وُجوه ...إلخ، الباب ١، الجزء ٢، صـ١٣٤.

(۳) "فتاوی رضویہ" "کتاب السِیر، گستاخِ رسول ملعون کافر و مرتَد ہے، ۱۱/۵۵، مختصراً۔

(٤) "الفتاوى البزّازية" كتاب ألفاظ ...، الفصل ٢، النوع ١، ٦/ ٣٢١، ٣٢٢.

(۵) "فتاوی رضویہ" "کتاب السِیر، گستاخِ رسول ملعون کافر و مرتَد ہے، ۱۱/۵۵، ۵۶، مختصراً۔

حضورِ اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر ہر فرض سے مقدّم ہے

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اللہ کے حبیب اور اس کے خلیفۂ اعظم ہیں، ان سے محبت وعقیدت مدارِ ایمان ہے، اُن کی تعظیم وتوقیر رکنِ ایمان، اور ایمان کے بعد ہر فرض سے مقدّم ہے، جب تک کسی انسان کے دل میں نبیٔ کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم وتوقیر، اس کے اپنے ماں باپ، اولاد، جان ومال اور تمام جہان سے زیادہ نہ ہوجائے، آدمی کامل مؤمن نہیں ہوسکتا!۔

اللہ عزّوجلّ کی طرف سے بعثتِ نبوی کا ایک مقصد، حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر بھی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ۝٨ لِّتُؤۡمِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ﴾[1] "یقیناً ہم نے تمہیں شاہد (حاضر وناظر) بھیجا، اور خوشی اور ڈر سناتا ہوا؛ تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ! اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو!"۔

جو شخص رسولِ اکرم ﷺ کی عزّت وناموس کی پاسداری نہ کرے، بلکہ گستاخی وبے ادبی کا مُظاہرہ کرے، وہ مسلمان نہیں ہوسکتا، لیکن چودہویں صدی ہجری میں مرزا غلام قادیانی کی طرف سے جھوٹے دعویٔ نبوّت کے بعد یہ سلسلہ ایک فتنے کی صورت اختیار کر گیا، اس کی شدّت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا، ایسی نازک صورتحال میں امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا کردار بھی ناقابلِ فراموش ہے، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس منحوس فتنے کے خلاف نہ صرف بروقت عملی اِقدامات کیے، بلکہ متعدّد فتاوی ورسائل تحریر فرما کر، دنیائے قادیانیت کے ایوانِ کفر وارتداد میں زلزلے بھی برپا کیے۔ مرزا غلام قادیانی

---

(۱) پ۲۶، الفتح: ۸، ۹.

اور دیگر منکرینِ ختمِ نبوّت کے رَد واِبطال میں امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جو مستقل رسائل تصنیف کیے ہیں، اُن کے نام یہ ہیں:

(١) "جزاءُ الله عدوَّه بإبائِه ختمَ النبوّة"(۱). امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ رسالہ سن ۱۳۱۷ھ میں تصنیف فرمایا، جو عقیدۂ ختمِ نبوّت پر ۱۲۰ احادیثِ مبارکہ، اور منکِرین کی تکفیر پر جلیل القدر علمائے اُمّت کی تیس ۳۰ تصریحات پر مشتمل ہے۔

(٢) "السُّوءُ و العِقاب على المسيح الكذّاب"(۲). یہ رسالہ ۱۳۲۰ھ میں سپردِ قرطاس ہوا، اس رسالے میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے دس ۱۰ وُجوہ سے مرزا غلام قادیانی کا کفر ثابت کیا، اور یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ کسی بھی ایسے شخص کے نکاح میں رہنے والی سُنّی مسلمان عورت، جس کا شوہر قادیانی ہوجائے اور توبہ کرکے مسلمان نہ ہو، تو اس کا نکاح باطل ہوگیا، لہٰذا اب وہ اپنے کافر مرتَد شوہر سے فوراً علیحدہ ہوجائے!۔

(٣) "قهر الديّان على مرتَد بقاديان"(۳). امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ رسالہ ۱۳۲۳ھ میں تصنیف فرمایا، اس میں مرزا غلام قادیانی جھوٹے کذّاب کے شیطانی اِلہامات، اور اس کی کتب میں موجود کفریہ اَقوال کی نشاندہی سمیت، سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدۂ ماجدہ سیّدہ مریم رضی اللہ تعالٰی عنہا کی پاکیزگی، طہارت اور اُن کی عظمت کے گوشے اُجاگر کیے۔

(٤) "المبين ختم النبيّين"(٤). یہ رسالہ ۱۳۲۶ھ میں تصنیف ہوا، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس رسالہ میں دلائلِ کثیرہ سے ثابت کیا ہے، کہ لفظ "خاتم

---

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" کتاب الردّ والمناظرة، ۲۲/۹۱-۱۶۴۔
(۲) ایضاً، ۲۲/۴۳-۵۸۔
(۳) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" کتاب الردّ والمناظرة، ۲۲/۶۱-۷۲۔
(۴) ایضاً، ۲۲/۲۳-۴۰۔

النبیّین "میں "النّبیین" پر جو "الف لام" ہے، وہ لامِ استغراق ہے اور اس کا منکِر کافر ہے۔

(۵) "الجراز الدياني على المرتَدّ القادياني"[1]. یہ رسالہ ۳ محرّم الحرام ۱۳۴۰ھ میں لکھا گیا، بنیادی طور پر یہ رسالہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ووفات کی بحث سے متعلّق ہے، لیکن ضمناً اس میں بھی قادیانیوں کا رَد کیا گیا ہے؛ کیونکہ عام طور پر یہ بحث انہیں لوگوں کی طرف سے چھیڑی جاتی ہے۔

حضراتِ ذی وقار! ناموسِ رسالت کے تحفظ اور منکِرینِ ختمِ نبوّت کے رَد میں، سیّدی اعلیٰ حضرت بڑے سرگرم، مستعد اور متحرِک وفعّال رہے، اس سلسلہ میں امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ کی خدمات اس قدر زیادہ اور قابلِ ستائش ہیں، کہ انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا! جب جب کسی گستاخِ رسول نے ناموسِ رسالت پر حملہ آوَر ہونے کی کوشش کی، تب تب امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ کے قلمِ سیّال نے جنبش فرمائی، اور بدبختوں پر بجلیاں گراتے ہوئے ایسی کاری ضرب لگائی کہ پرَ خچے اڑا کر رکھ دیے! ع

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار اَعداء سے کہہ دو خیر منائیں، نہ شر کریں![2]

امامِ اہلِ سنّت کی وصیت

میرے بھائیو! سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالی علیہ زندگی بھر ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر پہرہ دیتے رہے، حتی کہ جب وصال کا وقت قریب آیا، آپ رضی اللہ تعالی عنہ اس وقت بھی اپنے اس فریضہ سے غافل نہ ہوئے، اپنی اولاد اور عوامِ اہلِ سنّت کو خاص طور پر وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ "جس شخص سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ

(۱) ایضاً، ۲۲/۷۵-۸۸۔

(۲) "حدائق بخشش" حصہ اوّل، ۹۸۔

توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہوجاؤ! جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا سی بھی گستاخی کرتے دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظّم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکّھی کی طرح نکال کر پھینک دو!"[1]۔

تحفظِ ناموسِ رسالت اور ہماری ذمّہ داری

عزیزانِ محترم! بدقسمتی سے آج ہم جس دَور سے گزر رہے ہیں، یہ شُرور وفِتن کا دَور ہے، آثارِ قیامت ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں، نت نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں، نبوّت کے جھوٹے دعووں کے باعث مرزا قادیانی جیسے مرتَد منافقین کی تعداد بڑھ رہی ہے، مذہبی مسلّمات کی حرمت وتقدیس کو پامال کیا جارہا ہے، نبئ کریم ﷺ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والوں کو، حکومتی سطح پر تحفظ فراہم کیا جارہا ہے، یہود ونصاریٰ کی جانب سے خاتم الانبیاء ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنا کر ان کی اِشاعت کی جارہی ہے۔

ایسے دِگرگوں حالات میں بحیثیت مسلمان ہماری یہ ذمّہ داری ہے، کہ فوری طور پر کچھ ایسے اِقدام کیے جائیں، جن سے تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے عمل کو یقینی بنایا جاسکے، اور توہینِ رسالت جیسے دلخراش واقعات کو رُونما ہونے سے روکا جاسکے!!۔

حضراتِ ذی وقار! ہمیں چاہیے کہ جب بھی کوئی شخص ہمارے پیارے نبئ کریم ﷺ کی شان میں گستاخی وبے ادبی جیسی غیر سنجیدہ اور دل آزار حرکت کرے، تو اُسے قانون کے مطابق قرارِ واقعی سزا دلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے، تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ سے متعلق آئینی شقوں کو مزید مؤثر بنایا جائے؛ تاکہ کسی کو بھی شانِ

(۱) "وصایا شریف" ملفوظ وصایا، صـ۲۰، مختصراً۔

رسالت ﷺ میں گستاخی کی جرأت نہ ہو! یورپی ممالک میں بالخصوص بھرپور سفارتکاری کے ذریعے، ایسی قانون سازی کے عمل کو یقینی بنایا جائے، جس سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی عزّت وناموس کو لاحق خدشات دُور ہوجائیں، علمائے دین اور مبلّغینِ اسلام، یورپی ممالک کے تبلیغی دَوروں میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیّبہ پر وارد کیے جانے والے، عمومی اعتراضات کے بھرپور اور مدلّل جوابات دیں؛ تاکہ مستشرقین کو نبیٔ کریم ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی کا کوئی موقع میسّر نہ آسکے۔

جن ممالک کے باشندے توہینِ رسالت ﷺ کے مرتکب ہوں، اگر ان کی حکومتیں مذہبی مُنافرت پھیلانے والے اپنے اُن شہریوں کے خلاف، قانونی کاروائی نہ کریں، تو سرکاری سطح پر اُن سے سفارتی واقتصادی تعلقات منقطع کرلیے جائیں، عوام الناس اُن کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرکے، انہیں مُعاشی طور پر مفلوج کرنے کی کوشش کریں!!۔ اللہ کریم علم وعمل کی توفیق دے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو، ناموسِ رسالت ﷺ پر پہرہ دینے کی توفیق عطا فرما، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو نیست ونابُود فرما، قادیانیوں کے رُوپ میں یہود ونصاریٰ کی طرف سے، اسلام مخالف سازشوں کو ناکام بنادے، آمین یا ربّ العالمین!۔

محبتِ رسول اور اس کے تقاضے

(جمعۃ المبارک ۵ ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ - ۲۳/۱۰/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

ایمان کی کسوٹی

برادرانِ اسلام! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی محبت ایمان کی کسوٹی ہے، اگر کوئی شخص اللہ رب العالمین سے محبت کا دعوی کرے، تو اُس کا یہ دعویٰ اُس وقت تک ہرگز قابلِ قبول نہیں، جب تک وہ رسولِ اکرم ﷺ سے سچی محبت اور اُن کی اِتّباع نہ کرے؛ کیونکہ نبئ کریم ﷺ کی محبت اللہ تعالی ہی کی محبت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾[1] "(اے حبیب!) آپ فرما دیجیے کہ (اے لوگو!) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ! اللہ تمہیں اپنا دوست بنا لے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے!"۔

---

(۱) پ۳، آل عمران: ۳۱.

مفسّرِ قرآن حضرت علّامہ صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "محبتِ الٰہی کا دعویٰ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اِتّباع وفرمانبرداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں، جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہے، حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی غلامی کرے"[1]۔

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی نے اپنی محبت کے لیے جو معیار مقرّر فرمایا ہے، وہی معیار اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی محبت کے لیے بھی مقرّر فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾[2] "آپ فرما دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری عورتیں، اور تمہارا کنبہ، اور تمہاری کمائی کے مال، اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہاری پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں، تو راستہ دیکھو (یعنی انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے! اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا!"۔

میرے عزیز! ایک مسلمان کے لیے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے محبت نہ صرف فرض ہے بلکہ اس کے تمام مال ومتاع اور عزیز ترین خونی رشتوں سے بھی مقدّم ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ہر ایک سے زیادہ محبوب رکھنا کمالِ ایمان، اور سچے مؤمن کی

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۳، آل عمران، زیرِ آیت: ۳۱، ص۱۱۔
(۲) پ۱۰، التوبة: ۲٤.

علامت ہے، حدیثِ پاک میں ہے، رَحمتِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:
«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ، مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»[۱] "تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں!"۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "یہاں پیار سے مراد طبعی محبت ہے، نہ کہ صرف عقلی؛ کیونکہ اولاد کو ماں باپ سے طبعی اُلفت ہوتی ہے، یہی محبت حضورِ اکرم ﷺ سے زیادہ ہونی چاہیے، اور -بحمدہ تعالی- ہر مؤمن کو حضور ﷺ جان، مال اور اولاد سے زیادہ پیارے ہیں، عام مسلمان بھی مرتَد اولاد، بے دین ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں، حضور ﷺ کی عزّت پر جان نچھاوَر کر دیتے ہیں"[۲]۔

محبتِ رسول کا غلبہ اور صحابۂ کرام

عزیزانِ محترم! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے سچی اور والہانہ محبت کرتے تھے، رحمتِ عالمیان ﷺ کی تعظیم وتوقیر اُن کا سرمایۂ افتخار اور توشۂ آخرت ہوا کرتا، اور انہیں یہ بات بہت اچھی طرح معلوم تھی کہ سرورِ کونین ﷺ کی محبت ہی کامیابی، کامرانی اور رِضائے الٰہی کا اصل ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ حضرات محبت کی اس کسوٹی پر اس قدر پورا اُترے، کہ رہتی دنیا تک وَیسی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی!۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم پر محبتِ رسول ﷺ کا کس قدر غلبہ تھا، اس کا اندازہ

---

(۱) "صحيح البخاري" باب حبُّ الرّسول ﷺ من الإيمانِ، ر: ١٥، صـ٦.

(۲) "مرآۃ المناجیح" "کتاب الایمان"، ۱/۴۰۔

اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ ایک صاحب حضور نبئ کریم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے کہ "یا رسول اللہ! اللہ کی قسم آپ مجھے اپنی جان اور اپنے اہل وعِیال سے بھی زیادہ محبوب ہیں! گھر میں ہوتے ہوئے جب آپ کی یاد آتی ہے تو میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر، آپ کی زیارت سے مشرّف ہو جاتا ہوں، اور جب اپنی مَوت اور آپ کی جدائی کو یاد کرتا ہوں، کہ آپ جنّت میں انبیاء کے ساتھ اعلیٰ مقام میں ہوں گے، اگر میں جنّت میں داخل ہوا، تب بھی مجھے یہ خوف ہے کہ میں آپ کی زیارت نہیں کرسکوں گا! والئ کونین ﷺ نے انہیں کوئی جواب ارشاد نہیں فرمایا، حتی کہ حضرت سیّدنا جبریل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضرِ بارگاہ ہوئے: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ﴾[1] "جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے، تو اُسے ساتھ ملے گا اُن کا جن پر اللہ نے فضل کیا، یعنی انبیاء اور صدیقین کا!"[2]۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ ایک بار پر حضرت سیّدنا عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ! آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ!» "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت

(١) پ٥، النساء: ٦٩.

(٢) "المعجم الأوسط" باب الألف، من اسمه أحمد، ر: ٤٧٧، ١/ ١٤٩. و"مجمع الزوائد" كتاب التفسير، سورة النساء، ر: ١٠٩٣٧، ٧/ ٧. [قال الهيثمي:] "رواه الطَبَراني في الصغير والأوسط، ورجالُه رجالُ الصحيح، غير عبد الله بن عمران العابدي، وهو ثقة".

میں میری جان ہے! اُس وقت تک تم مؤمنِ کامل نہیں ہوسکتے، جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب اور پیارا نہ ہوجاؤں!" اس پر حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اللہ کی قسم اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں! نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «اَلْآنَ يَا عُمَرُ!»[1] "اے عمر اب تمہارا ایمان کامل ہوگیا!"۔

شارحِ "مشکاۃ" حضرت ملّا علی قاری مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں یکدم محبتِ نبوی کا کامل ہوجانا، نبئ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باطنی توجّہ کی برکت سے ہوا"[2]۔

عزیزانِ مَن! محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم مسلمانوں کے لیے دُخولِ جنّت کا ایک اہم ذریعہ ہے، اور جنّت وہ جگہ ہے جہاں انسان نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام کے ساتھ ہوگا۔ حضرت سیّدنا انَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے آکر بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ! قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ؟» "تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟" کہنے لگا: صرف یہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ!» "تو پھر یقیناً تم جس سے محبت کرتے ہو، اُسی کے ساتھ رہوگے!"۔

حضرت سیّدنا انَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسلام لانے کے بعد، ہمیں نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کے سبب، اتنی خوشی ہوئی جو کسی اَور چیز سے نہیں ہوئی۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأيمان والنذور، ر: ٦٦٣٢، صـ١١٤٦.

(٢) "المرقاة" كتاب الإيمان، الفصل الأوّل، تحت ر: ٧، ١/ ١٤٥.

حضرت سیّدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول، اور ابو بکر و عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے محبت کرتا ہوں، اور میں امید رکھتا ہوں کہ آخرت میں انہی کے ساتھ رہوں گا! اگرچہ میں ان کی طرح اعمال نہ کرسکا[1]۔

میرے بھائیو! ہر بندۂ مؤمن کو یہ چاہیے، کہ ہر شَے بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ، نبئ کریم صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْہِ وَسَلَّم سے محبت کرے؛ کہ اسی میں تکمیلِ ایمان اور دونوں جہانوں کی بھلائیوں کے ساتھ ساتھ، اُخروی نَجات کا راز بھی پنہاں ہے۔

اِطاعت واِتّباعِ رسول ...ایک حقیقی ذریعۂ نجات

حضراتِ گرامی قدر! محبت ایک پاکیزہ قلبی جذبہ ہے، محبت اگر سچی ہو تو اس میں پائیداری، احترام اور اِتّباع لازم وملزوم ہیں، اگر ہم واقعی اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے پیارے حبیب صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْہِ وَسَلَّم سے سچی محبت کرتے ہیں، تو ہمیں مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْہِ وَسَلَّم کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنا ہوگا! ان کی مکمل اِطاعت وفرمانبرداری کرنی ہوگی؛ کیونکہ یہی ہمارے لیے ذریعۂ نجات اور مشعلِ راہ ہے۔ اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں حضورِ اکرم صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْہِ وَسَلَّم کی اِطاعت کو اپنی اِطاعت قرار دیا، ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾[2] "جس نے رسول کا حکم مانا، یقیناً اس نے اللہ کا حکم مانا، اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے اے حبیب آپ کو انہیں بچانے کے لیے نہیں بھیجا!"۔

تو معلوم ہوا کہ نبئ مکرّم صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْہِ وَسَلَّم کی اطاعت وفرمانبرداری، عین اللہ کی اِطاعت وفرمانبرداری اور محبت کی دلیل ہے، اور اس سے رُوگردانی خسران کا باعث ہے!۔

---

(١) "صحيح مسلم" باب المرء مع من أحب، ر: ٦٧١٣، صـ١١٤٩.

(٢) پ٥، النّساء: ٨٠.

حضور نبیٔ کریم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کے بغیر، اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ، جھوٹ اور تقاضائے محبت کے خلاف ہے، حدیثِ پاک میں ارشاد فرمایا: «مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللهَ!»[1] "جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی"۔

عزیزانِ محترم! اِطاعت وفرمانبرداری اور اُسوۂ حسنہ پر عمل کی غرض سے، اگر ہم سرورِ کونین ﷺ کی حیات طیّبہ پر نظر ڈالیں، تو سرکار ﷺ کی زندگی کا ہر ہر پہلو ہماری رَہنمائی فرماتا نظر آئے گا، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ہمیشہ زُہد وتقویٰ اور پرہیزگاری کو اختیار کیے رکھا، سچ کے دامن کو کبھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا، ہمیشہ رزقِ حلال کھایا، اور حلال ہی کمانے کھانے کی ترغیب دی، کبھی امانت میں خیانت نہ فرمائی، اپنے اہل وعِیال کے ساتھ ہمیشہ حُسنِ سُلوک، اور ادب واحترام کے ساتھ پیش آتے رہے، اور اپنی اُمّت کو بھی اسی کی تعلیم دیتے رہے۔ اس کے علاوہ رحمتِ عالمیان ﷺ نے عدل وانصاف، شکر واِحسان، رَواداری، نرمی وآسانی، اعتدال ومَیانہ رَوی، اور اتفاق واتحاد سمیت، زندگی کے ہر گوشہ سے متعلق اپنی سیرتِ طیّبہ کے وہ روشن مینار چھوڑے، جو رہتی دنیا تک اپنے نُور سے جہالت کی تاریکیوں کو دُور کرتے رہیں گے!۔

محبتِ رسول کے تقاضے

حضراتِ گرامی قدر! انسان جس سے محبت کرتا ہے، اس سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت ہونا ایک فطری اَمر ہے، آج بھی ہر مسلمان مصطفیٰ جانِ رحمت

---

(۱) "صحيح البخاري" كتابُ الأحكام، ر: ۷۱۳۷، صـ۱۲۲۹.

ﷺ سے محبت کا دعویدار ہے، اور یہ دعویٰ اس بات کا متقاضی ہے کہ حضور نبیٔ کریم ﷺ سے نسبت کے سبب، آپ ﷺ کے تمام صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ اَطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی بلا امتیاز محبت رکھی جائے، اور ان میں سے کسی سے بھی بغض وعداوت ہرگز نہ رکھی جائے! یہ سب کے سب نُفوسِ مقدسہ سرورِ کونین ﷺ ہی کے شجرِ فضیلت کی شاخیں ہیں، لہٰذا ان سب سے محبت واُلفت درحقیقت رسول اللہ ﷺ سے محبت واُلفت ہے، اور ان حضرات سے بُغض وعداوَت (معاذاللہ!) حضورِ اکرم ﷺ سے بُغض وعداوَت کے مترادِف ہے، حدیثِ پاک میں حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أكرِموا أصحابِي؛ فإنّهم خيارُكم، ثمّ الّذين يلونهم!»[1] "میرے اصحاب کی عزّت کرو؛ کیونکہ وہ تم میں سے بہترین لوگ ہیں، پھر وہ جواُن کے بعد ہیں!" یعنی تابعینِ عظام کی۔

میرے عزیز دوستو! سرورِ کونین ﷺ کے اَوامر (اَحکام) پر عمل، اور نَواہی (منع کردہ چیزوں) سے اجتناب، حضور سے محبت کا بنیادی تقاضا ہے، محبتِ رسول ﷺ کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اَخلاقِ کریمہ اور سیرتِ طیّبہ کو اپنی زندگی کے لیے مشعلِ راہ بنایا جائے، ان کی سنّتوں پر عمل کیا جائے، اور اُن کی پیروی کی جائے۔ اللہ رب العالمین ہمیں نبیٔ کریم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[2] "یقیناً

---

(۱) "السُّنن الكبرى" للنَّسائي، كتاب عشرة النساء، ر: ۹۱۸۲، ۸/ ۲۸۷. و"الأمالي المطلقة" ۸۹- ثمّ أملانا، ۱/ ۶۳، ۶۴. [قال ابن حجر:] حديثٌ صحيح.

(۲) پ۲۱، الأحزاب: ۲۱.

رسول اللہ کی پیروی تمہارے لیے سب سے بہتر ہے"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر دُرود وسلام کی کثرت کرنا بھی، حضور سے محبت کی دلیل ہے، جو جس سے محبت کرتا ہے اُس کا ذکر بھی کثرت سے کرتا ہے، دُرود وسلام افضل اعلیٰ اور عمدہ ترین کام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾[1] "یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں اِس (غیب بتانے والے) نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی ان پر دُرود اور خوب سلام بھیجو!"۔

بندۂ مؤمن دنیا میں کہیں بھی کسی بھی ملک وقوم سے تعلّق رکھتا ہو، جب آقائے دوجہاں ﷺ پر دُرود شریف پڑھتا ہے، تو اُس کا دُرودِ پاک خود آقا کریم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «صَلُّوْا عَلَيَّ؛ فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ»[2] "مجھ پر دُرود بھیجا کرو کہ وہ مجھ تک پہنچ جاتا ہے، چاہے تم کہیں بھی ہو!"۔ لہٰذا ہم سب کو دُرورد وسلام کی کثرت کرنی چاہیے؛ کہ یہ محبتِ رسول ﷺ کی ایک بڑی علامت ہے۔

عاشقِ رسول کیسا ہوتا ہے؟

حضراتِ محترم! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے محبت وعقیدت مدارِ ایمان ہے، اُن کی تعظیم وتوقیر رُکنِ ایمان، اور بعدِ ایمان ہر فرض سے مقدّم ہے۔ لہٰذا جب تک کسی انسان کے دل میں نبئ پاک ﷺ کی محبت راسخ نہ ہوجائے، وہ کامل مؤمن نہیں

---

(۱) پ۲۲، الأحزاب: ٥٦.

(۲) "سنن أبي داود" كتابُ النّكاح، باب زيارة القبور، ر: ٢٠٤٢، صـ٢٩٦.

ہوسکتا، لہذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ ایمان صحیح معنی میں ہمارے دلوں میں داخل ہوجائے، اور ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ بندے اور کامل مؤمن بن جائیں، تو اپنے قُلوب واَذہان کو محبتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے معمور کیجیے! اُن کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے ہمیشہ دُور رہیے! ایسے لوگوں سے کسی قسم کا لین دَین یا شادی بیاہ نہ کریں! ان کے ساتھ ملنے جلنے اور کھانے پینے سے گریز کیجیے! اسلامی تعلیمات پر حقیقی معنی میں عمل پیرا ہوں، قرآن وسنّت کی رَوشنی میں ایک باعمل مسلمان بنیے، فرائض و واجبات کی پابندی کیجیے، اپنے والدین کی اِطاعت وفرمانبرداری کریں، حرام اور ناجائز اُمور کے ارتکاب سے بچیں، اپنے اندر صبر وتحمل اور برداشت کا مادّہ پیدا کیجیے، خود بھی امن وسکون سے رہیں اور پیار محبت کے پیغام کو عام کریں، مسلمانوں کی خیر خواہی اور دِل جُوئی کو اپنی عادت بنائیے، ان کی دل آزاری مت کیجیے، انہیں کسی بھی طرح کا دھوکا یا تکلیف نہ دیں، اصلاحِ اُمّت کا جذبہ اپنے دلوں میں کار فرما رکھیں، اور اُمّتِ مسلمہ کے بکھرے ہوئے شیرازے کو وَحدت کی لڑی میں پرَونے کی کوشش کرتے رہیے!۔

محبتِ رسول اور تربیتِ اولاد

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی نے انسان خصوصًا مسلمان کو اپنے فضل سے جن جن نعمتوں سے نوازا ہے، اُن میں سے ایک عظیم نعمت ہماری اولاد ہے، اور یہ پھول جیسی نازک، دل کو بھانی والی نعمت، ہمارے پاس ہمارے ربّ ذوالجلال کی طرف سے امانت ہے، لہذا اس امانت کا حق اور محبتِ رسول کا تقاضا ادا کرتے ہوئے ہم پر لازم ہے، کہ ان کو اچھی تعلیم وتربیت دیں، ان کے دلوں میں حضور نبئ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے محبت کے جذبات کو اُبھاریں، خود رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «أدّبوا

أولادَكم على ثلاثِ خصالٍ: (١) حُبِّ نبيِّكم، (٢) وحُبِّ أهلِ بيتِه، (٣) وقراءةِ القرآنِ»[1] "اپنی اولاد کو تین ۳ باتوں کی بہترین تربیت دو: (ا) اپنے نبی کی محبت، (۲) نبی کے اہلِ بیت کی محبت، (۳) اور قرآنِ کریم کی تعلیم!"۔

ان میں عقیدے کی پختگی اور اَخلاق کی درستی کے عمل کو بھی یقینی بنائیں، ان میں بزرگوں کے ادب واحترام کی عادت ڈالیں، عام مسلمانوں کے ساتھ بھی محبت، خُلوص اور عزّت کے ساتھ پیش آنے کی تربیت دیں! انہیں بد مذہبوں اور بُری صحبت سے دُور رکھنے کے لیے ان پر کڑی نظر رکھیں، ان کا گھر میں اور باہر کہاں کہاں وقت صرف ہوتا ہے، یا ان کی کیا سرگرمیاں ہیں، اور کس طرح کے لوگوں سے ان کے روابط ہیں، اس بات کا بھی خاص خیال رکھیں! اللہ کریم ہم سب کو نیک صالح اور باعمل مسلمان بنائے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو، محبتِ رسول کے جذبات سے سرشار فرما، ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت یعنی عید میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں نصیب فرما، ان خوشیوں کے ساتھ ساتھ حضورِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ اور آپ کی تعلیمات پر بھرپور عمل کی توفیق عطا فرما، ہمارے دلوں میں عظمتِ صحابۂ کرام اور حُبِ اہل بیت اَطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیدا فرما، ہمیں اُن کی تنقیص سے ہمیشہ محفوظ رکھ، ان کی شان میں گستاخی وبے ادبی کرنے والوں کو ہدایت عطا فرما، اور انہیں صراطِ مستقیم پر چلا، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(١) "كشف الخفاء" الهمزة مع الدال، ر: ١٧٤، ١/ ٨٨.

عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(جمعۃ المبارک ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ - ۳۰/۱۰/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد پر بِشارت

محترم بھائیو! آج مسلمان جو اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی مناتے ہیں، ان کے چرچے کرتے ہیں، یہ کام سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی کیا۔ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے سینکڑوں سال پہلے تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد پر بِشارت دے کر، حضور کی آمد کا چرچا کیا، جسے اللہ تعالیٰ نے یُوں بیان فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾[1] "یاد کیجیے! جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں، اور اُس رسول کی بِشارت سناتا ہوں جو میرے

(١) پ٢٨، الصف: ٦.

بعد تشریف لائیں گے، اُن کا نام احمد ہے"۔

اللہ تعالی کا مسلمانوں پر بڑا احسان

عزیزانِ گرامی قدر! یقیناً خالقِ کائنات جلّ جلالہ کی ہم پر بے شمار نعمتیں، انعام واِکرام اور وافَر برکتیں ہیں، اللہ تعالی نے ہم پر لازم کیا ہے کہ ہم ان نعمتوں پر خوشی اور مسرّت کا اظہار کریں، اُس پاک پروَردگار کا شکر بجالائیں۔ اُنہی تمام نعمتوں میں سب سے اعلیٰ وافضل نعمت، بلکہ تمام نعمتوں کی اصل اور بنیاد، سرکارِ دوعالم ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے، جن کی ولادتِ باسعادت ماہِ ربیع الاوّل شریف کی بارہ ۱۲ تاریخ کو ہوئی، اسی لیے اس دن کے آتے ہی تمام اہلِ ایمان کے دل، میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشی سے سرشار ہوتے ہیں، ہر طرف شادمانی کا سماں ہوتا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جبکہ مصطفیٰ جانِ رَحمت ﷺ کی ولادتِ باسعادت، انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ، اور دُکھی اور بے سہارا انسانیت کے لیے فرحت ومَسرّت کا سب سے وافر ترین سبب وسامان ہے!۔

نبئ کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی انسانیت پر اللہ تعالی کا سب سے بڑا فضل وکرم، سب سے بڑا احسان، سب سے بڑی نعمت، اور تمام جہانوں کے لیے اللہ تعالی کی بے پناہ رَحمت ہے، قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾[1] "یقیناً اللہ تعالی کا مسلمانوں پر بڑا احسان ہوا کہ اُن میں اُنہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو اُن پر اللہ تعالی کی آیتیں پڑھتے ہیں، انہیں پاک اور ستھرا کرتے ہیں، انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں، اور اِس سے پہلے

(۱) پ٤، آل عمران: ١٦٤.

وہ لوگ ضرور کھلی گمراہی میں تھے"۔اِس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالی نے نبیِ پاک ﷺ کی ذاتِ بابرکات کو واضح طور پر، اپنا فضل واحسان قرار دیا ہے۔

اَن پڑھ لوگوں میں ایک رسول کا تشریف لانا

ایک اَور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾(۱) "وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انُہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو اُن پر اللہ تعالی کی آیتیں پڑھتے ہیں، انہیں پاک اور ستھرا کرتے ہیں، انہیں اللہ کی کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، اور یقیناً وہ لوگ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے"۔

سارے جہان کے لیے رَحمت

اللہ رب العالمین نے قرآنِ مجید میں سرکارِ اَبد قرار ﷺ کو تمام جہان کے لیے رَحمت قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾(۲) "ہم نے آپ کو سارے جہان کے لیے رَحمت بنا کر بھیجا!"۔

رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری

ایک اَور مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾(۳) "یقیناً تمہارے پاس وہ

---

(۱) پ۲۸، الجمعة: ۲.

(۲) پ۱۷، الأنبياء: ۱۰۷.

(۳) پ۱۱، التوبة: ۱۲۸.

رسول تشریف لائے، جنہیں تمہارا مشقّت میں پڑنا گوارا نہیں، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے ہیں، مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

بلاشبہ تاجدارِ رسالت ﷺ ہم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رَحمت ہیں، اور فضل ورَحمت کے ملنے پر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اِس سوال کے جواب میں قرآنِ مجید میں ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾[1] "(اے حبیب!) آپ فرمادیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل اور اُسی کی رَحمت پر چاہیے کہ وہ خوشی منائیں، وہ ان کے سب دَھن دَولت سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "یہاں فضلِ الٰہی سے مراد نبیٔ کریم ﷺ کی ذاتِ والاصفات ہے"[2]۔

پیر شریف کا روزہ

حضراتِ گرامی قدر! نبیٔ کریم ﷺ نے خود اپنا یومِ ولادت ہر پیر کو روزہ رکھ کر منایا، "مسلم شریف" کی حدیث ہے، حضرت سیّدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روزے سے متعلق پوچھا گیا، تو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «فِيْهِ وُلِدْتُ، وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ»[3] "اِسی دن میری ولادت ہوئی، اور اِسی دن مجھ پر (پہلی بار) وحی نازل ہوئی" ع

---

(۱) پ۱۱، یونس: ۵۸.

(۲) "روح المعاني" یونس، تحت الآیة: ۵۸، ۱۱/۱۴۱. و"الدرّ المنثور" یونس، تحت الآیة: ۵۸، ٤/۳٦۸.

(۳) "صحیح مسلم" کتاب الصیام، ر: ۲۷۵۰، صـ٤۷۸.

پیر کا دن تاریخ ہے بارہ   فرش پہ چمکا عرشی تارہ![1]

تو معلوم ہوا کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی ولادت کی یاد میں خوش ہو کر، کوئی بھی نیک عمل کرنا، نہ صرف جائز ہے بلکہ نبیٔ کریم ﷺ کی تعلیماتِ طیّبہ کے عین مطابق بھی ہے۔

محمد بن عبد اللہ کی ولادت کی خوشی

برادرانِ اسلام! مصطفی کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی خوشی منانا، ایسا بابرکت عمل ہے جسے اپنانے والا کسی بھی حال میں اجر و ثواب سے محروم نہیں رہتا۔ اِس ضمن میں حضراتِ محدثینِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ کے چچا ابو لہب، جس کی مذمّت میں قرآنِ مجید کی مکمل سورت سورۂ لہب نازل ہوئی، اسی چچا کی ایک باندی جس کا نام ثُوَیبہ تھا، ابو لہب نے اپنی اس لَونڈی ثویبہ کو نبیٔ کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے وقت، حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھیجا کہ جاؤ اور آمنہ کی خدمت کرو!۔ جب سرکارِ دوعالم ﷺ کی ولادت ہوگئی تب ثویبہ دَوڑتی ہوئی ابو لہب کے پاس آئی، اور کہا کہ مبارک ہو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے بھائی کے گھر بیٹا عطا کیا ہے، یہ سن کر ابو لہب نے اپنے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی میں، شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ثُویبہ کو غلامی سے آزاد کر دیا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیّدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ "ابولہب کے مرنے کے بعد اُس کے اہلِ خانہ میں سے کسی نے اُسے بہت بُرے حال میں دیکھ کر، اُس سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا کہ میں سخت عذاب

(۱) "دیوانِ سالک"، ص۱۔

میں ہوں، کبھی چھٹکارا نہیں ملتا، مگرہاں مجھے اُس عمل کی جزا کے طور پر کچھ پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، جو میں نے محمد بن عبد اللہ کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا"[1]۔

ہر پیر کو ابولہب کے عذاب میں کمی

اسی واقعہ کو مشہور و معروف عظیم محدِّث، امام ابنِ حجر عَسقلانی رحمہ اللہ تعالی علیہ نے امام سُہیلی رحمہ اللہ تعالی علیہ کے حوالے سے یوں بیان فرمایا، کہ حضرتِ سیّدنا عباس رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں: «لما مَاتَ أَبُو لَهَبٍ رَأَيْتُهُ فِي مَنَامِي بَعْدَ حَوْلٍ فِي شَرِّ حَالٍ، فَقَالَ: مَا لَقِيتُ بَعْدَكُمْ رَاحَةً، إِلَّا أَنَّ الْعَذَابَ يُخَفَّفُ عَنِّي كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ»[2] "جب ابولہب مر گیا تو میں نے اُسے ایک سال بعد، خواب میں بہت بُرے حال میں دیکھا، کہتا ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد آرام نصیب نہیں ہوا، بہت سخت عذاب میں گرفتار ہوں، لیکن ہر پیر کے دن میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے"۔

عذاب میں کمی کا سبب

حضرت سیّدنا عبّاس رضی اللہ تعالی عنہ خود عذاب میں اس کمی کی وجہ بیان فرماتے ہیں: «وَذٰلِكَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وُلِدَ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ، وَكَانَتْ ثُوَيْبَةُ بَشَّرَتْ أَبَا لَهَبٍ بِمَوْلِدِهِ فَأَعْتَقَهَا»[3] "عذاب میں کمی کا سبب یہ تھا کہ پیر شریف کے دن حضور نبیٔ کریم ﷺ کی ولادت ہوئی، اور ثُویبہ نے ابولہب کو حضور کی ولادتِ باسعادت کی خوشخبری سنائی، تو اُس نے اس خوشی میں ثُویبہ کو آزاد کر دیا تھا"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب النكاح، ر: ٥١٠١، صـ٩١٢.

(٢) "فتح الباري" كتاب النكاح، تحت ر: ٥١٠١، ٩/ ١٦٦، ١٦٧.

(٣) المرجع نفسه، صـ١٦٧.

ولادتِ مصطفی ﷺ کی خوشی منانے والے مؤمن کی جزا

جلیل القدر محدِّث حضرت امام ابنِ جزری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اسی حدیثِ پاک پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے (جس کی مذمّت قرآنِ مجید میں نازل ہوئی) کہ حضور نبئ کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی کا اظہار کرنے پر، اس کے عذاب میں کمی کی جاتی ہے، تو نبئ پاک ﷺ کے اس اُمّتی، توحید ورسالت کا دم بھرنے والے مؤمن مسلمان کی جزا کا کیا عالَم ہوگا، جو حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی مناتا ہے!"[۱]

ع
شبِ ولادت میں سب مسلماں نہ کیوں کریں جان ومال قرباں
ابولہب جیسے سخت کافر خوشی میں جب فیض پا رہے ہیں![۲]

رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے وقت کی نورانیت

صحابئ رسول حضرت سیّدنا عِرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: «إِنِّي عَبْدُ الله، وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْن وَأَبِي مُنْجَدِلٌ فِيْ طِينَتِه، وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْ ذلِكَ: أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسٰى، وَرُؤْيَا أُمِّي آمِنَةَ الَّتِي رَأَتْ» "میں اس وقت سے اللہ کا بندہ اور آخری نبی ہوں، جبکہ ہم سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی کی شکل میں تھے، اور میری یہ بات دھیان سے سن لو! کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا، حضرت عیسیٰ کی بِشارت اور اپنی والدہ حضرت آمنہ کا خواب ہوں"، (حضرت سیّدنا عِرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

(۱) "عرف التعريف بالمولد الشّريف" إرهاصات مولده ﷺ، صـ۲۲.
(۲) "دیوانِ سالک"، صـ۱۳۳۔

کہتے ہیں) کہ جس طرح گزشتہ انبیاء کی ماؤں نے خواب دیکھا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے بھی، رسولِ کریم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے وقت ایک ایسا نور دیکھا، جس کی بدَولت ملکِ شام کے محلّات اُن پر روشن ہو گئے۔

پھر صحابئ رسول نے سورۂ اَحزاب کی یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ [الأحزاب: ٤٥- ٤٦][1] "اے غیب کی خبر دینے والے (نبی)! یقیناً ہم نے آپ کو حاضر ناظر، اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، اللہ کے حکم سے اُس کی طرف بلانے والا، اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا!" ؏

نصیب چمکے ہیں فرشیوں کے کہ عرش کے چاند آ رہے ہیں

جھلک سے جن کی فلک ہے روشن، وہ شمس تشریف لا رہے ہیں![2]

میلادِ مصطفیٰ ﷺ اقوالِ علماء کی رَوشنی میں

مجلسِ میلاد شریف کے فضائل وفوائد کے بارے میں، اکثر علمائے دین وفضلائے کاملین کے اقوال، "سیرتِ شامی" وغیرہا کتبِ مستندہ ومعتمَدہ میں مُندرِج ومرقوم ہیں، یہاں بنظرِ اختصار صرف چند کلماتِ طیّبہ پر اقتصار کیا جاتا ہے:

حافظ الحدیث امام سخاوی رحمہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "محفلِ میلاد شریف والوں پر اِس عمل کی برکت سے فضلِ عظیم ظاہر ہوتا ہے"[3]۔

---

(١) "مستدرَك الحاكم" تفسير سورة الأحزاب، ر: ٣٥٦٦، ٤/ ١٣٣٩.

(٢) "دیوانِ سالک"، ص۱۳۔

(٣) انظر: "سُبل الهدى والرَّشاد" ١/ ٣٦٢، نقلاً عن السخاوي.

امام حافظ استاذ القُرّاء محمد ابنِ جزری رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "مجلسِ میلاد شریف کی خصوصیات میں سے ہے، کہ وہ تمام سال کے لیے امن وامان ہے، اور حصولِ مقصد کے ساتھ بِشارتِ عاجلہ ہے"(۱)۔

حافظ الحدیث امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "جن بڑے بڑے ائمۂ امّت نے اس مجلسِ مبارک کی مدح وثنا کی ہے، ان میں سے حافظ ابو شامّہ، امام نَوَوی رحمہ اللہ تعالی کے استاذ بھی ہیں۔ کتاب "الباعث علی إنکار البِدَع والحوادِث" میں لکھتے ہیں کہ "ایسے افعال اچھے ہیں، لوگوں کو ان کی ترغیب دلانا چاہیے، ان کاموں کا کرنے والا مشکور ومحمود ہے"(۲)۔

علّامہ قَسطلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "ہمیشہ سے اہلِ اسلام ماہِ مبارک ربیع الاوّل کا اہتمامِ تامّ کرتے آئے ہیں، اس میں کھانا کھلانا، اس کی راتوں میں طرح طرح کے صدَقات، خوشی کا اظہار، اور میلاد شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے رہے، اور اس کی برکتوں سے اُن پر اللہ تعالی کا فضلِ عمیم ظاہر ہوتا رہا"(۳)۔

سلطانِ عادل ملک مظفر ابو سعید رحمۃ اللہ تعالی علیہ، جن کے بارے میں حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "ماہِ مبارک ربیع الاوّل میں میلاد شریف منعقد کیا کرتے، اور اُس کے لیے عظیم الشان محفل ترتیب دیتے۔ وہ ایک بہادر وشجاع، دلیر وعاقل، عالم وعادل،

---

(۱) المرجع نفسه، نقلاً عن ابن الجَزري.

(۲) انظر: "سُبل الهدى والرَّشاد" ۱/ ۳۶۳، نقلاً عن ابن كثير. و"الباعث" مقدّمة المؤلّف، فصل في تقسيم الحوادث إلى ...إلخ، صـ۲۳.

(۳) "المواهب اللدُنية" المقصد ۱ في أحاديث سيرة منذ ...إلخ، ۱/ ۱۴۸.

نیک خصلت اور پاکیزہ باطن بادشاہ تھے، مدّتِ دراز تک سلطنت فرمائی، یہاں تک کہ شہرِ "عکا" میں (کافرانِ فرنگ کا) مُحاصرہ کیے ہوئے تھے کہ انتقال کیا"[1]۔

امام جلال الدّین سُیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "محفلِ میلاد منعقد کرنے والا ثواب پاتا ہے؛ کیونکہ اُس میں رسولِ اکرم ﷺ کی تعظیم، اور ولادتِ باسعادت پر اظہارِ خوشی وشادمانی ہے"[2]۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ "فیوض الحرمین" میں تحریر کرتے ہیں کہ "میں مکۂ معظّمہ میں بروزِ ولادت شریف مجلسِ میلاد میں حاضر تھا، لوگ حضورِ اقدس ﷺ پر دُرود پڑھتے اور حضورِ اکرم ﷺ کے وقتِ ولادت، اور بعثت (اعلانِ نبوّت) سے قبل ظاہر ہونے والے اِرہاصات (یعنی عقلوں کو حیران کرنے والے واقعات) کا ذکرِ خیر کر رہے تھے، اچانک میں نے کچھ انوار دیکھے کہ وہ فوراً بلند ہوئے، میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے انہیں بدن کی آنکھ سے دیکھا، یا صرف رُوح کی آنکھ سے دیکھا! اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ ان کے مابین کیا کیفیت تھی! پھر میں نے ان انوار میں غور وفکر کیا تو وہ انوار اُن فرشتوں کی طرف سے پائے، جو ایسی مجالس ومَشاہد پر مقرّر ہوتے ہیں، اور وہ انوارِ ملائکہ انوارِ رحمت سے ملے ہوئے دیکھے"[3]۔

نیز کتاب "انتباہ" اور "درِّ ثمین" وغیرہما میں اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ "میں ایامِ میلاد شریف میں نبیٔ کریم ﷺ کی

---

(١) "البداية والنّهاية" الملك المظفّر أبو سعيد كوكبري، ١٣/ ١٥٩، ١٦٠.
و"الحاوي للفتاوى" رسالة "حسن المقصد في عمل المولد" ١/ ٢٢٢.

(٢) "الحاوي للفتاوي" رسالة "حسن المقصد في عمل المولِد" ١/ ٢٢٢.

(٣) "فيوض الحرمين" المشاهدة ٨، صـ٢٦، ٢٧.

نیاز کا کھانا کھلایا کرتا تھا، ایک سال بھنے ہوئے چنوں کے سِوا کچھ میسّر نہ تھا، تو میں نے لوگوں میں وہی تقسیم کردیے۔ حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرّف ہوا کہ وہ چنے حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے رکھے ہیں، اور حضور ﷺ شاد و مسرور ہیں"[1] ؏

زمانہ بھر میں یہ قاعدہ ہے کہ جس کا کھانا اُسی کا گانا

تو نعمتیں جن کی کھا رہے ہیں اُنہی کے ہم گیت گا رہے ہیں![2]

میلادِ مصطفیٰ کا اہتمام کرنے والے علماء کے اسمائے گرامی

ان کے علاوہ بہت سے علمائے متقدّمین و متاخرین، مجلسِ میلاد شریف خود سجاتے ہیں، اس میں شریک ہوتے ہیں، اسے مستحسن و مستحب و مُوجبِ برکات و منبعِ خیرات جانتے ہیں، اُن میں سے بعض حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حافظ امام ابو الفضل ابنِ حجر عسقلانی، (۲) حافظ ابو الخطاب بن دَحیہ، (۳) حافظ ابنِ رجب حنبلی، (۴) شیخ رکن الدّین محمد بن یوسف دِمشقی صاحبِ "سیرتِ شامی"، (۵) سبطِ امام ابنِ جَوزی، (۶) شیخ عبد الوہّاب بن حُسام متّقی، (۷) علّامہ علی قاری حنفی، (۸) علّامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شارحِ "مَواہب"، (۹) امام سیّد جعفر برزنجی، (۱۰) حافظ زین الدّین عراقی، (۱۱) علّامہ مجد الدّین فیروزآبادی، (۱۲) علّامہ شمس الدّین دمیاطی، (۱۳) امام حلبی صاحبِ "سیرتِ حلبیہ" وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم۔

خود اِنہی ائمہ و علماء پر کیا موقوف، اور حصر و شمار کی قدرت کہاں، روزِ شُیوع سے آج تک ان تمام قُرونِ مُتطاولہ (گذشتہ اَدوار) میں، جماہیر اکابرِ شریعت و مشائخِ طریقت

---

(۱) "الدرّ الثمين في مبشّرات النبي الأمين" الحديث ۲۲، صـ۶۱.

(۲) "دیوانِ سالک"، ص۱۳۔

خود مجلس (یعنی محفلِ میلاد) کرتے، یا اُس میں حاضر ہوتے، اور اُسے مستحب و مستحسن کہتے، لکھتے اور سمجھتے رہے ہیں[(۱)]۔

امامِ جلیل جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجلسِ میلاد مقدّس سے متعلق لکھتے ہیں کہ "علمائے کرام وصالحینِ عظام، مجلسِ میلاد میں بلاانکار حاضر ہوتے ہیں"[(۲)]۔

میلادِ مصطفیٰ پر بعض علماء کی کتب

ان کے علاوہ مَولدِ مبارک میں بہت سے ائمہ وعلماء نے تصانیف یادگار چھوڑیں، جن میں مَولیٰ حسن بحری، وشیخ محمد بن حمزہ عربی، وشیخ شمس الدّین احمد سیواسی، وعلّامہ فخر ابو بکر دنقلی، وبرہان محمد ناحی، وشمس دمیاطی ابنِ سنباطی، وبرہان بن یوسف ناقوس، وامام زین الدّین عراقی، وامام شمس الدّین سخاوی، اور علاّمہ سیّد عفیف الدّین ایجی شیرازی وغیرہم نے متعدّد مَوالد لکھے، جن کا ذکر "کشف الظنون" میں ہے[(۳)]۔

علّامہ محدِّث طاہر فَتّنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحبِ "مجمع البحار" وغیرہم کا بھی اس باب میں ایک مستقل رسالہ ہے، نیز "انسان العیون" و "سیرتِ شامیہ" و "ضوءِ لامع" و "ما ثبت بالسّنۃ" و "مدارج النبوّت" و "مَواہبِ لدُنیہ" و "مجمع البحار" و "فیوض الحرمین" و "شرحِ سننِ ابنِ ماجہ" وغیرہا بہت سی کتبِ معتبرہ متداوِلہ میں اس عملِ مبارک کو مستحب لکھا ہے۔ اہلِ حرمینِ شریفین، مصر، روم، شام، یمن اور تمام ملکِ عرب ومغرب وغیرہا بلادِ اسلامیہ کا، محفلِ میلاد شریف کے پسندیدہ

---

(۱) "إذاقة الأثام لمانعِي عملِ المولد والقيام" (میلادوقیام) ص۱۶۹، ۱۷۰، ملتقطاً۔

(۲) "الحاوي للفتاوي" رسالة "حسن المقصد في عمل المولد" ۱/ ۲۲۵.

(۳) "كشف الظنون" ۲/ ۷۲۶، ۷۲۷.

ومستحب ہونے پر اتفاق ہے، اور محفلِ میلاد کا ممالکِ مذکورہ میں رائج اور اس پر عمل ہونا، اور وہاں کے عوام وخواص کا محفلِ میلاد میں شریک ہونا، صاف ظاہر کرتا ہے کہ کوئی ذی شُعور جو دیانتدار وحیادار ہو، وہ اس میں کلام نہیں کرسکتا[1]۔

توہینِ رسالت میں فرانس کا کردار

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! آخر میں ہم حالیہ افسوناک واقعات، بالخصوص فرانس کی حکومتی سرپرستی میں گستاخانہ خاکوں کی اِشاعت پر بھرپور احتجاج کرتے ہوئے، حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ فرانس کے سفیر کو بلاکر اس مسئلہ کی سنگینی سے آگاہ کرتے ہوئے تنبیہ کی جائے، اور ایسے واقعات کے سدِّباب نہ کرنے کی صورت میں، ان سے سفارتی وتجارتی تمام تر تعلقات منقطع کردیے جائیں!!۔

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! اگر ہم چاہتے ہیں کہ دَورِ جدید میں پے در پے اٹھنے والے ان فتنوں کی، ہمیشہ کے لیے سرکوبی ہوجائے، تو ہمیں یورپی ممالک میں بھرپور سفارتکاری کے ذریعے، ایسی قانون سازی کے عمل کو یقینی بنانا ہوگا، جس سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی عزّت، حرمت اور ناموس کی حفاظت ہو۔ جن ممالک کے باشندے شعائرِ اسلام کی توہین کرکے مذہبی مُنافرت پھیلانے کا سبب بنتے ہیں، ان کے خلاف عالمی قوانین کے مطابق ہر فورم (Forum) پر باقاعدہ احتجاج کیا جائے، اور ان کی متعلقہ حکومتوں سے عملی کاروائی کا مطالبہ کیا جائے۔ جبکہ مثبت پیش رفت نہ ہونے کی صورت میں، اُن سے سفارتی واقتصادی تعلقات منقطع کرلیے جائیں، اُن کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ (Boycott) کرکے انہیں مُعاشی اِفلاس واضطراب کا

---

(۱) "إذاقة الأثام لمانعِي عملِ المَولِد والقيام" (میلاد وقیام) باب ا، ص۱۷۴، ملتقطاً۔

مزہ چکھایا جائے؛ کہ موجودہ حالات میں مسلم ممالک کے پاس یہ بھی ایک بہترین اور بڑا ہتھیار ہے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں نصیب فرما، ان خوشیوں کے ساتھ ساتھ آقا کریم ﷺ کی سُنّت و سیرت، اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی تعلیمات پر خوب عمل کی توفیق عطا فرما، دینِ متین کی بے لَوث خدمت کی توفیق عطا فرما، ایک اچھا اور باعمل مسلمان بنا، ہمارے عقائد واَعمال کی اصلاح فرما، اپنے ظاہری و باطنی خزانوں سے ہماری مدد فرما، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

فرائض وواجبات میں کوتاہی اور رسم ورَواج پراِصرار

(جمعۃ المبارک ۱۹ ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ - ۰۶/۱۱/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

رسم ورَواج کا شرعی حکم

حضراتِ گرامی قدر! رسم کا لغوی معنی ہے: عادت، رَواج، طور وطریق[1]۔ کسی غیر شرعی کام کو دین کا حصہ سمجھ کر ثواب کی نیّت سے کرنا بدعتِ سیّئہ ہے، جو کہ ناجائز، حرام اور گناہ کا کام ہے، حدیثِ پاک میں فرمایا: «شَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ»[2] "بدترین کام بدعاتِ سیّئہ ہیں، اور ہر (خلافِ شریعت) نیا کام بدعتِ (سیّئہ) ہے، اور ہر بدعتِ (سیّئہ) گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے"۔

اگر دین کا حصہ سمجھے بغیر، بلا نیّتِ ثواب کوئی ایسا مروّجہ کام، ضروری سمجھ کر کیا،

(۱) "فرہنگِ آصفیہ" ۲/ ۳۵۸۔

(۲) "سنن النَّسائي" كتاب صلاة العيدَين، ر: ۱۵۷٤، الجزء۳، صـ۱۸٦.

جو کسی بھی طور پر اسلامی تعلیمات سے متصادِم نہیں، تو اُسے رسم ورَواج کہتے ہیں، یہ جائز ومباح ہے، اور اس میں شرعًا کوئی حرج نہیں ہے۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علّامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ رسم ورَواج کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "رُسوم کی بِنا عُرف پر ہے، یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعًا واجب یا سنّت یا مستحب ہیں، لہٰذا جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو، اُس وقت تک اُسے حرام وناجائز نہیں کہہ سکتے، کھینچ تان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ رُسوم کی پابندی اسی حد تک کر سکتا ہے کہ کسی فعلِ حرام میں مبتلا نہ ہو"[1]۔

رسم ورَواج پر بے جا اِصرار

عزیزانِ محترم! ہر فرد کی انفرادی واجتماعی زندگی میں رسم ورَواج کی بڑی اہمیت ہے، جس سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا، کوئی بھی زمانہ اور مُعاشرہ رسم ورَواج کے اثرات سے خالی نہیں، رسم ورَواج سماجی زندگی کی علامت، اور مُعاشرے کے اجتماعی پہلوؤں کی عکّاسی کرتے ہیں، ان رسم ورَواج کا مُعاشرے پر اچھا یا بُرا اثر بھی پڑتا ہے، اچھی اور جائز رسمیں جہاں پیار محبت، امن وسکون اور اتحاد واتفاق میں اضافے کا سبب بنتی ہیں، وہیں فُضول اور غیر شرعی رسم ورَواج عاقبت کی خرابی کے ساتھ ساتھ، مُعاشرے کے چہرے پر بدنما داغ اور رُسوائی کا باعث بھی بنتے ہیں۔

ایسے رسم ورَواج وہ نأسور ہیں جن کا زہر آج ہم میں سرایت کر چکا ہے، کہ ہم بلا سوچے سمجھے ان غیر شرعی اور فضول رسم ورَواج کی برسوں سے اندھی تقلید کرتے چلے آرہے ہیں، ان کی بے جا پابندی اور ادائیگی پر ہمارا اِصرار اور ہٹ دھرمی دیکھ کر

(۱) "بہارِ شریعت" شادی کے رُسوم، حصّہ ۷، ۲/۱۰۴۔

یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے انسان کا مقصدِ تخلیق عبادتِ الٰہی نہیں بلکہ ان رسم ورَواج کی پابندی ہے! خوشی ہو یا غمی، بدقسمتی سے فضول اور ناجائز رسم ورَواج کی ادائیگی، ہماری اوّلین ترجیحات بن چکی ہیں!۔

حضراتِ گرامی قدر! اسلام دینِ فطرت ہے، اس کی تمام تعلیمات سہل، آسان اور قابلِ عمل ہیں، ہمارا دین ہمیں ایسے کسی کام کا پابند نہیں کرتا جس کی ادائیگی ہمارے لیے ناممکن اور تکلیف کا باعث ہو۔ یہ دین ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو ہماری حیات ومَمات، نکاح وطلاق، لین دَین، اور دیگر حقوق سے متعلق ہر طرح کی رَہنمائی فرماتا ہے، مگر افسوس کہ یہود، نصاریٰ اور ہندوؤں کی پیَروی میں ہم نے اَحکامِ شرعیہ اور فرائض وواجبات کو پسِ پشت ڈال کر، اپنی ثقافت اور تہذیب وتمدُّن کو اس قدر پامال کردیا، کہ ان غیر شرعی رسم ورَواج کے بوجھ تلے اب سانس لینا بھی مُحال (ناممکن) ہوتا جارہا ہے!۔

فضول خرچی اور اِسراف کی ممانعت

عزیزانِ مَن! شادی خوشی کے اظہار کا ایک بہترین موقع ہے، اور اسلام اس موقع پر خوشی منانے کی اجازت بھی دیتا ہے، لیکن خوشی منانے کے جو عمومی طریقے آج ہمارے مُعاشرے میں رائج ہوچکے ہیں، جن کی پاسداری دل وجان سے کی جاتی ہے، شریعتِ مطہّرہ ان کی ہرگز اجازت نہیں دیتی!۔

زمانۂ نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کے دَور میں بھی، مروّجہ دھوم دھام اور ممنوعاتِ شرعیہ پر مشتمل رُسومِ شادی کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اسلام فضول خرچی اور بے جا نمود ونمائش سے منع فرماتا ہے، بلکہ سادگی کی تعلیم دیتا ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں خالقِ کائنات عزّوجلّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَ تَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطَامًا ؕ وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۙ وَّ مَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانٌ ؕ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ﴾[1] "جان لوکہ دنیا کی زندگی تونہیں مگر کھیل کود اور آرائش! اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا، اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا، اس بارش کی طرح ہے جس کا اُگایا کسانوں کو بھایا، پھر جب اس کے سوکھنے کے بعد تم اُسے زرد دیکھتے ہو، پھر روندا ہوا (ریزہ ریزہ) ہو گیا۔ اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے، اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا بھی! اور دنیا کا جینا تونہیں مگر دھوکے کا مال!"۔

اس حکمِ الٰہی عزّوجلّ کے برعکس آج ہم لوگ شادی کے نام پر صرف ڈھول ڈھمکّے، گانے باجے، آتش بازی اور مہندی کے فنکشن (Function) میں ہی لاکھوں روپے برباد کر ڈالتے ہیں، یاد رکھیے! یہ فضول خرچی اور اِسراف ہے، اور اِسراف حرام ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ﴾[2] "بے جا خرچ مت کرو! یقیناً بے جا خرچ کرنے والے اللہ کو پسند نہیں!"۔

قرآنِ مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَ لَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِیۡرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ کَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ؕ وَ کَانَ الشَّیۡطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوۡرًا ﴾[3] "کبھی بھی فضول خرچی نہ کیا کرو! یقیناً فضول خرچ شیاطین کے بھائی

---

(۱) پ۲۷، الحدید: ۲۰.

(۲) پ۸، الأنعام: ۱۴۱.

(۳) پ۱۵، الإسراء: ۲۶، ۲۷.

ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے!"۔

حکیم الاُمت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "جس نکاح میں فریقین کا خرچ کم کرایا جائے، مہر بھی معمولی ہو، جہیز بھاری نہ ہو، کوئی جانب مقروض نہ ہو جائے، کسی طرف سے شرط سخت نہ ہو، اللہ کے توکّل پر لڑکی دی جائے، وہ نکاح بڑا بابرکت ہے، ایسی شادی (ہی در حقیقت) خانہ آبادی ہے۔ آج ہم حرام رسموں اور بیہودہ رَواجوں کے باعث شادی کو خانہ بربادی، بلکہ خانہا ئے (یعنی بہت سارے گھروں کے لیے باعثِ) بربادی بنا لیتے ہیں"[1]۔

ادائے رسم ورَواج کی غرض سے قرض لینا

میرے بھائیو! اکثر گھرانوں میں ان فضول رسموں کا بوجھ اٹھانے کی سکت اور طاقت نہیں ہوتی، لیکن وہ اپنی ظاہری نمود ونمائش کو برقرار رکھنے، اور صرف لوگوں کی باتوں سے بچنے کے لیے سُودی قرض کے بوجھ تلے دبنے سے بھی گریز نہیں کرتے! حالانکہ ایسا کرنا حرام ہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علّامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شادی کی رُسومات کی غرض سے، قرض لینے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "بعض لوگ (رُسوم کی) اِس قدر پابندی کرتے ہیں کہ ناجائز فعل کرنا پڑے تو پڑے، مگر (انہیں) رسم کا چھوڑنا گوارا نہیں! مثلاً لڑکی جوان ہے، اور رُسوم ادا کرنے کو روپیہ نہیں، تو یہ نہ ہوگا کہ رُسوم چھوڑ دیں اور نکاح کر دیں؛ کہ سبکدوش ہوں اور فتنہ کا دروازہ بند ہو! اب رُسوم کے پورا کرنے کو بھیک مانگنے [کے لیے] طرح طرح کی فکریں کرتے، اس خیال

(۱) "مرآۃ المناجیح" نکاح کا بیان، تیسری فصل، ۱۱/۵۔

میں کہ کہیں سے مل جائے تو شادی کریں، برسیں (کئی سال) گزار دیتے ہیں، اور بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بعض لوگ قرض لے کر رُسوم کو انجام دیتے ہیں، یہ ظاہر کہ مفلس کو قرض دے کون؟ پھر جب یوں قرض نہ ملا تو بَنیوں (ہندو تاجروں) کے پاس گئے اور سُودی قرض کی نَوبت آئی، سُود لینا جس طرح حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے، حدیث میں دونوں پر لعنت آئی، اللہ و رسول کی لعنت کے مستحق ہوتے، اور شریعت کی مخالفت کرتے ہیں، مگر رسم چھوڑنا گوارا نہیں کرتے!۔

پھر اگر باپ دادا کی کمائی ہوئی کچھ جائداد ہے تو اُسے سُودی قرض میں مکفول کیا، ورنہ رہنے کا جھونپڑا ہی گروی رکھا، تھوڑے دنوں میں سُود کا سیلاب سب کو بہالے گیا! جائداد نیلام ہوگئی، مکان بنیے (ہندو تاجر) کے قبضہ میں گیا، دربدر مارے مارے پھرتے ہیں، نہ کھانے کا ٹھکانہ، نہ رہنے کی جگہ۔ اس کی مثالیں ہر جگہ بکثرت ملیں گی، کہ ایسے ہی غیر ضروری مَصارف کی وجہ سے مسلمانوں کی بیشتر جائدادیں سُود کی نذر ہوگئیں! پھر قرض خواہ کے تقاضے اور اُس کے تشدُّد آمیز لہجہ سے رہی سہی عزّت پر بھی پانی بہ جاتا ہے۔ یہ ساری تباہی بربادی آنکھوں دیکھ رہے ہیں، مگر اب بھی عبرت نہیں ہوتی، اور مسلمان اپنی فضول خرچیوں سے باز نہیں آتے!"[۱]۔

عزیزانِ محترم! آج اگر ہم ان فضول رسم ورَواج کو ترک کر کے، دینِ اسلام کی سچی اور حقیقی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں، تو ہمارے ان کمزور حال بھائی بہنوں کی شادیاں بھی، بھاری قرض کے بوجھ تلے دبے بغیر، وقتِ مناسب پر ہو سکتی ہیں!۔

---

(۱) "بہارِ شریعت" "شادی کے رُسوم، حصّہ ۷، ۲/۱۰۴، ۱۰۵۔

موسیقی اور لہو ولعب کا شرعی حکم

میرے محترم بھائیو! شادی بیاہ کے غیر شرعی رسم ورَواج میں سے ایک ناچنا گانا بھی ہے، ناچ گانا لہو ولعب ہے، حرام ہے، خوشی ہو یا غمی، کسی بھی موقع پر دینِ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، سرکارِ دو عالم ﷺ نے گانے باجوں کی ممانعت میں فرمایا: «لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ، يَسْتَحِلُّونَ ...المَعَازِفَ!!»[۱] "میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے، جو باجوں (میوزک) کو حلال کر لیں گے!"۔

حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ناچ گانے کے بارے میں حکمِ شریعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اکثر جاہلوں میں رَواج ہے، کہ محلے یا رشتے کی عورتیں جمع ہوتی ہیں اور گاتی بجاتی ہیں، یہ حرام ہے؛ کہ اوّلاً ڈھول بجانا ہی حرام، پھر عورتوں کا گانا مزید براں، عورت کی آواز نامحرموں کو پہنچنا، اور وہ بھی گانے کی، اور وہ بھی عشق وہجر ووصال کے اَشعار یا گیت!۔ جو عورتیں اپنے گھروں میں چِلّا کر بات کرنا پسند نہیں کرتیں، گھر سے باہر آواز جانے کو معیوب جانتی ہیں، ایسے موقعوں پر وہ بھی شریک ہو جاتی ہیں، گویا ان کے نزدیک گانا کوئی عیب ہی نہیں! کتنی ہی دُور تک آواز جائے (گویا) کوئی حرج نہیں! نیز ایسے گانے میں جوان جوان کنواری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں، ان کا ایسے اَشعار پڑھنا یا سننا، کس حد تک ان کے دبے ہوئے جوش کو اُبھارے گا؟! اور کیسے کیسے وَلوَلے پیدا کرے گا؟! اور اَخلاق وعادات پر اِس کا کہاں تک اثر پڑے گا؟! یہ باتیں ایسی نہیں جن کے سمجھانے کی ضرورت ہو! (یا) ثبوت پیش کرنے کی حاجت ہو!"[۲] ع

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الأشرِبة، ر: ۵۵۹۰، صـ۹۹۲.

(۲) "بہار شریعت" شادی کے رُسوم، حصّہ ۷، ۲/۱۰۵۔

دانش منداں را اشارہ کافی است

ولیمہ... ایک سنّت یا رسمی دعوت!

عزیزانِ محترم! شادی بیاہ میں دیگر خُرافات کی طرح ولیمے کا کھانا بھی سنّت کے بجائے، بطورِ تفاخُر محض ایک رسمی دعوت بن کر رہ گیا ہے، جس میں رشتہ داروں اور دوستوں کے علاوہ، بزنس کمیونٹی اور سیاسی اثر ورُسوخ رکھنے والی سرکردہ شخصیات کو بڑے اہتمام سے بلایا جاتا ہے، اور عموماً غرباء وفقراء کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، ایسی دعوت سے بُرا کوئی کھانا نہیں! حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: «شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الوَلِيمَةِ، يُدْعَى لَهَا الأَغْنِيَاءُ، وَيُتْرَكُ الفُقَرَاءُ!»[1] "بدترین کھانا اُس ولیمے کا کھانا ہے، جس میں مالداروں کو بلایا جائے، اور غریبوں کو نظر انداز کر دیا جائے!"۔

حضراتِ گرامی قدر! ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم اپنی تقریبات بالخصوص دعوتِ ولیمہ میں، امیروں کے ساتھ ساتھ غریب اور نادار پڑوسیوں اور رشتہ داروں کو بھی ضرور دعوت دیا کریں، انہیں عزّت واحترام کے ساتھ اپنی محافل ومجالس کا حصہ بنائیں؛ کیونکہ ہمارا ان پر شفقت ومہربانی کرنا ہمارے لیے اللہ کی رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے!۔

جہیز کا مطالبہ ایک لعنت ہے

عزیزانِ محترم! آج کل شادی بیاہ میں کیے جانے والے بے جا اِخراجات اور جہیز کے مطالبات نے، اس پیاری سنّت کی ادائیگی کو بھی بڑا مشکل بنا دیا ہے، لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کی صورت میں اَنواع واَقسام کی اشیاء کا مطالبہ، کسی طور پر بھی

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب النكاح، ر: ٥١٧٧، صـ٩٢٥.

درست نہیں، بلکہ ضروری سامان اور اَسباب کا انتظام لڑکے کے ذمّہ ہے، البتہ لڑکی والے بخوشی دلہن کو کچھ دیں تو اس میں مضائقہ نہیں، حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «جَهَّزَ رَسُولُ الله ﷺ فَاطِمَةَ فِي خَمِيلٍ، وَقِرْبَةٍ، وَوِسَادَةٍ حَشْوُهَا إِذْخِرٌ»[1] "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاتونِ جنّت حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے جہیز میں ایک چادر، ایک مشکیزہ اور ایک ایسا تکیہ عنایت فرمایا، جس میں ایک خوشبودار سبز گھاس (اذ خر) بھری ہوئی تھی"۔

حضراتِ گرامی قدر! جس طرح لڑکے والوں کے لیے جہیز کا مطالبہ درست نہیں، اسی طرح لڑکی والوں کو بھی چاہیے کہ اپنی بچی کو جہیز دیتے وقت، برادری میں محض اپنی ناک اونچی رکھنے، یا نمود ونمائش کی غرض سے بے جا اِخراجات کرکے، دیگر غریب گھرانوں کے لیے دشواریوں کا باعث نہ بنیں؛ کیونکہ آج کل غریب گھرانوں کی اکثر بچیاں، بڑے شادی ہالز (Marriage Halls) میں انواع واَقسام کے کھانوں، اور کثیر سامان کا انتظام نہ ہونے کے باعث، اچھے رشتوں کے انتظار میں بیٹھی بیٹھی بڑھاپے کی دہلیز چُھو رہی ہیں، اس کے نتیجے میں مُعاشرے میں بدکاری، فحاشی اور بے حیائی جیسی دیگر خُرافات میں اضافہ ہو رہا ہے!۔

مقابلے بازی کے طور پر کھانے کی تقسیم یا دعوت کرنا

حضراتِ ذی وقار! شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں اَنواع واَقسام کے مشروبات، اور کھانوں کا بھی بڑے پیمانے پر اہتمام ہوتا ہے، یہ سب رسماً نہیں ہوتا بلکہ اَعزّاء واَقرباء سے محبت وعقیدت کا اظہار ہوتا ہے، یہ ایک نہایت ہی مستحسن ومبارک

(۱) "سنن النَّسائي" باب جهاز الرجل ابنته، ر: ۳۳۸۱، الجزء٦، صـ۱۳۵.

عمل ہے، چونکہ یہ خیر و بھلائی پر مبنی امر ہے اس لیے اس میں شرعًا کوئی حرج یا اِسراف بھی نہیں ہے، لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ منظّم طریقے سے کھانا تقسیم کرنے اور کھانے کے بجائے بہت سا کھانا یونہی برتنوں میں چھوڑ کر ضائع کر دیتے ہیں، اور پھر انہیں یونہی کوڑے میں ڈال دیا جاتا ہے، یہ سراسر گناہ اور رزق کی تذلیل ہے، حدیثِ پاک میں اس کی ممانعت ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ نبئ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم گھر تشریف لائے، روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا، تو اُس سے گرد صاف کی اور کھالیا، پھر ارشاد فرمایا: «يَا عَائِشَةُ! أَكْرِمِي كَرِيماً؛ فَإِنَّهَا مَا نَفَرَتْ عَنْ قَوْمٍ قَطُّ فَعَادَتْ إِلَيْهِمْ»[1] "اے عائشہ! اچھی چیز کا احترام کرو؛ کہ یہ چیز (یعنی روٹی) جب کسی قوم سے رخصت ہوئی ہے، تو لَوٹ کر واپس نہیں آئی"۔

اسی طرح اگر کھانا کھلانے والے کی نیّت تفاخُر اور رِیاکاری ہے، اور اس کا مطلوب رِضائے الٰہی نہیں، یا پھر وہ کسی دوسرے مسلمان پر برتری جتلانے کے لیے لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، تو ایسا کرنا چاہے محفلِ میلاد میں ہو یا کسی کی شادی بیاہ میں، ضرور ممنوع ومذموم ہے، حدیثِ پاک میں ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ أَنْ يُؤْكَلَ»[2] "نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مقابلہ بازی کے طور پر، دو۲ کھانا کھلانے والوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے!"۔

حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "جب دو۲ شخص ایک دوسرے کے مقابلہ میں دعوت کریں، ہر ایک یہ

---

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الأطعِمة، ر: ۳۳۵۳، صـ۵۷۱، ۵۷۲.

(۲) "سنن أبي داود" باب في طعام المتبارِيَين، ر: ۳۷۵٤، صـ۵۳٦، ۵۳۷.

چاہے کہ میرا کھانا دوسرے سے بڑھ جائے؛ تاکہ میری عزّت ہو دوسرے کی ذِلّت، تو ایسی دعوت قبول نہ کرے، مثلاً شادی میں دُلہن و دُولہا والے مقابلہ میں دعوت کریں، تو کسی کی دعوت قبول نہ کرو، یا کسی برادری میں کسی کی شادی میں دعوت ہوئی، کچھ دن کے بعد دوسرے کے ہاں شادی ہوئی، اس نے بڑھ چڑھ کر کھانے پکائے، اس نیّت سے کہ پہلے کا نام نیچا ہو جائے اور میرا نام اونچا ہوجائے، تو یہ دعوتیں قبول نہ کرو۔ بُزرگانِ دین ایسی دعوتیں قبول نہیں کرتے تھے۔ آج کل مسلمان اسی مقابلہ کی رُسوم میں تباہ ہو گئے، اور نام کسی کا بھی نہیں ہوتا!"[1]۔

عقیقہ اور ختنہ سے متعلّق بعض رسم ورَواج

حضراتِ گرامی قدر! "بچہ پیدا ہونے کے شکرانے میں جو جانور ذَبح کیا جاتا ہے اُسے عقیقہ کہتے ہیں۔ علمائے حنفیّہ کے نزدیک یہ مباح ومستحب ہے، جب بچہ پیدا ہو تو مستحب یہ ہے کہ اُس کے کان میں اذان واِقامت کہی جائے، اذان کہنے سے -ان شاء اللہ تعالیٰ- بلائیں دُور ہوجائیں گی، اور بہتر یہ ہے کہ دہنے کان میں چار ۴ بار اذان، اور بائیں کان میں تین ۳ بار اِقامت کہی جائے۔ بہت لوگوں میں یہ رَواج ہے کہ لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اذان کہی جاتی ہے، اور لڑکی پیدا ہوتی ہے تو نہیں کہتے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ لڑکی پیدا ہو جب بھی اذان واِقامت کہی جائے۔ ساتویں دن اُس کا نام رکھا جائے، سر مونڈا جائے اور سر مونڈنے کے وقت عقیقہ کیا جائے، اور بالوں کو وَزن کرکے اُتنی چاندی یا سونا صدقہ کیا جائے۔

ہندوستان میں عموماً بچہ پیدا ہونے پر چَھٹی کی جاتی ہے، بعض لوگوں میں

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" ولیمہ کا بیان، دوسری فصل، ۵/۸۸۔

اس موقع پر ناجائز رسمیں برتی جاتی ہیں، مثلاً عورتوں کا گانا بجانا۔ ایسی باتوں سے بچنا اور ان کو چھوڑنا ضروری ولازم ہے، بلکہ مسلمانوں کو وہ کرنا چاہیے جو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قول وفعل سے ثابت ہے۔ عقیقہ سے بہت زائد رسم ورَواج میں صَرف کردیتے ہیں اور عقیقہ نہیں کرتے، عقیقہ کریں تو سنّت بھی ادا ہوجائے اور مہمانوں کے کھلانے کے لیے گوشت بھی ہوجائے"[1]۔

شیخ الحدیث حضرت علّامہ عبدالمصطفی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ عقیقہ کی بعض غیر شرعی رسم ورَواج کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "عقیقہ بس اسی قدر سنّت ہے کہ لڑکے کے عقیقہ میں دو ۲ بکرے، اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا ذبح کرنا، اور اس کا گوشت کچا یا پکا کر تقسیم کردینا، اور بچے کے بالوں کے وَزن کے برابر چاندی خیرات کر دینا، اور بچے کے سر میں زعفران لگادینا، یہ سب کام تو ثواب کے ہیں۔ باقی اس کے علاوہ جو رسمیں ہوتی ہیں کہ برادری کے لوگ جو کچھ (رقم) دیتے ہیں، وہ گھر والے کے ذمّہ ایک قرض ہوتا ہے کہ جب ان دینے والوں کے یہاں عقیقہ ہوگا، تو یہ لوگ اتنی ہی رقم ان کے (ہاں) دیں گے۔ اسی طرح عقیقہ میں لوگوں نے یہ رسم مقرّر کرلی ہے کہ جس وقت بچے کے سر پر اُسترا رکھا جائے، فوراً اسی وقت بکرا بھی ذَبح کیا جائے، یہ سب رسمیں بالکل ہی لغو (فضول) ہیں، شریعت میں فقط اتنی بات ہے کہ نائی کو سر مونڈنے کی اُجرت دے دی جائے، اور بکرا چاہے سر منڈنے سے پہلے ذَبح کریں، چاہے بعد میں، سب جائز ودرست ہے۔ اسی طرح ختنہ میں بعض جگہ اس رسم کی بے حد پابندی کی جاتی ہے، کہ بچے کا لباس، بستر، چادر سب کچھ سرخ رنگ کا تیار کیا

---

(۱) "بہارِ شریعت" عقیقہ کا بیان، حصّہ ۱۵، ۳/۳۵۵، ۳۵۶، ملتقطاً۔

جاتا ہے، اور یہ لازم سمجھا جاتا ہے۔ یہ سب رسمیں مَن گھڑت خُرافات ہیں، شریعت سے ان باتوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے"[1]۔

فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی

حضراتِ ذی وقار! آج کل ایسی اَور بہت سی رُسوم کا طوق ہم اپنی گردنوں میں سجائے گھوم رہے ہیں، جو شرعًا ناجائز وحرام ہیں، لیکن ظاہری نمود ونمائش اور یہ سوچ کر کہ لوگ کیا کہیں گے ؟! ہم ان رسم ورَواج کو ترک کرنے کے لیے تیار نہیں، صد افسوس کہ ان غیرِ شرعی رسم ورَواج کی ادائیگی میں ہم اس قدر آگے نکل چکے ہیں، کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی سے بھی نہیں چُوکتے! کسی یار دوست کی شادی آجائے تو مہندی کی تقریب کے لیے کئی کئی دنوں تک، اس کی تیاریاں کی جاتی ہیں، صرف ایک غیرِ شرعی رسم کی خاطر نادان لوگ ہزاروں روپے خرچ کرکے ناچ گانے اور آتش بازی کا اہتمام کرتے ہیں، ساری ساری رات اور دن بھر ڈھول ڈھمکّے اور بے ہودہ شور شرابے سے محلے بھر کا جینا مُحال کر دیتے ہیں، اور بعض تو اِس حد تک گزر جاتے ہیں کہ بیچلر پارٹی (Bachelor Party) کے نام پر شراب کی محفل سجانے سے بھی گریز نہیں کرتے، اس دَوران جتنی بھی نمازیں قضا ہوجائیں انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی!۔

اسی طرح بعض نوجوان ربیع الاوّل شریف کی آمد پر، گلی محلوں کی لائٹنگ (Lighting) اور محافلِ میلاد کی تیاریوں میں اس قدر مصروف ہو جاتے ہیں، کہ انہیں اپنی نمازوں تک کا احساس نہیں رہتا، یہ طریقۂ کار بھی غلط غلط اور بالکل ناجائز وحرام ہے! اگر ہم واقعی میلاد والے آقا ﷺ کی رِضا اور خوشی چاہتے ہیں، تو ہمیں

---

(۱) "جنّتی زیور" چند بُری رسمیں، صـ۱۵۲، ۱۵۳، مختصراً۔

ان کی اِطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے فرائض وواجبات میں پائی جانے والی کوتاہیوں کو دُور کرکے، ان کی بروقت ادائیگی کو یقینی بنانا ہوگا!۔

میرے عزیز دوستو بھائیو اور بزرگو! نماز، روزہ، حج، زکات، یہ سب ارکانِ اسلام ہیں، ان کی ادائیگی ہم پر فرضِ عین ہے، ہماری دیگر نفلی عبادات بھی اسی وقت ہمارے کام آئیں گی، اور بارگاہِ الٰہی عزّوجلّ میں شرفِ قبولیت سے نوازی جائیں گی، جب ہمارے فرائض وواجبات میں کوتاہی نہ ہو، بصورتِ دیگر ایسی نفلی عبادت ہمیں کوئی نفع نہیں دے گی۔ لہٰذا حقیقی معنی میں ایک باعمل مسلمان بنیے، اپنے فرائض وواجبات کو بروقت ادا کریں، اپنے ماں باپ کا ادب واحترام کریں، ناپ تول میں کمی نہ کریں، کسی کو دھوکا وفریب نہ دیں، کسی کا مال غصب نہ کریں، رزقِ حلال کمائیں اور حرام سے بچیں۔ نبئ کریم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کرکے خود کو اس کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اللہ کریم ہمیں علم وعمل کی توفیق بخشے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں فرائض وواجبات میں کوتاہی سے بچا، غیر شرعی رسم ورَواج کو ترک کرنے کی توفیق مرحمت فرما، ہمیں دینِ اسلام کا وفادار بنائے رکھ، ہمیں سچا پکا باعمل عاشقِ رسول بنا۔ ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، اس میں سستی وکاہلی سے بچا، ہر نیک کام میں اخلاص کی دَولت عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

اسلامی تعلیمات اور ہماری ترجیحات

(جمعۃ المبارک ۲۶ ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۰/۱۰/۱۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اسلامی تعلیمات کا طرّۂ امتیاز

برادرانِ اسلام! دینِ اسلام ایک آسان، معتدِل اور اِفراط وتفریط سے پاک دین ہے، اس پیارے دین کی تمام تعلیمات سہل اور قابلِ عمل ہیں، نہ ان میں اِفراط ہے، کہ عمل کرنے والا ملال وتنگدلی کا شکار ہو جائے، نہ تفریط وجفا ہے کہ صاحبِ حق کا حق مارا جائے، بلکہ ہر مُعاملے میں ایک درمیانی اور معتدِل راہ تعلیم کی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار نبئ کریم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مُخاطب کرکے فرمایا: «إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا!»[1] "یقیناً اسلام آسان دین ہے، جو اِس میں بےجا سختی کرے گا، بالآخر

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب: الدين يُسر، ر: ۳۹، صـ۱۰.

دین ہی اُس پر غالب آجائے گا، لہٰذا میانہ رَوی اختیار کرو، ایک دوسرے کے قریب رہو، اور لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے والی خوشخبریاں دیتے رہو!"۔

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام صرف عبادات اور مذہبی رُسومات کی ادائیگی کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک جامع اور مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ پاک میں اس کے لیے دین کا لفظ استعمال ہوا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾[1] "یقیناً اللہ عزّوجلّ کے یہاں اسلام ہی دِین ہے"۔

اس دِین کی جامعیت اس کے مذہبی، مُعاشی، قانونی، ثقافتی اور مُعاشرتی کردار کے بغیر ممکن نہیں، نیز انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جس میں اسلام نے ہماری رَہنمائی نہ فرمائی ہو، قرآنِ کریم کا اَبدی نور آج بھی چمک رہا ہے، اَحادیثِ مبارکہ کے روشن مینار اور حضور اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کی دائمی قندیلیں آج بھی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ ضیاء پاشی کر رہی ہیں؛ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ دینِ اسلام کے فرائض وواجبات کی پابندی کرے، مباح ومستحبات کو فرائض وواجبات پر ہرگز ترجیح نہ دے، اور دینِ اسلام کی روشن ودرخشاں تعلیمات پر ہمیشہ عمل پیرا رہے!۔

کامیابی وکامرانی کا راز

حضراتِ گرامی قدر! اسلامی تعلیمات پر عمل ہی میں ہماری کامیابی وکامرانی کا راز پنہاں ہے، یہ تعلیمات بے شمار حکمتوں سے بھرپور ہیں، جو ہماری خیر وبھلائی کے لیے بیان کی گئیں ہیں؛ تاکہ ہم فضول مشقّتوں سے بچ کر دنیا وآخرت میں راحت وآسانی پائیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

(۱) پ ۳، آل عمران: ۱۹.

﴿حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾(۱) "بہت مُعاملات میں اگر یہ (اللہ کے رسول) تمہاری رائے کے مطابق حکم دیں، توتم ضرور مشقّت میں پڑجاؤ! لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان پیارا کردیا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا، اور کفر، حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی، ایسے ہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں!"۔

یعنی ایمان ان کے دلوں میں ایسا راسخ وپختہ ہو جاتا ہے، کہ انہیں کفر اور گناہوں سے نفرت ہوجاتی ہے، یہ سب اللہ تعالی کا فضل واحسان ہے، اور جن پر یہ فضل واحسانِ الٰہی رہے وہ کبھی راہِ ہدایت سے بہک کر گمراہ وبے دین نہیں ہو سکتے، بلکہ ہمیشہ اسلام اور اس کی تعلیمات پر استقامت کا مُظاہرہ کرتے ہوئے عمل پیرا رہتے ہیں۔

نماز اور اسلامی تعلیمات

حضراتِ ذی وقار! اسلامی تعلیمات میں ایمان کے بعد، اعمال میں سب سے زیادہ زور نماز پر دیا گیا ہے، یہ وہ عظیم عبادت ہے جس کی تاکید تمام عبادات میں سب سے زیادہ کی گئی ہے، یہ اسلام کا دوسرا اہم رکن ہے، اِس کی اہمیت دیگر تمام اسلامی عبادات سے منفرد اور نمایاں ہے، اللہ عزّوجلّ نے اس کی فرضیت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر معراج کی رات آسمانوں کی بلندیوں میں بُلا کر فرمائی، یہ وہ فریضہ ہے، جس کی ادائیگی ہر عقلمند بالغ، آزاد قیدی غلام، طاقتور کمزور، تندرست بیمار، امیر غریب، مقیم مسافر اور مرد وعورت تمام پر لازم ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کہ بروزِ قیامت اعمال میں سب سے پہلے نماز ہی

(۱) پ۲۶، الحُجرات: ۷.

کے بارے میں پوچھا جائے گا، قرآنِ پاک میں بھی نماز کی حفاظت سے متعلّق بہت زیادہ تاکید آئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا﴾[1] "تو اُن کے بعد اُن کی جگہ وہ ناخلَف آئے، جنہوں نے اپنی نمازیں گنوائیں (ضائع کیں)، اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے، تو عنقریب وہ دوزخ میں غَی کا جنگل پائیں گے!"۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علّامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "غَی" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "غَی جہنم میں ایک وادی ہے[2] جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام "ہَبہَب" ہے[3]، جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے تو اللہ تعالی اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے، جس سے وہ بدستور (پہلے کی طرح) بھڑکنے لگتی ہے، یہ کنواں بے نمازیوں، زانیوں، شرابیوں، سُود خوروں اور ماں باپ کو اِیذاء دینے والوں کے لیے ہے"[4]۔

حضراتِ گرامی قدر! نماز تمام فرض اعمال میں نہایت اَہم واعظم فرض ہے، احادیثِ مبارکہ میں اِس کے قائم کرنے کی بہت تاکید، اور ترک پر سخت وعیدیں

---

(۱) پ ۱٦، مريم: ٥٩.

(۲) "تفسير النَسَفي" پ١٦، مريم، تحت الآية: ٥٩، ٢/ ٤٥.

(۳) أخرجه الدارمي في "السنن" كتاب الرقاق، باب في أودية جهنّم، ر: ٢٨١٦، ٢/ ٤٢٧، بطريق أزهر بن سنان، عن محمد بن واسع، قال: دخلت على بلال بن أبي بردة، فقلت: إنّ أباك حدّثني عن أبيه، عن النّبي ﷺ، قال: «إنّ في جهنّم وادياً يقال له: هبهب» ...الحديث.

(۴) "بہارِ شریعت" نماز کا بیان، حصہ ۳، ۱/۴۳۴، ملتقطاً۔

بیان فرمائی گئی ہیں، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلاَةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلاً فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ!»(۱) "قسم اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں نے جی میں چاہا کہ لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دُوں، پھر نماز کا حکم دُوں کہ اُس کے لیے اذان کہی جائے، پھر کسی کو حکم دُوں کہ لوگوں کی امامت کرے، پھر میں ایسے لوگوں کی طرف نکل جاؤں (جو بغیر کسی عذرِ شرعی کے نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے) اور اُن کے گھروں کو آگ لگا دُوں"۔

عدل وانصاف اور اسلامی تعلیمات

عزیزانِ محترم! اسلامی تعلیمات میں عدل وانصاف کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے، عدل وانصاف ایک ایسا وصف ہے جسے اپنانے والی قوم سربلند وسرفراز رہتی ہے، جس مُعاشرے میں اس گوہرِ گراں مایہ سے محرومی پائی جاتی ہو، وہ مُعاشرہ رُو بہ زوال ہو کر تباہی وبربادی سے دوچار ہو جاتا ہے۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ میں مسلمانوں کو عدل وانصاف کے قیام پر بڑی تاکید کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾(۲)

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے حکم پر انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے خوب

(۱) "صحيح البخاري" باب وجوب صلاة الجماعة، ر: ٦٤٤، صـ١٠٦.
(۲) پ ٦، المائدة: ٨.

قائم ہو جاؤ! اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس بات پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو! وہ پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو! یقیناً اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾[1] "اگر تم فریقَین کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے!"۔

حضراتِ گرامی قدر! سرورِ کونین ﷺ عدل وانصاف کے مُعاملے میں مسلم وغیر مسلم کی تفریق نہیں فرمایا کرتے تھے، بلکہ سب کے حقوق کا یکساں خیال رکھتا کرتے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: «كَانَ بَنُو النَّضِيرِ إِذَا قَتَلُوا مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ أَدَّوْا نِصْفَ الدِّيَةِ، وَإِذَا قَتَلَ بَنُو قُرَيْظَةَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ أَدَّوْا إِلَيْهِمُ الدِّيَةَ كَامِلَةً، فَسَوَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَهُمْ»[2] "بنو نضیر جب بنو قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کرتے تو نصف دِیت ادا کرتے، جبکہ بنو قریظہ بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کرتے تو انہیں پوری دیت ادا کرتے، رسول اللہ ﷺ نے (اس ناانصافی کا خاتمہ کرتے ہوئے) ان کے درمیان مُساوات قائم کردی"۔

میرے عزیز دوستو! اسلامی تعلیمات کی رُوح کے عین مطابق، نظامِ عدل وانصاف کو انفرادی واجتماعی سطح پر نافذ کرنا، وقت وحالات کی اشد ضرورت ہے، اسے عدالتوں اور کورٹ کچہریوں تک محدود رکھنا، اس کی ہمہ گیر حیثیت کے ساتھ زیادتی

---

(۱) پ ٦، المائدة: ٤٢.

(۲) "سنن أبي داود" باب الحكم بين أهل الذمّة، ر: 3591، صـ٥١٥، ٥١٦.

ہے، ہر فرد کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کی ذمّہ داری ہر اُس شخص پر عائد ہوتی ہے، جو اس مُعاشرے کا حصہ ہے، دینِ اسلام کے نظامِ عدل وانصاف کے مطابق فرد مُعاشرہ سے عدل کرے، اور مُعاشرہ فرد سے، عوام حکومت کے ساتھ عدل کریں، اور حکومت عوام کو عدل وانصاف کی فراہمی یقینی بنائے، یقین جانیے! اگر ہر شخص اپنی اپنی ذمہ داری بخوبی انجام دینے لگے، تو مُعاشرہ میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی، کسی پر ظلم نہیں ہوگا، کہیں مُنافقت نہیں ہوگی، اور کرپشن (Corruption) اور بدعنوانی کا بھی خاتمہ ہوجائے گا!۔

سُودی لین دَین اور اسلامی تعلیمات

حضراتِ گرامی قدر! ہزاروں سال سے انسانی مُعاشرے میں سُود کا لین دَین جاری ہے، یہ ایک لعنت ہے، اسلامی تعلیمات میں اس کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾[1] "اللہ تعالیٰ سُود کو ہلاک کرتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ کو کوئی ناشکرا بڑا گنہگار پسند نہیں آتا"۔ لہذا اللہ تعالیٰ اسے برکتوں سے محروم کردیتا ہے۔

حضرت سیّدنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سُود کھانے والے، کھلانے والے، سُودی دستاویز لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی، اور ارشاد فرمایا: «هُمْ سَوَاءٌ»[2] "یہ سب لوگ گناہ میں برابر کے شریک ہیں"۔

میرے محترم بھائیو! آج ہماری بے عملی اور غلط ترجیحات کے باعث، عالَمِ اسلام انتہائی افسوسناک صورتحال سے دوچار ہے! سُودی لین دَین کا سلسلہ روز بروز بڑھتا چلا

---

(١) پ٣، البقرة: ٢٧٦.

(٢) "صحيح مسلم" باب لعن آكل الربا ومؤكله، ر: ٤٠٩٣، صـ٦٩٧.

جارہا ہے، جُوا اور لاٹری وغیرہ کے ذریعے فَوری اور وقتی مفاد کے پیشِ نظر، ہم نے آج اسلامی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے! ہم یہ کیسے بھول سکتے ہیں کہ ہم اُس نبیِ مکرّم ﷺ کی اُمت ہیں جنہوں نے سُود کا خاتمہ کیا، رِشوت کو ممنوع قرار دیا، اور ہمیں ہر اُس لَین دَین کی ممانعت فرمائی جس میں کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو!۔

اسلامی تعلیمات پر عمل میں سُستی کا نتیجہ

حضراتِ ذی وقار! اس بات کو خوب ذہن نشین کر لیجیے کہ اسلامی تعلیمات، بالخصوص فرائض وواجبات میں سستی وغفلت، دونوں جہاں میں نقصان اور ربّ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾[1] "جب نماز کو کھڑے ہوں تو لوگوں کو دکھانے کے لیے سستی وکاہلی سے کھڑے ہوں، اور اللہ کو تھوڑا یاد کرتے ہیں"۔

یاد رکھیے! سستی، کاہلی اور تنگدلی، عبادت کی قبولیت میں حائل ہونے والی رکاوٹوں میں سے ایک بڑی رکاوٹ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے: ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ﴾[2] "وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں، اُس کا قبول ہونا اس لیے روکا گیا کہ وہ اللہ ورسول کے منکِر ہوئے، اور نماز کو سستی کی حالت میں آتے ہیں، اور ناگواری سے خرچ کرتے ہیں"۔ لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ اپنی نفسانی خواہشات پر غالب رہنے کی کوشش کریں، نماز سمیت تمام

---

(١) پ٥، النساء: ١٤٢.

(٢) پ١٠، التوبة: ٥٤.

فرائض وواجبات کی ادائیگی میں چستی کا مُظاہرہ کریں، اور تمام اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش بھی کرتے رہیں!۔

درست ترجیحات کا تعین

عزیزانِ مَن! عوام کی خوشحالی، ان کا مفت علاج مُعالجہ، تعلیم، صحت اور روزگار کے زیادہ سے زیادہ مَواقع فراہم کرنا، آج دنیا کے حکمرانوں کی اوّلین ترجیح ہے، لیکن عوام کی دینی واَخلاقی تربیت کسی بھی سیکولر جُمہوریت کے پروَردہ نظامِ حکومت، یا سیاسی جماعت کے منشور کا حصّہ نہیں، جبکہ اس کے برخلاف اسلامی تعلیمات میں اس کا نپا تُلا معیار یہ ہے، کہ اللہ رب العالمین نے جس چیز کو اچھا قرار دیا وہ اچھی، اور جسے بُرا قرار دیا وہ بُری ہے۔ ایک مسلمان حکمران کی درست ترجیحات کیا ہونی چاہییں؟ اس بارے میں اللہ رب العزّت نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[1] "وہ لوگ کہ اگر ہم اُنہیں زمین میں قابو (حکومت) دیں، تو وہ نماز برپا رکھیں، اور زکات دیں، اور بھلائی کا حکم کریں، اور برائی سے روکیں!"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد، جب خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے امامت وخلافت کی ذمہ داری سنبھالی، اور اللہ عزّوجلّ نے انہیں اپنی زمین پر غلبہ واقتدار عطا فرمایا، تب ان حضرات نے ساری دنیا میں فتح ونصرت کے جھنڈے گاڑنے کے ساتھ ساتھ، خالقِ کائنات عزّوجلّ کی طرف سے عائدکردہ فرائض وواجبات کو بھی پابندی کے ساتھ ادا کیا، نماز، روزہ، زکات اور حج کی ادائیگی کو یقینی بنایا،

(۱) پ ۱۷، الحج: ٤١.

اور اس سلسلے میں باقاعدہ نظام بھی مرتّب فرمائے۔

اسی طرح "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کے اہم ترین فریضے کو ادا کرتے ہوئے، نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا، زُہد وتقویٰ اور پرہیزگاری کی تعلیمات کو عام کیا، عدل وانصاف کو قائم کیا، سُود کی لعنت اور غیرِ شرعی رسم ورَواج کا خاتمہ فرمایا، ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی داد رَسی کی، عاجزی وانکساری، حلم وبُردباری اور اُمّت کی خیر خواہی کے جذبے کو پروان چڑھا کر، اسلام کی حقیقی تعلیمات کو عام کیا۔

ہماری ترجیحات کی سَمت

حضرات گرامی قدر! بحیثیت مسلمان ہماری بھی اوّلین ترجیح تو یہ ہونی چاہیے تھی، کہ ان تعلیمات پر نہ صرف خود عمل کرتے، بلکہ سارے مُعاشرے میں انہیں عام کرنے کے لیے سنجیدہ اِقدامات کرتے، لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ہماری ترجیحات کی سَمت تبدیل ہوچکی ہے، ہم نے غیر ضروری چیزوں کو خود پر لازم کرلیا ہے، ہم اسلامی تعلیمات کی بہ نسبت اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں، آج ہم مباح ومستحبات کے چکر میں فرائض وواجبات کو ترک کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے!۔

عزیزانِ مَن! آج کسے نہیں معلوم کہ نماز، روزہ، زکات، حج، یہ سب ارکینِ اسلام ہیں؟ اور ان کی ادائیگی ہم پر فرضِ عین ہے! اس کے باوُجود ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں؟ یا صاحبِ نصاب واستطاعت ہونے کی صورت میں زکات وحج ادا کرتے ہیں؟ ہماری عملی کیفیت اس قدر اَبتر ہوچکی ہے، کہ ہم لوگ سارا سارا دن بیٹھ کر موبائل فونز اور ٹی وی چینلز پر تو، جب اور جو چاہتے ہیں دیکھ کر اپنا وقت صرف کرلیتے ہیں، لیکن کوئی نماز پڑھنے کا کہہ

دے تو کپڑوں کی ناپاکی، مصروفیت اور کام کاج جیسے فرسودہ بہانہ بنانے سے بالکل نہیں ہچکچاتے! حکمِ شرعی سے آگاہ ہونے کے باوُجود سُود اور رشوت کے لین دَین سے گریز نہیں کرتے! چند پیسوں کی خاطر ناپ تول میں کمی کرنے سے باز نہیں آتے! تلاوتِ قرآن کریم کے بجائے ہم اپنی سماعتوں میں گانے باجوں کا زہر اُنڈیل رہے ہیں! جشنِ میلادِ مصطفیٰ کے موقع پر شریعتِ مطہّرہ کی پاسداری کا عہد کرنے کے بجائے، گھر کی چھت پر صرف ایک جھنڈا لگا کر، ہم اپنے مسلمان ہونے کا حق ادا کر رہے ہیں! دینی مدارس اور اسلامی تحقیقاتی اداروں کی مالی مُعاونت کے بجائے، صرف گیارہویں اور بارہویں شریف کی بریانی کھانے کھلانے کو، آج ہم نے اسلام کی سب سے بڑی خدمت تصوُّر کر رکھا ہے!۔

میرے محترم بھائیو! آخر ایسا کب تک چلے گا؟! ہمارا شُعور آخر کب پختہ ہو گا؟! ہمیں صحیح اور غلط کی پہچان کب ہوگی؟! ہم اسلام کی حقیقی تعلیمات پر کب عمل پیرا ہوں گے؟! ہم نفلی اور مستحب کاموں کو فرائض وواجبات پر ترجیح دینا آخر کب چھوڑیں گے؟! جعلی پیروں، مال بٹورنے والے پیشہ ور مقرّروں، اور مراثی گوَیّے نما نوٹ خوانوں کے چنگل سے، آخر ہم کب چھٹکارا پائیں گے؟! دینی مدارس جو اسلام کے قلعے ہیں، آخر ان کی مضبوطی کے لیے ہم کب ہمت کریں گے؟!

اللہ کریم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں دعا ہے، کہ ہمیں صحیح معنی میں اسلامی تعلیمات کو سمجھنے، اور ان پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو، شریعتِ مطہّرہ کا پابند بنا، ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیمات اور ترجیحات کو سمجھنے اور انہیں اپنانے کی توفیق دے، حضورِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ پر بھرپور عمل کا جذبہ عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

توہینِ رسالت ﷺ اور آزادئ اظہارِ رائے

(جمعۃ المبارک: ۲۶ ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ - ۱۳/۱۱/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

حضورِ اکرم ﷺ کی محبت ایمان کی جان ہے

برادرانِ اسلام! حضور خاتم النبیین ﷺ اللہ کے حبیب اور اس کے خلیفۂ اعظم ہیں، ان سے محبت وعقیدت مدارِ ایمان ہے، اُن کی تعظیم وتوقیر رکنِ ایمان اور ایمان کی جان ہے۔ جب تک کسی مسلمان کے دل میں نبئ کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم وتوقیر، اُس کے اپنے ماں باپ، اولاد، جان ومال اور تمام جہان سے زیادہ نہ ہو جائے، وہ کامل مؤمن نہیں ہوسکتا۔ اللہ ربّ العالمین حرمتِ رسول ﷺ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾[1] "اے لوگو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ! رسول اللہ کی تعظیم وتوقیر کرو! اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بولو!"۔

---

(۱) پ۲٦، الفتح: ۹.

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے، اور اُن سے محبّت کا دعویدار ہے، اس پر لازم ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو تمام دنیوی مفادات اور ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھے، اور حضور کی خاطر بڑے سے بڑا جانی، مالی اور مُعاشرتی خطرہ مول لینے سے بھی گریز نہ کرے! ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾[۱] "اے حبیب آپ فرمادیجیے! کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری عورتیں، اور تمہارا خاندان، اور تمہاری کمائی کے مال، اور وہ سَودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہاری پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں، تو راستہ دیکھو (یعنی انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے، اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا!"۔

سب مسلمانوں کے لیے نبیٔ کریم ﷺ سے محبت وعقیدت نہ صرف فرضِ عین ہے، بلکہ ان کے تمام مال ومتاع اور عزیز ترین خونی رشتوں سے بھی مقدّم ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ کو ہر ایک سے زیادہ محبوب رکھنا کمالِ ایمان، اور سچے مؤمن کی علامت ہے، حدیثِ پاک میں ہے، رَحمتِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ، مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»[۲] "تم میں سے کوئی اُس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک میں

(۱) پ۱۰، التوبة: ٢٤.

(۲) "صحيح البخاري" باب حبُّ الرّسول ﷺ من الإيمانِ، ر: ١٥، صـ٦.

اسے اُس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں!"۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین پر عیسائی دنیا کا ردِ عمل

عزیزانِ محترم! رسول اللہ ﷺ کی عزّت وتکریم اور عظمت وناموس پر متعدّد آیات واحادیث کو، بطورِ دلیل پیش کیا جاسکتا ہے، لیکن ہمارا مقصد یہاں دلائل کے اَنبار لگانا نہیں، بلکہ یورپ میں "توہینِ رسالت ﷺ" کے بڑھتے ہوئے واقعات کی طرف توجہ دلانا ہے۔ کوئی بھی شخص چاہے وہ کسی بھی مذہب کا پیَرو کار ہو، اس کے لیے اپنے مذہب سے عقیدت واحترام اور جذباتی لگاؤ ایک فطری اَمر ہے، وہ عملی طور پر اپنی مذہبی تعلیمات سے کتنا ہی دُور کیوں نہ ہو، لیکن اپنے مذہب اور دینی مقدّسات کی توہین کسی طور پر برداشت نہیں کرسکتا!۔

۱۹۸۹ء میں "شمالی کیرولینا" (North Carolina) میں منعقد ہونے والی نمائش میں، ایک آرٹسٹ "آندرے سیرانو" (Andre Serrano) نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی، اور ۱۹۹۶ء میں "کرس اوفیلی" (Chris Opheli) نے حضرت سیّدہ بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی، چند قابلِ اعتراض پینٹنگز (Paintings) بنائیں، تب پوری عیسائی دنیا کی طرف سے اسے "توہینِ مذہب" (Blasphemy) قرار دے کر شدید احتجاج کیا گیا، اور "آزادیٔ اظہار" (Freedom of expression) کے تمام اُصول وقوانین کو نظر انداز کرتے ہوئے، آرٹسٹوں (Artists) کی جانب سے اس کی تمام توجیہات وتشریحات کو ماننے سے یکسر انکار کیا گیا[1]۔

حضراتِ گرامی قدر! مذہبِ عیسائیت کے ماننے والے اپنے دینی مقدّسات کی

(۱) "مُکالمہ" ۲۳ اگست ۲۰۱۸ء، توہین آمیز خاکوں کا مقابلہ اور ہماری اَخلاقی ودینی ذمّہ داری۔

توہین پر احتجاج کرنے، اور ذمہ داران کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں، حضرت سیّدنا عیسٰی روح اللہ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ مریم رضی اللہ تعالٰی عنہا کی ذاتِ والا صفات، ہم مسلمانوں کے لیے بھی قابلِ صد احترام بلکہ ایمان کا حصہ ہیں، ان کا ادب، احترام اور تعظیم ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اور تمام علمائے امّت کے نزدیک کسی بھی نبی علیہ السلام کی توہین و تنقیص کفر ہے، اس کا مرتکِب واجب القتل ہے!۔

جبکہ یورپی مُعاشرے کا دوہرا معیار یہ ہے، کہ جب کوئی سیاہ فام لوگوں کا مذاق اڑاتا ہے، تو ویسٹرن ورلڈ (Western world) اسے نسل پرستی (Racism) کہتا ہے، جب کوئی یہودیوں کا تمسخر اڑاتا ہے تو اس کو یہودیوں کے خلاف تعصُب (Anti Semitism) کہتا ہے، جب کوئی خواتین کا مذاق اڑائے تو اسے جنس پرستی (Sexism) اور عورت دشمنی سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن جب یہ لوگ مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں تو اسے آزادئ اظہار (Freedom of Speech) کہتے ہیں۔ اور اگر اس کے ردِ عمل میں کوئی مسلمان جوابی کاروائی کرے، تو اسے دہشت گرد (terrorist) کہہ کر فوراً سزا دے دی جاتی ہے!!۔

توہینِ رسالت ﷺ کا شرعی حکم اور علمائے اُمّت

عزیزانِ گرامی! دوسری صدی ہجری کے نامور مجتہد اور چیف جسٹس امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ "توہینِ رسالت" سے متعلق، حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "کوئی بھی مسلمان جو نبئ کریم ﷺ کو گالی دے، یا رسول اللہ ﷺ

کی تکذیب کرے، یا عیب جُوئی کرے، یا سرورِ عالم ﷺ کی شان میں کمی کرے، اس نے کفر کا ارتکاب کیا"[1]۔

حضراتِ ذی وقار! گستاخِ رسول کی سزا قتل ہے، اس سلسلے میں علمائے اُمّت کا ہمیشہ سے اِجماع واتفاق رہا ہے، نویں ۹ صدی ہجری کے نامور فقیہ "علّامہ ابنِ بزّاز رحمۃ اللہ تعالی علیہ" فرماتے ہیں کہ "جو رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے، دنیا میں بعدِ توبہ بھی اسے سزائے موت دی جائے گی، یہاں تک کہ اگر نشہ کی مدہوشی میں کلمۂ گستاخی بکا، جب بھی مُعافی نہیں ہوگی، اور تمام علمائے امّت کا اِجماع واتفاق ہے کہ نبی ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے، اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کافر ومستحقِ عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے"[2]۔

عزیزانِ محترم! گستاخِ رسول کی توبہ قبول نہیں! اس لیے اگر کوئی شخص گستاخی کا ارتکاب کرنے کے بعد توبہ کرلے، تو کسی بھی حکمران یا صدر یا وزیر اعظم کو یہ اختیار نہیں، کہ وہ اسے اپنے صوابدیدی اختیارات کے تحت مُعاف کرسکے! یا اس کی توبہ قبول کرسکے! گیارہویں ۱۱ صدی ہجری کے معروف عالمِ دین "علّامہ خیر الدین رَملی رحمۃ اللہ تعالی علیہ" ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو کافر توبہ کرے، اس کی توبہ دنیا وآخرت میں قبول ہے، مگر کچھ کافر ایسے ہیں جن کی توبہ قبول نہیں، (ان میں سے) ایک وہ ہے جو ہمارے نبی ﷺ یا کسی اَور نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا ہو"[3]۔

---

(۱) "الخراج" لأبي يوسف، فصل في الحكم في المرتَدّ عن الإسلام، صـ۱۸۲.

(۲) "الفتاوى البزّازية" كتاب ألفاظ ...، الفصل ۲، النوع ۱، ٦/ ۳۲۱، ۳۲۲.

(۳) "الفتاوى الخيرية" كتاب السِير، باب المرتدّين، ۱/ ۱۷۱.

توہینِ رسالت پر ردِ عمل میں شدّت کا سبب

میرے بھائیو! ظلم وزیادتی، ناانصافی، اِہانتِ مذہب یا دینی مقدّسات کی توہین پر کسی بھی نَوعیت کا ردِ عمل، انسانی فطرت کا تقاضا ہے، اور اگر اِہانت کا یہ عمل (معاذ اللہ) نبیٔ کریم ﷺ کی ذات سے متعلق ہو، تو پھر اس ردِ عمل میں شدّت کا آجانا ایک لازمی اَمر اور تقاضۂ ایمان ہے، جسے قانون کی بندش میں باندھنا تقریبًا ناممکن ہے!۔

لہٰذا مشرق ومغرب میں بسنے والی تمام اَقوامِ عالم، اگر یہ چاہتیں ہیں کہ دنیا امن وامان اور سکون کا گہوارہ بنی رہے، مُعاشرتی ہم آہنگی برقرار رہے، اور دنیا کا سکون غارت نہ ہو، تو اس عظیم مقصد کے لیے ہمیں مذہبی رَواداری کو فروغ دینا ہوگا! ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور دینی مقدّسات کا لحاظ رکھنا ہوگا، رسولِ کریم ﷺ سمیت تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی عزّت وناموس کی پاسداری کرنی ہوگی، اور ہر شخص کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی ہوگی، کہ ایک مسلمان کے لیے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی ذاتِ اقدس کس قدر اَہمیت کی حامل ہے! ایک مسلمان کٹ مر تو سکتا ہے، لیکن اپنی جان سے پیارے نبی ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی تو بہت دُور کی بات ہے، گستاخی کا ادنیٰ شائبہ تک برداشت نہیں کرسکتا!!۔

اَقوامِ متحدہ (United Nations) بالخصوص یورپی یونین (European Union) کو اس حوالے سے خاص طور پر انتہائی مؤثر قانون سازی کر کے، اسے سختی کے ساتھ عملی جامہ پہنانا ہوگا! اور **"ناموسِ رسالت ﷺ"** کے حوالے سے **"آزادیٔ اِظہارِ رائے"** کی حُدود وقیود کو واضح طور پر متعیّن کرنا ہوگا! تاکہ اس کی آڑ میں روز بروز

بڑھتی ہوئی انتہاء پسندانہ سوچ اور عزائم پر قابو پایا جاسکے! بصورتِ دیگر جو کچھ انجام ہورہا ہے وہ سب کے سامنے ہے!۔

یورپ کی بڑھتی ہوئی اسلام دشمنی کے اَعداد وشمار

حضراتِ گرامی قدر! اکثر وبیشتر یورپی ممالک کا یہ دعوی رہتا ہے، کہ ان کے ملک میں ہر شہری کو بلاامتیازِ مذہب اور رنگ ونسل، یکساں انسانی حقوق اور مذہبی آزادی حاصل ہے، لیکن زمینی حقائق اس کے برعکس نظر آتے ہیں، اگر غیر جانبدارانہ طور پر بنظرِ غائر اس چیز کا تجزیہ ومُشاہدہ کیا جائے، تو ہر ذی شُعور پر یہ بات روزِ روشن کی طرح آشکار ہوجائے گی، کہ جس قدر مذہبی مُنافرت، انتہاء پسندی اور توہینِ مذہب کا مُظاہرہ یورپی ممالک میں ہورہا ہے، دنیا کے کسی اَور خطے میں اس کی مثال نہیں ملتی!۔

حضراتِ ذی وقار! الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and print media) نیز تاریخ بھی گواہ ہے کہ گزشتہ دو۲ دہائیوں سے یورپ میں "آزادیٔ اظہارِ رائے" کے نام پر "ناموسِ رسالت ﷺ"، "توہینِ مذہب" اور "دینی مقدّسات" پر حملوں میں بہت تیزی واقع ہوئی ہے! اس میں شک نہیں کہ توہینِ رسالت و اِہانتِ مذہب کے واقعات ماضی میں بھی پیش آتے رہے، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ گزشتہ بیس ۲۰ سالوں میں نام نہاد "آزادیٔ اظہارِ رائے" کی ساری قوّت اسلام اور اس کے شعائر کی توہین کے لیے استعمال ہوتی رہی ہے!!۔

اٹھارہ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۲ء کو ایک جنونی مذہبی عیسائی رَہنما "جیری فال" (Jerry Fall) نے امریکی چینل "فاکس نیوز" (Fox news) پر، اسلام کے بارے میں انتہائی نازیبا کلمات کہے، اور (معاذاللہ) نبیٔ اکرم ﷺ کو دہشت گرد کہا۔ اسی دَوران

امریکی ریاست ہوسٹن (Houston State) کے ایک سینما گھر میں نبئ کریم ﷺ کی ازدواجی زندگی کے بارے میں، ایک توہین آمیز فلم کی نمائش کی گئی۔

۴ دسمبر ۲۰۰۲ء کو "روزنامہ اُمّت" نے ایک پاکستانی تاجر کے حوالے سے یہ خبر شائع کی، کہ ٹوکیو جاپان (Tokyo Japan) میں آیاتِ قرآنیہ، سرورِ کونین ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ناموں پر مشتمل، پرنٹڈ شرٹس (Shirts) اور کپڑے فروخت کیے جا رہے ہیں۔

۲۰۰۴ء میں ہالینڈ (Netherlands) کے فلمساز "تھیون وان گوف" (Theon Van Gogh) نے دس ۱۰ منٹ پر مشتمل ایک دستاویزی فلم "سب مشن" (Submission) تیار کی، جس میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی ذاتِ مقدّسہ، اور اسلامی نظامِ عفّت وعصمت کو تضحیک وتوہین کا نشانہ بنایا گیا۔

۲۰۰۵ء میں سویڈن (Sweden) کے ایک شہر گوتھن برگ (Gothenburg) کے "میوزیم آف ورلڈ کلچر" میں ایڈز (AIDS) کے حوالے سے ایک نمائش کا انعقاد ہوا، جس میں قرآنی آیات پر مشتمل برہنہ پینٹنگز پیش کی گئیں۔

۲۰۰۵ء ہی میں ایک امریکی ریالٹی شو (Reality show) "تھرٹی ڈیز" (30 days) میں (معاذاللہ) دو ۲ بار رسولِ اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکے دکھانے کی ناپاک جسارت کی گئی۔

۱۰ ستمبر ۲۰۰۵ء میں ڈنمارک (Denmark) کے اخبار "جیلنڈز پوسٹن" (Jyllands Posten) نے نبئ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں،

بارہ ۱۲ کارٹونز شائع کر کے امّتِ مسلمہ کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا۔ اس کے بعد فروری ۲۰۰۶ء اور اگست ۲۰۰۷ء میں یہ توہین آمیز خاکے دوبارہ شائع کیے گئے۔

"آزادئ اظہارِ رائے" کا غلط اور ناجائز استعمال کرتے ہوئے اس گھناؤنی اور سوچی سمجھی سازش میں، ڈنمارک کے ساتھ ساتھ فرانس، جرمنی، ناروے، ہالینڈ اور اٹلی سمیت تمام امریکی ریاستوں کے ذرائع اِبلاغ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور اس بار گستاخانہ خاکوں کے علاوہ خانۂ کعبہ اور دیگر اسلامی اَحکام وشعائر کی توہین کی بھی ناپاک جسارت کی گئی!!۔

عزیزانِ محترم! ۱۱ فروری ۲۰۰۶ء میں جرمنی سے تعلق رکھنے والے ایک جنونی انتہاء پسند نے (معاذ اللہ) ٹوائلٹ پیپرز (Toilet papers) پر "قرآنِ پاک" پرنٹ کرکے انہیں مساجد اور میڈیا کی طرف بھیجا۔

۱۲ جولائی ۲۰۰۷ ء میں سویڈن کے ایک شخص "لارز ویلکس" (Lars Wilkes) نے نبیٔ اکرم ﷺ کی توہین آمیز پینٹنگ بنائی۔ ۱۵ فروری ۲۰۰۸ء میں معروف ویب سائٹ "وکی پیڈیا" (Wikipedia) پر نبیٔ کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کیے گئے، دنیا بھر میں مسلمانوں کے احتجاج کے باوُجود، ویب سائٹ اِنتظامیہ نے مذہبی مُنافرت پر مبنی ان خاکوں کو ہٹانے سے اِنکار کردیا، یہ خاکے ابھی تک "وکی پیڈیا" پر موجود ہیں، اور شب وروز اُمتِ مسلمہ کی دل آزاری کا سبب بن رہے ہیں۔

۲۰۰۸ء میں ہالینڈ کے فلم ساز "گریٹ ویلڈرز" (Great welders) کی بنائی گئی متنازع اور توہین آمیز فلم "فتنہ" (Fitna) سامنے آئی، اس فلم میں اِسلامی

قوانین اور مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی تضحیک کی گئی، اور قرآنی آیات کو برہنہ اداکارہ کے جسم پر لکھ کر "توہینِ مذہب و توہینِ قرآن" کا ارتکاب کیا گیا!!۔

۱۷ مئی ۲۰۰۸ء میں ہالینڈ کے ایک کارٹونسٹ (Cartoonist) نے نبیٔ رحمت ﷺ کے خاکے بنا کر اپنی ویب سائٹ (website) پر لگائے، بعد میں عدالتی حکم پر ان خاکوں کو ویب سائٹ سے ہٹادیا گیا۔ ۲۰۱۰ء میں نیویارک (New York) کے "میٹروپولیٹن میوزیم آف آرٹ" (Metropolitan Museum of Art) میں تاجدارِ رسالت ﷺ کے خاکوں پر مشتمل پینٹنگز رکھی گئیں، تاہم مسلمانوں کے احتجاج اور شدید ردِ عمل کے خوف سے ان کو نمائش کے بغیر ہی ہٹادیا گیا۔

مئی ۲۰۱۰ء میں یورپی شرپسند عناصر کی جانب سے، فیس بک اور سوشل میڈیا کی دیگر ویب سائٹس پر، نبیٔ اکرم ﷺ کے خاکے بنانے کی عام دعوت دی گئی۔

۱۱ستمبر ۲۰۱۰ء کو فلوریڈا (امریکہ) کے ایک چرچ میں "ٹیری جونز" (Terry Jones) نامی ایک انتہاء پسند عیسائی پادری نے، قرآنِ پاک کو جلانے کا اعلان کیا، لیکن مسلمانوں کے شدید ردِ عمل کے سبب اپنے مذموم مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا، اس بدبخت عیسائی دہشتگرد نے اپنا منصوبہ ترک نہ کیا، اور اگلے ہی سال ۲۰ مارچ ۲۰۱۱ء میں اپنے دیگر انتہاء پسند ساتھیوں کے ہمراہ، قرآنِ پاک کو نذرِ آتش کردیا!!۔

۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء میں فرانس کے ایک ہفت روزہ میگزین (Weekly Magazine) "چارلی ہیبڈو" (Charlie Hebdo) نے نبیٔ اکرم ﷺ کے گستاخانہ خاکوں پر مشتمل خصوصی ایڈیشن شائع کرنے کا اعلان کیا، اور باقاعدہ اس کا ٹائیٹل بھی انٹرنیٹ پر شیئر کیا۔ اس کے ردِ عمل میں مسلم ہیکرز (Muslim

(Hackers) نے اس میگزین کی ویب سائٹ ہیک (Hack) کر لی، اور بعض مسلمان نوجوانوں نے اپنے مذہبی جذبات مجروح ہونے کے سبب، اس میگزین کے دفتر پر فائر بم کے ذریعے حملہ بھی کیا!۔

اسی طرح ۲۱ ستمبر ۲۰۱۲ء میں ایک اسرائیلی نژاد یہودی ڈائریکٹر "نکولا بیسلی نیکولا" (Nicola Beasley Nicola) نے ہالی وُڈ (Holly Wood) میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں توہین آمیز فلم بھی ریلیز کی[1]۔

۲۰۱۱ء اور ۲۰۱۴ء میں فرانسیسی میگزین "چارلی ہیبڈو" (Charlie Hebdo) کی جانب سے توہین آمیز خاکوں کو دوبارہ شائع کیا گیا، جس پر مسلم ممالک میں شدید غم وغصے کا مظاہرہ اور احتجاج کیا گیا، ان خاکوں کے شائع کرنے کے باعث ۲۰۱۵ء میں اس میگزین کے دفتر پر دوبارہ حملہ ہوا، اور پندرہ ۱۵ اَفراد کی ہلاکت ہوئی!۔

۲۰۱۸ء میں ہالینڈ سے تعلق رکھنے والے دہشتگرد سیاستدان اور فلمساز "گریٹ ویلڈرز" (Great welders) نے توہینِ رسالت پر مبنی "گستاخانہ خاکے" شائع کرنے کا اعلان کیا، لیکن پاکستانی مسلمانوں کے شدید ردِ عمل اور حکومت کی سفارتی کوششوں کے سبب، ہالینڈ کی حکومت نے مُداخلت کرتے ہوئے ان کی اِشاعت کورکوا دیا۔

ستمبر ۲۰۲۰ء میں "چارلی ہیبڈو" (Charlie Hebdo) نے ایک بار پھر توہینِ رسالت کا ارتکاب کرتے ہوئے، گستاخانہ خاکوں کو نہ صرف شائع کیا، بلکہ انتہائی بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ مسلمانوں کی مزید دل آزاری کرتے ہوئے،

---

(۱) دیکھیے: "دلیل" ۲۵ اکتوبر ۲۰۲۰ء، فرانسیسی صدر کا پاگل پن، توہین رسالت...الخ۔

میگزین کے اداریے میں یہ بھی لکھا کہ "یہ تصویریں (توہین آمیز خاکے) تاریخ سے متعلق ہیں، اور تاریخ کو نہ ہی دوبارہ لکھا جاسکتا ہے، نہ ہی مٹایا جاسکتا ہے"۔ جبکہ یہ بات سراسر جھوٹ پر مبنی اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے!!۔

گزشتہ ماہ ۱۶ اکتوبر ۲۰۲۰ء میں فرانس کے ایک بدبخت دہشتگرد اسکول ٹیچر "سیموئل پیٹی" (Samuel Petty) نے، رسولِ اکرم ﷺ کے بنائے ہوئے توہین آمیز خاکے، اپنے طلباء کو دکھانے کی ناپاک جسارت کی، اور کلاس میں موجود مسلمان طلباء کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا، رسول اکرم ﷺ سے اپنی لازَوال محبت وعقیدت کے سبب، ایک چیچن نوجوان سے یہ بات برداشت نہ ہوئی، اور اس نے اس گستاخی کی ناپاک جسارت کرنے والے ملعون کا سر قلم کردیا!!۔

گستاخانہ خاکوں کے بارے میں فرانسیسی صدر کا منفی کردار

حضراتِ گرامی قدر! فرانسیسی صدر "ایمانویل میکرون" (Emmanuel Macron) نے مذہبی مُنافرت پھیلانے اور بینَ المذاہب ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے والے، اس بدبخت دہشتگرد اسکول ٹیچر کے اس فعل کی مذمت کرنے کے بجائے، ایسے نازک موقع پر انتہائی جانبدارانہ روِیہ اختیار کیا، اور فرانس میں بسنے والے پچاس ۵۰ لاکھ سے زائد مسلمانوں کے جذبات کی پرواہ کیے بغیر، اسے فرانس کا قومی ہیرو قرار دیتے ہوئے، اسے "لیجن آف آنر" (Legion of Honor) کے اعلیٰ ترین سِول (Civil) اِعزاز سے نوازا۔

یاد رہے کہ فرانس میں یہ اِعزاز اُسے دیا جاتا ہے، جس نے آرمی یا شہری سطح پر غیر معمولی خدمات انجام دی ہوں۔ فرانس کے صدر نے صرف اسی پر اِکتفاء نہیں

کیا، بلکہ اس کے حکم پر اُس کا سوگ سرکاری سطح پر منایا گیا، اور اس کی یاد میں تمام سرکاری عمارتوں پر، توہینِ رسالت ﷺ پر مبنی "گستاخانہ خاکے" آویزاں کیے گئے، اور ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرانسیسی صدر نے یہ بھی کہا کہ "متنازع کارٹونز یا خاکوں کی اِشاعت سے کسی طور پر دستبردار نہیں ہوا جائے گا"۔

فرانسیسی صدر کے اس غیر ذمہ دارانہ بیان اور طرزِ عمل کے خلاف، دنیا بھر میں پُراَمن احتجاج کا سلسلہ جاری ہے، فرانسیسی مصنوعات کا مُعاشی بائیکاٹ کیا جارہا ہے، مختلف ممالک میں موجود فرانسیسی سفیروں کو احتجاجی مراسلے بھی تھمائے جارہے ہیں، بعض مسلم ممالک فرانس میں موجود اپنے سفیروں کو واپس بلانے کے حوالے سے بھی باہم مشورہ کر رہے ہیں، لیکن اُمتِ مسلمہ کے لیے سوچنے کی بات یہ ہے کہ "آزادیٔ اظہارِ رائے" کا غلط اور ناجائز استعمال صرف اسلام ہی کے خلاف کیوں ہو رہا ہے؟! گزشتہ بیس ۲۰ سالوں میں توہینِ مذہب سے متعلق یورپی ممالک میں جتنے بھی واقعات پیش آئے، تقریباً سب کے سب اسلام کے خلاف تھے، آج تک ہمارے سننے میں نہیں آیا کہ "آزادیٔ صحافت" یا "آزادیٔ اظہارِ رائے" کا سہارا لیتے ہوئے، کسی یورپی باشندے، چینل یا اخبار نے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب، یا ان کے شعائر کی توہین کی ہو! کیا یہ محض اتفاق ہے؟ یا کوئی سوچی سمجھی سازش؟ مسلم مفکرین، علمائے کرام، وکلا صاحبان، تاجر حضرات، کاروباری طبقہ، صحافی برادری، تمام سیاستدان اور ہمارے حکمران، عالمی حالات وواقعات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، اس حوالے سے خوب سوچ بچار کریں! اور اپنے اپنے دائرۂ کار کے مطابق "توہینِ رسالت ﷺ" کے اس طوفانِ بدتمیزی کو روکنے میں اپنا اپنا بھرپور کردار ادا کریں، ورنہ یاد رکھیے ع

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں!

فرانس کے مسلمان شہریوں کے ساتھ امتیازی سُلوک اور عالمی قوانین

حضراتِ گرامی قدر! غور وفکر کا مقام ہے کہ توہینِ رسالت اور توہینِ مذہب کے سب سے زیادہ واقعات، یورپ میں ہی کیوں ہو رہے ہیں؟! اور فرانس کی صورتحال تو اس قدر اَبتر ہو چکی ہے کہ "اِہانتِ مذہب" کی نَجاست سے، اب وہاں کی درسگاہیں اور تعلیمی ادارے بھی محفوظ نہیں رہے! اسکولز (Schools) اور کالجز (Colleges) میں علمی تشنگی دُور کرنے کے بجائے، انہیں رحمتِ عالم ﷺ کی شان میں گستاخی پر مجبور کیا جارہا ہے، ان سے "گستاخانہ خاکے" بنوائے جارہے ہیں، اور انہیں اسلام کے خلاف وَرغلا کر اسلامی تعلیمات سے انکاری بنایا جارہا ہے! بلکہ بعض میڈیا رپورٹس (Media reports) کے مطابق تو، فرانس میں مسلمان بچوں کو خنزیر کا گوشت کھانے پر بھی مجبور کیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ خود کو "سچے فرنچ شہری" ثابت کر سکیں! اسی طرح "گستاخانہ خاکوں" کے خلاف پُرامن احتجاج کرنے والے مسلمانوں کو قتل کی دھمکیوں سے بھرے خطوط بھیجے جارہے ہیں، حجاب اوڑھنے والی مسلم خواتین کے خلاف اِنتہائی نازیبا زبان استعمال کی جارہی ہے! قانون پسند مسلم شہریوں کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے! بے گناہ لوگوں کو گرفتار کرکے انہیں تشدُد کا نشانہ بنایا جارہا ہے! حکومتِ فرانس سے باقاعدہ رجسٹرڈ مسلم تنظیموں کو غیر قانونی طور پر کالعدم قرار دیا جارہا ہے! مساجد کی بندش کے ذریعے مذہبی آزادی پر پابندی عائد کی جا رہی ہے! ایک محتاط اندازے کے مطابق گزشتہ ایک ماہ میں تاحال تقریبًا سترّ ۷۰ سے زائد مساجد کو نماز کے لیے بند کیا جاچکا ہے!۔

لیکن یہ سب کرتے وقت فرانسیسی حکومت (French government) شاید اس حقیقت کو فراموش کر بیٹھی ہے، کہ مسلمان فرانس کی کُل آبادی کا آٹھ ۸ فیصد ہیں، یورپ میں آبادی کے اعتبار سے عیسائیت کے بعد، دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے، صرف فرانس میں ان کی تعداد پچاس لاکھ سے زائد ہے، لہذا یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی آبادی کے بھی کچھ حقوق ہیں، جنہیں ہرگز نظر انداز نہیں کیا جاسکتا!!۔

فرانسیسی صدر یقیناً اس بات سے بخوبی واقف ہوں گے، کہ شہری اور سیاسی حقوق سے متعلق بینَ الاَقوامی قانون (آئی سی سی پی آر International Covenant On Civil And Political Rights) کے آرٹیکل (۲۷) کے مطابق "ایسی ریاست جہاں مذہبی یا لسانی اَقلیت موجود ہو، وہاں اَقلیت کو اپنی تہذیب اور مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی مکمل آزادی حاصل ہے"[1]۔ اسی طرح آرٹیکل آرٹیکل (۲) کے سیکشن 1 کے مطابق "کوئی بھی ریاست اپنے شہریوں کے ساتھ، ان کے مذہب کی بنیاد پر امتیازی سُلوک (Discriminate) نہیں برت سکتی"[2]۔

لہٰذا فرانس سمیت تمام یورپی ممالک کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے، کہ ہمارے پیارے نبیٔ کریم ﷺ ہم مسلمانوں کے دلوں میں بستے ہیں، جب کوئی ان کی توہین کرتا ہے تو ہمیں دلی تکلیف پہنچتی ہے، اور دل کو پہنچنے والا دُکھ جسم کو پہنچنے والے دُکھ سے بہت زیادہ درد دیتا ہے! لہٰذا حضور کی شان میں بار بار گستاخی سے اُمتِ

(1) International Covenant on Civil and Political Rights, P.No: 14.

(2) International Covenant on Civil and Political Rights, P.No: 2.

مسلمہ کے نہ صرف جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے، بلکہ یورپی ممالک میں بسنے والے مسلم شہریوں کے حقوق بھی پامال ہورہے ہیں! لہٰذا ہم تمام اَقوامِ عالَم کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں، کہ "جیو اور جینے دو!" (Live and Let Live)۔

اگر یورپ نے اپنی رَوِش نہ بدلی تو مُعاملہ صرف پُرامن احتجاج یا سوشل بائیکاٹ (Social Boycott) تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ "عالمی عدالتِ انصاف" (International Court Of Justice) کا دروازہ بھی ضرور کھٹکھٹایا جائے گا، اور یورپ کو اسی زبان میں جواب دیا جائے جسے وہ سمجھتا ہے!۔

آزادئ اظہارِ رائے کی تعریف

حضراتِ محترم! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ یورپ میں رائج "آزادئ اظہارِ رائے" کے قانون کا غلط ترین استعمال اسلام کے خلاف ہورہا ہے! یہ سیکولرازم (secularism) کے حامیوں کا وہ ہتھیار ہے، جسے جب چاہیں اور جہاں چاہیں استعمال کیا جاسکتا ہے، لہٰذا یہ جاننا ہمارے لیے اَشد ضروری ہے کہ "آزادئ اظہارِ رائے" سے مراد کیا ہے؟ اور اس کی حُدود وقُیود کیا ہیں؟

میرے عزیزو! "آزادی اظہارِ رائے" ایک وسیع المعنٰی اصطلاح ہے، اِس کی متعدّد تعریفیں بیان کی گئیں ہیں، البتہ مخصوص تعریف کوئی نہیں۔ "لیگل ڈکشنری" (Legal Dictionary) کے مطابق "آزادئ اظہارِ رائے سے مراد خیالات کا بلا روک ٹوک اظہار ہے، چاہے وہ زبانی طور پر ہو یا چھاپ کر، یا پھر کسی بھی دوسرے ذریعے سے، سب اس میں داخل ہیں"[1]۔

---

(1)http://legaldictionary/F/FreedomofExpression.aspx

جبکہ "نیو ورلڈ انسائیکلوپیڈیا" (New World Encyclopedia) کے مطابق، اپنے خیالات، معلومات اور آراء کے آزادانہ اظہار کو بھی "آزادیٔ اظہارِ رائے" کہا جاتا ہے[1]۔

اسی طرح اقوامِ متحدہ (United Nations) نے "منشور برائے انسانی حقوق" (Charter Of Human Rights) کے آرٹیکل (۱۹) میں "آزادیٔ اظہارِ رائے" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ "ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہارِ رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے، اس حق میں یہ امر بھی داخل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے، اور جس ذریعے سے چاہے بغیر ملکی سرحدوں کا خیال کیے، علم اور خیالات کی تلاش کرے، انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے"[2]۔

برادرانِ اسلام! ایسا لگتا ہے کہ بنیادی طور پر یہی وہ شق ہے جس سے جیری فال (Jerry Fall)، ٹیری جونز (Terry Jones)، گریٹ ویلڈرز (Great welders)، اور سیموئل پیٹی (Samuel Petty) جیسے دہشتگردوں کو توہین آمیز کارٹونز، فلمیں اور گستاخانہ خاکے بنانے کی شہ مل رہی ہے! یہی وجہ ہے کہ وہ بلا کسی خوف وخطر کے اپنے تمام ذرائعِ ابلاغ برُوئے کار لاتے ہوئے، آئے روز "ناموسِ رسالت" پر حملہ آوَر ہو رہے ہیں، یورپی ممالک اس شِق کی آڑ میں عدمِ رَواداری اور مذہبی مُنافرت کو پھیلانے کا سبب بن رہے ہیں، نیز انتہاء پسندی کو بھی فروغ دے رہے ہیں!!۔

یقیناً انسانی حقوق کا منشور تشکیل دینے والوں کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوگا، کہ اس

---

(1)newworldencyclopedia.org/entry/Freedom_of_Speech

(۲) "انسانی حقوق کا عالمی منشور" ص۸۔

شِق (Article) کی آڑ میں کسی بھی مذہب کی اِہانت کی جائے، یا انبیائے کرام علیہم السلام کے گستاخانہ خاکے بنائے جائیں! کیونکہ اگر ان کا مقصد یہ ہوتا تو وہ اسی منشور کے آرٹیکل (۲۹) کی شق ۲ میں ہر طرح کی آزادی کو محدود کرتے ہوئے، اور انہیں اس بات کا پابند کرتے ہوئے ہرگز نہ لکھتے کہ "اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا، جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے، اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے ہوں، یا جُمہوری نظام میں اَخلاق، امنِ عامّہ، اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے، قانون کی طرف سے عائد کیے گئے ہوں"[1]۔

حضراتِ گرامی قدر! اَقوامِ متحدہ کے اس "چارٹر آف ہیومن رائٹس" (Charter Of Human Rights) کے مذکورہ آرٹیکل میں، اس امر کی طرف واضح اشارہ موجود ہے کہ مشرق ہو یا یورپ، دوسروں کے حقوق اور احترام کے بارے میں، ملکی قوانین کی پابندی کرنا ہوگی، ان کے تمام دینی و دنیاوی حقوق میں رَواداری اور باہمی ہم آہنگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا، اور ان کے مذہبی جذبات کا خیال اور احترام کرتے ہوئے، انہیں مجروح ہونے سے بچانا ہوگا، لیکن اگر کوئی ملک "فرانس" کی طرح اپنے شہریوں کے ساتھ رنگ ونسل اور زبان یا مذہب کی بنیاد پر، طبقاتی تفریق کا مُظاہرہ کرے، تو اسی آرٹیکل (۲۹) کی شق ۳ اِنہیں اس بات کا بھی پابند کرتی ہے کہ "یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی، اقوامِ متحدہ کے مقاصد اور اُصول کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں"[2]۔

---

(۱) "انسانی حقوق کا عالمی منشور" ص۱۲۔
(۲) ایضاً۔

جبکہ آرٹیکل (۳۰) میں "آزادیٔ اظہارِ رائے" یا کسی بھی نَوعیت کی آزادی کے غلط اور ناجائز استعمال سے بچنے کی تنبیہ کرتے ہوئے، مزید یہ بھی لکھا کہ "اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی، جس سے کسی ملک، گروہ، یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے، یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو، جس کا منشا اُن حقوق اور آزادیوں کی تخریب ہو، جو یہاں (اس منشور میں) پیش کی گئی ہیں"[1]۔

آزادیٔ اظہارِ رائے ... یورپی عقیدہ یا قانون

عزیزانِ مَن! بعض لوگ "آزادیٔ اظہارِ رائے" پر یورپ کا عمل ویقین دیکھتے ہوئے، اسے یورپی ممالک کے عقائد میں شمار کرتے ہیں، اور اسے کفریّہ قرار دیتے ہیں، جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ مروّجہ "آزادیٔ اظہارِ رائے" بنیادی طور پر اقوامِ متحدہ کے منشور برائے انسانی حقوق کا صرف ایک قانون ہے، عقیدہ ہرگز نہیں۔ یہ قانون اس منشور کے آرٹیکل (۱۹) کے تحت مذکور ہے[2]، اسے مطلقاً کفر قرار نہیں دیا جاسکتا، ہاں البتہ جہاں اظہارِ رائے کی یہ آزادی قرآن وحدیث کے صریح اَحکام سے متصادِم ہو، وہاں اس کے کفر ہونے میں شبہ نہیں، اور اگر اظہارِ رائے کی آزادی اہلِ یورپ کا عقیدہ ہوتی، تو "توہینِ مسیح علیہ السلام" یا "ہولوکاسٹ" (Holocaust) کے خلاف بات کرنے پر قید وبند کی سزاؤں کا کوئی تصوُّر نہ ہوتا۔

بعض امریکی ریاستوں کے آئین میں "اِہانتِ مذہب" کے بارے میں ایسے قوانین بھی موجود ہیں، جو "آزادیٔ اظہارِ رائے" کی حد متعیّن کرتے ہیں، اور اس کے

---

(۱) ایضاً۔
(۲) ایضاً، صـ۸۔

بطورِ عقیدہ ہونے کی نفی کرتے ہیں، جیسا کہ "میسا چوسٹس" (Massachusetts) کے آئینی باب (۲۷۲) کی سیکشن ۳۶ میں مذکور ہے کہ "جو کوئی ارادۃً خداوند کے پاک نام کی گستاخی، یا اس کی خلّاقی، حکومت، آخرت کے انکار، اِہانت، ملامت کی صورت میں کرے، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مقدّس روح کی قابلِ نفرت انداز میں ملامت کرے، یا مذاق اُڑانے کی صورت میں اِہانت کرے، یا خدا کے پاک نام (جو عہد نامہ قدیم و جدید میں درج ہے) کا مذاق اُڑائے، اس کی سزا جیل کی سلاخیں ہیں"[۱]۔

احترامِ مذہب اور آزادئ اظہارِ رائے کی حدود

میرے عزیز دوستو! اقوامِ متحدہ (United Nations) کے پلیٹ فارم سے، دنیا میں بسنے والے ہر انسان کے لیے چار ۴ بنیادی حقوق مقرّر کیے گئے ہیں:

(۱) حقِ آزادی (Right to Freedom)

(۲) حقِ تنقید (Right to Criticism)

(۳) حقِ خود ارادیت (Right to Self Determination)

(۴) آزادئ اظہارِ رائے (Right to Freedom of Speech)

ان قوانین کی حیثیت ایک محوَر کی سی ہے، البتہ ہر ملک میں ان کی تعبیر وتشریح جدا جدا ہے، اکثر وبیشتر ممالک نے اپنی داخلی وخارجی صورتحال کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے، انہیں بعض حُدود وقُیود اور استثنائی صورتوں کے ساتھ رائج کر رکھا ہے۔

"یورپی کنونشن" (European Convention) کے آرٹیکل (۱۰) میں آزادئ اظہارِ رائے کی حُدود اور احترامِ مذہب کے حوالے سے مذکور ہے

---

(۱) "امنِ عالم کو درپیش خطرات اور آزادئ اظہارِ رائے کی درست تعبیر وتشریح" ص۷۔

کہ "ہر شخص اظہارِ رائے کی آزادی رکھتا ہے، اور یہ حق اسے کسی انتظامی رکاوٹ کے بغیر حاصل رہے گا... لیکن یہ حق کچھ پابندیوں کے ساتھ حاصل ہوگا، ان کی خلاف ورزی پر سزا اور جرمانہ دونوں ہی دیے جاسکتے ہیں! یہ آزادی قومی سلامتی اور سوسائٹی کے امن وامان میں خلل انداز نہ ہونے سے مشروط ہے، ریاست کی یہ بھی ذمّہ داری ہے کہ وہ قومی سلامتی، علاقائی خود مختاری، پبلک سیفٹی کے تمام تقاضوں کے پیشِ نظر، لوگوں کی صحت، اَخلاقیات اور دوسرے تمام بنیادی حقوق کو، مذہب کی توہین کے جُرم سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے"[۱]۔

اسی طرح ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۸ء میں یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق(European Court of Human Rights) بھی، "توہینِ رسالت" سے متعلق ایک مقدّمے کا تاریخ ساز فیصلہ سناتے ہوئے، واضح طور پر یہ قرار دے چکی ہے کہ "پیغمبرِ اسلام کی توہین، آزادیٔ اظہارِ رائے کے زُمرے میں نہیں آتی؛ کیونکہ اس سے مذہبی امن خطرے میں پڑتا ہے"[۲]۔

فرانسیسی آئین(French Constitution) کے آرٹیکل (۱۱) میں ہے کہ "اظہارِ رائے کی آزادی ہر انسان کا حق ہے، اور وہ اس حق کی بنیاد پر اپنی مرضی سے بول، لکھ اور اِشاعت کر سکتا ہے، لیکن یہ حق قانون کے اندر دی جانے والی پابندیوں سے مشروط ہے"۔

اسی طرح ناروے (Norway) کے دستور میں آرٹیکل (۱۰۰) کے تحت مذکور ہے کہ "ملک میں پریس کی آزادی ہوگی، اور کسی شخص کو تحریر پر سزا نہیں دی

---

(۱) دیکھیے: "جسارت بلاگ" آن لائن، توہینِ مذہب اور یورپی ممالک کے قوانین۔

(۲) دیکھیے: بی بی سی اردو، ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۸، پیغمبرِ اسلام کی توہین آزادیٔ اظہارِ رائے نہیں ہے۔

جاسکے گی، لیکن اگر کوئی ایسا عمل جان بوجھ کر، یا کسی کے اکسانے پر کرے گا، جس سے مذہب کی توہین کا پہلو نکلتا ہو، تو یہ عمل قابلِ سزا ہو گا"۔

جرمنی (Germany) کے آئین کے آرٹیکل (۱۱) سیکشن ۱۶۷ میں ہے کہ "مذہب اور مذہبی عبادات کی توہین قابلِ سزا جُرم ہے، اس کی سزا زیادہ سے زیادہ تین ۳سال تک ہو سکتی ہے"۔

نیوزی لینڈ (New Zealand) کے کرائم ایکٹ ۱۹٦۷ء کے پارٹ ۷ میں تحریر ہے کہ "مذہب اور اَخلاقیات اور پبلک ویلفیئر کے خلاف کہی ہوئی بات، لکھی ہوئی تحریر اور توہین آمیز مواد کی اِشاعت پر، ایک سال قید یا جُرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے"۔

اسی طرح ہالینڈ کریمنل کوڈ (Netherlands Criminal Code) میں آرٹیکل (۱۴۷) اور اسپین (Spain) میں آرٹیکل (۵۲۵) کے تحت یہ قانون موجود ہے کہ "مذہب کے بارے میں منفی اور توہین آمیز بات برداشت نہیں کی جاسکتی"[1]۔

حضراتِ گرامی قدر! مختلف یورپی ممالک کے دستور میں موجود، ان قوانین وضوابط سے پتہ چلتا ہے کہ "احترامِ مذہب" کے حوالے سے یورپ کے دل میں کچھ نہ کچھ جذبات اب بھی باقی ہیں، یورپی یونین اگر مخلصانہ طریقے سے اس سلسلے میں چند سنجیدہ اِقدامات کرے، اور عملی طور پر ان قوانین کے نفاذ کو یقینی بنائے، تو "توہینِ مذہب" کے حوالے سے کسی نئ قانون سازی کی شاید ضرورت نہ رہے! لیکن اَلمیہ اور دُکھ یہ ہے کہ اس مُعاملے میں یورپ کا روِیہ انتہائی تعصبانہ ہے، وہ یورپ میں اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر اور رُجحان سے خائف ہیں، یورپ اور امریکہ میں اسلام جس قدر

---

(۱) دیکھیے: "جسارت بلاگ" آن لائن، توہین مذہب اور یورپی ممالک کے قوانین۔

تیزی سے پھیل رہا ہے، اسے دیکھتے ہوئے وہ لوگ خوف زدہ ہیں، کہ اگر یہ رفتار یونہی برقرار رہی تو آئندہ نصف صدی میں مسلمان، یورپ اور امریکہ کی سب سے بڑی طاقتور آبادی کی شکل اختیار کرلیں گے، اور مذہبِ عیسائیت کے پیروکار اَقلیت میں تبدیل ہو جائیں گے، اپنے اسی خوف کے پیشِ نظر وہ لوگ "اسلامو فوبیا" (Islamo Phobia) کا شکار ہوچکے ہیں! ناموسِ رسالت ﷺ پر بار بار حملے کرکے مسلمانوں کی کردار کشی کی جارہی ہے، مسلمانوں پر انتہاء پسندی اور دہشتگردی کا لیبل لگاکر، اہلیانِ یورپ کو اسلام سے بدظن کرنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے! تاکہ کوئی عیسائی، یہودی یا سیکولر شخص اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر دائرۂ اسلام میں داخل نہ ہوجائے!۔

گستاخانہ خاکوں کی روک تھام سے متعلق چند تجاویز

حضراتِ ذی وقار! یورپی ممالک کی طرف سے گستاخانہ خاکوں کی بار بار اِشاعت، دنیا کے ڈیڑھ اَرب سے زائد مسلمانوں کے ایمان اور نظریاتی اَساس پر حملہ ہے، ایسی ناپاک جسارت اگر کوئی عام شخص کرے تو یہ اس کا انفرادی وذاتی فعل قرار پاتا ہے، لیکن اگر اس کی پشت پناہی سرکاری سطح پر ہو، اور حاکمِ وقت خود اس میں ملوّث پایا جائے، تو اسے یقیناً عالمِ اسلام کے خلاف "اعلانِ جنگ" تصوُر کیا جائے گا!!۔

گزشتہ دنوں فرانسیسی صدر کی جانب سے توہینِ رسالت ﷺ پر مبنی "گستاخانہ خاکوں" کی نشر واِشاعت کا سلسلہ، سرکاری سطح پر علی الاعلان ہوا، اس پر دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات شدید مجروح ہوئے، اگر غور کیا جائے تو یہ عالمی امن وامان تباہ کرنے کی ایک بہت بڑی سازش اور انٹرنیشنل دہشتگردی (International terrorism) ہے، جسے دنیا میں انتہاء پسندی کے بڑھاوے

کے مذموم مقاصد کی تکمیل، اور اس کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے انجام دیا جارہا ہے !!۔

حکومتی سطح پر مذہبی مُنافرت سے بھرپور مواد کی اِشاعت، تاریخ میں اپنی نَوعیت کا غالبًا پہلا واقعہ ہے، اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، لیکن فی الحال ضرورت اس امر کی ہے کہ مذمتی بیانات کے ساتھ ساتھ "گستاخانہ خاکوں" کے خلاف، کچھ عملی اِقدام کرکے یورپی ممالک کو یہ مؤثر پیغام دیا جائے، کہ اس قسم کی ناپاک جسارت کو آئندہ ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا!۔ اس سلسلے میں چاہے جو بھی قیمت چکانی پڑی ہم چکائیں گے، لیکن اپنے پیارے نبی ﷺ کی عزّت وناموس پر کسی قسم کی آنچ ہرگز نہیں آنے دیں گے !!۔

میرے محترم بھائیو! ہم اُمتِ مسلمہ کو چاہیے کہ "تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ" کے لیے پوری قوّتِ ایمانی کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوں، اور باربار ہونے والے اس شیطانی عمل کو روکنے کے لیے عملی طور پر اِقدامات کا آغاز کریں! ہم بحیثیت قومِ مسلم سب سے پہلے اقوامِ متحدہ اور یورپی یونین سے یہ مطالبہ کرتے ہیں، کہ اس واقعہ کا فوری نوٹس لیں، اور فرانس کے خلاف تادیبی کاروائی کا آغاز کریں! اسی طرح فرانسیسی صدر کو بھی اس بات کا پابند کیا جائے، کہ وہ دنیا بھر کے میڈیا کے سامنے بیٹھ کر مسلمانوں سے مُعافی مانگے! نیز اقوامِ متحدہ کے منشور برائے انسانی حقوق، اور یورپی عدالت برائے انسانی حقوق کے قوانین، ضوابط اور فیصلوں کی روشنی میں، فرانس کے خلاف "عالمی عدالتِ انصاف" میں مقدّمہ دائر کیا جائے، اور مسلم ممالک کی نمائندہ

تنظیم "او، آئی، سی" (Organisation of Islamic Cooperation) کو بطورِ فریق شامل کیا جائے!۔

علاوہ ازیں اقوامِ متحدہ (United Nations) کے پلیٹ فارم سے "احترامِ مذہب" اور "ناموسِ رسالت" کے حوالے سے ایک واضح لائحہ عمل دیا جائے، جو آزادئ اظہارِ رائے اور مختلف انسانی طبقات کے ایمان ومذہب، اور ان کے دینی مقدّسات کی حفاظت کے مابین توازُن پیدا کرے!۔

اسی طرح اس قانون میں آفاقی مذاہب سے تعلق رکھنے والے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین پر مبنی مواد کی، کسی بھی صورت میں اِشاعت کو عالمی جُرم قرار دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ مشرق ویورپ کے تمام ممالک باقاعدہ قانونی طریقۂ کار کو اختیار کرتے ہوئے، قانون کے عملی نفاذ کو یقینی بنائیں، اور توہین آمیز مواد کی اِشاعت کو ناقابلِ مُعافی جرم قرار دیں!۔

اسلامی تعاوُن کی تنظیم (او آئی سی) کے تمام رکن ممالک، فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں، اور "اسلاموفوبیا" (Islamophobia) کے سبب مسلمانوں سے نفرت کے بڑھتے ہوئے واقعات، اور گستاخانہ خاکوں جیسی کارروائیوں پر گہری نظر رکھیں، اور خاکم بدہن ایسی صورتحال دوبارہ پیش آنے کی صورت میں متفقہ لائحہ عمل اپنائیں!!
صرف مذمتی قرار دادیں پاس کرنے کرانے پر اِکتفاء کے بجائے عملی اِقدامات کریں، جو ملک "توہینِ رسالت" کا مرتکب ہوا سے مشترکہ طور پر ناپسندیدہ ریاست قرار دیں، ان کے سفیروں کو ملک بدر کیا جائے، اپنے سفیر واپس بلائے جائیں، ان کے ساتھ ہر سطح کی تجارت کا بائیکاٹ کیا جائے، اور دفاعی مُعاہدوں کو بھی ختم کیا جائے!!۔

ترکی کی طرف سے سرکاری سطح پر، اُمتِ مسلمہ کو فرانسیسی مصنوعات کے بائیکاٹ کی اپیل، ایک جرأتمندانہ اِقدام ہے۔ پاکستان سمیت دیگر اسلامی ممالک کو بھی ترکی کی طرح اس مسئلے پر فرنٹ لائن میں آنا چاہیے! کیونکہ یقینی طور پر وہ سیاسی اور مُعاشی طور پر اتنے کمزور ہرگز نہیں، کہ حکومتِ فرانس پر دباؤ نہ ڈال سکیں، یا اس مسئلے کو عالمی سطح پر اُجاگر نہ کر سکیں!۔

میرے دوستو، بھائیو اور بزرگو! حضورِ اکرم ﷺ کی ناموس کی حفاظت ایمان کی ضمانت ہے! اگر کوئی مسلمان حضور نبئ کریم ﷺ کی گستاخی برداشت کر سکتا ہے، تو اسے مسلمان کہلانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا!۔ دوسری صدی ہجری کے عظیم بزرگ عالمِ دین اور محدّث حضرت سیّدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک موقع پر خلیفہ ہارون الرشید سے فرمایا کہ "اس اُمت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، جس کے نبی ﷺ کو گالیاں دی جائیں!"[1]۔

پیارے بھائیو! آج ہمارے ایمانی جذبات سے کھیلا جارہا ہے! اور بار بار توہین آمیز کارٹونز، فلمیں، پینٹنگز، اور مذہبی مُنافرت سے بھرپور تحریر وتقریر کے ذریعے، ہماری غیرتِ ایمانی کو للکارا جارہا ہے! لہذا ہمیں اپنی تمام مصلحتوں اور مادّی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خوابِ غفلت سے جاگنا ہوگا! اور مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی اس بکھری اُمت کو متحد کرنے کا فریضہ انجام دینا ہی ہوگا! کتنے افسوس کی بات ہے کہ دنیا میں پچاس ۵۰ سے زائد طاقتور اور مضبوط اسلامی ممالک ہونے کے باوُجود، دنیا کے ہر خطے میں صرف مسلم قوم ہی مظلوم ومعتوب ہے، نہ

---

(۱) "الشفا" فصل في الحجّة في إيجاب قتل من سبّه أو عابه، الجزء۲، صـ۱۳۸.

ہماری جان محفوظ ہے نہ ہمارا دین، کہیں "ٹیری جونز" جیسے جنونی پادری کلامِ الٰہی کو شہید کررہے ہیں، توکہیں ہمارے نبیٔ کریم ﷺ کی ذات ہی طعن وتشنیع کا نشانہ بنائی جارہی ہے، کہیں گستاخانہ خاکے بنائے جارہے ہیں، توکہیں توہین آمیز فلمیں بنا کراُن کی کردار کشی کی جارہی ہے، اُن کی عِفت وعِصمت پر سوال اٹھائے جارہے ہیں!! اب ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم اپنی ترجیحات کا رُخ متعیّن کریں، اور نظامِ مصطفی ﷺ کے نفاذ کے لیے کوششیں تیز تر کردیں!!۔

اللہ تعالی ہم سب کا حامی وناصر ہو، اور اپنے رحمت والے پیارے نبی ﷺ کی برکت سے تمام دنیا سے دہشتگردی، بدامنی، بے سکونی، فتنہ وفساد، اور شیطانی وطاغوتی قوتوں کو نیست ونابود فرمائے، اور پوری دنیا میں امن وامان اور صحت وسلامتی کی فضا قائم فرمادے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی تمام نسلوں کو ناموسِ رسالت ﷺ پر پہرہ دینے کی توفیق عطا فرما، آزادیٔ اظہار رائے کے نام پر ہمارے نبیٔ کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے بدبختوں کو نیست ونابود فرما، یہود ونصاریٰ کی طرف سے اسلام مخالف ہر سازشوں کو ناکام بنا، آمین یا ربّ العالمین!۔

دَورِ حاضر کے فتنہ وفساد کی سرکوبی

(جمعۃ المبارک ۴ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ - ۲۰/۱۱/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ اللهِ الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبهِ أجمعين.

فتنۂ اِلحاد

برادرانِ اسلام! آج اُمتِ مسلمہ طرح طرح کے مصائب، مشکلات اور مسائل سے دوچار ہے، نت نئے فتنے جنم لے رہے ہیں، قرآن وسنّت سے رُوگردانی کے سبب آج نَوبت یہاں تک آپہنچی، کہ اَقوامِ عالَم میں مسلمانوں سے زیادہ مظلوم کوئی قوم نہیں، ہر گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ صورتحال مزید گھمبیر ہوتی جارہی ہے، سیکولرازم (secularism) اور لبرل ازم (Liberalism) کا لبادہ اوڑھے، کفّار ومشرکین ومُلحِدین اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل میں کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں، اسلام کے خلاف نت نئی سازشیں رچائی جارہی ہیں، اور حق وباطل کی یہ لڑائی میدانِ جنگ سے نکل کر اَب فتنہ وفساد کی صورت میں ہر سُو پھیل چکی ہے!!۔

حضراتِ گرامی قدر! کفّار و مشرکین نے ہر زمانے میں دینِ اسلام پر حملوں کے لیے مختلف انداز اپنائے، ہمارے زمانے میں مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر کفر والحاد کا پرچار، فکرِ غامدیت کا فروغ، جھوٹے مدّعیانِ نبوّت میں اضافہ، ناموسِ رسالت ﷺ پر حملے، شعائرِ اسلام کی توہین، اور اسلام کے قطعی اَحکام کو محض مفروضات کی بنیاد پر، جرح وتنقید کا نشانہ بناکر پامال کرنا، اِن ملحدین کی اوّلین ترجیح ہے!۔

عزیزانِ محترم! بدقسمتی سے آج ہم مسلمانوں میں اِلحادی فکر بڑی تیزی سے پروان چڑھ رہی ہے، مُلحدین مختلف طریقوں حَربوں سے ہمارے مسلمان بھائی بہنوں کو، دینِ اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش میں لگے ہیں، ان کے قُلوب واَذہان میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں شکوک وشُبہات پیدا کر رہے ہیں، خالقِ کائنات عزّوجلّ کے وُجود سے انکار کیا جارہا ہے، مابعد الموت زندگی کو جھٹلایا جارہا ہے، فتنۂ اِلحاد کی ہولناکی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ انسان جب ملحدانہ خیالات ونظریات کو اپنالیتا ہے، تو رُشد وہدایت سے دُور، جنّت وجہنم کے وُجود سے انکاری، اور اَحکامِ الٰہی سے بے پرواہ ہوکر مرتَد وبے دین ہو جاتا ہے! اور دوزخ کی آگ اس کا مقدّر ٹھہرتی ہے!۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا ؕ اَفَمَنۡ یُّلۡقٰی فِی النَّارِ خَیۡرٌ اَمۡ مَّنۡ یَّاۡتِیۡۤ اٰمِنًا یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۙ اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ﴾[1] "یقیناً وہ جو ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں! تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا؟ یا جو قیامت میں امان سے آئے گا؟ جو جی

(۱) پ ۲٤، حم السجدة: ٤٠.

میں آئے کرو! یقیناً وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے!"۔

حضراتِ ذی وقار! ہماری نام نہاد اِشرافیہ(Elite)، میڈیا پرسَنز (Media Persons) اور کالجز اور یونیورسٹیز (Colleges and universities) کے طلباء وطالبات، دینی علوم سے عدم آگاہی کے باعث اس فتنے کا سب سے زیادہ شکار ہورہے ہیں! ہماری سادہ لَوح عوام بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتی نظر آتی ہے، لہٰذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ انہیں اس فتنے سے آگاہ اور خبردار کیا جائے، انہیں قرآن وسنّت کی تعلیم دی جائے، اسلامی تعلیمات واَحکام سے رُوشناس کرایا جائے!۔

اس سلسلے میں اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز، ہسپتال، دینی مدارس اور مساجد کو بطورِ پلیٹ فارم استعمال کیا جائے، ان مقامات پر ایسا مفید لٹریچر (Literature) مفت تقسیم کیا جائے، جو فتنۂ اِلحاد اور اس کے شرعی حکم کے بارے میں ہو، اسی طرح سوشل میڈیا(social media) پر اس فتنے کی سرکوبی کے لیے وسیع مطالعہ کے حامل، ذہین فَطین اور قابل علماء کی ٹیم تشکیل دی جائے، جو اِلحادی فکر کو پروموٹ (Promote) کرنے والے پیجز (Pages) پر اُس کا رَد کریں اور جواب لکھیں، نیز مسلمان نوجوانوں کے ایمان کی حفاظت میں اپنا کردار کریں۔

فکرِ غامدیت

عزیزانِ ملّت! دَورِ جدید کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ "فکرِ غامدیت" بھی ہے، اس فکر کے پیچھے مشہور فتنہ باز اور نام نہاد مفکِر "مسٹر جاوید غامدی" کی سوچ کارفرما ہے۔ ہماری عوام میں سے اکثریت اس بات سے ناواقف ہے کہ یہ شخص اِلحاد اور بے دینی کو پروموٹ (Promote) کر رہا ہے، اس کے اَفکار ونظریات شریعتِ اسلامیہ اور

اُمّت کے اِجماعی واتفاقی مسائل سے متصادِم ہیں، یہ شخص آئے روز کوئی نہ کوئی گمراہ کُن شوشہ چھوڑتا رہتا ہے، حضرت سیّدنا عیسیٰ رُوح اللہ علیہ السلام کی حیات، سیّدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظہور، حدیث اور اِجماع کے حُجت ہونے، حدِ رَجم، قرآنِ پاک کی مختلف قراءتوں، مرد وعورت کی گواہی میں فرق، اور زکات کے معیّن نصاب سے انکاری ہے۔ مسئلۂ تکفیر اور مرتَد کی شرعی سزا کے خلاف بھی سرگرمِ عمل ہے!!۔

اسی طرح سستی شہرت اور ناموَری کی خاطر کچھ اَور اَشخاص بھی، تفسیر بالرائے، انکارِ اجماع، انکارِ سزائے رَجم واِرتِداد، اور اِقدامی جہاد کے انکار کے مُعاملے میں "فکرِ غامدیت" کے حامل ہیں!۔

میرے بھائیو! اگر "فکرِ غامدیت" کے تحت وضع کردہ فہمِ دین کے اُصول وقوانین کو درست مان لیا جائے، تو اُمتِ مسلمہ جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکتی نظر آئے گی! ان ملحدانہ اَفکار ونظریات کے نتیجے میں مذہب سے بے زاری اور تذبذُب کی سوچ جنم لیتی ہے، عوام کے دلوں میں علمائے اُمّت کی عقیدت اور باہمی رشتۂ اعتماد کو گہری ٹھیس پہنچتی ہے!۔

حضراتِ گرامی قدر! "فکرِ غامدیت" کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک عربی زبان صرف قرآن فہمی کی حد تک ضروری ہے۔ اگر ان کی اس سوچ کو درست تسلیم کر لیا جائے، تو نتیجۃً صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تمام اقوال، تابعینِ عظام ومفسرینِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تشریحات، اور فقہائے کرام قدس سرہم کے قرآن واحادیث سے اَخذ کردہ لاکھوں فقہی مسائل، بیَک جنبشِ قلم ناقابلِ اِلتفات ٹھہرتے ہیں۔ غامدی

صاحب "اِجماع" کو صرف ایک بدعت اور علمی اَفسانہ قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک "تصوُّف" ایک عالمگیر گمراہی ہے!!۔

طُرفہ تماشا یہ کہ مُلحِدین کی طرف سے دینِ اسلام میں ہونے والی اس تحریف کو "تحقیق اور آزادیٔ اِظہارِ رائے" کا نام دے کر، "دَجّالی میڈیا" کے ذریعے، "فکرِ غامدیت" کو پروموٹ (Promote) کیا جارہا ہے!۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، کہ ہمارے بعض ٹی وی چینلز (Tv Channels) اور تعلیمی ادارے بھی، اپنے پروگرامز اور نصاب تعلیم کے ذریعے، "اِلحادی فکر" کو پھیلانے میں شب وروز سرگرمِ عمل ہیں!! لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ "ریاستِ مدینہ" کے دعویدار حکمران، اور پیمرا (Pemra) جیسے فعّال ادارے بھی، انہیں روکنے ٹوکنے کے لیے تیار نہیں! شاید اسی طرح کی صورتحال کی عکّاسی کرتے ہوئے، شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال نے فرمایا تھا: ؏

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا اِلحاد بھی ساتھ ! (۱)

فتنۂ قادیانیت

برادرانِ اسلام! عالمِ اسلام کو جن شُرور وفِتن کا سامنا ہے، ان میں آج سب سے بڑا "فتنۂ قادیانیت" ہے۔ قادیانی "عقیدۂ ختمِ نبوّت" کے منکِر ہیں، یہ جھوٹے مدّعیٔ نبوّت "مرزا غلام قادیانی" کے لیے نبوّت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اسے اپنا نبی تسلیم کرتے ہیں، لہٰذا شرعًا یہ لوگ مرتَد اور بے دین ہیں، دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، اور تمام اُمّتِ مسلمہ کا اس بات پر اِجماع واتفاق ہے، کہ حضور نبیٔ کریم

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، تعلیم اور اس کے نتائج، حصہ سوم، ص۲۳۵۔

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ رب العالمین کے آخری نبی ہیں، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم پر سلسلۂ نبوّت ختم ہو چکا، اب تا قیامت کسی بھی نوعیت کا کوئی سچا نیا نبی نہیں آسکتا۔ اس عقیدے میں کسی بھی تاویل وتخصیص کی کوئی گنجائش نہیں!۔

سیّدی اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت، قاطعِ قادیانیت، امام احمد رضا فاضلِ بریلی رحمہ اللہ تعالٰی، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے منکِر سے متعلّق حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضور پُر نور، خاتم النبیین، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خاتم، یعنی بعثت میں آخرِ جمیع انبیاء و مُرسلین، بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا، ضروریاتِ دین میں سے ہے، جو اس کا منکِر ہو، یا اس میں اَدنیٰ شک وشبہ کو بھی راہ دے، وہ کافر مرتَد ملعون ہے! آیت مبارکہ: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾[1] "ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخری نبی ہیں"، اور حدیثِ متواتر: «لَا نَبِيَّ بَعْدِي!»[2] "میرے بعد کوئی نبی نہیں!" سے تمام اُمّتِ مرحومہ نے سلفاً وخلفاً، ہمیشہ یہی معنی سمجھے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم بلا تخصیص، تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے، حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ یا حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد، قیامِ قیامت تک کسی کو نبوّت ملنی مُحال (ناممکن) ہے"[3]۔

حضراتِ ذی وقار! حکمِ شریعت کے ساتھ ساتھ آج سے چھیالیس ۴۶ سال قبل سن ۱۹۷۴ء میں، پاکستانی آئین کی رُو سے بھی قادیانی "غیر مسلم" قرار دیے جا چکے

---

(۱) پ ۲۲، الأحزاب: ٤٠.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب أحاديث الأنبياء، ر: ٣٤٥٥، صـ٥٨٢.
و"صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٧٧٣، صـ٨٢٧.

(۳) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الردّ والمناظرة، رسالہ "المبین ختم النبیین" ۲۲/۲۵۔

ہیں، لیکن اس کے باوُجود یہ لوگ اپنی شیطانی چالوں اور ارادوں سے باز نہیں آئے، بلکہ شب وروز مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے، اور فتنے پھیلانے میں مصروف ہیں۔ آج قادیانی گروہ کی پشت پر یہود ونصاریٰ کا ہاتھ ہے، اسلام اور پاکستان مخالف قوّتیں دنیا بھر سے انہیں اَخلاقی ومالی طور پر فنڈنگ کر رہی ہیں، یہ اسرائیلی یہود کی طرح کام کرتے ہوئے "رَبوَہ" (چناب نگر) سے نکل کر رفتہ رفتہ وطنِ عزیز کے طول وعرض میں پھیل رہے ہیں، زمینیں خرید خرید کر اپنے لوگ آباد کر رہے ہیں، اَفواجِ پاکستان اور حکومتی ایوانوں میں اپنے لوگ داخل کر رہے ہیں، سوشل میڈیا(social media) پر قادیانی گروہ سے تعلق رکھنے والی نوجوان اور خوبرُو لڑکیوں کے ذریعے، مسلمان نوجوانوں کو روزگار اور شادی کا جھانسہ دے کر "قادیانی" بنایا جارہا ہے !!۔

میرے بھائیو! ہمارے نوجوانوں کو اس فتنہ سے ہر وقت خبردار رہنے کی ضرورت ہے! عقیدۂ ختمِ نبوّت کے مُنافی کسی بھی قسم کا مشکوک لٹریچر آپ کی نظر سے گزرے، تو اپنے علماء سے فوری رابطہ کرکے انہیں مطلع کریں، اور اُن سے رَہنمائی لے کر اس کا فَوری اور مناسب سدِّباب کریں!۔

شعائرِ اسلام کی توہین

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام کے خلاف کفّار ومشرکین اور ملحد وبے دین لوگ ہمیشہ سے برسرِپیکار رہے ہیں، حق وباطل کی یہ جنگ تیر وتلوار اور قلم وقرطاس سے لے کر، آج الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا(Electronic and print media) تک، ہر محاذ پر پوری شدّت سے جاری وساری ہے!۔ آج اسلام کی خیر خواہی کے نام پر اسلام کو ڈَسنا، ناموسِ رسالت پر ڈاکہ ڈالنا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے گستاخوں کی پشت پناہی کرنا،

مساجد ومدارسِ دِینیہ کو بدنام کرنے کے لیے انہیں فتنہ وفساد کے اَڈّے ظاہر کرنا، علمائے دین کی توہین اور کردار کشی کرنا، مغربی تہذیب سے مغلوب زَدہ فلموں ڈراموں میں ماں باپ، بہن بھائی، اور بیٹا بیٹی جیسے پاکیزہ رشتوں کی حرمت اور تقدّس کو پامال کرنا، ان ملحدین کا طرّۂ امتیاز اور پسندیدہ مشغلہ ہے!!۔

راہِ حق سے پھرنے والے انہی ملحدین کے بارے میں حدیثِ قدسی میں آیا: «وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ»[۱] "یقیناً میں نے تو اپنے بندوں کو راہِ حق پر ہی پیدا کیا، پھر شیاطین ان کے پاس آئے اور انہیں ان کے دین سے پھیر دیا"۔

حضراتِ ذی وقار! اسلام مخالف سازشوں کا یہ سلسلہ صرف یہیں پر بس نہیں ہوتا، بلکہ دجّالی قوّتوں کی جانب سے علمائے اسلام اور مذہبی شخصیات کے مُعاشرتی کردار پر کیچڑ اُچھال کر، ناموسِ رسالت کے قانون کی ایک شِق (295c) کے خلاف سازش رَچائی جا رہی ہے، اور یہ تأثُر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اس قانون کے تحت جو لوگ سزا بھگت رہے ہیں، وہ سب بے گناہ ہیں اور ان پر بنائے گئے مقدّمات، چند مولویوں اور شدّت پسند لوگوں کی کم علمی اور ہٹ دھرمی ہے (معاذاللہ!)۔

فحاشی وعُریانیت کی لعنت

میرے محترم بھائیو! کفّار ومشرکین کی سازشوں، اور ہماری اپنی بے عملی کے باعث، مسلمانوں میں فحاشی اور بے حیائی کا فتنہ بھی بہت تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے!

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الجنّة وصفة ...إلخ، ر: ۷۲۰۷، صـ۱۲٤۱.

گندے اور فحش گانوں کی لعنت کیا کم تھی؟ کہ اب ٹی وی، ڈش انٹینا، کیبل اور موبائل فونز کی شیطانیاں، اور ننگی تصاویر کی بہتات ہوتی جا رہی ہے! ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحاشی پھیلے، اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے! اللہ سب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے!"۔

اس آیتِ مبارکہ کا حکم اپنے عموم سے، فحاشی پھیلانے والی ہر چیز پر یکساں ہے، لہٰذا بدکاری کے اڈّے، سینما گھر، گندی فلمیں، ڈانس کلب، بے ہودہ قصے کہانیاں اور فحش اَشعار، غرض فحاشی وعُریانی پھیلانے والی تمام اشیاء حرام ہیں۔ مسلمان حکمرانوں پر لازم وفرض ہے کہ فحاشی کے یہ تمام اڈے اور ذرائع مکمل طور پر ختم کروائیں، اور ان اَفعالِ فاحشہ کے مرتکبین کو شدید سزا دی جائے؛ تاکہ آئندہ کسی کو مُعاشرے میں فحاشی وعُریانیت پھیلانے، یا اُس کا مرتکب ہونے کی ہمت نہ ہونے پائے!!۔

دجّالی میڈیا کا پُرفتن اور گھناؤنا کردار

برادرانِ گرامی قدر! جیسے جیسے قیامت قریب آرہی ہے، دنیا میں جھوٹ اور مکر وفریب عام ہوتا جا رہا ہے، سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے، مختلف ٹی وی چینلز پر بیٹھ کر فاسق وفاجر لوگ، اہم مُعاملات میں رائے زنی کرتے نظر آتے ہیں، یہ قیامت کی وہ علامات اور فتنے ہیں جن کے بارے میں نبیٔ کریم ﷺ نے، تقریباً چودہ سو سال پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا۔

---

(۱) پ۱۸، النور: ۱۹.

حضرت سیّدنا اُسامہ بن زَید رَضِیَ اللہُ تَعالٰی عَنہُما سے روایت ہے، کہ نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعالٰی عَلَیہِ وَسَلَّم مدینہ طیّبہ کے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلہ پر تشریف لے گئے، پھر فرمایا: «هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟» "کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟" لوگوں نے عرض کی: نہیں، نبیٔ اکرم صَلَّی اللہُ تَعالٰی عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «فَإِنِّي لَأَرَى الفِتَنَ تَقَعُ خِلاَلَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ القَطْرِ»[1] "میں فتنے دیکھ رہا ہوں جو بارش کی طرح تمہارے گھروں میں گر رہے ہیں!" یعنی وہ فتنے بارش کی طرح ہر گھر میں پہنچیں گے، اور کوئی شخص اس سے محفوظ نہیں رہ سکے گا!۔

قیامت کی ایک نشانی

قیامت سے پہلے نمودار ہونے والے فتنوں سے آگاہ کرتے ہوئے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعالٰی عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ سِنِينَ خَدَّاعَةً، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ» "قیامت سے پہلے کچھ سال دھوکے اور فریب کے ہوں گے، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا بنا کر پیش کیا جائے گا! خِیانت کرنے والے کو امانتدار، اور امانتدار کو خائن قرار دیا جائے گا! اور ان میں رُوَیبضہ بات کریں گے" عرض کی گئی کہ رُوَیبضہ کیا ہے؟ فرمایا: «الْمَرْءُ التَّافِهُ يَتَكَلَّمُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ»[2] "گھٹیا قسم کے لوگ، عام عوام کے اہم مُعاملات میں اپنی رائے زَنی کریں گے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «سَتَكُونُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ بَكْمَاءُ عَمْيَاءُ، مَنْ

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الفِتن، ر: ٧٠٦٠، صـ ١٢١٨.

(٢) "مسند البزّار" مسند عوف بن مالك الأشجَعي، ر: ٢٧٤٠، ٧/ ١٧٤.

أَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهُ، وَإِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيهَا كَوُقُوعِ السَّيْفِ»[1] "عنقریب بہرے گونگے اندھے فتنے ہوں گے، جو انہیں اُچک کر دیکھے گا یہ اُسے اُچک لیں گے، اور ان فتنوں میں زبان چلانا تلوار چلانے کی طرح ہوگا!"۔

میرے عزیز بھائیو! آج دجّالی میڈیا کا کردار ہم سب کے سامنے ہے، نیوز چینلز (News channels) پر فاسق وفاجر اور کم علم لوگ، چوبیس ۲۴ گھنٹے حقائق کو توڑ مروڑ کر دنیا کے سامنے پیش کرنے میں مصروف ہیں، وہ جھوٹ کو سچ کہیں تو دنیا اسے سچ تسلیم کرنے لگتی ہے، اور اگر وہ چمکتے سورج کی طرح رَوشن سچ کو جھوٹ کہہ دیں، تو ہر خاص وعام اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا نظر آتا ہے!۔

اپنے اچھے وقت کی قدر کیجیے

حضراتِ محترم! نمودار ہونے والے جن فتنوں کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے آگاہ فرمایا تھا، آج وہ فتنے بڑی تیزی سے ظاہر ہو رہے ہیں، لہٰذا ہمیں اپنے اچھے وقت کو غنیمت جاننا چاہیے، اور نیک اعمال بجالانے کی کوشش کرنی چاہیے، حدیثِ پاک میں ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَناً، كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِناً وَيُمْسِي كَافِراً، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِناً وَيُصْبِحُ كَافِراً، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا»[2] "ان فتنوں سے پہلے اعمالِ صالحہ انجام دے لو، جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے، کہ انسان مؤمن ہو کر صبح کرے گا اور کافر ہو کر شام کرے گا، یا مؤمن ہو کر شام کرے گا اور کافر ہو

(۱) "سنن أبي داود" باب في كفّ اللسان، ر: ٤٢٦٤، صـ٥٩٩.

(۲)"صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ٣١٣، صـ٦٣.

کر صبح کرے گا، دنیوی سامان کے عوض اپنا دین فروخت کرڈالے گا!"۔

فتنہ، فساد اور آزمائش سے بچانے والی دعا

میرے محترم بھائیو! فتنوں سے بچنے اور حفاظت کے لیے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں، اس طرح کثرت سے دعا کرتے رہنا چاہیے: ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾[1] "اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال! اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب! یقیناً تو ہی عزّت وحکمت والا ہے"۔

فتنوں کی سرکوبی اور وقت کا تقاضا

عزیزانِ محترم! بدقسمتی سے آج ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں، یہ شُرور وفِتن کا دَور ہے، آثارِ قیامت ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں، کفر والحاد جیسے فتنے سر اُٹھا رہے ہیں، مذہبی مسلّمات کی حُرمت وتقدّس کو پامال کیا جا رہا ہے، نبئ کریم ﷺ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والوں کو، حکومتی سطح پر تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے، یہود ونصاریٰ کی جانب سے نبئ آخر الزمان ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنا کر ان کی اِشاعت کی جا رہی ہے! ایسے دِگرگوں حالات میں بحیثیت مسلمان ہماری یہ ذمّہ داری ہے، کہ فَوری طور پر ان تمام فتنوں کی سرکوبی کے لیے اپنا اپنا کردار ضرور ادا کریں! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک میں غلبۂ اسلام تک، فتنہ وفساد کرنے والوں کی سرکوبی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ

---

[1] (۱) پ ۲۸، الممتحنة: ۵.

اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾[1] "ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے، اور سارا دین اللہ عزّوجلّ ہی کا ہو جائے! پھر اگر وہ باز رہیں تو اللہ عزّوجلّ ان کے کام دیکھ رہا ہے!"۔

اگر ہم چاہتے کہ دَورِ جدید میں پے دَر پے اٹھنے والے ان فتنوں کی، ہمیشہ کے لیے سرکوبی ہو جائے، تو ہمیں "تحفظِ ناموسِ رسالت" سے متعلق آئینی شِقوں کو مزید مؤثر بنانا ہوگا؛ تاکہ کسی کو اِن پر ڈاکہ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے!۔ یورپی ممالک میں بھرپور سفارتکاری کے ذریعے، ہمیں ایسی قانون سازی کے عمل کو یقینی بنانا ہوگا، جس سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی عزّت، حرمت اور ناموس کی حفاظت ہو!۔

علمائے کرام، ملحدین ومستشرکین کی جانب سے وارِد کیے جانے والے عمومی اعتراضات کے بھرپور اور مدلّل جوابات دیں؛ تاکہ کسی کو اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کا موقع نہ مل سکے!۔

جن ممالک کے باشندے شعائرِ اسلام کی توہین کرکے، مذہبی مُنافرت پھیلانے کا سبب بنتے ہیں، ان کے خلاف عالمی قوانین کے مطابق، ہر فورم (Forum) پر باقاعدہ احتجاج کیا جائے، اور ان کی متعلقہ حکومتوں سے عملی کاروائی کا مطالبہ کیا جائے، جبکہ مثبت پیش رفت نہ ہونے کی صورت میں اُن سے سفارتی واقتصادی تعلقات منقطع کر لیے جائیں، اُن کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ (Boycott) کرکے، انہیں مُعاشی اِفلاس واضطراب کا مزہ چکھایا جائے؛ کہ موجودہ حالات میں مسلم ممالک کے پاس یہ ایک بہتر اور بڑا ہتھیار ہے!۔

نیز تمام اسلامی ممالک کو چاہیے کہ باہمی تعلقات ورَوابط کو مزید مضبوط

---

(١) پ ٩، الأنفال: ٣٩.

بنائیں، آپس میں دفاعی معاہدے کیے جائیں، انٹرنیشنل ایشوز (International issues) پر یکساں مؤقف اختیار کیا جائے، اقوامِ متحدہ (United Nations) میں ووٹ کرتے وقت ایک دوسرے کے مفادات کا خوب خیال رکھا جائے، اور اتحاد واتفاق کے ساتھ ساتھ باہمی تجارت کو بھی خوب فروغ دیا جائے!۔ اللہ کریم ہمیں عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو محبتِ رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار فرما، حضورِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ اور آپ کی تعلیمات پر بھرپور عمل کی توفیق عطا فرما، ہر طرح کے شُرور وفِتن سے محفوظ رکھ، دینِ اسلام کے خلاف ہونے والی عالمی سازشوں کو ناکام بنا، کفّار، مشرکین، ملحدین اور ان کی سازشوں کو نیست ونابود فرما، اسلام کا بول بالا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

سرکارِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کی تعلیمات

(جمعۃ المبارک ۱۱ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۰/۱۱/۲۷ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقام ومرتبہ

برادرانِ اسلام! اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا وُجود پوری کائنات کے لیے خیر وبرکت کا باعث ہے، ہر دَور میں ان حضرات کی موجودگی کسی نعمت سے کم نہیں ہوتی، بارگاہِ الٰہی میں مقبول ان ہستیوں کا مقام ومرتبہ بہت ہی بلند وبالا ہے، علم وحکمت کے یہ سرچشمے بعطائے الٰہی، متلاشیانِ حق کی تشنگی دُور کرتے ہیں، اُن کے قُلوب واَذہان کو محبتِ الٰہی سے لبریز کرتے ہیں، اور انہیں جہالت وگمراہی کے اندھیروں سے نکال کر نُورِ ہدایت کی رَوشنی میں لے آتے ہیں، یہ حضرات پیار محبت اور اُلفت کا درس دیتے ہیں، امن وامان اور اُخوّت ورَواداری ان کی بنیادی تعلیمات ہیں، یہ حضراتِ مقدّسہ دنیا کی رنگینیوں اور مفادات کی جنگ سے کوسوں دُور ہیں، ربِ کائنات عزّوجلّ پر ان کے توکّل اور بارگاہِ الٰہی میں ان کے مقام ومرتبہ کا یہ عالَم ہے، کہ خود خالقِ کائنات عزّوجلّ ان کی

شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾[1] "سن لو! یقیناً اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم!"۔

میرے محترم بھائیو! یہ وہ مقبولانِ بارگاہ ہیں جن کا دل ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہتا ہے، ان کے شب وروز تسبیح وتہلیل میں گزرتے ہیں، ان کے قُلوب میں اللہ ورسول کی محبت وعقیدت درجۂ کمال کو پہنچی ہوتی ہے، اور ان کا مقصدِ حیات صرف اللہ رب العالمین کی رضا کا حصول ہوتا ہے!۔

ایسی ہی برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک کامل اور نمایاں ہستی، حضور غوثِ اعظم "حضرت سیِّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ" کی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت اعلیٰ مقام ومرتبہ اور شان وعظمت سے نواز ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ۴۷۰ یا ۴۷۱ھ میں رمضان شریف کے مبارک مہینے میں، بغداد شریف کے قریب دریائے دجلہ کے کنارے ایک قصبہ "جیلان" میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والدِ ماجد کا نام "حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ" تھا، آپ والد کی جانب سے حسنی جبکہ والدہ محترمہ کی طرف سے حسینی سیّد ہیں[2]۔

حضور غوثِ اعظم اور سیادتِ متواترہ

عزیزانِ محترم! بعض شیعہ لوگ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو سیّد نہیں مانتے، انہیں یہ بات خوب معلوم ہونی چاہیے کہ "سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ یقیناً قطعاً اجلّ ساداتِ کرام سے ہیں، حضور کی سیادت متواترہ ہے، حضرت سیِّدی امامِ اوحد ابو الحسن لخمی قدّس سرّہ کی

---

(۱) پ۱۱، یونس: ٦٢.

(۲) "بهجة الأسرار" ذكر نسبه وصفته رضي الله تعالى عنه، صـ١٧١.

"بہجۃ الاَسرار شریف"، امامِ جلیل عبد اللہ بن اَسعد یافعی شافعی کی "اَسنَی المَفاخر"، علّامہ علی قاری کی "نزہۃ النواظر"، مولانا نور الدین جامی کی "نفحات الاُنس" اور شیخِ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی "زُبدۃ الآثار" وغیرہُم اجلّۂ اکابر کی معتمَدات اَسفار ملاحظہ ہوں!... رافضیوں کے یہاں تو معیارِ سیادت رفض ہے، سُنّی کیسا ہی جلیل القدر سیّد ہو، اُسے ہرگز سیّد نہ مانیں گے، اور کوئی کیسا ہی رَذیل ذلیل قوم کا آج رافضی ہوجائے، (ان کے لیے) کل سے میر صاحب ہے!""[1]۔

سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور آثارِ ولایت

حضراتِ محترم! ایک بار کسی نے حضرت محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے یہ پوچھا، کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا؟ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "میری عمر دس ۱۰ برس تھی، تب میں مکتب میں پڑھنے جاتا تو دیکھتا کہ میرے آنے پر فرشتے بچوں سے فرماتے کہ "ولی اُللہ کے بیٹھنے کے لیے جگہ کشادہ کردو!""[2]۔

عبادت وریاضت اور معمولات

حضراتِ گرامی! پیرانِ پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی عبادت ورِیاضت اور معمولات کا یہ عالم تھا، کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ساری ساری رات عبادتِ الٰہی عزّوجلّ میں مصروف رہ کر، قرآنِ پاک کی تلاوت اور نوافل ادا کیا کرتے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے پندرہ ۱۵ سال تک ہر رات میں ایک قرآنِ پاک ختم کیا"[3]۔

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الرد والمناظرۃ، ۲۰/۵۵۵، ملتقطاً۔

(۲) "بهجة الأسرار" ذكر كلمات أخبر بها عن نفسه محدثاً بنعمة ربّه، صـ٤٨.

(۳) "بهجة الأسرار" ذكر فصول من كلامه مرصّعاً بشيء ...إلخ، صـ١١٨.

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی عبادت و رِیاضت اور معمولات سے متعلق، شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابو الفتح ہَروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے چالیس ۴۰ سال تک حضرت شیخ محی الدین سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں وقت گزارا، اس مدّت میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے، اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا معمول تھا کہ جب بھی بے وضو ہوتے تو فوراً وضو فرما کر دو ۲ رکعت نمازِ نفل پڑھ لیتے"[۱]۔

میرے محترم بھائیو! ایک طرف اللہ تعالیٰ کے سچے برگزیدہ بندوں کا تو یہ عالَم ہے، مگر دوسری طرف آج کے نام نہاد پیروں فقیروں کا حال یہ ہے، کہ اکثر اَحکامِ شرعیہ کی پابندی نہیں کرتے، ظاہری حُلیہ بھی شریعت کے مطابق نہیں ہوتا، فرائض وواجبات کی ادائیگی کا بھی صحیح طور پر اہتمام نہیں کرتے، اکثر جاہل اور فاسقِ مُعلِن ہوا کرتے ہیں، اعلانیہ گناہوں کا ارتکاب بھی کرتے ہیں، مریدین کی شرعی رَہنمائی کرنے کے بجائے اُن کے گھروں میں جا کر دعوتیں اڑانا، اور نذرانے وصول کرکے اپنی جائدادیں بنانا، ان نالائقوں کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ ایسوں کو چاہیے کہ اپنے شب وروز پر خوب غور وفکر کریں! اور حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی سیرت وتعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے، اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح کریں! ؏

کرو گے کب تک اچھا مجھ بُرے کو
مرے حق میں ہے کیا ارشاد یا غوث![۲]

---

(۱) "بهجة الأسرار" ذكر طريقه رضي الله تعالى عنه، صـ۱٦٤.
(۲) "ذوقِ نعت" صـ۱۱۳۔

سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تعلیمات

حضراتِ ذی وقار! آج مادّہ پرستی کا دَور ہے، ہر شخص انسانیت اور اَخلاقی اَقدار کے ساتھ نبرد آزما ہے، ایسے دِگرگوں اور نامُساعد حالات میں نفرت وعداوَت، لالچ وخود غرضی، اور مال ودَولت کی ہوَس نکال کر، محبت واِیثار اور جذبۂ اِخلاص سے وہی لوگ ہمکنار کرسکتے ہیں، جن کے دل ودماغ قرآن وسنّت کی رُوح سے آشنا ہوں۔ قُطبِ ربّانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ذاتِ مبارکہ ایک ایسی ہی عہد ساز اور حیات آفرین شخصیت ہے، آپ کی سیرتِ طیّبہ اور کتابِ زیست کا ہر وَرق اُمّتِ مسلمہ کے لیے لائقِ تقلید اور مُعاشرے کی اصلاح کا باعث ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تعلیمات ایک خزاں رسیدہ چمن کے لیے بادِ بہاری کے کسی خوشگوار جھونکے کی مثل ہیں، یقین جانیے! اگر ہم ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں، تو آج بھی دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی ہمارے قدم چوم سکتی ہے!۔

فرائض وواجبات کی پابندی

حضراتِ گرامی قدر! مسلکِ حق اہل سنّت وجماعت اور حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کبھی بھی یہ تعلیمات یا عقائد ونظریات نہیں رہے، کہ فرائض کو ترک کرکے سنّتوں کی طرف توجہ کی جائے، یا سُنن کو چھوڑ کر نوافل کی ادائیگی میں مشغول ہوا جائے! ہمارے نزدیک ایسا کرنے والے احمق اور گمراہ ہیں! لیکن بدقسمتی سے آج اَحکامِ شریعت سے ناواقف بعض بہروپیے "پیری فقیری" کے نام پر، عوام الناس میں شُکوک وشُبہات پیدا کررہے ہیں، حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا نام لے کر، اور خود کو اُن کا پیروکار بتاکرکے، بعض ایسے غیر شرعی عقائد ونظریات کا پرچار کررہے ہیں، جن کا

شریعتِ مطہّرہ اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی حقیقی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں! حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زندگی بھر شریعتِ مطہّرہ پر عمل پیرا رہے، اور فرائض وواجبات پر عمل کی تاکید بھی کرتے رہے!۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مریدوں، عقیدت مندوں اور ہر محبت کرنے والے مؤمن سے ارشاد فرمایا کہ "مؤمن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض ادا کرے، اور ان سے فراغت کے بعد سنّتوں پر توجہ دے، پھر نوافل اور فضائل میں مصروف ہو، فرائض کی تکمیل کے بغیر سنّتوں میں مشغول ہونا حماقت ونادانی ہے، اگر کوئی شخص ادائے فرض کے بجائے سُنن ونوافل میں مشغول ہوا، تو وہ ہرگز قبول نہ کیے جائیں گے، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے، یہ وہاں تو حاضر نہ ہو، اور بادشاہ کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے"[1]۔

میرے عزیزو! حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کا حاصل یہ ہے، کہ اَحکامِ شریعت کی پابندی کی جائے، اور نوافل ومستحبات میں پڑنے سے قبل، فرائض وواجبات پر عمل کو یقینی بنایا جائے، نفسانی خواہشات سے بچتا رہے اور انہیں شریعتِ مطہّرہ کے تابع کرے!۔

اِتّباعِ شریعت کی تاکید

عزیزانِ گرامی قدر! حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعت کے انتہائی پابند تھے، ان کے نزدیک محبت ودشمنی اور پسند ناپسند کی کسوٹی صرف شریعت تھی، وہ ہر چیز کو شریعت کے ترازو میں تولا کرتے، جو چیز معیارِ شریعت پر پورا اُترتی اسے اپنا لیتے، اور جو پورا نہ اُترتی

(۱) "فتوح الغيب" المقالة ٤٨ فيما ينبغي للمؤمن أن يشتغل به، صـ١١٣.

اسے ترک کردیتے تھے۔ اِتّباعِ شریعت کی تاکید کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "جب تُو اپنے دل میں کسی کی دشمنی یا محبت پائے، تو اُس کے کاموں کو قرآن وسنّت پر پیش کر، اگر ان میں پسندیدہ ہوں تو اس سے محبت رکھ، اور اگر ناپسند ہوں تو کراہت کر؛ تاکہ اپنی خواہش سے نہ کوئی دوست رکھے نہ دشمن۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾[1] "خواہش کے پیچھے نہ جانا؛ کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی!""[2]۔

شریعتِ مطہَّرہ کے اَحکام اور اس کی حُدود کی پاسداری سے متعلق تنبیہ کرتے ہوئے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مزید ارشاد فرمایا کہ "شریعتِ پاکیزہ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درختِ دینِ اسلام کا پھل ہے، شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں۔ شریعت کی پیروی دونوں جہان کی سعادت بخشی ہے، خبردار! اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا، خبردار! اہلِ شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا"[3]۔

تقدیرِ الٰہی پر ایمان

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اللہ رب العالمین نے ہر کام کے لیے ایک وقت مقرّر فرمایا ہے، دنیا کا کوئی بھی کام اپنے مقرّر وقت سے پہلے ہرگز نہیں ہوسکتا! لہذا انسان کو ہمیشہ اپنے رب عزّوجلّ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے، اور کبھی ناشکری

---

(۱) پ۲۳، صٓ: ۲۵.

(۲) "الطبقات الكبرى" للشّعراني، ومنهم أبو ...إلخ، الجزء ۱، صـ۱۳۱.

(۳) "بهجة الأسرار" ذكر فصول من كلامه مرصّعاً بشيء ...إلخ، صـ۹۹.

یا بے صبری کا مُظاہرہ نہیں کرنا چاہیے، رب تعالی کی رضا پر راضی رہنے کی تعلیم دیتے ہوئے، امام العارفین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "جب اللہ تعالی اپنے بندے کی کوئی دعا قبول فرماتا ہے، اور جو چیز بندے نے اللہ تعالیٰ سے طلب کی وہ اسے عطا کرتا ہے، تو اس سے اللہ کے ارادے میں کوئی فرق نہیں آتا، اور نہ نَوشتۂ تقدیر نے جو لکھ دیا ہے اس کی مخالفت لازم آتی ہے؛ کیونکہ بندے کا سوال اپنے وقت پر رب تعالی کے ارادہ کے مُوافق ہوتا ہے، اس لیے قبول ہو جاتا ہے، اور روزِ اَزل سے جو چیز اس کے مقدّر میں ہے، وقت آنے پر اُسے مل کر رہتی ہے"[1]۔

شریعت وطریقت میں باہمی تعلق

حضراتِ محترم! بعض لوگ "شریعت" کو "راہِ سُلوک" سے جدا سمجھتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اَحکامِ شریعت پر عمل کیے بغیر وہ "چلّہ کشی اور خلوَت نشینی" کے ذریعے "حقیقت ومعرفت" کی منزل کو پالیں گے! وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں، ایسوں کو تنبیہ کرتے ہوئے حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "فقہ سیکھو اس کے بعد خلوَت نشیں ہو! جو بغیر علم کے اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ جتنا سنوارے گا اُس سے زیادہ بگاڑے گا، لہذا اپنے ساتھ شریعت کی شمع لے لو!"[2]۔

سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو مالکِ نفع وضرر جاننا

حضراتِ محترم! بعض لوگ عقیدت میں محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو مالکِ نفع وضرر مانتے ہیں، اور بعض اس عقیدہ کو شرک قرار دیتے ہیں، امامِ

(١) "فتوح الغيب" المقالة ٦٨ في قوله تعالى: ﴿كُلَّ ...الآية، صـ١٥٢، ١٥٣.

(٢) "بهجة الأسرار" ذكر فصول من كلامه مرصّعاً بشيء ...إلخ، صـ١٠٦.

اہلِ سنّت امام احمد رضا خان کی بارگاہ میں اس بارے میں ایک سوال پیش ہوا، تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جواباً **"عقیدۂ اہلِ سنّت"** واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "حضور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کو بعطائے الٰہی عزّوجلّ مالکِ نفع وضرر کہنے میں حرج نہیں، مسلمان جب ایسا لفظ کہتا ہے تو اس کی مراد یہی ہوتی ہے، نہ یہ کہ (معاذ اللہ) بذاتِ خود بے عطائے الٰہی مالکِ نفع وضرر جانے؛ کہ یہ کفرِ خالص ہے، اور کوئی مسلمان اس قصد سے نہیں کہتا"[۱] ؏

مُحیِ دیں غوث ہیں، اور خواجہ معین الدین ہے

اے حسن کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا![۲]

حضراتِ ذی وقار! آج ہم خود کو حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ماننے والوں میں شمار کرتے ہیں، انہیں پیرانِ پیر روشن ضمیر کہتے ہیں، اگر کوئی ان کی شان میں نازیبا کلمات کہے، تو اس کے ساتھ اُلجھنے سے بھی گریز نہیں کرتے، لیکن بدقسمتی سے عملی طور پر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم آج تک اُن کی تعلیمات سے -کماحقُّہ- واقف بھی نہیں، بطورِ تعارُف **"بڑے پیر صاحب"** کہنے کے سوا، ہم ان کی شخصیت سے بھی واقف نہیں، حالانکہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ زندگی بھر تبلیغِ دین میں مصروفِ عمل رہے، اور مخلوقِ خدا کو وعظ ونصیحت فرماتے رہے[۳]۔ لیکن آج ہم انہیں ایک **"پیر صاحب"** سے زیادہ حیثیت دینے کو تیار نہیں، ہر ماہ ان کے **"ایصالِ ثواب"** کے لیے **"گیارہویں شریف"** کا ختم دِلا کر، بریانی وغیرہ نیاز کھا کر سمجھتے ہیں کہ محبت وعقیدت کا پورا حق ادا ہو گیا!۔

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب العقائد والکلام"، ۱۸/۱۰۳، ملتقطاً۔

(۲) "ذوقِ نعت" ۲۹۔

(۳) "بہجۃ الأسرار" ذکر وعظہ رضی اللہ تعالی عنہ، صـ۱۸۳، ۱۸۴.

میرے بھائیو! ایسا ہرگز نہیں، صحیح معنی میں حقِ عقیدت صرف اسی صورت میں ادا ہوسکتا ہے، کہ ہم حضرت کی سیرتِ مبارکہ اور آپ کی کتب کا مطالعہ کریں، ان کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کریں، اور ان پر عمل کی بھرپور کوشش کریں!۔

حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا وصال شریف

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! وقت کے اس عظیم امام، عالم، غوث اور روحانی بزرگ حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا وصال شریف ۹ ربیع الآخر ۵۶۱ ہجری میں ہوا، بوقتِ انتقال آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عمر شریف تقریبًا نوے ۹۰ برس تھی"[۱]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کی توفیق عطا فرما، ان کے فیضِ روحانی سے ہمیں کامل حصّہ عطا فرما، اور تو ہمیں اپنی محبت واِطاعت کے ساتھ اپنی ولایت عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "ذَيل طبقات الحنابلة" إسماعيل بن أبي طاهر بن الزبير الجيلي، ٢/ ٢٠٦.

جعلی پیروں کا شر وفساد

(جمعۃ المبارک ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ - ۲۰۲۰/۱۲/۴ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

پیری مریدی

برادرانِ اسلام! بیعت کے معنی پورے طَور سے بک جانا ہے[1]۔ بیعتِ اِرادت کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر، اپنے آپ کو شیخ مرشِد، ہادئ برحق، واصلِ حق (یعنی جو اللہ تک پہنچ چکا ہو، اُس) کے ہاتھ میں بالکل سپرد کردے، اس کے چلانے پر راہِ سُلوک چلے، کوئی قدم بے اُس کی مرضی کے نہ رکھے، اپنی ہر مشکل اُس پر پیش کرے۔ غرض اُس کے ہاتھ میں مُردہ بدستِ زندہ ہو کر رہے۔ یہ بیعتِ سالکین ہے، اور یہی مقصودِ مشایخِ مرشدین ہے، یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے[2]۔

---

(۱) "الملفوظ" حصّہ ۲، ص۲۶۰۔

(۲) "فتاویٰ افریقہ" ص۱۲۶۔

شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت

میرے محترم بھائیو! حقیقی اولیائے کرام قرآن و سنّت اور اپنے روحانی فُیوض و برکات سے، جہاں اپنے مریدین و معتقدین کی، مذہبی و اَخلاقی اور ظاہری و باطنی تربیت فرماتے ہیں، وہیں آج کل بعض نام نہاد جعلی پیر فقیر، ولایت کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہوئے، ان کے ایمان پر ڈاکے ڈالتے نظر آتے ہیں! انہیں گمراہی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں! اور خود ان جعلی پیروں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب ان سے کسی شرعی مُعاملے نماز وغیرہ سے متعلق پوچھا جائے، تو (معاذاللہ) کہتے ہیں کہ "ہم شریعت کے پابند نہیں، شریعت ہماری پابند ہے"۔

کوئی کہتا ہے کہ "تم شریعت پر چلو، ہماری طریقت کا راستہ اس سے الگ ہے، تم ظاہری اَحکام پر عمل کرتے ہو، اور ہم باطنی علوم پر عمل پیرا ہیں"۔

بعض لوگ یہ حیلہ سازی بھی کرتے ہیں کہ "میاں! ہم تو مدینے میں نماز پڑھتے ہیں، میاں! نماز تو روحانیت کا نام ہے، جو دِل میں ہوتی ہے، ہمارے دل نمازی ہیں"... وغیرہ وغیرہ۔

ایسے جعلی پیروں کا کوئی اعتبار نہیں! ایسے پیروں سے اپنا ایمان اور عقیدہ محفوظ رکھنا فرض ہے؛ کہ کہیں یہ لٹیرے ہمارا ایمان ہی برباد نہ کر دیں!؛ کیونکہ عام طور پر ان کے شنیع اَقوال و عقائد، کفر و گمراہی پر مشتمل ہوا کرتے ہیں۔ نیز اُن سے دُور رہنا اس لیے بھی ضروری ہے، کہ اہل سنّت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "طریقت شریعت سے جُدا نہیں"۔ چنانچہ مجدِّدِ اعظم، امامِ اہل سنّت، سیِّدُنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "شریعت حضورِ اقدس سیِّدِ عالَم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

اقوال ہیں، اور طریقت حضور کے اَفعال، اور حقیقت حضور کے اَحوال، اور معرفت حضور کے علومِ بے مثال ہیں"[1]۔

بیعت (پیری مریدی) قرآنِ کریم کی روشنی میں

عزیزانِ محترم! (۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[2] "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو! اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو، اور اس کی راہ میں جہاد کرو؛ اس امید پر کہ فلاح پاؤ!"۔

امام حافظ الدین نَسَفی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "ہر وہ چیز وسیلہ ہے جس کے ذریعہ مطلوب تک پہنچا جائے، یعنی وہ قُربت وعبادت اور ترکِ مَعاصی، جن سے قربِ خداوندی حاصل کیا جائے"[3]۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اس آیتِ مبارکہ میں وسیلہ سے مراد بیعتِ مُرشِد ہے"[4]۔

(۲) حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام وصحابیاتِ محترمات سے مختلف مَواقع پر، مختلف قسم کی بیعتیں لیں، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾[5]

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الحظر والإباحہ (سوم ۳)، تصوّف وطریقت، ۱۷/ ۱۰۶۔

(۲) پ٦، المائدة: ٣٥.

(٣) "المدارك" المائدة، تحت الآية: ٣٥، ١/ ٣٢٠.

(٤) "القول الجميل مع شفاء العليل" الحكمة في تكرار البيعة، صـ٣٩.

(٥) پ٢٦، الفتح: ١٠.

"وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں اے حبیب! وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، تو جس نے عہد توڑا اُس نے خود اپنا نقصان کیا، اور وہ عہد جس نے پورا کیا جو اُس نے اللہ سے کیا تھا، تو بہت جلد اللہ اُسے بڑا ثواب عطا فرمائے گا!"۔

علّامہ خازِن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "کیونکہ انہوں نے جنّت کے بدلے میں اپنی جانوں کو بیچ دیا۔ بیعت کی اصل یہ ہے کہ ایسا عہد جس میں انسان اپنے آپ پر امام کی اطاعت لازم کرتا ہے، اور اس عہد کو پورا کرتا ہے جس کا اُس نے التزام کیا ہے، اور اس مقام پر بیعت سے مراد حدَیبیہ کے مقام پر ہونے والی "بیعتِ رضوان" ہے"[1]۔

(۳) اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے: ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ﴾[2] "اے نبی! جب تمھارے پاس اس بات پر بیعت کرنے کو مسلمان عورتیں حاضر ہوں، کہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (یعنی مَوضعِ ولادت میں اٹھائیں کہ پرایا بچہ لے کر شوہر کو دھوکا دیں، اور اس کے پیٹ سے جَنا ہوا بتائیں، جیسا کہ جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا) اور کسی نیک بات میں تمھاری نافرمانی نہیں کریں گی، تو اِن سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو!"۔

---

(١) "لُباب التأويل في معاني التنزيل" الفتح، ٤/ ١٥٧.

(٢) پ٢٨، الممتحنة: ١٢.

امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "یہ فتحِ مکّہ کے دن ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے، اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا پر تھے، اور حضرت عمر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نیچے تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر خواتین سے بیعت لے رہے تھے، اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات خواتین تک پہنچا رہے تھے"[1]۔

بیعت (پیری مریدی)، حدیثِ نبوی کی رَوشنی میں

حضراتِ محترم! (۱) حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: «كان النبيُّ ﷺ يبايعُ النّساءَ بِالكلام بهذه الآيةِ: ﴿لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا﴾ [الممتحنة: ١٢]» "حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواتین سے زبانی، اس آیتِ مبارکہ کے اَحکام کی بیعت لیتے، کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی!" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: «وما مسّتْ يدُ رسولِ الله ﷺ يدَ امْرأةٍ، إلّا امْرأةً يملكُها»[2] "اپنی اَزواج اور باندیوں کے سِوا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چُھوا"۔

(۲) حضرت سیّدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «بايِعوني علَى أن لا تُشركُوا بالله شيئاً، ولا تسرقُوا، ولا تَزْنُوا، ولا تقتلُوا أولادَكم، ولا تأْتُوا ببهتانٍ تفترونَه بينَ أيدِيكم وأرجُلِكم، ولا تعصوا في معروفٍ، فمَن وَفَى منكم فأجرُه علَى الله، ومَن

---

(١) "معالم التنزيل" الممتحنة، تحت الآية: ١٢، ٤/ ٣٣٤، ٣٣٥.

(٢) "صحيح البخاري" باب بيعة النساء، ر: ٧٢١٤، صـ١٢٤٢.

أصاب مِن ذلك شيئاً، فعُوقِب به في الدّنيا فهو له كفّارة، ومَن أصاب مِن ذلك شيئاً فستره اللهُ فهو إلى الله، إن شاء عفا عنه، وإن شاء عاقبَه!» "مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زِنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، اور بہتان تراشی نہیں کرو گے جسے تم اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان گھڑو، اور نیکی کے کاموں میں نافرمانی نہیں کرو گے، تم میں سے جس نے یہ عہد پورا کیا اس کا اجر وثواب اللہ تعالی کے ذمّۂ کرم پر ہے، اور جو اِن میں سے کسی برائی میں مبتلا ہو، اور دنیا میں اسے سزا مل گئی تو وہ اس کا کفّارہ ہو گیا، اور اللہ تعالی نے جس کا پردہ رکھا تو وہ اللہ کے سپرد ہے، کہ چاہے تو اسے مُعاف فرمائے، اور چاہے تو سزا دے!"۔ صحابی کہتے ہیں کہ ہم نے اِس بات پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بیعت کی"[1]۔

بیعت (پیری مریدی)، اقوالِ علماء کی رَوشنی میں

حضراتِ گرامی قدر! امام مالک رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ "علمِ ظاہر کے بغیر علمِ باطن کا جاننا ممکن نہیں"[2]۔

امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ "اللہ تعالی نے کبھی کسی جاہل (غیرِ عالم) کو اپنا ولی (دوست) نہیں بنایا"[3]۔

حضرت معروف عجمی بسطامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے والد نے فرمایا، کہ مجھے ابویزید رحمۃ اللہ تعالی علیہ

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب، ر: ١٨، صـ٦.

(٢) انظر: "فيض القدير" حرف العين، تحت ر: ٥٧١١، ٤/ ٣٨٨.

(٣) دیکھیے: "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحہ، رسالہ "مقالِ عُرفاء" ۱۳۸/۱۷۔

نے کہا کہ میرے ساتھ چلو، اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو ولی مشہور کر رکھا ہے! یہ شخص زاہد مشہور تھا، اور لوگ دُور دُور سے اس کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ ہم اس کی طرف چل دیے، ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر سے نکلا اور مسجد میں داخل ہونے سے پہلے قبلے کی طرف منہ کرکے تھوک دیا۔ حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ دیکھتے ہی واپس لَوٹ گئے اور اسے سلام تک نہ کیا۔ فرمایا کہ یہ شخص تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک ادب کا لحاظ نہیں کر پا رہا، اپنے دعویٰ ولایت کا لحاظ کیا کر پائے گا؟!"[1]۔

امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "مرید کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی شیخ سے آدابِ طریقت سیکھے؛ کیونکہ جس کا طریقت میں کوئی استاد نہیں، وہ اس راہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا، چنانچہ حضرت ابو یزید فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی استاد نہیں، اس کا پیشوا شیطان ہے!"[2]۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "راہِ حق کے مرید کو کسی شیخ اور استاد کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی پیروی کرے؛ تاکہ وہ شیخ اسے سیدھے راستے کی طرف رَہنمائی کرتا رہے؛ کیونکہ دین کا راستہ نہایت گہرا ہے، اور شیطانی راستے کثیر بھی ہیں اور ظاہر و سطحی بھی (فوری سمجھ آنے والے)، لہذا جس کا کوئی رَہنما مرشِد نہیں، ضرور اسے شیطان اپنے راستے پر لے جائے گا، جیسے وہ شخص جو بغیر کسی مُحافظ کے ہلاکت خیز وادیوں سے گزرے، تو وہ گویا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے!"[3]۔

---

(١) انظر: "الرسالة القشَيرية" باب في ذكر مشايخ هذه الطريقة، صـ٢٩.

(٢) المرجع نفسه، باب الوصية للمريد، صـ٣٩٠.

(٣) "إحياء علوم الدّين" بيان شروط الإرادة ومقدمات المجاهدين ...إلخ، ٣/ ٨١.

امام شیخ شہاب الدّین سُہروَردی رحمۃ اللہ تعالی نے فرمایا کہ "خرقہ پوشی یا خرقہ، شیخ اور مرید کے درمیان ایک رشتہ اور تعلق ہے، اور مرید کی طرف سے شیخ کی خدمت میں ایک ذریعۂ تحکیم ہے (یعنی مرید شیخ کو اپنا حاکم تسلیم کر لیتا ہے)، جب دُنیوی مصلحتوں کے لیے یہ تحکیم شریعت میں جائز و پسندیدہ امر ہے، تو پھر منکرِ خرقہ (خرقہ پوشی) کس طرح اس کا انکار کر سکتا ہے؟! جو ایک ایسے طالبِ صادق کو شیخ پہناتا ہے، جو اپنے مرشد کے پاس حسنِ عقیدت کے ساتھ حاضر ہو کر، دینی اُمور میں اسے اپنا رَہبر بنا لیتا ہے؛ تاکہ شیخ اسے راہِ ہدایت پر گامزن کرے، اسے آفاتِ نفس وفسادِ اعمال کی بصیرت عطا کرے، اور اسے تعلیم دے کہ نفس دشمن کن کن راستوں سے حملہ آور ہوتا ہے"[1]۔

پیر اور شیخ کی شرائط

حضراتِ ذی وقار! امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ بیعت (پیری مریدی) کی اَقسام، شرائط اور ضوابط ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "مرشدِ خاص جسے پیر و شیخ کہتے ہیں، دو ۲ قسم ہے، **قسمِ اوّل:** شیخِ اتّصال، یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ، حضور پُر نور سیّد المرسَلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تک متّصل ہو جائے، اس کے لیے چار ۴ شرطیں ہیں:

(۱) شیخ کا سلسلہ باتّصالِ صحیح، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تک پہنچا ہو، بیچ میں منقطع نہ ہو؛ کہ منقطع کے ذریعہ سے اتّصال ناممکن ہے۔ بعض لوگ بلا بیعت محض بزعمِ وراثت، اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں، **یا** بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی، بلا اِذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں، **یا** سلسلہ ہی وہ ہو کہ قطع کر دیا گیا، اس میں فیض نہ رکھا

---

(۱) "عوارف المعارف" الباب ۱۲ في شرح خرقة المشايخ الصوفية، ۵/ ۱۰۲.

گیا، لوگ براہِ ہوَس اس میں اذن و خلافت دیتے چلے آتے ہیں، **یا** سلسلہ فی نفسہٖ اچھا تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا، جو بوجہِ انتفائے بعض شرائط، قابلِ بیعت نہ تھا، اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں سے منقطع ہے۔ ان صورتوں میں اس بیعت سے ہرگز اتّصال حاصل نہ ہوگا۔ بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مَت جُدا ہے!۔

(۲) شیخ سنّی العقیدہ ہو۔ بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا، نہ کہ رسول اللہ ﷺ تک۔ آج کل بہت کھلے ہوئے بد دِینوں بلکہ بے دینوں، حتیٰ کہ وہابیہ نے (جو سرے سے منکِر و دشمنِ اولیاء ہیں) مکّاری کے لیے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ ہوشیار خبردار! احتیاط احتیاط!!۔

(۳) عالِم ہو۔ اقول: علمِ فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی ہو، اور لازم ہے کہ عقائدِ اہلِ سنّت سے پورا واقف ہو، کفر و اسلام و ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف (جاننے والا) ہو۔ ورنہ آج بدمذہب نہیں تو کل ہو جائے گا! ع

مَن لم یعرف الشّرَ فیوماً یقع فیه

جو شَر سے آگاہ نہیں، ایک دن اُس میں مبتلا ہو ہی جائے گا!

صدہا کلمات و حرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے، اور جاہل براہِ جہالت اُن میں پڑ جاتے ہیں، اوّل تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ اُن کے قول یا فعل سے کفر سرزَد ہوا، اور بے اطلاع توبہ ناممکن ہے، تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے! اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیمُ الطبع جاہل ڈَر بھی جائے، توبہ بھی کر لے، مگر وہ جو سجادۂ مشیخت پر ہادی و مرشد بنے بیٹھے ہیں، ان کی عظمت جو خود اُن کے قُلوب میں ہے، کب قبول کرنے دے؟!

(۴) فاسقِ مُعلِن نہ ہو۔ **اقول:** اس شرط پر حصولِ اتّصال کا توقّف نہیں؛ کہ مجرّد فسق باعثِ فسخ نہیں، مگر پیر کی تعظیم لازِم ہے، اور فاسِق کی توہین واجب ہے، دونوں کا اجتماع باطل ہے۔ "تبیین الحقائق" امام زیلعی وغیرہ میں دربارۂ فاسق ہے کہ "امامت کے لیے اسے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے، اور شریعت میں تو اس کی توہین واجب ہے!"[1]۔

قسمِ دُوم ۲: شیخِ اِیصال، کہ شرائطِ مذکورہ کے ساتھ مَفاسِدِ نفس ومکائدِ شیطان (شیطان کی مکاریاں) ومصائدِ ہَوا (خواہشاتِ نفس کے حملوں) سے آگاہ ہو، دوسرے کی تربیت کرنا جانتا ہو، اور اپنے متوسِّل پر شفقتِ تامّہ رکھتا ہو، کہ اس کے عُیوب پر اُسے مطّلع کرے، اُن کا علاج بتائے، جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں حل فرمائے، نہ محض سالک ہو نہ نِرا مجذوب۔ "عوارف شریف" میں فرمایا کہ "یہ دونوں قابلِ پیری نہیں"[2]۔

اقول: اس لیے کہ اوّل (یعنی سالک) خود اَب تک راہ میں ہے، اور دوسرا (یعنی مجذوب) طریقِ تربیت سے غافل ہے۔

اقول: اس لیے کہ وہ مراد ہے، اور یہ مرید۔

پھر بیعت بھی دو ۲ قسم ہے:

بیعتِ اوّل: بیعتِ برکت (بیعتِ اتّصال) کہ صرف تبرک کے لیے داخلِ سلسلہ ہو جانا۔ آج کل عام بیعتیں یہی ہیں، وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اَغراضِ فاسدہ کے لیے ہوتی ہے، وہ خارج اَز بحث ہے۔ اس بیعت کے لیے

---

(۱) "تبیين الحقائق" كتاب الصّلاة باب الإمامة، الجزء ۱، صـ۱۳٤.

(۲) "عوارف المعارف" الباب ۱۰ في شرح رتبة المشيخة، ٥/ ۹۷.

شیخِ اتّصال (جو شرائطِ اَربعہ کا جامع ہو) بَس ہے۔

اقول: بے کار یہ بھی نہیں، مفید اور بہت مفید، اور دنیا وآخرت میں بکار آمد (کام آنے والی) ہے۔ محبوبانِ خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھا جانا، ان سے سلسلہ متّصل ہو جانا، فی نفسہٖ سعادت ہے!۔

اوّلاً: ان کے خاص غلاموں سالکانِ راہ سے اس امر میں مشابہت ہے، اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «مَن تشبّهَ بقومٍ فهو منهم»[1] "جو جس قوم سے مشابہت پیدا کرلے وہ انہی میں سے ہے!"۔

ثانیاً: ان غلامانِ خاص کے ساتھ ایک سلک (لڑی، ہار) میں منسلک ہونا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کا رب عزّوجلّ فرماتا ہے: «هُم القومُ لا يشقَى بهم جليسُهم!»[2] "کچھ لوگ وہ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا!"۔

ثالثاً: محبوبانِ خدا رحمت کی علامت ہیں، وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا کر لیتے ہیں، اور اس پر نظرِ رحمت رکھتے ہیں۔ امامِ یکتا سیّدی ابو الحسن نور الملّۃ والدّین علی "بہجۃ الاَسرار شریف" میں فرماتے ہیں کہ "حضور پُرنور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی، کہ اگر کوئی شخص حضور کا نام لیوا ہو، اور اس نے نہ حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہو، نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو، کیا وہ حضور کے مریدوں میں شمار ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "جو اپنے آپ کو میری طرف نسبت کرے، اور اپنا نام میرے غلاموں کے دفتر

---

(١) "سنن أبي داود" باب في لبس الشهرة، ر: ٤٠٣١، صـ٥٦٩.

(٢) "صحيح مسلم" باب فضل مجالس الذكر، ر: ٦٨٣٩، صـ١١٧٠، ١١٧١.

میں شامل کرے، اللہ تعالی اسے قبول فرمالے گا، اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اُسے تَوبہ کی توفیق عطا کرے گا، اور وہ میرے مریدوں کے زُمرے میں ہے، اور بے شک میرے رب عزّوجلّ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں، ہم مذہبوں اور میرے ہر چاہنے والے کو جنّت میں داخل فرمائے گا!"[1]۔

بیعت دُوم ۲: بیعتِ ارادت (بیعت اِیصال) کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہوکر، اپنے آپ کو شیخ مرشد، ہادیٔ برحق، واصل بحق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کر دے، اسے مطلقاً اپنا حاکم ومالک ومتصرّف جانے، اس کے چلانے پر راہِ سُلوک چلے، کوئی قدم بے اِس کی مرضی کے نہ رکھے، اس کے لیے اس کے بعض اَحکام، یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام، اگر اس کے نزدیک صحیح نہ معلوم ہوں، انہیں اَفعالِ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل سمجھے، اپنی عقل کا قصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے، اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے۔ غرض اس کے ہاتھ میں مُردہ بدستِ زندہ ہوکر رہے، یہ بیعتِ سالکین ہے[2]۔

مُراقبہ تصوّرِ شیخ

حضراتِ گرامی قدر! شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جب مرشد اس کے پاس نہ ہو، تو محبت وتعظیم کے ساتھ مرشد کی صورت کو، اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان تصوُّر کرتا رہے، تب مرشد کی خیالی صورت اِسے وہ فائدہ دے گی، جو فائدہ مرشد کی صحبت دیتی ہے"[3]۔

---

(۱) "بهجة الأسرار" فضل أصحابه وبُشراهم، صـ۱۰۰.
(۲) "فتاویٰ افریقہ" صـ۱۲۳-۱۲۶، ملتقطاً۔
(۳) "القول الجميل مع شفاء العليل" فصل ٦، صـ٩٦، ٩٧.

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں کہ "اگر تم ترقی سے رُک گئے ہو، تو چاہیے کہ صورتِ شیخ کو اپنے داہنے شانے پر، اور شانے سے دل تک ایک امر کشیدہ فرض کرلو، اور اس پر صورتِ شیخ کو لاکر اپنے دل میں رکھو! اس سے امید ہے کہ تمہیں مقامِ غیب وفنا حاصل ہوجائے"[1]۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں کہ "ہماری صحبت تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متّصل ہے، اگرچہ خاص یہ آداب واَشغال ثابت نہ سہی!"[2]۔

خلاصۂ کلام

عزیزانِ گرامی قدر! قرآنِ مجید، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علمائے کرام کی رَوشنی میں یہ بات ثابت ہوئی، کہ مرید ہونے کا مقصد اپنے باطن کی اِصلاح، اَحکامِ شریعت کا پابند ہونا، اور اپنی دنیا وآخرت کو سنوارنا ہے۔ ہر انسان پر واجب ہے کہ اپنے باطن کی اصلاح کرے، اس کے لیے جہاں دیگر ذرائع ہیں، وہیں کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی ایک ذریعہ ہے۔ لہذا کسی سے بیعت ہوکر، یعنی کسی کی مریدی اختیار کرکے بھی اپنی اصلاح کی کوشش جائز ہے، اور کسی متبعِ سنّت پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی جائز ہے۔

ایک اِصلاحی پہلو

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اس بات کی وضاحت بھی کردوں کہ جاہل، بے عمل، بلکہ بدعمل پیروں کی اصلاح بھی ضروری ہے، جو اَحکامِ شریعت پر عمل کیے بغیر جنّت میں جانا چاہتے ہیں۔ ان کی جہالت میں سے ان کا یہ طرزِ عمل بھی ہے،

---

(١) "الانتباه في سلاسل الأولياء الله" طريقة نقشبندية، صـ٤٦.

(٢) "القول الجميل مع شفاء العليل" فصل ١١، صـ٢١١، ملخصاً.

کہ یہ لوگ خود کو شریعتِ مطہّرہ کے اَحکام سے آزاد سمجھتے ہیں، اور لوگوں کے سامنے بھی اَحکامِ شریعت کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ جبکہ بعض جاہلوں نے محض دنیا کمانے کی خاطر پیری مریدی کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔ لہذا ہم سب کی ذمّہ داری ہے، کہ ہم خود بھی ایسے جاہل اور بدعمل پیروں سے بچیں، اور اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کو بھی ان کے شَر و فساد سے بچائیں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حضراتِ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرما، ان کے فیضِ روحانی سے ہمیں کامل حصّہ عطا فرما، اور اپنی محبت واطاعت کے ساتھ اپنی ولایت عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

صحت وتندرستی اور اس کی حفاظت

(جمعۃ المبارک ۲۵ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ - ۱۱/۱۲/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

صحت وتندرستی اللہ تعالی کی ایک بیش بہا نعمت ہے

برادرانِ اسلام! صحت وتندرستی اللہ تعالیٰ کی ایک بیش بہا نعمت ہے، لیکن عام حالات میں انسان کو اس نعمت کی قدر وقیمت کا کوئی احساس نہیں ہوتا، ہاں البتہ جو شخص دکھ، تکلیف اور بیماری جھیل کر دوبارہ شفاء پاتا ہے، تب اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ اگر تندرستی نہ ہو تو اس دنیا سے انسان کی تمام تر رغبتیں اور دلچسپیاں ختم ہو کر رہ جائیں، تمام عالَم کی رنگینیاں اس کے سامنے ماند پڑجائیں، اور اس وقت اس کی سب سے بڑی تمنّا اور خواہش یہی ہو، کہ وہ جلد از جلد صحتیاب ہو جائے!۔

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! اس وقت دنیا میں جہاں ہر طرف طرح طرح کی جان لیوا بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں، ایسے میں صحت وتندرستی ایک نعمتِ عظیمہ نظر آتی

ہے، ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے، اور بیماری سے پہلے تندرستی کو غنیمت جانتے ہوئے، اپنے رب تعالی کو راضی کر لینا چاہیے!۔

حضراتِ گرامی قدر! ہم اگر صحیح سلامت روزانہ اپنے بستر سے اٹھتے ہیں، اپنی پسند کا کھانا کھا لیتے ہیں، اٹھ بیٹھ سکتے ہیں، ہمارا دل ودماغ اور دیگر جسمانی اعضاء ٹھیک کام کر رہے ہیں، ہم صحیح دیکھ اور سن پاتے ہیں، اپنے ہاتھوں سے کسی چیز کو چُھو سکتے ہیں، زبان سے چکھ سکتے ہیں، تو سمجھ لیجیے کہ ہم سر سے پاؤں تک اللہ کے فضل وکرم اور اس کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں! اس عظیم مہربانی پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے! اللہ رب ذوالجلال نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾[1] "تم اپنے رب کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے!"۔

اسلام میں تندرستی وپاکیزگی کی اہمیت

میرے محترم بھائیو! ہم جس جگہ پر عبادت کرتے ہیں اسے بھی پاک صاف رکھنے کا حکم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾[2] "ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی، کہ میرے اس گھر کو طواف، اعتکاف اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو!"۔

میرے محترم بھائیو! اللہ رب العزّت نے اپنے بندوں کو صاف ستھرا رہنے کی ترغیب دی، اور ان کا شمار اپنے پسندیدہ بندوں میں فرمایا، اس کے باوُجود ہماری اکثریت نَفاست وپاکیزگی کے اُصول سے دُور ہوتی چلی جا رہی ہے، قرآنِ پاک میں

---

(۱) پ۲۷، الرحمن: ۱۳.

(۲) پ۱، البقرة: ۱۲۵.

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾[۱] "اللہ عزّوجلّ توبہ کرنے والوں، اور صاف ستھرا رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

دینِ اسلام صفائی اور پاکیزگی کو اس قدر پسند فرماتا ہے، کہ تمام بدنی عبادات میں اس کا خاص اہتمام کرنے اور اس پر عمل کی تعلیم دیتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾[۲] "اے ایمان والو! جب تم نماز کو کھڑے ہونا چاہو، تو اپنا منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوؤ، اور سروں کا مسح کرو، اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ، اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو!"۔

میرے دوستو، بزرگو اور عزیز ہم وطنو! تندرستی اور پاکیزگی ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ صفائی ستھرائی کا تصوّر اور اَحکام، اسلام سے قبل بھی پائے جاتے تھے، لیکن حفظانِ صحت کے اُصول وقواعد کو جس انداز سے اسلام نے پیش کیا ہے، اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو نَفاست وپاکیزگی کو اپنا شِعار بنانے، اور گندگی سے دُور رہنے کی خاص طور پر تاکید فرمائی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ۝۳ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ۝۴ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾[۳] "اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو، اپنے کپڑے پاک رکھو، اور گندگی سے دُور رہو!"۔

رسولِ اکرم ﷺ نے طہارت وپاکیزگی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد

---

(۱) پ۲، البقرة: ۲۲۲.

(۲) پ٦، المائدة: ٦.

(۳) پ۲۹، المدّثّر: ۳-۵.

فرمایا: «الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيمَانِ»[1] "پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے"۔

پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو

صحت ایک عظیم نعمت ہے اور اس کی بڑی اہمیت ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کسی کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «اغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ: (١) شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، (٢) وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، (٣) وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، (٤) وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، (٥) وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»[2] "پانچ ۵ چیزوں کو پانچ ۵ سے پہلے غنیمت جانو: **(۱)** اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، **(۲)** صحت کو بیماری سے پہلے، **(۳)** مالداری کو محتاجی سے پہلے، **(۴)** فراغت کو مصروفیت سے پہلے، **(۵)** اور اپنی زندگی کو مَوت سے پہلے غنیمت جانو!"۔

میرے عزیز بھائیو! اگر ہم اللہ اور اس کے رسول کے اَحکام پر عمل کرتے ہوئے صفائی، ستھرائی اور پاکیزگی کا خیال رکھیں گے، تو ربِ کریم کی خوشنودی کے ساتھ ساتھ ہم صحت مند اور تندرست بھی رہیں گے۔ بصورتِ دیگر طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہوسکتے ہیں، اور تندرستی جیسی عظیم نعمت کی بے قدری کرنے کے باعث، اس کے چھن جانے کا بھی اندیشہ ہے!۔

حضراتِ گرامی قدر! تندرستی دنیا کی اُن چند نعمتوں میں سے ہے، کہ یہ جب تک قائم رہتی ہے ہمیں اس کی قدر نہیں ہوتی، مگر جونہی یہ ہمارا ساتھ چھوڑ دیتی ہے

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الطهارة باب فضل الوضوء، ر: ٥٣٤، صـ١١٤.

(٢) "مستدرَك الحاكم" كتاب الرقاق، ر: ٧٨٤٦، ٨/ ٢٧٩٧.

ہمیں فوراًاحساس ہوتا ہے، کہ یہ نعمت دیگر تمام نعمتوں سے کہیں زیادہ قیمتی اور اہمیت کی حامل ہے۔ ہم اگر کسی دن سر سے پاؤں تک اپنے جسم کا جائزہ لیں، تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہم میں سے ہر شخص بہت سی قیمتی نعمتوں سے مالامال ہے۔ ہماری آنکھ کی پلکوں ہی کو لے لیجیے، اس میں چند عضلات (Muscles) ہوتے ہیں، یہ مسلز ہماری پلکوں کو اٹھاتے اور گراتے ہیں، اگر یہ مسلز جواب دے جائیں تو انسان اپنی پلکیں نہیں کھول سکتا!۔

میرے عزیز دوستو! دنیا میں بے شمار لوگ کمر درد کا شکار ہیں، گردن کے مہروں کی خرابی انسان کی زندگی اجیرن کر دیتی ہے، انگلیوں کے جوڑوں میں درد ہو جائے تو انسان سخت تکلیف محسوس کرتا ہے۔ قبض اور بواسیر نے لاکھوں لوگوں کو بے چین کر رکھا ہے، دانت اور داڑھ کا درد راتوں کو بے سکون کر دیتا ہے۔ آدھے سر کا درد انسان کی چیخیں نکلوا دیتا ہے، منہ کی بدبو بظاہر معمولی سا مسئلہ ہے، مگر لاکھوں لوگ ہر سال اس پر اَربوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ ہمارے معدے میں ذرا سی خرابی پیدا ہو جائے تو دنیا بھر کی نعمتیں چُھوٹ جاتی ہیں۔ لیکن صد افسوس کہ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے تندرست اور صحت مند ہونے کے باوُجود، ہم نہ تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، نہ ہی اس عظیم نعمت کی ناقدری سے باز آتے ہیں!۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ -يَعْنِي الْعَبْدَ مِنَ النَّعِيمِ- أَنْ يُقَالَ لَه: أَلَمْ نُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ وَنُرْوِيكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ»[1] "قیامت کے دن بندے سے، سب سے پہلے نعمتوں کے بارے میں

---

(١) "سنن الترمذي" باب ومن سورة ألهكم التكاثر، ر: ٣٣٥٨، صـ٧٦٧.

سوال ہوگا، اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں جسمانی صحت نہیں دی تھی؟! اور ٹھنڈے پانی سے تمہیں سیراب نہیں کیا تھا؟!"۔ بدقسمتی سے آج اس بیش بہا نعمت کی کما حقّہ قدر نہیں کی جاتی، بلکہ اس سلسلے میں بڑی غفلت برتی جاتی ہے۔

صحت کی اہمیت کا اندازہ نبئ اکرم ﷺ کی اس حدیث پاک سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے: حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسولَ اللہ! کونسا صدقہ ثواب کے لحاظ سے بڑا ہے؟ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ ...»[1] "تم اس حال میں صدقہ دو کہ تم تندرست ہو!"۔

اگر انسان صحت مند اور تندرست ہوگا، تو اللہ کی تمام نعمتوں سے بھرپور استفادہ کر سکتا ہے، جبکہ بیماری کی حالت میں ایسا کرنا مشکل ہوتا ہے۔

اسلام اور قابلِ رشک مُعاشرے کا قیام

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! اسلام دینِ فطرت اور سرچشمۂ روحانیت ہونے کے ساتھ ساتھ، ہماری مادّی زندگی کے لیے بھی ایک بہترین اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہم، نہ صرف روحانی ومُعاشی ترقی حاصل کر سکتے ہیں، بلکہ صحت وتوانائی کا حصول بھی ممکن بنا سکتے ہیں؛ کیونکہ اسلام کا ایک اہم ہدَف متوازِن شخصیت کے حامل، صالح مؤمن افراد پیدا کرنا، اور ایک ایسے قابلِ رشک مُعاشرے کا قیام عمل میں لانا بھی ہے، جس میں انسان صحت مند، توانا، مضبوط اَعصاب کا مالک، قوّتِ برداشت رکھنے والا، بیماریوں سے دُور، گندگی سے پاک صاف

(١) "صحيح البخاري" كتاب الزكاة، ر: ١٤١٩، صـ٢٢٩.

اور ظاہری وباطنی طور پر پاکیزہ ہو!۔

کامیاب زندگی گزارنے کے لیے صحت وتندرستی کو بھی مرکزی حیثیت حاصل ہے، لہذا اسے برقرار رکھنے کے لیے متوازِن غذا، طہارت ونَفاست، اور ورزش بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں، اور یہ تمام اُمور اسلامی تعلیمات اور عبادت کے ساتھ ساتھ، حفظانِ صحت کے اُصول میں بھی پائے جاتے ہیں، جن پر عمل پیرا ہوکر چین وسکون سے زندگی گزاری جاسکتی ہے۔

چاق وچوبند رہنے کی اہمیت اور فوائد

حضراتِ گرامی قدر! عبادتِ الٰہی کو اسلام میں ایک خاص مقام حاصل ہے، اس کی کما حقّہ ادائیگی کے لیے بھی ضروری ہے کہ انسان تندرست ہو، چاہے نماز ہو، روزہ ہو، یا حج، ہر ایک کی ادائیگی کے لیے چاق وچوبند اور صحت مند ہونا ضروری ہے۔ صحت وتندرستی کا شمار چونکہ اللہ عزّوجلّ کی بڑی نعمتوں میں ہوتا ہے، شاید اسی لیے اللہ تعالی کو جسمانی لحاظ سے کمزور مؤمن کے بجائے طاقتور مؤمن زیادہ پسند ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «المُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى الله، مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ»[1] "اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مؤمن کے مقابل، طاقتور مؤمن بہتر اور زیادہ محبوب ہے"۔

علاوہ ازیں دینِ اسلام سستی اور کاہلی کو سخت ناپسند فرماتا ہے، چاہے وہ عبادات میں ہو یا عملی زندگی میں، لہٰذا وہ کھیل اور ورزش جو انسانی جسم میں پُھرتی اور قوّت کا ذریعہ بنتے ہیں، انہیں جائز قرار دیا، بلکہ ان کے لیے ترغیب بھی دی۔ اس کے

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب القدر، ر: ٦٧٧٤، صـ١١٦١.

ساتھ ساتھ دینِ اسلام نے اُن تمام کاموں اور اشیاء سے منع فرمایا جو انسانی صحت کے لیے مضر ہیں، اور ان اُمور کے بجالانے کا ارشاد فرمایا جو انسان کی صحت اور تندرستی کے لیے مفید ہیں۔

تاجدارِ رسالت ﷺ نے فرمایا: «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الشَّمْسِ، فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ، وَصَارَ بَعْضُهُ فِي الشَّمْسِ وَبَعْضُهُ فِي الظِّلِّ، فَلْيَقُمْ»(۱) "جب تم میں سے کوئی شخص سایہ میں ہو، اور وہاں سے سایہ اس طرح گزرنے لگے، کہ جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں آجائے، اور کچھ حصہ سایہ میں ہو، تو اُسے چاہیے کہ وہاں سے اُٹھ جائے" یعنی آدھا دھوپ اور آدھا چھاؤں میں نہ رہے؛ کیونکہ اس سے بیماری کا اندیشہ ہے۔

علّامہ عبد الرؤف مُناوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "بیک وقت دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنے کی ممانعت اس لیے فرمائی؛ کہ ایسا کرنا انسانی جسم اور مزاج دونوں کے لیے نقصان دہ ہے"(۲)۔

میرے محترم بھائیو! سوشل میڈیا کے اس دَور میں انسان اس قدر مصروف ہو چکا ہے، کہ جسمانی وَرزش کے لیے وقت نکالنا تقریبًا ناممکن ہوتا چلا جارہا ہے، بچہ ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، سب کو دن رات موبائل کے ساتھ ہی آپ مصروف پائیں گے، اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ انسان مختلف جسمانی بیماریوں مثلاً موٹاپا، دل کے

---

(۱) "سُنن أبي داود" كتابُ الأدب، بابُ في الجلوس بين الشمس والظلّ، ر: ٤٨٢١، صـ٦٨٢.

(۲) انظر: "التيسير شرح الجامع الصغير" حرف الهمزة، ١/ ١٢٣.

اَمراض، ذیابیطس (Diabetes)، بلڈ پریشر (Blood pressure) اور دیگر طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ ایسے میں اس چیز کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ فوری طور پر اپنی جسمانی سرگرمیوں میں اضافہ کیا جائے؛ تاکہ ایسی خطرناک صورتحال کا شکار ہونے سے بچا جاسکے، اور ان پر فوری طور پر قابو پایا جاسکے!!۔

صحت وتندرستی کو برقرار رکھنے کے لیے اسلامی تعلیمات

عزیز دوستو! دینِ اسلام نے نماز، روزہ اور حج جیسی عبادات ہم پر لازم کی ہیں، ان میں جسمانی وَرزش کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے، لہٰذا جو مسلمان ان عبادات کو بجالائے گا وہ ثواب کا بھی مستحق ٹھہرے گا، اور ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بھی تندرست رہے گا۔ ہم وضو کریں یا نماز پڑھیں، ہمارے جسم کے تمام اَعضاء حرکت کرتے ہیں، روزہ حفظانِ صحت کے اُصول کے مطابق، ہمیں تندرست اور چاق وچوبند رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ حج کے تمام اَرکان جسمانی مشقّت کے متقاضِی ہیں، جس سے انسانی جسم کو قوّت ملتی ہے اور اَعضاء مضبوط رہتے ہیں۔

نبئ کریم ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام -علیہم الرضوان- کو مختلف صورتوں میں ایسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ترغیب دی، جو کسی طور پر وَرزشی سرگرمیوں سے کم نہیں، جیساکہ ایک روایت میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے تین ۳ بار ارشاد فرمایا: «أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ»[۱] "سنو! طاقت تیر اندازی میں ہے!"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے خود بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے ساتھ وَرزشی سرگرمیوں میں حصہ لیا، جبکہ اس زمانے میں تیر اندازی میں کئی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو

---

(۱) "صحيح مسلم" باب فضل الرمي والحثّ عليه، ر: ٤٩٤٦، صـ٨٥٧.

شہرت بھی حاصل تھی۔

اسی طرح مکّہ مکرّمہ، مدینہ منوّرہ اور ان کے قُرب وجوار میں، سمندر یا نہر نہ ہونے کے باوُجود، رسولِ اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام -علیہم الرضوان- کو تیراکی (Swimming) کی ترغیب دی، جو انسانی جسم کے لیے انتہائی مفید اور اَعضاء کی تقویت کا باعث ہے۔ چنانچہ رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ مِنْ ذِكْرِ الله ﷻ فَهُوَ لَهوٌ أَوْ سَهْوٌ، إلّا أَرْبَع خِصَالٍ: (١) مَشْيُ الرَّجُلِ بَيْنَ الْغَرَضَيْنِ، (٢) وَتَأْدِيبُهُ فَرَسَهُ، (٣) ومُلاعَبَةُ أَهْلِهِ، (٤) وَتَعَلُّمُ السِّبَاحَةِ»[1] "سوائے چار ۴ چیزوں کے، اللہ تعالی کی یاد سے تعلق نہ رکھنے والی ہر چیز بے کار ہے: (۱) آدمی کا تیر اندازی کے لیے ان دو ۲ نشانوں کے درمیان دَوڑنا جہاں تیر پھینکا جائے، (۲) اپنے گھوڑے کو سدھانا، (۳) اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، (۴) اور تیراکی (Swimming) سیکھنا سکھانا"۔

چہل قدمی کے طور پر پیدل چلنا بھی ایک بہترین وَرزش ہے، یہ صحت وتندرستی کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «مَا رَأَيْتُ أَحداً أَسْرَعَ فِي مَشْيِهِ مِنْ رَسُولِ الله ﷺ، كَأَنَّمَا الأَرْضُ تُطْوَى لَهُ، إنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسنَا، وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ»[2] "میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز چلتے کسی کو نہیں دیکھا، ایسا لگتا تھا کہ زمین آپ کے لیے سمٹی جارہی ہو، (اور جب ہم آپ کے ہمراہ چلتے تو) خوب مشقّت اُٹھانا پڑتی، جبکہ

---

(١) "المعجمُ الكبير" جابر بن عمير الأنصاري، ر: ١٧٨٥، ٢/ ١٩٣.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٦٤٨، صـ٨٣١.

رسولِ اکرم ﷺ پر چلنے میں مشقّت کے آثار دکھائی نہ دیتے"۔

برادرانِ اسلام! الغرض اسلام میں صحت وتندرستی کو برقرار رکھنے والے کاموں کو بہت اہمیت حاصل ہے، اور اس میں اسلام کی منشا وحکمت یہ بھی ہے، کہ ہم اس کے ذریعے طاقت وقوتّ حاصل کریں؛ تاکہ خوب سے خوب تر دینِ اسلام کی خدمت کرسکیں، اور دشمنانِ دین کی طرف سے جارحیت کی صورت میں، اپنا دِفاع اور حفاظت اچھے طور پر کرسکیں!۔

صحت وتندرستی کے لیے چند مفید مشورے

(۱) پوری نیند لینا صحت وتندرستی کے لیے بہت ضروری ہے، لہذا رات جلد سونا اور صبح سویرے جلد اٹھنا چاہیے۔ رات دس ۱۰ بجے تک کوشش کرے کہ بہر صورت سوجائے، صبح جلد اُٹھے، فجر سے پہلے اُٹھ کر تہجد بھی پڑھے تو زیادہ بہتر ہے۔

(۲) صبح خالی پیٹ ایک گھنٹہ یا آدھا پون گھنٹہ (دو سے تین کلو میٹر) پیدل چلنا بہت مفید ہے، لیکن اگر صبح جلدی نہ ہوسکے تو چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں جب بھی ممکن ہو، کم ازکم ایک گھنٹہ پیدل ضرور چلنا چاہیے۔

(۳) صبح اٹھنے کے بعد فوراً کچھ نہ کھائے، بلکہ کم ازکم ایک گھنٹے کے بعد کھانا چاہیے۔

(۴) ناشتہ اچھا ہو، جو پروٹین (مثلاً دیسی انڈے وغیرہ) سے بھرپور ہو۔

(۵) دوپہر کے کھانے میں پھل اور کچی سبزیوں سے خوب پیٹ بھرے، جس میں سلاد پتہ، ٹماٹر، کھیرا، مولی، ککڑی، چقندر وغیرہ کا استعمال کرے۔

(٦) کھانے میں روٹی چاول کی کثرت نہ کرے، بلکہ گوشت، دیسی مرغ، سبزی شوربے سے پیٹ بھرنے کی عادت ڈالے۔ کھانے سے پہلے خوب پیٹ بھر کر

کچی سبزیاں کھائے، پھر اس کے بعد کھانا تناول کرے۔ کھانے میں گوشت وغیرہ کا شوربا چمچ سے پی لے، یا سبزی کا سالن پکا ہے تو اسے چمچ سے سیر ہو کر کھائے، روٹی چاول کم سے کم کھائے۔

کوشش کرے کہ روٹی جَو کی ہو، اور خالص جو کی نہ ہو سکے، تو جو اور گندم کا آٹا ہم وزن لے کر اس کی روٹی بنا کر کھائے، چاول ہفتے میں صرف ایک ہی بار کھائے تو بہتر ہے۔

(۷) فارمی مرغ، کوکنگ آئل (Cooking oil) اور دیگر غیر معیاری کھانوں (Junk foods) سے بھی خوب اجتناب کرے۔

(۸) پکانے کے لیے زیتون یا سرسوں کا خالص تیل اور دیسی گھی استعمال کرے۔

(۹) مہینے میں تین ۳ روزے رکھے، یا ہو سکے تو ہفتے میں ایک، یا ہر پیر اور جمعرات کا روزہ رکھے، یا کم از کم ہر پیر کو روزہ رکھنے کی عادت بنائے۔

(۱۰) رات کے کھانے اور سونے کے درمیان، کم از کم تین ۳ گھنٹے کا وقفہ ہونا چاہیے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں تندرستی جیسی عظیم نعمت کی قدردانی عطا فرما، بیماری سے پہلے تندرستی کو غنیمت جانتے ہوئے، تیری رضا اور خوشنودی کے حصول کی خاطر نیک اَعمال بجالانے کا جذبہ عطا فرما، ہمیں تمام روحانی و جسمانی بیماریوں سے نَجات دے، تیری ہر ہر نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما، ہمیں اپنا مطیع و فرمانبردار بندہ بنا، آمین یا ربّ العالمین!۔

سوشل میڈیا اور ہماری ذمّہ داریاں

(جمعۃ المبارک ۲ جُمادی الأُولی ۱۴۴۲ھ - ۱۸/۱۲/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے چند فوائد

برادرانِ اسلام! آج ہم جس دَور سے گزر رہے ہیں، یہ انٹرنیٹ (Internet) اور سوشل میڈیا (social media) کا زمانہ ہے، بلاشک وشبہ دَورِ جدید کی یہ ایک ایسی اِیجاد ہے، جس کی بدَولت ساری دنیا ایک گلوبل ولیج (Global Village) میں تبدیل ہو کر رہ گئی ہے، اس کے ذریعے معلومات (Information) کا حصول بہت آسان ہوچکا ہے، نوجوان نسل کو تعلیم میں مدد درکار ہو تو وہ صرف ایک کلک (Click) کے ذریعے اپنی مطلوبہ تعلیمی معلومات حاصل کر سکتے ہیں، گھر بیٹھے دنیا کی اچھی سے اچھی یونیورسٹی میں داخلہ لے سکتے ہیں، بینک، اسکول، دفاتر، بزنس، اخبارات، سیاست، مذہب، معیشت، مُعاشَرت، الغرض دنیا کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات اور مسائل کا حل، چند منٹوں میں تلاش

کر سکتے ہیں، انٹر نیٹ اور سوشل میڈیا کی بدَولت بڑے سے بڑے فاصلے سمٹ آئے ہیں، اور باہمی رابطہ بھی بہت آسان ہو گیا ہے۔

ایک وقت وہ تھا کہ جب لوگ بیرونِ ملک مقیم اپنے عزیزوں کی شکل دیکھنے، اور ان کی آواز سننے کو ترس جایا کرتے تھے، لیکن جدید میڈیا کی بدَولت آپ واٹس اپ (WhatsApp)، ایمو (IMO) یا اسکائپ (Skype) وغیرہ ایپس (Apps) کے ذریعے، دنیا کے کسی بھی کونے میں، اور کسی بھی وقت اپنے پیاروں سے، نہ صرف گھنٹوں باتیں کر سکتے ہیں، بلکہ ویڈیو کال (Video Call) کے ذریعے انہیں براہِ راست دیکھ بھی سکتے ہیں، اپنی خوشی غمی میں انہیں بھی شریک کر سکتے ہیں۔

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! اسی طرح ہم دنیا کے مختلف ممالک میں بسنے والے لوگوں کے ساتھ بھی تعلقات استوار کر کے، باہم مذہبی و مُعاشرتی غلط فہمیوں کو دُور کر سکتے ہیں۔ دینِ اسلام کے بارے میں کتب اور ویڈیوز کو اپلوڈ (upload) کر کے پوری دنیا تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ اپنے کسی بھی مُعاملہ یا مسئلہ میں مختلف ماہرین(Various experts) اور مُعاملہ فہم لوگوں سے مشاوَرت بھی کر سکتے ہیں۔ الغرض اس تیز رفتار اور جدید دَور میں انٹر نیٹ اور اس سے متعلقہ ذرائع اِبلاغ، ایک اعتبار سے نعمتِ الٰہی اور عطیۂ خداوندی بھی ہیں۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾[1] "تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے"۔

حضراتِ گرامی قدر! نعمت بر نعمت کے حصول کے لیے لازم ہے، کہ پہلے سے عطا کردہ نعمتوں پر اللہ رب العالمین کا شکر ادا کیا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ

(۱) پ۱٤، النحل: ٥٣.

پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ﴾[1] "اگر احسان مانوگے تو میں تمہیں اَور زیادہ دُوں گا"۔

میرے بھائیو! شکرِ نعمت کے لیے چاہیے کہ بندہ نیکی وبھلائی کے کاموں میں رِضائے الٰہی کے حصول کے لیے اپنا مال خرچ کرے، اُس کی عبادت کرکے اپنی آخرت سنوارے، اور جدید دَور کے تقاضوں کے پیشِ نظر، نت نئی اِیجادات میں مہارت حاصل کرکے، مثبت اور درست استعمال کے ذریعے، اپنے مذہب، ملّت اور ملک وقوم کو خوب فائدہ پہنچائے!۔

سوشل میڈیا کے منفی اثرات

عزیزانِ گرامی قدر! جہاں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے اس قدر فوائد ہیں، وہیں اس کے کئی منفی اثرات بھی ہیں، عام طور پر ہمارے لوگوں اسے منفی سرگرمیوں کے لیے زیادہ استعمال کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج یہ چیز نعمت کم اور زحمت زیادہ محسوس ہورہی ہے؛ کیونکہ اس کے غلط استعمال کے سبب ہماری تہذیب وتمدّن اور مذہبی مُعاملات سب سے زیادہ متاثر ہورہے ہیں، ہماری نوجوان نسل اپنی تہذیب سے بیگانہ ہوتی جارہی ہے، اپنے رہن سہن کے طور طریقوں اور اندازِ گفتگو کو اپنانے میں انہیں عار محسوس ہوتی ہے، جاہلیت کے اَطوار اور ہندوؤں کے رسم ورَواج کو جدید فیشن سمجھ کر اپنانے میں، ہماری قوم اس قدر آگے نکلی جارہی ہے، کہ ان میں سے بعض نے تو اپنے دین ومذہب کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

نوجوان بچیاں گھر کے بند کمروں میں غیر محفوظ ہوچکی ہیں، بعض تو اپنے ہی

---

(۱) پ۱۳، إبراهيم: ۷.

ہاتھوں اپنی عزّت وعصمت کو نیلام کرنے لگی ہیں، ایک ہی گھر میں رہنے والے افراد ایک دوسرے سے بیگانے ہوچکے ہیں، طلبہ وطالبات اپنے فارغ اوقات میں مطالعۂ کتب کے بجائے، چیٹنگ (Chatting) کی صورت میں فضول گفتگو کے ذریعے اپنا قیمتی وقت برباد کر رہے ہیں۔ حقائق کے برعکس فیس بک (Facebook) کی بعض فیک پوسٹوں (Fake posts) پر نازیبا کمنٹس (Comments) کی صورت میں، گالی گلوچ، غیبت، چغلی، بدکلامی بدتہذیبی، اِلزام تراشی اور بہتان بازی کا بازار بھی خوب گرم رہتا ہے!!۔

میرے بھائیو! آج کا یہ میڈیا جہاں معلومات (Information) کا بہت بڑا ذریعہ ہے، بدقسمتی سے وہیں اسے غلط اور نامناسب معلومات کے فروغ میں بھی، بطورِ ہتھیار استعمال کیا جارہا ہے۔ سیاسی جماعتیں اپنے مخالفین پر اس کے ذریعے کیچڑ اُچھال رہی ہیں، جبکہ دہشتگرد بھی اپنے مذموم پروپیگنڈہ اور ناجائز مقاصد کے حصول کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال خوب کر رہے ہیں۔ نام نہاد مہذّب یورپی ممالک سے تعلق رکھنے والے غیر مسلم انتہاء پسند، یہود ونصاریٰ اور ہندو بھی اسی میڈیا کو ہمارے نبئ کریم مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی شان میں گستاخی کے لیے استعمال کر رہے ہیں!!۔

سوشل میڈیا کے ذریعے توہین آمیز کارٹونز (Cartoons) کا مقابلہ کرواکر، اُمّتِ مسلمہ کی دل آزاری کا سامان بھی کیا جارہا ہے۔ شخصی آزادی کا غلط استعمال بھی خوب ہو رہا ہے، جس کا جو جی چاہتا ہے سوشل میڈیا پر اَپلوڈ کر دیتا ہے، ایک دوسرے کے لیے قوّتِ برداشت ختم ہوتی جارہی ہے، کوئی کسی کی رائے کا احترام کرنے کو تیار نہیں۔ لوگ بلا سوچے سمجھے اپنا ذاتی ڈیٹا (Data) شیئر (Share) کر رہے ہیں، جسے جرائم پیشہ گروہ بلیک میلنگ

کے لیے استعمال کر کے لوگوں سے لُوٹ مار کر رہے ہیں، اُن کی عزّتوں سے کھلواڑ رہے ہیں، اُن کے بارے میں غلط اور بے بنیاد تہمتوں کا بازار گرم کر رہے ہیں!!۔

یاد رہے کہ کسی بھی مسلمان کو بے قصور تکلیف واَذیت دینا حرام ہے، نیز اللہ تعالی کی شدید ناراضگی کا بھی سبب ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾[1] "جو ایمان والے مَردوں اور عورتوں کو بے قصور ستاتے ہیں، انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لے لیا!"۔

میرے عزیز دوستو! کسی مسلمان کو تکلیف واِیذا دینا، کسی کے عیبوں کی ٹوہ میں لگے رہنا، کسی کے عیبوں کو لوگوں میں مشہور کرنا، کسی کے بارے میں اَفواہیں پھیلاتے رہنا، کسی کے راز جاننے کی کوشش کرنا اور انہیں لوگوں میں عام کرنا، شرعًا ناجائز وحرام ہے۔ اگر ہم میں سے کسی کو موبائل کال، ایس ایم ایس (Sms) یا انٹرنیٹ کے ذریعے کسی مسلمان کا کوئی راز، عیب یا غلطی معلوم ہو جائے، تو ہرگز ہرگز اسے انتہائی شدید مجبوری یا ضرورت کے بغیر کسی سے بیان نہ کیا جائے؛ کیونکہ اس طرح اُس مسلمان کی اِیذا رَسانی، عیب جُوئی اور راز اِفشانی کے قوی اِمکانات ہیں، اور یہ سب کام یقینًا ناجائز وحرام ہیں۔ بُری بات اور بُرے کام اچھے اَخلاق اور شرافت کے مُنافی ہیں!۔

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يَدْخُلِ الإِيمَانُ قَلْبَهُ! لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ؛ فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ

---

(١) پ٢٢، الأحزاب: ٥٨.

اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ!»[1] "اے وہ لوگو جو صرف اپنی زبان سے اسلام لائے، جبکہ ایمان ابھی اُن کے دلوں میں داخل نہیں ہوا! مسلمانوں کی غیبت مت کرو! اُن کی عیب جُوئی مت کرو! جو اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کی تلاش میں رہے گا، اللہ تعالی اس کے عیب کو ظاہر فرمادے گا، اور اللہ تعالی جس کے عیب ظاہر فرمادے، وہ اپنے گھر میں بھی ذلّت ورُسوائی سے محفوظ نہیں رہ سکتا!"۔

فحش اور بے ہودہ مواد کی تشہیر

حضراتِ گرامی قدر! انٹرنیٹ کی بڑی اور سب سے خاص برائی، فحاشی وعُریانیت پر مبنی فلمیں گانے، بے حیائی کے مَناظر، اشتہارات کے نام پر بیہودگی، مشرکانہ رسم ورَواج، نجی معلومات کی فریب دہی، اور فحش پیغامات ومَواد کی باہم ترسیل وتشہیر ہے، اور یہ سب شیطان کی طرف سے ہماری آنکھوں اور کانوں کی لذّت کا سامان، اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ قرآنِ کریم میں بے حیائی پھیلانے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾[2] "یقیناً جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مؤمنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کو دنیا وآخرت میں دُکھ دینے والا عذاب ہے"۔

میرے پیارے بھائیو! نیکی اور گناہ میں تمیز رکھنے کا شُعور ہوتے ہوئے بھی، بعض نادان لوگ بے حیائی پھیلانے والی ان چیزوں کے دِلدادہ نظر آتے ہیں، لیکن ایک

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في الغيبة، ر: ٤٨٨٠، صـ٦٨٨.

(٢) پ١٨، النور: ١٩.

مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں اپنے ہر قول وفعل میں، شرعی حُدود وقُیود کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، پھر چاہے وہ کوئی سائنسی اِیجاد ہو، یا روزمرہ زندگی سے متعلق کوئی کام، ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے جسم کے اعضاء سے بھی باز پُرس ہوگی، چاہے وہ کان آنکھ ہو یا دل، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾[1] "کان آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے!"۔

لہذا جب ہم سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہیں، تو چاہیے کہ تصاویر اور ویڈیوز دیکھنے میں (چاہے خلوَت ہو یا جلوَت) ہر جگہ اللہ رب العزّت سے ڈرتے رہیں! چونکہ ہمارا شیئر (Share) کیا ہوا مواد صرف ذاتی اکاونٹ تک محدود نہیں رہتا، بلکہ اس کی شیئرنگ کا دائرہ شبانہ روز وسیع تر ہوتا جاتا ہے، بے شمار لوگ اسے دیکھتے ہیں، اور ہمارے نامۂ اعمال میں اَن گنت لوگوں کے سنگین گناہوں کا بوجھ بھی درج ہوتا رہتا ہے!!۔

بلاتحقیق کسی بات کو دوسروں کے ساتھ شیئر کرنا کیسا؟

عزیزانِ محترم! کئی باتیں ایسی ہیں جو انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا کے ذریعے ہمارے علم میں آتی ہیں، اور ہم بلاتحقیق وبلااحتیاط انہیں آگے شیئر (Share) کر دیتے ہیں، حالانکہ ایسا کرنا عقل ودانش کے بھی خلاف ہے! ایسی چیزیں شیئر کرنے کے بعد بسااوقات شرمندگی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص ہمارے ساتھ کسی دوسرے مسلمان بھائی کے بارے میں، ایسی کوئی پوسٹ یا ویڈیو شیئر کرے، جو کسی مسلمان کے لیے نَدامت وعار، یا بدنامی کا باعث ہو، تو اس کی تشہیر کرنے کے بجائے اسے چُھپانا، اور لوگوں سے پوشیدہ رکھنا لازم ہے!۔

---

(١) پ١٥، الإسراء: ٣٦.

جن جن مقامات پر شریعتِ اسلامیہ نے اجازت دی ہے، وہاں بھی بلاتحقیق کسی کی پوشیدہ بات لوگوں سے بیان کرنا جائز نہیں؛ کہ کہیں ہماری طرف سے کسی مسلمان کو اِیذا نہ پہنچے! کہیں ہماری کوتاہی کسی مسلمان کی بدنامی اور آبرُو ریزی کا باعث نہ بن جائے! کہیں ہماری نادانی وبے احتیاطی کسی کے گھربار، کیریئر (Carrier) اور زندگی کی بربادی کا سبب نہ بن جائے! اور بعد میں ہمیں نَدامت وشرمندگی اُٹھانی پڑے! اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو؛ کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے اِیذا نہ دے بیٹھو! پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ!"۔

لہٰذا کتاب وسنّت کی اِن تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے، ہمیں بغیر سوچے سمجھے کسی بھی خبر یا پیغام (چاہے وہ قرآنِ کریم یا حدیثِ پاک کا نام لے کر کہی گئی ہو) کو کلک کرکے شیئر کرنے کی جلد بازی سے بچنا چاہیے، اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا چاہیے، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہنا چاہیے؛ کیونکہ یہی اللہ عزّوجلّ کا حکم ہے، ہمارا پیارا پروردگار جلّ جلالہ فرماتا ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾[2] "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ!"۔

اسی طرح ہم میں سے کوئی، جب فرمانِ الٰہی یا حدیثِ رسول بیان کرے، تو پوری تحقیق کے ساتھ بیان کرے، اپنی طرف سے اس کو قرآن یا حدیث نہ بتائے، اگر

---

(١) پ٢٦، الحجرات: ٦.

(٢) پ١١، التوبة: ١١٩.

ہمیں کوئی ایسی بات سوشل میڈیا، انٹرنیٹ یا کسی دوسرے ذریعہ سے معلوم ہو، تو اسے بھی بنا تحقیق آگے شیئر نہیں کرنا چاہیے؛ کیونکہ کبھی کبھی ایسا کرنا بہت بڑے گناہ، اور جہنم میں جانے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ كَذِباً عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ!»(۱) "میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا، اور کسی دوسرے پر جھوٹ باندھنا، دونوں برابر نہیں! بلکہ جو مجھ پر جان بُوجھ کر جھوٹ باندھے، اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے!"۔

لہٰذا جب تک حدیثِ پاک کا صحیح علم نہ ہو، اُسے حدیثِ رسول کہہ کر بیان کرنا، یا سوشل میڈیا پر شیئر کرنا دُرست نہیں؛ کیونکہ یہ گویا حضور نبئ کریم ﷺ پر جھوٹ اور بہتان باندھنے کے مترادِف ہے، لہذا اہم سب پر لازم ہے کہ کسی ماہر عالمِ دین کے ذریعے، پہلے ان باتوں کی تحقیق کرلیں؛ تاکہ بات پختہ اور یقینی ہو جائے، پھر اسے لوگوں میں بیان کریں، اور فیس بک وغیرہ پر بھی شیئر کریں۔

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے استعمال کا شرعی حکم

حضراتِ ذی وقار! بعض لوگ انٹرنیٹ کے استعمال کو مطلقاً حرام بتاتے ہیں، حالانکہ در حقیقت ایسا نہیں؛ کیونکہ جب انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا استعمال، جائز شرعی اُمور، تعلیم وتعلّم، تبلیغِ دین، درست آگاہی، بہتر مقاصد اور تعمیری کاموں میں باہمی مدد کے لیے ہو، تو اس کے استعمال میں شرعًا کوئی حرج نہیں۔

اگر انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا کا استعمال، ناجائز وحرام اور غیر شرعی اُمور، مثلاً فلمیں ڈرامے، گانے باجے، فحاشی وعُریانیت پر مبنی مَواد دیکھنے، اور نامحرم خواتین

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الجنائز، ر: ۱۲۹۱، صـ۲۰۶.

وحضرات سے بے تکلف اور بے پردہ گفتگو وغیرہ میں سہولت کے لیے کیا جائے، تو شرعًا اس کی اجازت نہیں، بلکہ ایسا کرنا حرام وممنوع ہے!۔

انٹرنیٹ کے استعمال میں چند احتیاطی تدابیر

عزیزانِ گرامی قدر! بدقسمتی سے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے غلط استعمال کا رجحان، ہمارے مُعاشرے میں بڑی تیزی سے بڑھتا جارہا ہے! اس کے باعث نوجوان نسل اور بچوں کے ذہنوں پر، مسلسل کاری ضرب لگائی جارہی ہے، مُعاندینِ اسلام بڑے منظّم اور غیر محسوس انداز سے، ہمارے مذہبی جذبات کو سرد کر رہے ہیں، ہماری نوجوان نسل میں فحاشی، عُریانیت اور بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں، ان میں اَخلاقی بگاڑ پیدا کرکے مُعاشَرتی توازُن کو مضطرِب کیا جارہا ہے، غلط معلومات اور جھوٹی خبروں کو سنسنی خیز انداز میں وائرل (Viral) کرکے، ہمارا قیمتی وقت برباد کیا جارہا ہے، نسلِ نَو کو ذہنی وجسمانی طور پر مفلوج کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے، انہیں ان کے اپنوں سے دُور کیا جارہا ہے!!۔

چنانچہ اس سلسلے میں والدین کو اس سنگین صورتحال کا اِدراک کرتے ہوئے، ذہنی طور پر بیدار رہنے کی اَشد ضرورت ہے، انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا بیٹا یا بیٹی انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا پر کیا دیکھ رہا ہے کیا کر رہا ہے! ساری ساری رات کمپیوٹر چلتا ہے، والدین سمجھتے ہیں کہ بیٹا یا بیٹی پڑھائی میں لگے ہوئے ہیں، جبکہ عموماً پڑھائی کے علاوہ اَور بھی بہت کچھ ہو رہا ہوتا ہے! والدین کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ اُٹھ کر کبھی دیکھ ہی لیں کہ آخر بچہ کیا کر رہا ہے؟ اگر یہ نہیں کرسکتے تو کم از کم فحش مَواد پر مبنی

مخصوص ویب سائٹس ہی کو بلاک کروادیں، ورنہ اگر پانی سر سے گزر گیا تو پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا!۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! آج انٹرنیٹ ہماری ایک اہم اور بنیادی ضرورت بن چکا ہے، لہذا ہم کسی کو اس کے استعمال سے مکمل طور پر روک نہیں سکتے، اور نہ ہی ایسا ممکن نظر آتا ہے، دشمنانِ اسلام نے اس کے ذریعے ہماری تہذیب اور اقدار کو تباہ وبرباد کرنے کا پختہ عزم کر رکھا ہے! لہذا ہمارے علمائے دین، اسکول کالجز کے اساتذۂ کرام، اور مذہبی وملّی تنظیمات کو چاہیے، کہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے مثبت استعمال پر زور دیں، اور نوجوان نسل کی ذہن سازی کرتے ہوئے ان کی درست رَہنمائی کریں؛ تاکہ وہ اپنا قیمتی وقت فلموں ڈراموں اور گانے باجوں کے بجائے، تعلیم، صحت اور اَخلاقیات پر مبنی مواد پڑھنے میں صرف کریں، اس تیز ترین ذریعۂ اِبلاغ کا خود شکار بننے کے بجائے اسے اپنا ہتھیار بنائیں، اس کے ذریعے اسلام دشمنوں کا مقابلہ کریں، اور اسے اسلام کی تبلیغ اور مذہبی ڈائیلاگ (Religious dialogue) کا ذریعہ بناکر، غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں لانے، اور مسلمانوں کی اِصلاح کی کوشش میں استعمال کریں!!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی تمام نسلوں کو بُرے ماحول سے بچا، ہمیں اپنی عبادت اور نیک اعمال کی توفیق عطا فرما، ہمیں دینِ اسلام کا وفادار بنائے رکھ، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، اس میں سستی وکاہلی سے بچا، آمین یا ربّ العالمین!۔

سالِ نَو کی آمد

(جمعۃ المبارک ۹ جُمادی الأولیٰ ۱۴۴۲ھ - ۲۵/۱۲/۲۰۲۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافِعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

سالِ نَو کا جشن

برادرانِ اسلام! دسمبر کا مہینہ ختم ہونے کو ہے، اس کے اختتام کے ساتھ ہی جاری عیسوی سال مکمل ہو کر نیا سال شروع ہونا ہے۔ نئے سال کے آغاز پر ہمارے وطنِ عزیز کے بہت سے مسلم اور غیر مسلم، بالخصوص نوجوانانِ قوم، خوشیاں مناتے نظر آتے ہیں، اللہ تعالی کی نعمت اور اس کے فضل واحسان پر خوشی کا اظہار بھی، اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے، لیکن یہاں دو ۲ باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

ایک بات یہ کہ کسی بھی موقع پر خوشی مناتے وقت، شریعتِ اسلامیہ کی حُدود وقُیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے، ایسے کاموں سے پرہیز کیا جائے، جنہیں ایک سلیمُ الطبع انسان اچھا شمار نہیں کرتا، مثلاً فائرنگ، آتش بازی، شراب نوشی، اور پھر سڑکوں اور چوراہوں پر سیٹیاں بجا بجا کر شور وغل کرنا، اپنی گاڑیوں کے سائلینسر ز نکال کر انہیں دَوڑاتے چلے

جانا، ریس لگانا، لڑکے لڑکیوں کا سمندر کنارے، اور تفریحی مقامات پر مخلوط ہلّا گلّا کرنا، ... وغیرہ وغیرہ خلافِ شریعت کاموں سے اجتناب لازم لازم اور لازم ہے!۔

پردہ داری

محترم بھائیو! مَردوں اور خواتین کا آپس میں ایک دوسرے کی طرف مائل ہونا، ایک طبعی اور فطری بات ہے؛ کیونکہ اگر یہ فطری میلان وقلبی رُجحان نہ ہو تو انسانی مُعاشرہ، اور تہذیب وتمدّن کا یہ گہوارہ بھی وُجود میں نہیں آسکے گا، لیکن ان جذبات اور خواہشات کا گلا گھونٹنا، اور انہیں ہمیشہ کے لیے انسانی جسم کے پنجرے میں قید کر دینا، یا اس کے برعکس ان جذبات وخواہشات کو مکمل آزادی کا پروانہ دے دینا، دونوں ہی درست نہیں، دائرۂ شریعت میں رہتے ہوئے زندگی بسر کرنے میں ہی کامیابی وکامرانی کی ضمانت ہے۔

حجاب وستر پوشی پردہ کی پہلی سیڑھی ہے، بدنگاہی اور بے پردگی انسان کو بدکاری کی طرف دھکیلتی اور اُبھارتی ہے، جبکہ دینِ اسلام انسان کو اس بدکاری، گمراہی اور بدنامی کے گہرے گڑھے کی ہلاکت وبربادی سے بچا کر، فَوز وفلاح کی طرف بلاتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ﴾(۱) "اے حبیب! مسلمان مَردوں کو حکم دیجیے کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں! یہ ان کے لیے بہت سُتھرا ہے!"۔ لہٰذا مسلمان کی شان یہ ہے کہ زِنا اور اس کے اَسباب سے بھی دُور رہتا ہے، اور اپنی نگاہیں نیچی رکھتا ہے۔

میرے بھائیو! دینِ اسلام نے مزید کرم یہ فرمایا، کہ اگر بلا قصد نادانستہ طور پر،

---

(۱) پ۱۸، النور: ۳۰.

غیر محرم عورت پر نظر پڑ جائے، تو اس پر مُؤاخذہ اور گرفت نہیں، حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَا عَلِيُّ! لاَ تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ؛ فَإِنَّ لَكَ الأُولَى، وَلَيْسَتْ لَكَ الآخِرَةُ»[1] "اے علی! پہلی نظر کے بعد دوسری نظر مت ڈالنا؛ کہ پہلی نظر تمہیں مُعاف ہے، مگر دوسری نظر مُعاف نہیں!"۔ یہ حکم مَرد و عورت دونوں کے لیے ہے، لہذا عورتوں کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے کے ساتھ ساتھ پردے کے اَحکام بتائے جائیں، کہ آرائش وزیبائش کا بے جا شَوق، کہیں تمہیں غلط راہوں پر نہ ڈال دے! کہیں عزّت وناموس سے محروم کر کے بے حیائی، بے شرمی اور آوارگی کی تاریکیوں میں ڈال کر، تمہارے دین ومذہب کو تباہ وبرباد نہ کردے!۔

میرے عزیز دوستو! خواتین پردہ داری کی بدَولت، بدقماش وبدمُعاش لوگوں کی ہَوس سے اپنی عزّت، ناموس اور آبرُو کو محفوظ ومامون رکھ سکتی ہیں، عورت کا اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ بقیہ جسم کا چھپانا، اور اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو مکمل پردہ بھی لازم وضروری ہے، خالقِ کائنات جَلّ جلالہ کا ارشادِ پاک ہے: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾[2] "اے حبیب! مسلمان خواتین کو حکم دیجیے کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں! اپنی پارسائی کی حفاظت کریں، اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں، مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اس میں حرج نہیں، اور وہ اپنی چادریں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں!"۔

---

(١) "سنن الترمذي" باب مَا جَاءَ فِي نَظْرَةِ الْمُفَجَأَةِ، ر: ٢٧٧٦، صـ٦٢٧.

(٢) پ١٨، النور: ٣١.

دوسری بات یہ کہ آیا نئے سال کا آنا جو حقیقۃً ایک سال کا گزرنا، یعنی ہماری زندگی سے کم ہونا ہے، تو کیا زندگی یوں لمحہ بہ لمحہ گزر کر کم ہوتے ہوئے، اختتام کی طرف بڑھنے پر خوشی منائی جائے؟! یا اللہ ورسول کی یاد سے غفلت میں گزرے اوقات اور ماہ وسال پر، نادم وشرمندہ ہونے کے ساتھ ساتھ، فکرِ سلیم کا دامن تھام کر سالِ نَو، بلکہ آئندہ تمام زندگی میں، عبادت واِطاعتِ الٰہی پر مستعد ومستقیم رہ کر، آخرت کی کامیابی وکامرانی کا سامان کیا جائے؟!

نعمتِ عقل اور اس کی حفاظت

عزیزانِ محترم! اللہ ربّ العالمین کی عطا کردہ نعمتوں میں سے عقلِ سلیم بھی ایک عظیم نعمت ہے، اس کی حفاظت بھی شکرِ نعمت ہے، جبکہ اسے گناہ کے کاموں اور شراب نوشی ودیگر غلط کاموں میں ضائع کرنا، اس نعمت کی ناشکری ہے۔ شراب نوشی حرام، گناہِ کبیرہ اور ایک شیطانی کام ہے، اس سے بچنا بے حد ضروری ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ﴾[1] "اے ایمان والو! شراب، جُوا، بُت اور جُوئے کے تیر چلانا، ناپاک شیطانی کام ہیں، تو اِن سے بچتے رہنا!"۔

شراب بنانا، پینا، پلانا، شراب کا کاروبار، اس کی آمدنی کھانا، کھلانا، کسی کو تحفے میں شراب دینا، اسلامی تعلیمات کی سَراسر خلاف ورزی ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالی نے لعنت فرمائی ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَعَنَ اللهُ الْخَمْرَ، وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا،

---

(۱) پ۷، المائدة: ۹۰.

وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ»[1] "اللہ تعالی نے شراب پر، اُسے پینے اور پلانے والے پر، اسے بیچنے اور خریدنے والے پر، اسے بنانے والے پر، اسے بنوانے والے پر، اسے اُٹھانے والے، اور جس کے لیے اُٹھائی جائے، ان سب پر لعنت فرمائی ہے!"۔

میرے پیارے بھائیو! اِن لعنتی وبُرے کاموں میں مبتلا ہو کر، اپنی صحت وآخرت داؤ پر مت لگائیے! جیسا کہ عیسوی سال کے اختتام اور نئے سال کے آغاز پر، ہیپی نیوائیر (Happy New Year) کے نام سے، جہاں کئی خُرافات نے جنم لے رکھا ہے، وہیں غیروں کے پیچھے چلتے ہوئے بعض نادان مسلمان بھی، ان آفات میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں!۔

فُضولیات سے بچنا

عزیزانِ محترم! خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ کی ہم پر اس قدر کرم نوازیاں مہربانیاں اور نعمتیں ہیں، جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا، دیگر نعمتوں کے ساتھ ساتھ اَعضاء کی سلامتی، قوّتِ گویائی اور مال وزَر وغیرہ بھی، پروَردِگارِ عالم کی عظیم الشان نعمتیں ہیں، جن پر شکر بجالانا، اور بطورِ شکرانہ اِن تمام نعمتوں کو اللہ ورسول کی رِضا کے کاموں میں استعمال کرنا، اور ممنوع وفُضول اَقوال واَفعال سے بچنا ہم سب پر لازم ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ المَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ»[2] "اچھا مسلمان وہ ہے جو فُضولیات سے دُور رہے"، یعنی مسلمان کے کمالِ اسلام کی علامت، اور اسلام کا تقاضا ومنشا یہ ہے، کہ

---

(١) "سنن أبي داود" باب العصير للخمر، ر: ٣٦٧٤، صـ٥٢٧.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الزُّهد، ر: ٢٣١٧، صـ٥٣١.

بندہ فُضول اَفعال واَقوال سے گریز کرتا رہے، فُضولیات سے اپنے دامن کو بچائے رکھے؛ تاکہ سعادتِ دارَین اس کا مقدّر ہو، اور فلاح و کامرانی کے ایسے پھول کھلیں، جن کی خوشبو گناہوں کی بدبو کو مَحو کردے! اپنی نگاہ اپنے نصب ُالعین پر جمائے رکھے؛ تاکہ اس کی زندگی کا سفر یکسوئی سے پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

کامل مسلمان کی یہ صفت وشان ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے اقوال، افعال اور اِخراجات وغیرہ میں ہر اِسراف وفضول سے خود بچ کر، دوسروں کو بھی بچانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے!۔

ماضِی کا احتساب

میرے عزیز دوستو! نیا سال ہمیں دینی اور دنیوی دونوں میدانوں میں، اپنے مُحاسبہ کی طرف توجہ دلاتا ہے، کہ ہماری زندگی کا جو ایک سال مزید کم ہو گیا، اس میں ہم نے کیا کھویا کیا پایا؟ ہمیں عبادات، مُعاملات، اعمال، حلال و حرام، حقوقُ اللہ اور حقوقُ العباد کی ادائیگی کے مُعاملے میں، اپنی زندگی کا مُحاسبہ کرکے دیکھنا چاہیے، کہ ہم سے کہاں کہاں کیا کیا غلطیاں ہوئیں؟؛ اس لیے کہ انسان دوسروں کی نظروں سے تو اپنی غلطیاں کوتاہیاں چھپا سکتا ہے، مگر خود اپنی نظروں سے نہیں بچ سکتا! امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر بن خطّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے: «حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا!»[1] "اس سے پہلے کہ تم سے (بروزِ قیامت) حساب لیا جائے، دنیا میں خود اپنا مُحاسبہ کرلو!"۔

(۱) "سنن الترمذي" أبواب صفة القيامة، ر: ۲۴۵۹، صـ۵۶۰.

آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا

میرے محترم بھائیو! ہمیں اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت پر بھی بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے، وقت وحالات کے تقاضوں کو مدّ ِنظر رکھتے ہوئے، اولاد کی درست رَہنمائی کریں، انہیں مناسب وقت اور ماحول فراہم کریں، والدین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی اولاد کی جائز ضروریات، اپنی حیثیت وطاقت کے مطابق پورا کریں، ان کی جسمانی نشوونما کے ساتھ ساتھ ذہنی نشوونما کا بھی اہتمام کریں؛ کیونکہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: «إِنَّ اللهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ: أَحفِظَ أَمْ ضَيَّعَ؟ حَتَّى يَسْأَلَ الرَّجُلَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ»[1] "یقیناً اللہ تعالی ہر ذمّہ دار سے اس کی ذمّہ داری کے بارے میں پوچھے گا: کہ آیا اُس نے اپنی ذمّہ داری نبھائی یا ضائع کردی؟ یہاں تک کہ آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی پوچھے گا!"۔

لہذا جہاں ہم اپنے بچوں کو دیگر معلومات فراہم کرتے ہیں، وہیں سالِ نَو پر منائے جانے والے آج کل کے طریقۂ جشن کے بارے میں بھی اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں!۔

وقت ایک عظیم نعمت ہے

برادرانِ اسلام! انسان نیک اعمال کی بجاآوری میں تاخیر لمبی امیدوں کے باعث کرتا ہے، لیکن جب انسان وقت کو غنیمت جان کر رِضائے الٰہی کے حصول میں لگ جاتا ہے، تب جنّت کی ابد الآباد نعمتوں کا مستحق قرار پاتا ہے، اور اگر وقت کو صرف

---

(١) "صحيح ابن حِبّان" كتاب السير، ر: ٤٧٦، صـ٧٧٧.

عیش وعشرت، خوش گپیوں اور مسخرہ پن میں ضائع وبرباد کردے، تو سراسر نقصان وخسران اٹھاتا ہے۔ حضور نبئ رحمت ﷺ نے فرصتِ وقت کو عظیم نعمت قرار دیا، اور اس سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کو گھاٹے میں پڑنے والا بتایا۔ حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے: «نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: (١) الصِّحَّةُ (٢) وَالْفَرَاغُ»[1] "دو۲ نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ خسارے میں رہتے ہیں: (۱) تندرستی (۲) اور فراغت"۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے، کہ آدمی کبھی فارغ نہ رہے، جسے جسمانی صحت حاصل ہو، اور وہ اُس حال میں اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے، بلکہ وقت کو یونہی ضائع کردے، تو وہ خسارے میں ہے؛ کہ اللہ تعالی کا شکر اُس کے اَحکام پر عمل کرنے، اور اُس کی منع کردہ چیزوں سے بچنے میں ہے، تو جو اِن اُمور میں حد سے تجاوُز کرے، وہی خسارے میں ہے"[2]۔

"خسارے کا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں صحت اور خوشحالی ملی تھی، تو اللہ تعالی کی یاد، عبادات اور اَذکار واَوراد زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیے تھا، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا جس کے سبب نقصان اُٹھایا"[3]۔ خالقِ کائنات جل جلالہ نے انسان کو جسمانی صحت وفراغت کے اوقات سے بھی نوازا ہے، اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں، انہیں کبھی زوال نہیں آنا، لیکن یہ بات صرف ایک شیطانی وسوسہ اور

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الرقاق، ر: ٦٤١٢، صـ١١١٣.
(٢) "فتح الباري شرح صحيح البخاري" تحت ر: ٦٤١٢، ١١/ ٢٥٩.
(۳) "نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری" زیرِ حدیث: ۲۲۳ے۲، ۶/۹۔

دھوکا ہے، لہٰذا اِن عظیم نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے ان کا درست استعمال کیجیے، اور ہم میں سے ہر ایک دیکھے کہ اس نے آئندہ کل کے لیے آگے کیا بھیج رکھا ہے؟!

پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو

وقت ایک عظیم نعمت ہے، اس کی بڑی اہمیت ہے؛ کہ اِسی وقت کے صحیح یا غلط استعمال سے زندگی سنوَرتی یا بگڑتی ہے۔ حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، مصطفی جانِ رَحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کسی کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «اغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ: (١) شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، (٢) وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، (٣) وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، (٤) وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، (٥) وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»[1] "پانچ ۵ چیزوں کو پانچ ۵ سے پہلے غنیمت جانو: (۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، (۲) صحت کو بیماری سے پہلے، (۳) مالداری کو محتاجی سے پہلے، (۴) فراغت کو مصروفیت سے پہلے، (۵) اور اپنی زندگی کو مَوت سے پہلے غنیمت جانو!"۔

اگر اِن پانچوں مُعاملات میں غَور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے، کہ تمام اُمور میں وقت ہی کی اَہمیت اُجاگر کی جا رہی ہے، یعنی جوانی، صحت، مالداری، فراغت اور جب تک سانس باقی ہے، زندگی کے تمام اَوقات کو غنیمت جانو، اور اِن سے خوب فائدہ اُٹھالو، نیک اعمال جتنے زیادہ کر سکتے ہو کر لو، زیادہ سے زیادہ لوگوں کی خیر خواہی کر لو؛ کیونکہ جب یہ وقت نکل جائے گا اور انسان بڑھاپے، بیماری، محتاجی اور مصروفیت کا شکار ہو جائے گا، تب اسے صحیح طَور پر نیک اعمال کا موقع نہیں مل سکے گا، اور جب مَوت کی آغوش میں چلا جائے گا، تب تو نیکیوں کا وقت بالکل ہی ہاتھ سے نکل چکا ہو گا!۔

---

(١) "مستدرَك الحاكم" كتاب الرقاق، ر: ٧٨٤٦، ٨/ ٢٧٩٧.

لہٰذا وقت کی قدر دانی ہی عقلمندی کا تقاضا ہے، اس تقاضے کو پورا کرتے ہوئے، زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کے ذریعے قُربِ الٰہی حاصل کرنا، ہماری آخرت کے لیے انتہائی ضروری ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰى﴾[1] "آدمی اپنی کوشش ہی کا نتیجہ پائے گا، اور اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی!"۔

ہماری زندگی کا ایک سال مزید کم ہو گیا!

حضراتِ گرامی قدر! آج کا مسلمان نئے سال کی آمد پر جشن مناتا ہے، کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ اس نئے سال کی آمد پر، اُس کی زندگی کا ایک برس مزید کم ہوچکا ہے! زندگی اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ ایک بیش بہا نعمت ہے، اور نعمت کے زائل یا کم ہونے پر جشن نہیں منایا جاتا، بلکہ افسوس کیا جاتا ہے! گزرا ہوا سال کہیں حَسین یادیں، خوشگوار واقعات، اور کہیں تلخ تجربات، غم واَلم اور مختلف حادثات کے نُقوش چھوڑ کر رخصت ہوتا ہے، انسان کو دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا پیغام بھی دے کر الوَداع ہوتا ہے! اختتامِ ماہ وسال بلکہ ہمارا گزرتا ہوا ہر ہر لمحہ، ہمیں اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ اے غافل انسان! تو تیزی سے اپنی مقرّرہ مدّتِ زیست کی تکمیل کی طرف رواں دواں ہے! کسی شاعر نے کیا خوب کہا: ؏

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے مُنادِی   خالق نے گھڑی عمر کی اِک اَور گھٹا دی![2]

---

(١) پ ٢٧، النجم: ٣٩، ٤٠.

(٢) کلام دوا کر راہی۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: «ما ندمتُ على شيءٍ ندمِي على يومٍ غَربتْ شمسُه، نقصَ فيه أجلي، ولم يزدْ فيه عملي!»[1] "میں کسی چیز پر اتنا نادِم اور شرمندہ نہیں ہوا، جتنا نادِم ایسے دن کے گزرنے پر ہوا، جو میری زندگی سے کم ہوگیا، اور اُس میں میرے نیک عمل میں اضافہ نہ ہوسکا!"۔

حضرت سیّدنا حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ "اے ابنِ آدم! تو ایّام ہی کا مجموعہ ہے، جب ایک دن گزر گیا تو یوں سمجھ کہ تیرا ایک حصہ گزر گیا!"[2]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سالِ نَو پر ہونے والی خُرافات اور بے ہودگیوں میں، اپنا قیمتی وقت اور پیسہ ضائع کرنے سے محفوظ فرما، گزرتے ماہ وسال کے بخیر وعافیت وَداع ہونے پر، دل کی گہرائی سے شکر بجالانے کی توفیق عطا فرما کر، سالِ نَو میں اپنی خاص رحمت وبرکت اور انعام واِکرام سے مستفیض فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(١) "قيمة الزمن عند العلماء" ندم ابن مسعود على اليوم يمرّ ...إلخ، صـ٢٧.

(٢) المرجع نفسه، يا ابن آدم إنّما أنت أيّام! صـ٢٧.

فہرستِ آیاتِ قرآنیہ

وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ	٢٨	التحريم	٦	٧٦
وَلَهُنَّ مِثۡلُ الَّذِىۡ عَلَيۡهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ	٢	البقرة	٢٢٨	٧٩
وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـًٔا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا	٥	النساء	٣٦	٨٤
قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمۡ عَلَيۡكُمۡ اَلَّا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـًٔا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا	٨	الأنعام	١٥١	٨٤
وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا	٢٦	الأحقاف	١٥	٨٤
اَلَمۡ يَاۡتِهِمۡ نَبَاُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ ۙ وَقَوۡمِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاَصۡحٰبِ مَدۡيَنَ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتِ ؕ اَتَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ	١٠	التوبة	٧٠	١٠٨
وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ	١٢	هود	١٠٢	١٠٩
وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا				

بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ	١٧	الحج	٤١	١٦٩
يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	٢٣	الصاد	٢٦	١٦٩
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ	٦	المائدة	٤٥	١٧٠
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	٦	المائدة	٨	١٧٦
وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ	٦	المائدة	٤٢	١٧٦
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى	١٤	النحل	٩٠	١٧٦
لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ	٢٧	الحديد	٢٥	١٧٧

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ	٢	البقرة	١٨٤	٢٥٤
وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ	٢	البقرة	١٨٤	٢٥٥
شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ	٢	البقرة	١٨٥	٢٥٦
وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ	١	البقرة	٤٣	٢٦٣
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ	٣	البقرة	٢٧٧	٢٦٤
وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ	٩	الأعراف	١٥٦	٢٦٤
وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ	٢١	الروم	٣٩	٢٦٥

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ	٣٠	البينة	٥	٢٦٥
وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ	١٠	التوبة	٣٤- ٣٥	٢٦٦
وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	٤	آل عمران	١٨٠	٢٦٧
اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ	١٠	التوبة	٦٠	٢٦٩

الشَّيْطٰنِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ	۱۸	النور	۲۱	۳۲۸
اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى	۱۵	الکهف	۱۳	۳۲۹
وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	۱۸	النور	۳۱	۳۳۰
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ	۲	البقرة	۲۲۲	۳۳۱
وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ	٤	آل عمران	۲۱	۳۵۸
اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ	٤	آل عمران	۱۲۲	۳۵۹
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ	٤	آل عمران	۱٤٤	۳٦۰

آیت	پارہ	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ
وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ	١١	التوبة	١٠٣	٤٠٩
وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى	٣٠	الليل	١٧- ١٨	٤٠٩
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ	٨	الأنعام	١٥٨	٤٣٦
وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ	١٤	النحل	٥٨- ٥٩	٤٤٠
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ				

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ	١٨	النور	١٩	٤٤١
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	٧	المائدة	٩٠	٤٤٢
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا	١٥	الإسراء	٣٢	٤٤٣
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا	٢٦	الأحقاف	١٥	٤٤٩
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ	٢١	الروم	٢١	٤٥٣
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا	٩	الأعراف	١٨٩	٤٥٣
اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ				

آیت	پارہ	سورہ	آیت نمبر	صفحہ
غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝٢٧ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ	١٨	النور	٢٧- ٢٨	٤٦٥
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ڟ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ	١٨	النور	٥٨	٤٧٢
وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝٢٧ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا				

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ | ١ | البقرة | ١٢٤ | ٥٠٦

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ۝۵۱ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ۝۵۲ قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ۝۵۳ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝۵۴ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ۝۵۵ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۝۵۶ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ۝۵۷ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ۝۵۸ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝۵۹ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ

لَهٗۤ اِبۡرٰهِيۡمُ ؕ ﴿۶۰﴾ قَالُوۡا فَاۡتُوۡا بِهٖ عَلٰٓى اَعۡيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡهَدُوۡنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوۡۤا ءَاَنۡتَ فَعَلۡتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ ؕ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلۡ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيۡرُهُمۡ هٰذَا فَسۡـَٔلُوۡهُمۡ اِنۡ كَانُوۡا يَنۡطِقُوۡنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوۡۤا اِلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ فَقَالُوۡۤا اِنَّكُمۡ اَنۡتُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۙ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوۡا عَلٰى رُءُوۡسِهِمۡ ۚ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا هٰٓؤُلَاۤءِ يَنۡطِقُوۡنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكُمۡ شَيۡــًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمۡ ؕ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمۡ وَلِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوۡا حَرِّقُوۡهُ وَانۡصُرُوۡۤا اٰلِهَتَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ﴿۶۸﴾ قُلۡنَا يٰنَارُ كُوۡنِىۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ ۙ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوۡا بِهٖ كَيۡدًا فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَخۡسَرِيۡنَ   ۵۱-

	۱۷	الأنبياء	۷۰	۵۰۷

اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ

آیت	پارہ	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ
وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا	٣	البقرة	٢٦٠	٥١٧
وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا	١٦	طٰه	١٢٤	٥٣٥
اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰى فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ	٢٤	حٰم السجدة	٤٠	٥٤١
اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا	٥	النساء	١٣٧	٥٤٥
اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا				

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا	٢٢	الأحزاب	٤٠	٦٢٩
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا	٦	المائدة	٣	٦٣٠
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ	٢٢	الأحزاب	٤٠	٦٣٦
وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ	١١	التوبة	١٠٠	٦٤٤
وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا	٤	آل عمران	١٠٣	٦٤٤
لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ				

كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ	٢٨	الجمعة	٢	٧٤١
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ	١٧	الأنبياء	١٠٧	٧٤١
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ	١١	التوبة	١٢٨	٧٤١
قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ	١١	يونس	٥٨	٧٤٢
يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا	٢٢	الأحزاب	٤٥- ٤٦	٧٤٦
اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ	٢٧	الحديد	٢٠	٧٥٦

آیت	پارہ	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ
يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ	٢٨	الممتحنة	١٢	٨٣٣
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	٢٧	الرحمن	١٣	٨٤٥
وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ	١	البقرة	١٢٥	٨٤٥
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ	٢	البقرة	٢٢٢	٨٤٦
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ط وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا	٦	المائدة	٦	٨٤٦
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ	٢٩	المدّثر	٣ - ٥	٨٤٦
وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ	١٤	النحل	٥٣	٨٥٧
لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ	١٣	إبراهيم	٧	٨٥٨
وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ				

فہرستِ اَحادیث وآثار

ماٰخِذومَراجع

- أدب الدنيا والدين، علي بن محمد البغدادي الماوردي (ت٤٥٠ ھ)، دار مكتبة الحياة ١٩٨٦م.
- اُصول الرَّشاد لقمع مَبانی الفساد، علّامہ مفتی نقی علی خان (ت۱۲۹۷ھ)، تحقیق ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، ادارۂ اہلِ سنّت ۱۴۳۰ھ، ط۱۔
- الإبانة الكبرى، ابن بطّة العكبري (ت٣٨٧ھ)، تحقيق: رضا مُعطي وعثمان الأثيوبي، الرياض: دار الراية ١٤١٥ھ، ط٢.
- الأسامي والكُنى، أبو أحمد الحاكم (ت٣٧٨ھ)، تحقيق أبي عمر محمد بن علي الأزهري، القاهرة: الفاروق الحديثية للطباعة والنشر ١٤٣٦ھ، ط١.
- الأمالي المطلقة، ابن حجر العسقلاني (ت٨٥٢ھ)، تحقيق: حمدي عبد المجيد السلَفي، بيروت: المكتب الإسلامي ١٤١٦ھ، ط٢.
- البداية والنِّهاية، ابن كثير (ت٧٧٤ھ)، تحقيق: علي شيري، بيروت: مكتبة المعارف/ دار إحياء التراث العربي ١٤٠٨ھ، ط١.
- الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك، ابن شاهين (ت٣٨٥ھ)، تحقيق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٤ ھـ، ط ١.
- الترغيب والترهيب، المنذري (ت٦٥٦ ھ)، تحقيق: إبراهيم شمس الدين، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٧ھ، ط١.
- التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، ابن حجر العسقلاني

(ت ٨٥٢هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٩هـ، ط١.

- الرياض النضرة في مناقب العشرة، محب الدّين الطَبَري (ت٦٩٤ه)، بيروت: دار الكتب العلمية، ط٢.

- السيرة النبوية، ابن هِشام (ت٢١٣ه)، تحقيق: محمد شحاته إبراهيم، القاهرة: دار المنار.

- الشريعة، الآجرّي (ت٥١٦ه)، تحقيق: د. عبد الله بن عمر بن سليمان الدميجي، الرياض: دار الوطن ١٤٢٠ه، ط٢.

- الصبر والثواب عليه، ابن أبي الدنيا (ت281 ه)، تحقيق: محمد خير رمضان يوسف، بيروت: دار ابن حزْم 1418ه، ط1.

- الضعفاء الكبير، العقَيلي (ت ٣٢٢هـ) تحقيق: عبد المعطي أمين قَلَعْجي، بيروت: دار المكتبة العلمية ١٤٠٤هـ، ط ١.

- العقيدة الطحاويّة، الطحاوي (ت٣٤١ه)، بيروت: دار ابن حَزْم ١٤١٦ه، ط١.

- الغنية لطالبي طريق الحقّ، عبد القادر الجيلاني (ت٥٦١ه)، تحقيق أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٧ه، ط١.

- الفتاوى الهنديّة، الشيخ نظام (ت١١٦١ه) وجماعة من علماء الهند الأعلام، بشاوَر: المكتبة الحقّانية.

- الفتح الكبير في ضمّ الزيادة إلى الجامع الصّغير، السُّيوطي (ت٩١١ه)، تحقيق: يوسف النَّبهاني، بيروت: دار الفكر ١٤٢٣ه، ط١ .

- القرآن الكريم، كلام الله تعالى.
- الكشف والبيان عن تفسير القرآن، الثعلبي (ت ٤٢٧هـ)، تحقيق: الإمام أبي محمد بن عاشُور، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٢٢ھ، ط١.
- الكفاية في علم الرواية، الخطيب البغدادي (ت٤٦٣ھ)، تحقيق: أبو عبد الله السورقي، إبراهيم حمدي المدني، المدينة المنوّرة: المكتبة العلمية.
- المَدخل إلى علم السُنن، البَيهقي (ت٤٥٨ھ)، تحقيق: محمد عوامة، القاهرة: دار اليسر للنشر والتوزيع، بيروت: دار المنهاج للنشر والتوزيع ١٤٣٧ھ، ط١.
- المصنَّف، عبد الرزاق الصَنعاني (ت٢١١ھ)، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، بيروت: المكتب الإسلامي ١٤٠٣ھ، ط٢.
- المنامات، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١ھ)، تحقيق: عبد القادر أحمد عطا، بيروت: مؤسّسة الكتب الثقافية ١٤١٣ھ، ط١.
- امام احمد رضا اور تحفظ عقیدۂ ختمِ نبوّت، صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری (ت ۲۰۲۰م)، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ۲۰۰۴ء۔
- انسانی حقوق کا عالمی منشور، اردو، نیویارک: محکمۂ اطلاعاتِ عامّہ اَقوام متحدہ۔
- برطانوی مظالم کی کہانی (مشعلِ راہ) عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری (ت ۱۴۲۸ھ)، لاہور: فرید بک سٹال، ط۱۔
- بقيع الغرقد، الشيخ محمد أمين الأميني (ت١٣٤١ھ)، المدينة: دار الحديث ١٤٢٨ھ، ط١.
- بہارِ شریعت، مفتی امجد علی اعظمی (ت ۱۳۶۷ھ)، کراچی: مکتبۃ المدینہ ۱۴۲۹ھ۔

- بہارستان، ظفر علی خاں (ت ۱۹۵۶ھ)، اردو اکیڈیمی پنجاب، لاہور۔

-بی بی سی اردو، ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۸، پیغمبرِ اسلام کی توہین آزادیٔ اظہارِ رائے نہیں ہے۔

-تحذیر النّاس، محمد قاسم نانَوتوی (ت ۱۲۹۷ھ) کراچی: دار الاِشاعت۔

- تهذيب الأسماء واللُغات، الإمام النوَوي (ت ٦٧٦ هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية.

-جسارت بلاگ "آن لائن، توہینِ مذہب اور یورپی ممالک کے قوانین۔

- جنّتی زیور، عبد المصطفیٰ اعظمی (ت ۱۴۰۶ھ) تحقیق مجلس المدینۃ العلمیۃ، کراچی: مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۵ھ، ط۷۔

-جواہر البیان فی اَسرار الاَرکان، علاّمہ نقی علی خان (ت ۱۲۹۷ھ)، ممبئ: رضا اکیڈمی۔

- حُجَّةُ اللهِ البالغة، الشاهْ ولي الله الدهلوي (ت ١١٧٦ هـ) تحقيق: السيّد سابق، بيروت: دار الجيل ١٤٢٦ هـ، ط ١.

- خزانة التواريخ النَّجدية، الشيخ عبد الله بن عبد الرحمن (ت١٤٢٣ه)، ١٤١٩ه، ط١.

- دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، محمد علي البكري الصديقي (ت١٠٥٧ه)، بيروت: دار المعرفة ١٤٢٥ه.

– دلیل، ۲۵ اکتوبر ۲۰۲۰، فرانسیسی صدر کا پاگل پن۔

- ذَيل طبقات الحنابلة، ابن رجب الحنبلي (ت٧٩٥ه)، تحقيق: د. عبد الرحمن بن سليمان العثَيمين، الرياض: مكتبة العبيكان ١٤٢٥ه، ط١.

– روزنامہ نوائے وقت "علّامہ اقبال کا سیاسی نظریہ، آن لائن، ۰۹ نومبر ۲۰۱۲ء۔

- روزنامہ نوائے وقت "علّامہ اقبال: دین اور سیاست، آن لائن، ۰۷ نومبر ۲۰۱۱ء۔
- زاد المعاد في هَدي خير العباد، ابن قيّم (ت٧٥١هـ)، بيروت: مؤسّسة الرسالة – الكويت: مكتبة المنار الإسلامية ١٤١٥هـ، ط٢٧.
- سنن أبي داود، سليمان بن الأشعَث (ت٢٧٥هـ)، الرياض: دار السّلام ١٤٢٠هـ، ط١.
- سنن الترمذي، محمد بن عيسى (ت٢٧٩هـ)، الرياض: دار السلام ١٤٢٠هـ، ط١.
- سنن النَّسائي، أحمد بن شعَيب (ت٣٠٣هـ)، الرياض: دار السلام ١٤٢٠هـ، وبيروت: دار الفكر ١٤٢٥هـ.
- سیرتِ سیّد الانبیاء (مترجم اردو)، مخدوم ہاشم ٹھٹھوی (ت ۱۱۷۴ھ) لاہور: مظہرِ علم ۱۳۸۶ھ، ط۱۔
- شاہکار انسائیکلوپیڈیا قرآنیات، از سیّد قاسم محمود (ت ۲۰۱۰ء)، کراچی: شاہکار بک فاؤنڈیشن۔
- شرح الزرقاني على المواهب اللدُنية بالمنح المحمدية، الزرقاني (ت ١١٢٢هـ) بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤١٧ه، ط١.
- شرح السنّة، ابن خلف البربهاري (ت ٣٢٩ هـ) تحقيق: أبو ياسر خالد بن قاسم الردادي، المدينة المنوّرة: مكتبة الغربا الأثرية ١٤١٤هـ، ط١.
- صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل البخاري (ت٢٥٦هـ)، الرياض: دار السّلام ١٤١٩هـ، ط٢.
- المُسند، أحمد بن حنبل (ت٢٤١هـ)، تحقيق صدقي محمد جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ، ط٢.

- صحيح مسلم، مسلم بن الحجّاج (ت٢٢٦١ه)، الرياض: دار السّلام ١٤١٩ه، ط١.

- عجائب الآثار في التراجم والأخبار، الجبرتي المؤرّخ (ت١٢٣٧ه)، بيروت: دار الجيل.

- عرف التعريف بالمَولد الشّريف، ابن الجزري (ت٨٣٣ه)، فلسطين: واحة آل البيت لإحياء التراث والعلوم.

-علماءِ ہند کا شاندار ماضی، سیّد محمد میاں صاحب (ت۱۳۹۵ھ)، لاہور: جمعیۃ پبلیکیشنز ۲۰۱۰ء، ط۶۔

- عيون الأخبار، ابن قتَيبة (ت٢٧٦ه)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٨ه.

- غیاث اللغات، غیاث الدّین رامپوری (ت۱۲۶۱ھ)، کانپور: مطبع نظامی ۱۲۹۲ھ۔

-فاضل بریلوی اور اُمورِ بدعت، سیّد محمد فاروق القادری، لاہور: رضا پبلی کیشنز ۱۴۲۲ھ۔

-فانوس، خلافتِ راشدہ نمبر، بزمِ انوار القرآن، کراچي۔

- فُتوح البلدان، البلاذري (ت٢٧٩ه)، بيروت: مكتبة الهلال ١٩٩٨م.

- فتوح الغيب، عبد القادر الجيلاني (ت٥٦١ه) مصر: مكتبة ومطبعه مصطفى البابي ١٣٩٢ه، ط٢.

- فضائل الأوقات، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، تحقيق: عدنان عبد الرحمن مجيد القيسي، مكة المكرمة: مكتبة المنارة ١٤١٠، ط١.

- فضائل الصحابة، أحمد بن حنبل (ت٢٤١ه)، تحقيق: وصي الله محمد عباس، بيروت: مؤسّسة الرسالة ١٤٠٣ه، ط١.

- فيض القدير شرح الجامع الصغير، المُناوي (ت١٠٣١ه)، مصر: المكتبة

التجارية ١٣٥٦هـ، ط١.

- قيمة الزمن عند العلماء، عبد الفتّاح أبو غدّة الحلَبي الحنفي (ت١٤١٧هـ)، حلَب: مكتب المطبوعات الإسلامية، ط١٠.

- كشف الخفاء ومزيل الإلباس، أبو الفداء العجلوني (ت ١١٦٢هـ)، تحقيق: عبد الحميد بن أحمد بن يوسف بن هنداوي، بيروت: المكتبة العصرية ١٤٢٠ه، ط١.

- كشف اللِّثام شرح عمدة الأحكام، شمس الدين الحنبلي (ت١١٨٨هـ)، تحقيق: نور الدين طالب، الكويت: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية – سورية: دار النوادر ١٤٢٨هـ، ط١.

- کتاب الہند (مترجم اردو)، البیرونی (ت ۱۰۴۸ء)، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار ۲۰۰۵ء۔

- کشف المحجوب، داتا گنج بخش علی ہجویری (ت ۴۶۴ھ)، لاہور: سمن پبلیکشنز ۱۴۱۶ھ، ط۱۔

- کلام فلک، لال چند فلک، ویاس پُستکالہ لاہور ۱۹۱۳ء، ط۱۔

- ماہنامہ دُخترانِ اسلام مارچ ۲۰۱۶ء لاہور، جلد ۲۳، شمارہ ۳۔

- ماہنامہ کنز الایمان لاہور "اگست ۱۹۹۵ء، تحریکِ پاکستان نمبر۔

- مخلوط نظامِ تعلیم کے تباہ کن اثرات "آن لائن آرٹیکل۔

- مدخَل الشّرع الشريف، ابن الحاج العبدري (ت٧٣٧هـ)، بيروت: دار الفكر.

- مرآۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی (۱۳۹۱ھ)، گجرات: نعیمی کتب خانہ۔

- مُسند البزّار، أبو بكر أحمد بن عَمرو (ت٢٩٢هـ)، تحقيق: د. محفوظ الرحمن

زين الله، المدينة المنوّرة: مكتبة العلوم والحكم .

- مسند الشهاب، القضاعي (ت٤٥٤هـ)، تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلَفي، بيروت: مؤسّسة الرسالة ١٤٠٧هـ، ط٢.

- مسند الفردَوس، أبو شجاع الدَّيلمي (ت٥٠٩هـ)، من المخطوط.

- مکالمہ، ۲۳اگست ۲۰۱۸ء، توہین آمیز خاکوں کا مقابلہ اور ہماری اَخلاقی ودینی ذمّہ داری۔

- نهاية الأرب في معرفة أنساب العرب، القلقشندي (ت٨٢١هـ)، تحقيق إبراهيم الإبياري، بيروت: دار الكتاب اللبنانين ١٤٠٠هـ، ط٢.

- یوروا سٹیٹ رپورٹ، برائے سال ۲۰۱۷ء۔

_ فتح الباري بشرح صحيح البخاري، العسقلاني (ت٨٥٢هـ)، القاهرة: دار الحديث ١٤٢٤هـ.

_ لُباب التأويل في معاني التنزيل، الخازِن (ت٧٤١هـ)، بشاور: مكتبة فاروقية.

_ لُباب التأويل في معاني التنزيل، الخازِن (ت٧٤١هـ)، بشاور: مكتبة فاروقية.

_ إتحاف الزائر وإطراف المقيم للسّائر، أبو اليمن بن عساكر الدِمشقي (ت ٦٨٦هـ)، تحقيق: حسين محمد علي شكري، بيروت: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم.

_ اَحکامِ شریعت، امام احمد رضا(ت ۱۳۴۰ھ)، لاہور: شبیر برادرز ۱۹۸۴م ط۱۔

_ إحياء علوم الدِّين، الغزالي (ت٥٠٥هـ)، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤٠٦هـ، ط١.

_ أُسد الغابة في معرفة الصحابة، ابن الأثير الجزري (ت٦٣٠هـ)، تحقيق

الشيخ علي محمد معوّض، بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤٢٤ھ، ط٢.
_ اسلامی زندگی، مفتی احمد یار خان نعیمی (ت۱۳۹۱ھ)، تحقیق شعبۂ تخریج المدینۃ العلمیۃ، کراچي: مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۱ھ، ط۱۔
_ اعلیٰ حضرت کا وصایا شریف، مولانا حسنین رضا خان (ت۱۴۰۱ھ)، ۱۴۱۸ھ، ط۱۔
_ الأشباه والنظائر، ابن نجَيم (ت٩٧٠ھ)، تحقيق الدكتور محمّد مطيع الحافظ، دِمشق: دار الفكر ١٤٢٠ھ.
_ الإصابة في تمييز الصحابة، ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢ھ)، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٥ھ، ط١.
_ الاقتصاد في الاعتقاد، الغزالي (ت٥٠٥ھ)، تحقيق عبد الله محمد الخليلي، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٤ھ، ط١.
_ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، شاہ ولیّ اللہ دہلوی (ت۱۱۷۶ھ)، لائل پور: کتب خانہ علویّہ رضویہ۔
_ الباعث على إنكار البدَع والحوادث، أبو شامّة (ت٦٦٥ھ)، تحقيق عثمان أحمد عنبر، القاهرة: دار الهُدى ١٣٩٨ھ، ط١.
_ البحر الرائق، ابن نجَيم المصري الحنفي (ت٩٧٠ھ)، تحقيق الشيخ زكريّا عميرات، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤١٨ھ، ط١.
_ التحرير، الكمال بن الهُمام (ت٨٦١ھ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٧ھ، ط١.
_ التعريفات، السيّد شريف الجُرجاني (ت٨١٦ھ)، تحقيق إبراهيم الأبياري، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤٢٣ھ.
_ التفسير الكبير = مفاتيح الغيب، فخر الدّين الرّازي (ت٦٠٦ھ)، بيروت:

دار إحياء التراث العربي ١٤١٧هـ، ط٢.

_ التفسيرات الأحمديّة، مُلّا جِيوَن (ت١١٣٠هـ)، پشاور: مكتبة حقّانية.

_ التيسير بشرح الجامع الصغير، المُناوي (ت١٠٣١هـ)، تحقيق دكتور مصطفى محمّد الذَهبي، القاهرة: دار الحديث ١٤٢١هـ، ط١.

_ الجامع لأحكام القرآن، القُرطبي (ت٦٧١هـ)، تحقيق عبد الرزّاق المهدي، كوئته: المكتبة الرشيديّة.

_ الحاوي للفتاوي، السُّيوطي (ت٩١١هـ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ.

_ الخصائص الكبرى، السُيوطي (ت٩١١هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٢هـ، ط٢.

_ الدرّ الثمين في مبشّرات النّبي الأمين، الشّاهْ ولي الله الدهلوي (ت١١٧٦هـ)، كراچي: مير محمد كتب خانه۔

_ الدرّ المختار شرح تنوير الأبصار، الحَصكفي (ت١٠٨٨هـ)، تحقيق الدكتور حسام الدّين فَرفور، دِمشق: دار الثقافة والتراث ١٤٢١هـ، ط١، وبيروت: دار إحياء التراث العربي.

_ الدرّ المنثور في التفسير المأثور، السُيوطي (ت٩١١هـ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ.

_ الدُرر الحِسان في البعث والجنان، السُيوطي (ت٩١١هـ)، مصر: المطبعة الكاستليه ١٢٨٧هـ، ط١.

_ الرّسالة القشَيرية، القشَيري (ت٤٥٦هـ)، بيروت: مؤسسة الكتب الثقافية

١٤٢٠هـ، ط١.

_ السنن الكبرى، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، بيروت: دار الفكر.

_ السنن الكبرى، النَّسائي (ت٣٠٣هـ)، تحقيق د. عبد الغفّار سليمان البنداري، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤١١هـ، ط١.

_ السنية الأنيقه فى فتاوى افريقه، امام احمد رضا (ت١٣٤٠ھ)، فيصل آباد: مكتبہ نوريّہ رضويّہ ٢٠٠٤ء۔

_ الشفا بتعريف حقوق المصطفى، قاضي عياض (ت٥٤٤هـ)، تحقيق عبد السلام محمد أمين، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٢هـ، ط٢.

_ الصواعق المحرقة في الردّ على أهل البِدَعِ والزندقة، ابن حجر الهيتمي (ت٩٧٤هـ)، تحقيق: عبد الوهّاب عبد اللطيف، ملتان: مكتبه مجيديّه ١٤١٠هـ، ط٣.

_ الطبقات الكبرى، ابن سعد (ت٢٣٠هـ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ، ط١.

_ الفتاوى الخيرية لنفع البريّة، خير الدّين الرَّملي (ت١٠٨١هـ)، (هامش العقود الدريّة) مصر: المطبعة المَيمنيّة ١٣١٠هـ.

_ الفقيه والمتفقّه، الخطيب البغدادي (ت٤٦٣هـ)، السعوديّة: دار ابن الجَوزي ١٤٢١هـ، ط٢.

_ القاموس المحيط، الفيروزآبادي (ت١١٧هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٥هـ، ط١.

_ القول الجميل في بيان سواء السبيل، الشاهْ ولي الله الدهلوي، (ت١١٧٦هـ)،

لاهور: مكتبة رحمانية.

_ الكاشف عن حقائق السُنن، الطِيبي (ت٧٤٣هـ)، تحقيق بديع السيّد اللحّام، كراتشي: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية ١٤١٣هـ، ط١.

_ الكامل في التاريخ، ابن الأثير الجزري (ت٦٣٠هـ)، بيروت: دار الفكر ١٣٩٨هـ.

_ الكامل في ضعفاء الرجال، ابن عدي (ت٣٦٥هـ)، تحقيق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٨هـ، ط١.

_ المستدرَك على الصحيحَين، الحاكم (ت٤٠٥هـ)، تحقيق حمدي الدمرداش محمد، مكّة المكرّمة: مكتبة نزار مصطفى الباز ١٤٢٠هـ، ط١.

_ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، القاري (ت١٠١٤هـ)، كراتشي: إدارة القرآن والعلوم الإسلاميّة ١٤٢٥هـ، ط٢.

_ المصنَّف، ابن أبي شَيبة (ت٢٣٥هـ)، تحقيق كمال يوسف الحوت، الرياض: مكتبة الرُشد ١٤٠٩هـ، ط١.

_ المعجم الأوسط، الطَبَراني (ت٣٦٠هـ)، تحقيق محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي، بيروت: دار الفكر ١٤٢٠هـ، ط١.

_ المعجم الكبير، الطَبَراني (ت٣٦٠هـ)، تحقيق حمدي عبد المجيد السلَفي، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٢٢هـ، ط٢.

_ المقاصد الحسنة، السخاوي (ت٩٠٢هـ)، تحقيق محمد عثمان الخشت، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤٢٥هـ، ط١.

_ الملفوظ، مفتئ اعظم ہند (ت ۱۴۰۲ھ)، ممبئ: رضا اکیڈمی ۱۴۲۷ھ، ط۲۔

_ المنهاج لشرح صحيح مسلم بن الحجّاج، النَّوَوي (ت٦٧٦ھ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي، ط٤.

_ المواهب اللدُنيّة بالمنح المحمّديّة، القسطلاني (ت٩٢٣ھ)، تحقيق صالح أحمد الشامي، بيروت: المكتب الإسلامي ١٤٢٥ھ، ط٢.

_ الموطّأ، الإمام مالك (ت١٧٩ھ)، تحقيق نجيب ماجدي، بيروت: المكتبة العصرية ١٤٢٣ھ.

_ الميزان الكبرى، الشَّعراني (ت٩٧٣ھ)، بيروت: دار الفكر ط١.

_ آئینۂ قیامت، مولانا حسن رضا خان (ت ۱۳۲۶ھ)، کراچي: مکتبۃ المدینہ ۱۴۲۷ھ۔

_ بحر الفوائد المشهور بمعاني الأخبار، الكلاباذي (ت ٣٨٠هـ)، تحقيق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل - أحمد فريد المزيدي، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٠هـ، ط١.

_ بهجة الأسرار ومعدن الأنوار، الشطنوفي (ت٧١٣ھ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٣ھ، ط١.

_ تاريخ الخلفاء، السُيوطي (ت٩١١ھ)، تحقيق حمدي الدمرداش، القاهرة: مكتبة نزار مصطفى الباز ١٤٢٥ھ، ط١.

_ تاريخ الطبَري، الطبري (ت٣١٠ھ)، بيروت: دار التراث ١٣٨٧ھ، ط٢.

_ تاريخ بغداد، الخطيب البغدادي (ت٤٦٣ھ)، تحقيق صدقي جميل العطار، بيروت: دار الفكر ١٤٢٤ھ، ط١.

_ تاريخ دِمشق، ابن عساكر (ت٥٧١هـ)، تحقيق علي شيري، بيروت: دار الفكر ١٤١٩هـ، ط١.

_ تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، الزَيلعي (ت٧٤٣هـ)، مصر: المطبعة الأميرية ١٣١٥هـ، ط٣.

_ تفسير الألوسي = رُوح المعاني في تفسير القرآن العظيم، شهاب الدّين الألوسي (ت١٢٧٠هـ)، تحقيق: علي عبد الباري عطية، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٥هـ، ط١.

_ تفسير الجلالَين، المحلّي (ت ٨٦٤هـ)، والسُيوطي (ت٩١١هـ)، أعظم جَره: مجلس البركات الجامعة الأشرفية ١٤٢٧هـ.

_ تفسير القرآن العظيم، ابن كثير (ت٧٧٤هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢١هـ.

_ تفسیر ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ اَزہری (ت١٤١٨ھ)، لاہور: ضیاء القرآن پبلیکشنز١٣٩٨ھ، ط٣۔

_ تفسیرِ نعیمی، مفتی احمد یار خان نعیمی (ت١٣٩١ھ)، لاہور: مکتبہ اسلامیہ۔

_ تکمیل الایمان، عبدالحق محدّث دہلوی (ت١٠٥٢ھ)، کراچي: الرحیم اکیڈمی۔

_ تهذيب اللغة، محمد بن أحمد الهَروي (ت٣٧٠هـ)، تحقيق محمد عوض مرعب، بيروت: دار إحياء التراث العربي ٢٠٠١م، ط١.

_ جامع البيان عن تأويل آي القرآن، ابن جرير الطَبَري (ت٣١٠هـ)، تحقيق صدقي جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٥هـ.

_ جامع بيان العلم وفضله، القُرطبي (ت ٤٦٣ هـ)، تحقيق: أبي الأشبال الزهيري، السعودية: دار ابن الجوزي، ١٤١٤ هـ، ط١.

_ جوہرِ تقویم، ضیاء الدین لاہوری (ت ۱۴۴۳ھ)، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ۱۹۹۴ء، ط۱۔

_ حدائق بخشش، امام احمد رضا (ت ۱۳۴۰ھ)، کراچی: مکتبۃ المدینہ۔

_ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، أبو نعَيم الأصفهاني (ت٤٣٠هـ)، تحقيق مصطفى عبد القادر عطا، بيروت: دار الكتب العلميّة.

_ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، نعیم الدین مرادآبادی (ت۱۳۶۷ھ)، مبارکپور اعظم گڑھ: الجامعۃ الاشرفیہ/کراچی: مکتبۃ المدینہ۔

_ دلائل النبوّة، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، تحقيق عبد المعطي قَلَعْجي، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٣٣هـ، ط٢.

_ ذَوق نعت، مولانا حسن رضا خان (ت ۱۳۲۶ھ)، لاہور: انجمن حزب الاَحناف۔

_ ردّ المحتار على الدرّ المختار، ابن عابدين (ت١٢٥٢هـ)، تحقيق د. حُسام الدين بن محمّد صالح فَرفور، دِمشق: دار الثقافة والتراث ١٤٢١هـ، ط١، وبُولاق: دار الطباعة المصريّة.

_ روزنامہ نوائے وقت "21 اپریل 2016ء۔

_ سُبل الهُدى والرَّشاد في سيرة خير العباد، محمد بن يوسف الشّامي (ت٩٤٢هـ)، تحقيق الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤١٤هـ، ط١.

_ سر الشہادتین، عبد العزیز محدّث دہلوی (ت ۱۲۳۹ھ)، لکھنو: نَوَلکِشور۔

ـ سنن ابن ماجه، محمد بن يزيد (ت٢٧٥هـ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٢١هـ، ط١.

ـ سنن الدارقُطني، علي بن عمر الدارقطني (ت٣٨٥هـ)، تحقيق الشيخ مجدي حسن، ملتان: نشر السنّة ١٤٢٠هـ.

ـ سنن الدارمي، الدارمي (ت٢٥٥هـ)، تحقيق فواز أحمد زمرلي، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤٠٧هـ، ط١.

ـ سوانحِ کربلا، علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی (ت١٣٦٧ھ)، تخریج: المدینۃ العلمیۃ، کراچی: مکتبۃ المدینہ ١٤٢٩ھ، ط١۔

ـ شرح الزرقاني على الموطأ، محمد بن عبد الباقي الزرقاني (ت١١٢٢هـ)، بيروت: دار الجيل.

ـ شرح السُنّة، البغَوي (ت٥١٦هـ)، تحقيق محمد سعيد اللحّام، بيروت: دار الفكر ١٤١٩هـ.

ـ شرح الشفا، علي القاري (ت١٠١٤هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٩هـ، ط٢.

ـ شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، السُيوطي (ت٩١١هـ)، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤١٤هـ، ط٢.

ـ شرح العقائد النَّسَفية، التفتازاني (ت٧٩٢هـ)، تحقيق محمد عدنان درويش، دِمشق: مكتبة دار البيروتي ١٤١١هـ.

ـ شرح تنقيح الفصول في علم الأصول، أبو العباس شهاب الدّين أحمد

القرافي (ت٦٨٤هـ) تحقيق طه عبد الرؤوف سعد، بيروت: شركة الطباعة الفنية المتحدة ١٣٩٣هـ، ط١.

ـ شُعب الإيمان، البَيهقي (ت٤٥٨هـ)، تحقيق حمدي الدمرداش محمّد العدل، بيروت: دار الفكر ١٤٢٤هـ، ط١.

ـ صحيح ابن حِبّان، أبو حاتم محمد بن حِبّان (ت٣٥٤هـ)، بيروت: بيت الأفكار الدوليّة ٢٠٠٤م.

ـ ضربِ کلیم، محمد اقبال (ت۱۳۳۸ھ)، لاہور: شائع کردہ ڈاکٹر محمد اقبال ۱۳۶۹، ط۱۔

ـ عرفانِ شریعت، امام احمد رضا (ت۱۳۴۰ھ)، لائل پور: سنّی دارالاشاعت۔

ـ عقد الجِيد في أحكام الاجتهاد والتقليد، الشاهْ ولي الله الدهلوي (ت١١٨٠هـ)، تحقيق محبّ الدّين الخطيب، القاهرة: المطبعة السلَفية ١٣٨٥هـ، ط١.

ـ عمدة القاري شرح صحيح البخاري، العيني (ت٨٥٥هـ)، بيروت: دار الفكر ١٤١٨هـ، ط١.

ـ عوارف المعارف، شهاب الدّين السُّهروَردي (ت٦٣٢هـ)، (مطبوع مع إحياء علوم الدين)، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤٠٦هـ، ط١.

ـ غامدیت، مفتی وسیم اختر، کراچی: المکتبۃ الشاذلیہ ۱۳۶۹، ط۱۔

ـ فتاوی رضویہ، امام احمد رضا خان (ت۱۳۴۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن، کراچی: ادارۂ اہلِ سنّت ۲۰۱۷ء، ط۱۔ ولاہور: رضا فاؤنڈیشن ۱۴۱۲ھ، ط۱۔

ـ فتاوی امجدیہ، امجد علی أعظمی (ت۱۳۶۷ھ)، کراچی: مکتبہ رضویہ۔

_ فتح القدير للعاجز الفقير، ابن الهمام (ت٨٦١هـ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي.

_ فرہنگ آصفیہ، مولوي سیّد احمد دہلوی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز۲۰۰۲م.

_ فواتح الرَّحموت، بحر العلوم عبد العلي اللكنوي (ت١٢٢٥هـ)، اللكنؤ: نَوَلْكِشور.

_ فيوض الحرمَين، شاهْ ولي الله المحدِّث الدهلوي (ت١١٧٦هـ)، دهلي: المطبع الأحمدي ١٣٠٨هـ.

_ قنية المنية لتتميم الغنية، نجم الدّين الزاهدي (ت٦٥٨هـ)، كَلْكَتَّه.

_ كتاب الخراج، قاضي أبو يوسف (ت١٨٢هـ)، القاهرة: المكتبة السلَفية ١٣٨٢هـ، ط٣.

_ كتاب السُنّة، ابن أبي عاصم (ت٢٨٧هـ)، تحقيق: محمد ناصر الألباني، بيروت: المكتب الإسلامي ١٤٠٠هـ، ط١.

_ كشف الظنون، حاجي خليفة (ت١٠٦٧هـ)، مصر: دار الطباعة المصرية ١٢٧٤هـ، وبيروت: دار الفكر ١٤١٩هـ.

_ ما ثبت من السُنّة في أيّام السَنة، عبد الحقّ المحدِّث الدَّهلوي (ت١٠٥٢هـ)، لاهور: الإدارة النعيمية الرضوية، ط٢.

_ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، الهيثمي (ت٨٠٧هـ)، تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطا، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤٢٢هـ، ط١.

_ مدارج النبوّت، شیخ عبد الحق محدّث دہلوی (ت ۱۰۵۲ھ)، لاہور: نوریّہ رضویہ پبلشنگ کمپنی

۱۹۹۷م، ط۲۔

_ مدارك التنزيل وحقائق التأويل، النَّسَفي (ت٧١٠هـ)، تحقيق الشيخ زكريّا عميرات، پشاور: مكتبة القرآن والسنّة.

_ مدارك التنزيل وحقائق التأويل، النَّسَفي (ت٧١٠هـ)، تحقيق الشيخ زكريّا عميرات، پشاور: مكتبة القرآن والسنّة.

_ مَراقي الفلاح، الشُّرُنبُلالي (ت١٠٦٩هـ)، كوئته: المكتبة العربية.

_ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، القاري (ت١٠١٤هـ)، تحقيق صدقي محمد جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٢هـ.

_ مسلَّم الثبوت، محبُّ الله بن عبد الشكور (ت١١١٩هـ)، اللكنؤ: نَوَلْكِشَور، مع فواتح الرَّحموت.

_ مسند أبي يعلى، أحمد بن علي المُوصلي (ت٣٠٧هـ)، تحقيق ظهير الدين عبد الرحمن، بيروت: دار الفكر ١٤٢٢هـ، ط١.

_ معالم التنزيل، البغَوي (ت٥١٦هـ)، تحقيق خالد عبد الرحمن العك، بيروت: دار المعرفة ١٤٢٣هـ، ط٥.

_ مفردات ألفاظ القرآن، الرّاغب الأصفهاني (ت٥٠٢هـ)، تحقيق نديم مرعَشلي، طهران: المكتبة المرتضوية لإحياء الآثار الجعفرية.

_ مقالاتِ اقبال، سیّد عبد الواحد معینی، لاہور: القمر انٹرپرائزز ۲۰۱۱ء، ط۱۔

_ میلاد وقیام (إذاقة الأثام لمانعي عمل المَولد والقيام)، نقی علی خان (ت۱۲۹۷ھ)، تحقیق ڈاکٹر محمد اسلم رضا میمن تحسینی، کراچی: ادارۂ اہل سنّت۔

_ نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، مفتی شریف الحق امجدی (ت۱۴۲۱ھ)، کراچي: برکاتی پبلیشرز۔

_ نوادِر الأصول في معرفة أحاديث الرّسول، الحكيم الترمذي (ت٣١٨هـ)، تحقيق عبد الحميد محمد الدرويش، دِمشق ١٤٢٥هـ، ط١.

_ نورالعرفان، مفتی احمدیارخان نعیمی (ت۱۳۹۱ھ)، لاہور: پیربھائی کمپنی۔

-International Covenant on Civil and Political Rights.

فہرس الفہارس

الفہرس | الصفحة

ادارۂ اہلِ سنّت کی مطبوعات

١. شرح عقود رسم المفتي: للإمام ابن عابدين الشّامي (ت١٢٥٢هـ)، محقَّقة، طبعت أوّلاً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م. وثالثاً ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م. وثانياً من "دار الصّالح" القاهرة، ١٤٣٨هـ/ ٢٠١٧م. ورابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٢هـ/ ٢٠٢١م.

٢. أجلى الإعلام أنّ الفتوى مطلقاً على قول الإمام: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت أوّلاً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م. وثالثاً ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م. وثانياً من "دار الصّالح" القاهرة، ١٤٣٨هـ/ ٢٠١٧م. ورابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٢هـ/ ٢٠٢١م.

٣. الفضل الموهبي في معنى إذا صحّ الحديث فهو مذهبي: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت أوّلاً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م. وثالثاً ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م.

وثانياً من "دار الصّالح" القاهرة، ١٤٣٨هـ/ ٢٠١٧م.

ورابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٢هـ/ ٢٠٢١م.

٤. جدّ الممتار على ردّ المحتار: له (ت١٣٤٠هـ) (سبع مجلّدات) محقَّقة، طبعت من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٤هـ/ ٢٠١٣م.

٥. حياة الإمام أحمد رضا: د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، رسالة مختصرة في سيرة الإمام من حيث صلته مع العلماء العرب، محقَّقة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م.

٦. تحسين الوصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، محقَّقة (بالأورديّة)، طبعت أوّلاً من "مكتبة بركات المدينة" كراتشي ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م. وثانياً من "دار أهل السنّة" كراتشي ١٤٣٧هـ/ ٢٠١٦م. وثالثاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٧. تحسين الوصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، (بالعربية) طبعت محقَّقة أوّلاً من "دار أهل السنّة" كراتشي ١٤٢٨هـ/ ٢٠٠٧م. وثانياً نسخة معدَّلة من "دار الفقيه"

أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م. وثالثاً من "دار أهل السنّة" ١٤٣٧هـ/ ٢٠١٦م. ورابعاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٨. إقامة القيامة على طاعِن القيام لنبي تهامة (بالأورديّة): للإمام أحمد رضا خانْ ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م.

٩. حُسام الحرمَين على منحر الكفر والمَين: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، أوّلاً طبعت من "مؤسّسة الرضا" لاهور ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م. وثانياً بتحقيق وترتيب جديد ٢٠١٩م.

١٠. جليُّ الصَّوْت لنَهي الدَّعْوة أمَامَ موت (بالأورديّة): له، ١٤٢٨هـ/ ٢٠٠٧م.

١١. مقدّمة الجامع الرّضوي (ضوابط في الحديث الضعيف): لملِك العلماء المحدِّث المفتي ظفر الدّين البِهاري، طبعت محقَّقة، أوّلاً من "دار أهل السنّة" كراتشي ١٤٢٨هـ/ ٢٠٠٧م. وثانياً نسخة معدَّلة من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م.
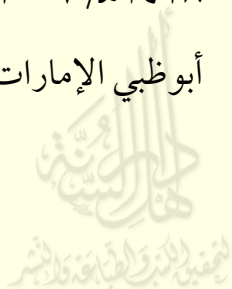
١٢. "معارف رضا" المجلّة السَّنَوية العربيّة ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م (العدد السّادس)، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي.

١٣. رادّ القحط والوباء بدعوة الجيران ومؤاساة الفقراء: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، مترجمة بالعربية، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٤. أعجب الإمداد في مكفَّرات حقوق العباد: له، محقَّقة، مترجمة بالعربية، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٥. صفائح اللُجَين في كون تصافُح بكفَّي اليدَين: له، محقَّقة، مترجمة بالعربية، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٦. أنوار المنّان في توحيد القرآن: له، نقلها إلى الأوردية: مفتي الديار الهندية سابقاً الشيخ أختر رضا خانْ الأزهري، محقَّقة، ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٧. إذاقة الأثام لمانِعِي عملِ المَولد والقيام (بالأوردية): للعلّامة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ)، طبعت محقَّقة أوّلاً ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م. وثانياً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٧هـ/ ٢٠١٦م.

١٨. أصول الرَّشاد لقَمع مَباني الفساد (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالأوردية): للعلّامة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ)، محقَّقة ١٤٣٠هـ/ ٢٠٠٩م. وثانياً (بالعربية) من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م.

١٩. قَوارع القَهّار على المجسِّمة الفُجّار: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، نقلها إلى العربية: مفتي الدِّيار الهنديّة الشيخ أختر رضا خانْ الأزهري، محقَّقة، طبعت من "دار المقطَّم" القاهرة ١٤٣٢هـ/ ٢٠١١م.

٢٠. المعتقد المنتقَد: للإمام فضل الرّسول القادري البَدَايُوني (ت١٢٨٩هـ) مع حاشية قيّمة مسمّاة: المعتمَد المستند بناء نجاة الأبد: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّق، طُبع أوّلاً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات

١٤٣٧هـ/ ٢٠١٦م. وثانياً من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢١. قواعد أصوليّة لفهم الآيات القرآنيّة والأحاديث النبويّة (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالعربية): د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، محقَّقة، طبعت أوّلاً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٧هـ/ ٢٠١٦م. وثانياً من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٢٢. قواعد أصوليّة لفهم الآيات القرآنية والأحاديث النبويّة (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالأوردية): له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٢٣. العطايا النبويّة في الفتاوى الرضوية: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، الطبعة الأولى، محقَّقة (٢٢ مجلداً بالأورديّة)، ١٤٣٨هـ/ ٢٠١٧م.

٢٤. نظم العقائد النَّسَفية، (النّظم العربي): المفتي الشيخ إبراهيم علي الحمدُو العمر الحلَبي، طبع أوّلاً من "دار

الصّالح" القاهرة ١٤٣٨هـ/ ٢٠١٧م. وثانياً من "دار أهل السنّة" كراتشي ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م.

٢٥. نظم العقائد النَّسَفية (النّظم الأوردو): للشّيخ محمد سلمان الفريدي المصباحي الهندي، طبع من "دار أهل السنّة" كراتشي ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م.

٢٦. كنز الإيمان في ترجمة القرآن: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، مع تفسير خزائن العرفان: لصدر الأفاضل السيّد محمد نعيم الدّين المرادآبادي (ت١٣٦٧هـ) أوّلاً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م. وثانياً ١٤٤٢هـ/ ٢٠٢٠م.

٢٧. الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢٨. الظَفر لقول زُفر: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢٩. شمائم العنبر في أدب النداء أمام المنبر: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٠. صَيقل الرَّين عن أحكام مجاوَرة الحرمَين: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣١. الجبل الثانوي على كلية التهانوي: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٢. كفل الفقيه الفاهِم في أحكام قرطاس الدراهم: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٣. هاديُ الأُضحِية بالشاء الهنديّة: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٤. الصافية الموحية لحكم جلد الأُضحِية: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٥. الكشفُ شافيا حكم فونوجرافيا: له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٦. الزُّلال الأنقى من بحر سبقة الأتقى (في أفضلية سيّدنا أبي بكر ﵁): له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٧. "القول النَّجيح لإحقاق الحقّ الصّريح" مع حاشية "السعي المشكور في إبداء الحقّ المهجور": له، محقَّقة، طبعت من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٨. الدَّولة المكّية بالمادّة الغَيبيّة: له، محقَّق، طبع من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٣٩. إنباء الحي أنّ كلامَه المصونَ تبيانٌ لكلِّ شيء (مجلّدان): له، محقَّق، طبع من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٤٠. الأمن والعُلى لناعتي المصطفى بدافع البلاء (مترجَم بالعربية): له، محقَّق، طبع من "دار الهجرة الأولى" القاهرة، ١٤٤٠ھ/ ٢٠١٩م.

٤١. فتاوى الحرمَين برَجفِ ندوةِ المَين: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠ھ)، محقَّق، ١٤٤٠ھ/ ٢٠١٩م.

٤٢. اسلامی عقائد و مسائل (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، اوّلاً ۱۴۴۰ھ/۲۰۱۹ء۔ ثانیاً ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

٤٣. عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالی عنہم (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۰ء۔

٤٤. قائدِ ملّت اسلامیہ علّامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالی علیہ حیات، خدمات اور سیاسی جد وجہد (اردو): مفتی عبدالرشید ہمایوں المدنی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۰ء۔

45. 20 FUNDAMENTAL PRINCIPLES TO IDENTIFY SHIRK & BID`AH: By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini

46. Tahsin al-Wusul – By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini.

٤٧. تحقیقاتِ امام علم وفن (اردو): حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

عنقریب شائع ہونے والی کتب ورسائل

١. منير العين في حكم تقبيل الإبهامَين، للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) (نقلها إلى العربية وحقّقها): د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني.

٢. عقائدوکلام (اردو): للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ).

٣. تلخيص الفتاوى الرضوية (اردو): له، (ستّ مجلّدات).